کچھ عشق تھا کچھ
جنوں بھی تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

[illegible]

کچھ عشق میں رنگِ جنوں بھی تھا..........نائلہ طارق

آئی سی یو کے خشک اور بوجھل سکوت میں گہرے گہرے سانس بھرنے کی مدھم آوازیں ابھر رہی تھیں۔ موت جیسی خاموشی میں ان سانسوں کے زیروبم ہی زندگی کے آثار موجود ہونے کا ثبوت تھے۔ سفید چادر میں چھپا اس کا وجود جانے کب سے غافل تھا مگر اب آہستہ آہستہ حد سے زیادہ متورم آنکھوں کی بند پلکوں میں ہوتی لرزش اشارہ کر رہی تھی کہ اس کی غفلت کا اختتام ہو رہا ہے۔

آکسیجن ماسک میں جکڑے اس کے چہرے کو اضطرابی نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی سرد پیشانی پر رکھ کر اپنی موجودگی کا یقین دیا تھا۔ مدھم کراہوں کے ساتھ ایک بار پھر اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی' ہر منظر آنکھوں کے سامنے دھندلایا ہوا ہی تھا' نیم غنودگی کے ساتھ خود پر جھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی پلکیں دوبارہ بند ہونے لگی تھیں اور وہ جو شدید بے تابی اور پُر امید نظروں سے اسے آنکھیں کھولتے دیکھ رہے تھے انہیں دوبارہ بند ہوتا دیکھ کر مایوسی کی سی کیفیت میں لب بھینچ کر رہ گئے تھے۔ ان کے چہرے پر اب پھر معدوم ہوتی امید کے ساتھ تاریکی پھیلنے لگی تھی مگر اگلے ہی پل وہ چونکے تھے کیونکہ اس کی بند ہوتی آنکھیں یکدم ہی پوری کھل گئی تھیں۔ جن ساکت نظروں سے وہ ایک ٹک انہیں دیکھ رہا تھا ان کی زبان ہی گنگ ہو گئی تھی' کیا کچھ نہیں تھا اس کی آنکھوں میں' وحشت اور خوف و بربریت کے تاثر...... دوسرے ہی لمحے ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلنے لگی تھی جب وہ ایک جھٹکے سے انہیں پیچھے دھکیلتا حلق کے بل چلاتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا' اس کی بلند چیخیں باہر کاریڈور تک گونجتی چلی گئیں تھیں۔ وہ بمشکل ہی اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے جو آکسیجن ماسک کھینچ کر دور پھینکنے کے بعد اب بلڈ کی سرنج بھی اپنے ہاتھ سے کھینچ کر نکال پھینکنا چاہتا تھا۔

"ہاتھ مت لگاؤ' مت چھوؤ مجھے۔" مسلسل چیختا چلاتا وہ بُری طرح مچلتا ان کے بازوؤں کی گرفت سے نکل بھاگنا چاہتا تھا' تب ہی تیز قدموں کے ساتھ ڈاکٹر اور دو وارڈ بوائز روم میں داخل ہوئے تھے۔

"قریب آنے کی ضرورت نہیں میں کافی ہوں اس کے لیے۔" ان کی بلند آواز پر وارڈ بوائز اپنی جگہ پر ہی رُک گئے تھے' فوری طور پر ملنے والے سکون آور انجکشن نے چند منٹوں میں ہی اس کے کمزور وجود کو نڈھال کر دیا تھا' ایک بار پھر اردگرد موت کا سا سکوت پھیل گیا تھا۔ پسینے میں شرابوردہ ساکت کھڑے اسے دیکھ رہے تھے جس کا سر ان کے بازو پر ایک جانب ڈھلک چکا تھا۔

"کب تک' آخر کب تک اسے اندھیروں میں دھکیلا جاتا رہے گا......؟" نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ڈاکٹر سے مخاطب تھے۔

⁂

"بس کر دو سارہ! خدا کے لیے چھوڑ دو یہ ضد۔ میرے زندہ ہوتے ہوئے تم کیوں دوسروں کے دَر پر پڑے رہنا چاہتی ہو۔ رشتے داروں کی یہ ساری محبتیں بس چند روزہ ہوتی ہیں اس کے بعد صرف بوجھ بن کر رہ جاؤ گی تم ان کے لیے' کیوں ان کا اور اپنا بھرم توڑنا چاہتی ہو۔ تمہارے علاوہ اور کون بہن یا بھائی ہے میرا' میں کیسے تمہیں خود سے دور کر کے ان نام نہاد رشتے داروں کے حوالے کر دوں؟" نمناک لہجے میں وہ آج پھر اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں جو تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"وہ کیا کہتے ہیں تم سے' کیوں بیر باندھے رکھنا چاہتی ہو تم ان سے۔ میری شادی کو چھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے ان چھ سالوں میں ایک بار بھی تم نے میرے گھر میں قدم تک نہیں رکھا' لوگوں نے کتنی باتیں بنائیں مگر اس شخص نے سب کچھ برداشت کیا یہاں تک کہ تمہاری نفرت بھی...... اب اگر صرف ہماری ماں کی آخری خواہش کے مطابق وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ اس گھر میں رہو تو کیا بُرا کر رہے ہیں وہ تمہارے ساتھ' انہیں کون سے خزانے مل جائیں گے؟"

"انہیں سکون ملے گا مجھے اپنے رحم و کرم پر رکھ کر۔" وہ تلخی سے بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

"مجھے اپنے گھر میں رکھ کر وہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح مجھے ان کا چہرہ پسند نہیں اسی طرح وہ بھی مجھے ناپسند کرتے ہیں' امی خود تو چلی گئیں اور مجھے یہاں جھونک گئیں سب کچھ جھیلنے کے لیے۔" بھیگی آنکھوں کے ساتھ چیختے ہوئے اس نے چہرہ گھٹنوں میں چھپایا تھا۔

”کیوں ایسا سوچتی ہو تم‘ میں کیسے تمہیں سمجھاؤں کہ ایسا کچھ نہیں ہے‘ دوریاں تو خود تم نے اپنے اور ان کے درمیان بنا رکھی ہیں‘ تم صرف ایک بار...... “ رُک کر انہوں نے دروازے کی سمت دیکھا تھا جہاں وہ ناگوار تاثرات کے ساتھ اب اندر آ رہے تھے۔

”کب ختم ہوں گے یہ ڈرامے‘ دو دن سے دیکھ رہا ہوں‘ کرنے دو جتنے واویلے کرنا چاہتی ہے یہ‘ رہنا تو اسے اُسی گھر میں ہے۔“

”کیوں...... میں کیوں رہوں اس گھر میں...... آپ ہوتے کون ہیں مجھ پر اپنی مرضی تھوپنے والے۔“ بہن کے روکتے روکتے بھی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

”یہ سوال تمہیں اپنی ماں سے کرنا چاہیے تھا یا پھر اپنی بہن سے پوچھو۔“ وہ غرائے تھے۔

”تو کیوں مجبور ہو گئے آپ ان کے آگے‘ نکال باہر کریں مجھے اپنے گھر سے‘ میں اپنی پھپھو کے گھر رہنا چاہتی ہوں۔“ وہ بھڑکی تھی۔

”مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہیں زبردستی یہاں باندھ کے رکھنے کا‘ تمہاری ماں مجھے تمہاری ذمہ واری سونپ کر گئی ہیں جسے میں نبھا رہا ہوں اور فکر مت کرو ساری زندگی تم نے یہاں نہیں رہنا ہے‘ میرا بس چلے تو کل ہی تمہاری شادی کروا کے یہاں سے بھی رخصت کر دوں۔“

”آپ کو میری شادی کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے‘ مہربانی فرما کر خود کو دنیا کے سامنے زیادہ مہربان ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں‘ میری کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حق ہے میرے لیے کوئی فیصلہ کرنے کا‘ میں اپنے فیصلے خود کر سکتی ہوں۔ سمجھے آپ؟“ وہ درمیان میں پھر بھڑک کر بول اٹھی تھی۔

”سن رہی ہو تم‘ اسے ذرا سا بھی خیال ہے کہ اس وقت یہ کس سے مخاطب ہے۔“ بگڑے انداز میں انہوں نے ایک نظر بیوی کو دیکھا تھا جو سانس روکے کھڑی تھیں۔

”تم لوگوں نے ہی اس کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا کر یہ حشر کر دیا ہے کہ اسے بات کرنے کی تمیز تک نہیں رہی ہے۔“ وہ اشتعال میں آ گئے تھے۔

”جی ہاں مجھے کوئی تمیز نہیں ہے اور میں تمیز دار بننا بھی نہیں چاہتی‘ اب آپ مزید میرے سر پر مسلط ہونے کی کوشش نہ کریں۔“ وہ سر جھٹک کر بولی تھی۔

”سارہ! چپ کرو تم‘ شرم نہیں آ رہی تمہیں اس طرح زبان درازی کرتے ہوئے۔“ اس بار وہ دہل کر درمیان میں آئی تھیں‘ جانتی تھیں کہ بہن کی طرح شوہر کا پارہ بھی سیکنڈوں میں عرش تک جا پہنچتا ہے۔

”میں کیا غلط کہہ رہی ہوں‘ یہ کیوں خوامخواہ مجھ پر حق جمانے کی کوشش کر رہے ہیں‘ جب میں ان کے گھر میں رہنا ہی نہیں چاہتی ہوں۔“ وہ تڑخ کر بولی تھی۔

”جتنی بکواس کرنی ہے کرو‘ جتنے ہنگامے کرنے ہیں دل کھول کر کرو مگر ایک بات کان کھول کر سن لو فی الحال رہنا تو تمہیں اُسی گھر میں ہے۔“ بمشکل ضبط کیے وہ سخت لہجے میں بولے تھے۔

”میں جانتا ہوں تم اس گھر میں نہیں آنا چاہتی تھیں اور تم بھی یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ میں بھی تمہیں اپنے سر پر منڈھنا نہیں چاہتا تھا مگر میں اس عورت کی وجہ سے مجبور ہو گیا ہوں جس نے اپنے آخری وقت میں مجھ سے التجا کی تھی۔ یہ حق دیا تھا کہ میں تمہارے جیسی بدزبان اور بدلحاظ لڑکی کو قابو کر کے رکھوں۔ انہیں بھی اندازہ ہو گا اپنی اولاد کی خصلت کا‘ ورنہ میرا دماغ خراب نہیں ہوا ہے کہ اپنے گھر کا سکون برباد کروں۔“ وہ انتہائی درشتی سے بولے تھے۔

”شمس! آپ باہر جائیں میں اسے سمجھا لوں گی۔“ وہ ملتجی انداز میں شوہر سے بولی تھیں۔

”تم کیا سمجھاؤ گی‘ اسے دیکھ کر لگ رہا ہے کہ یہ کوئی زبان سمجھ سکتی ہے؟“ وہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے تھے جو غصیلی نظروں سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

”میں کوئی زبان نہیں سمجھ سکتی مگر آپ غور سے سن لیں اور سمجھ لیں‘ یہ اپنا غصہ اور حق اپنی بیوی کے لیے سنبھال کر رکھیں‘ آپ میری بہن کے شوہر ہیں میرے نہیں جو یہ تیور مجھے دکھا رہے ہیں۔“ وہ زہریلے انداز میں چبا چبا کر بولی۔

”کیا کہا تم نے..... دوبارہ کہو کیا بکواس کی ہے تم نے؟“ وہ شدید طیش میں ایک قدم اس کی جانب بڑھے تھے۔

”میں آپ سے کہہ رہی ہوں خدا کے لیے آپ باہر چلے جائیں‘ میں اور برداشت نہیں کر سکتی۔“ شوہر کو روکتے ہوئے وہ بے طرح روتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئیں تھیں۔

”میرے گھر میں آج تک کسی نے مجھ سے ایسے لہجے میں بات نہیں کی ہے اور یہ.....“ شدید اشتعال میں بولتے ہوئے انہوں نے رُک کر بیوی کا ہاتھ تھام کر قدموں سے اٹھایا تھا۔

”ایک آنسو بھی میں نے آج تک اپنی بیوی کو بہانے نہیں دیا ہے اور تم نے دو دن میں رُلا رُلا کر اس کا یہ حشر کر دیا ہے۔“ غصیلی نظروں سے وہ اسے گھور رہے تھے جو خونخوار نظروں سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

”اب اگر تمہاری وجہ سے میں نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو یاد رکھنا میں بھول جاؤں گا کہ مجھے کوئی لحاظ رکھنا بھی چاہیے یا نہیں۔“ سخت لہجے میں اسے تاکید کرتے وہ بیوی کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گئے تھے‘ دوسری جانب وہ چند لمحوں تک تنے ہوئے چہرے کے ساتھ کھڑی رہی تھی مگر پھر چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

❀❀❀

رات کے تین بجنے والے تھے مگر شدید پریشانی کے باعث نیند بھی روٹھی ہوئی تھی‘ کروٹیں بدلتے بدلتے بالآخر وہ اٹھ بیٹھی تھی‘ ایک نظر اس نے بڑی حسرت سے گرم کمبل میں پڑی گہری نیند سوئی اپنی بہن کو دیکھا تھا کہ ایسی نیند آج کل اُسے نصیب ہی نہیں تھی‘ وجہ وہی رزلٹ کی ٹینشن تھی۔

”یا اللہ! میرا اے گریڈ بن جائے ورنہ پچھلے سال کی طرح اس بار بھی بی گریڈ لینے پر سب کی پھٹکاریں سننا پڑیں گی اور دوستوں کے سامنے الگ شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔“

”مجھے نماز پڑھ کے دعا مانگنی چاہیے ورنہ جس قسم کے پیپرز میں نے دیئے ہیں اس کے بعد تو بی گریڈ بھی ملنا مشکل ہے۔“ اس نے ایک بار پھر نماز کے لیے اٹھنے کا ارادہ باندھا تھا کیونکہ سخت سردی میں رات کے اس پہر گرم بستر سے نکلنا اس کے لیے ایک بہت مشکل اور سخت مرحلہ تھا‘ بہرحال کسی نہ کسی طرح اپنے مطلب کی ہی خاطر اس نے نفل کے بعد بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ کامیابی کی دعائیں مانگی تھیں‘ دعاؤں سے دل کو کچھ تسلی ہوئی تھی مگر نیند ابھی بھی آنکھوں سے دور تھی‘ گرم شال لپیٹے وہ پانی پینے کے لیے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

دائیں جانب اس کے ماں باپ کا کمرہ تھا اور اس کے ساتھ والا کمرہ ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا‘ تین کمروں کے اس فلیٹ میں شفٹ ہوئے انہیں کچھ ہی عرصہ ہوا تھا‘ پانی پینے کے بعد وہ واپس کمرے میں آ گئی تھی‘ نیند اب اتنی جلدی مہربان ہونے والی نہیں تھی اس لیے شال میں دبکی گیلری کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی جہاں رگوں میں دوڑتے خون کو منجمد کر دینے والی سرد ہواؤں نے اس کا استقبال کیا تھا۔

یہ فلیٹ سیکنڈ فلور پر تھا جس کی گیلری میں وہ کھڑی اردگرد کا جائزہ لے رہی تھی حالانکہ جائزہ لینے کے لیے وہاں کچھ بھی نہیں تھا‘ سالوں سے گورنمنٹ کی ملازمت کرتے ہوئے اس کا باپ اب کہیں جا کر اس غیر آباد علاقے میں اپنا ذاتی گھر خرید سکا تھا کیونکہ آبادی اور دیگر سہولیات سے کوسوں دور اس جگہ پر ملنے والے فلیٹ کم قیمت کے تھے یہ اور بات کہ اسے خریدنے کے لیے بھی ان سب کو اپنی کتنی ہی ضروریات سے منہ موڑنا پڑا تھا۔

اسے یہ جگہ بالکل پسند نہیں تھی جہاں ہر وقت قبرستان جیسا سناٹا چھایا رہتا تھا‘ اس عمارت کے جس فلیٹ میں وہ اپنی فیملی کے ساتھ مقیم تھی یہ بھی ابھی نامکمل تھا‘ ان کے علاوہ صرف فرسٹ فلور پر ایک فیملی آ کر آباد ہوئی تھی‘ باقی اوپر کے سارے فلیٹ خالی تھے‘ دائیں جانب ایک اور عمارت کا تعمیراتی کام کچھ دن پہلے ہی شروع ہوا تھا جبکہ بائیں جانب کافی آگے جا کر چند فلیٹس کی عمارتیں موجود تھیں‘ شال کو مزید اپنے گرد کستے ہوئے اس نے نیچے کی جانب نظر ڈالی تھی جہاں مین گیٹ بھی ابھی نہیں لگا تھا اور اندر آ کر بس اتنی ہی جگہ تھی کہ ایک گاڑی کھڑی ہو سکتی تھی لیکن اس وقت تو اس کچی زمین پر جگہ جگہ جنگلی گھاس پودوں کی بھرمار تھی‘ اس کی نظروں کے سامنے ایک کافی چوڑی اور پکی سڑک تھی جس کے دوسری جانب ایک وسیع ویران بیابان میدان کا سلسلہ حد نظر تک پھیلا ہوا تھا جہاں کہیں کہیں خاردار جھاڑیاں ہی نظر آ رہی تھیں۔ سرد رات کے ٹھٹھرتے چاند کی مدھم مگر ہیبت ناک روشنی میں اس میدان کو دیکھنا ایک خوفناک عمل تھا لیکن اس کے لیے یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا‘ فطرتاً وہ بہت بہادر تھی‘ اس کی بہن کو یہاں بہت خوف محسوس ہوتا تھا جبکہ وہ بس یہاں آ کر بیزار ہی ہوئی تھی مگر اس کے باپ نے یہ تسلی دی تھی کہ آہستہ آہستہ یہ علاقہ بھی آباد ہونا شروع ہو

جائے گا، گہرا سانس لے کر اس نے سر اٹھا کر آسمان کی سمت دیکھا تھا، پُراسراری خاموشی وہاں بھی طاری تھی، دم توڑتا جاڑے کا چاند بہت آہستگی کے ساتھ رات کا سفر طے کرتا جا رہا تھا، آسمان سے نظر ہٹا کر اس نے واپس اندر جانے کا ارادہ کیا تھا تب ہی دائیں جانب دور سڑک سے آتی کسی گاڑی کی تیز ہیڈ لائٹس دکھائی دی تھیں جس نے اس کے قدم روک لیے تھے۔

⁂

بیدار ہونے کے بعد بھی وہ اسی طرح کسلمندی کے ساتھ در و دیوار کو تکتی رہی تھی، وال کلاک میں دس بج رہے تھے جب وہ بیزاری سے اٹھ بیٹھی تھی۔

”پتا نہیں اس گھر میں وہ کس طرح رہ پائے گی جہاں سب ہی یہ جانتے ہوں گے کہ وہ کبھی اس گھر میں قدم تک نہیں رکھنا چاہتی تھی، سب اس کی بیزاری سے واقف ہونے کے بعد کتنے عرصے تک اسے برداشت کر سکیں گے۔“ بے دلی کے ساتھ وہ سوچ رہی تھی، تب ہی چونک کر اس نے دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

”جاگ گئیں تم، میں پہلے بھی آئی تھی مگر تم اتنی گہری نیند سو رہی تھیں کہ جگانے کا دل ہی نہیں چاہا۔“ رات کی ساری تلخیاں بھلائے وہ مسکراتے ہوئے قریب آ گئیں تھیں۔

”اب جلدی سے نیچے آ جاؤ میں ناشتہ تیار کر رہی ہوں، تم نے تو رات میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔“ اس کے چہرے کے گرد بکھری سیاہ لٹیں ہاتھوں سے سنوارتے ہوئے وہ محبت بھرے لہجے میں بولی تھیں۔

واش روم کے آئینے میں اپنے بھیگے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے یکدم ہی اس کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے فوراً ہی پلٹ کر اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے نظر آتی سامنے والے کمرے کی کھڑکی کی سمت دیکھا تھا جہاں دو چمکتی آنکھیں بڑی دیدہ دلیری اور دلجمعی کے ساتھ اس کی حرکات کا جائزہ لینے میں مگن تھیں، شدید ناگواری کے ساتھ پیر پٹختی وہ واش روم سے نکل کر کھڑکی کی سمت گئی تھی اور خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ایک جھٹکے سے کھڑکی کے پردے برابر کر دیے تھے۔

⁂

رات کے اس پہر کسی گاڑی کا ایسے سنسان علاقے میں موجود ہونا اس کے لیے حیرت کا باعث تھا اس لیے تجسس کے ساتھ وہیں رُکی وہ اس گاڑی کو دیکھ رہی تھی جو بہت تیز رفتاری کے ساتھ قریب آتی جا رہی تھی تب ہی وہ بُری طرح چونک اٹھی تھی، قریب آتی اس سفید کار کا دروازہ بس ایک پل کو کھل کر بند ہوا تھا اور اگلے ہی پل بغیر رُکے وہ کار اسی رفتار سے نظروں کے سامنے سے گزرتی چلی گئی تھی، ایک بار پھر چہار سمت سناٹا پھیل چکا تھا، تاریکی میں غائب ہو جانے والی اس کار سے نظر ہٹا کر وہ اب پھٹی پھٹی نظروں سے سامنے سڑک پر گرنے والی چیز کو دیکھ رہی تھی جسے چلتی کار سے پھینکا گیا تھا، دور چلتی اس اکلوتی اسٹریٹ لائٹ کی زرد مدھم روشنی میں اس چیز کو دیکھ سکتی تھی جو اَب بالکل سڑک کے عین وسط میں پڑی تھی، رُکی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی تھی۔

⁂

”بھابی! میری آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔“ کچن میں آتے ہوئے وہ جھنجھلایا تھا۔

”چاچو! مجھے برش کروا دیں۔“ ٹیبل پر کھڑی پانچ سالہ ہنی نے اسے اپنی طرف بلایا تھا۔

”دو انچ کا منہ ہے تمہارا اور چھ گز کا برش ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔“ اس نے بھتیجی کو گھورا تھا۔

”شان! ذرا اس کا منہ دھلوا دو، کب سے یہاں کھڑی تنگ کر رہی ہے، میں کیا کیا کروں اب، تم لوگ بھی کسی کام کے نہیں ہو۔“ وہ مصروف انداز میں بولی تھیں۔

”ذرا اور طعنے دے لیں، یہ مت بھولیں اس گھر میں ایک میں ہی ہوں جو آپ کے ساتھ اتنے کام کرواتا ہوں۔“ اس کے ناراض ہونے پر وہ مسکرائی تھیں۔

”اور تم اسکول کیوں نہیں گئیں، میری شادی ہے کیا آج۔“ ہنی سے ٹوتھ برش لے کر وہ اس کا کان بھی پکڑ چکا تھا۔

”یہ سوال تو نہ ہی کرو اس سے، اپنے باپ کے سامنے پیٹ پکڑ کر اس نے جو چہرہ بنایا تھا وہ تو ایک ہفتے تک بھی اسے اسکول نہیں بھیجیں گے،

بہانے بنانے میں تو یہ بالکل اپنے چچاؤں پر ہی گئی ہے۔“ سدرہ بولیں تھیں۔

”جی ہاں بالکل ٹھیک کہا آپ نے‘ میں تو پورا کا پورا آپ کے شوہر نامدار پر گیا ہوں۔“ وہ طنزاً بولا تھا۔

”ارے کہاں برش کروں یار! تمہارے دانت کہاں گئے؟“ برش کرتے ہوئے وہ رک کر ہنی پر جھلایا تھا۔

”سامنے کے دانت ٹوٹ گئے ہیں تو کہاں سے لاؤں اب۔“ ہنی کی معصومیت دیکھنے والی تھی۔

”وہیں سے لاؤ جہاں سے یہ آدھے ادھورے ڈریس لاتی ہو‘ روزانہ صبح صبح ٹیبل پر کھڑی ہو جاتی ہو کیٹ ونسلٹ بن کر۔“ بمشکل ہنی کے دانتوں پر برش پھیرتے ہوئے وہ گھرک رہا تھا۔

”یہ میرا نائٹ ڈریس ہے اور میرے پاپا کو بہت پسند ہے اس لیے یہ میں ان کے لیے ہی پہنتی ہوں۔“ اس کے ترنت جواب پر وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے اسے گود میں اٹھائے سنک کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”شان! میں ناشتہ لگا رہی ہوں تم ذرا جا کر شاہی کو جگاؤ ابھی تک سو ہی رہا ہوگا۔“ سدرہ نے کہا تھا۔

”اجازت ہو تو آپ کی ”پوشیدہ“ بہن صاحبہ کو بھی بیدار کر دوں؟“ وہ بولا تھا۔

”زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اچھا۔“ سدرہ نے رُک کر اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔

”خبردار! جو تم لوگوں نے اسے تنگ کیا‘ ورنہ بعد میں مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا‘ وہ میری طرح تم سب کو برداشت نہیں کرے گی۔“ انہوں نے تاکید کی تھی۔

”بہت اچھے بھابی! بہن آ گئی تو دیور کھٹکنے لگے ہیں۔“ اس کے شکایتی انداز پر وہ مسکرائی تھیں۔

”دو دن گزر چکے ہیں ابھی تک بہن کو چھپا کر رکھا ہوا ہے ”شو“ ہی نہیں کروائیں۔“

”کیا کہہ رہے ہو...... بتاؤں ابھی تمہیں۔“ اس کی بڑبڑاہٹ پر سدرہ نے گھورا تھا۔

”چلو بھئی اب نکلو یہاں سے اور جا کر یہ کپڑے بھی چینج کرو‘ برطانیہ کی ماڈل گرل۔“ ہنی کو گود سے اتار کر اس نے بھگایا تھا۔

”شان! میرے بھائی! ذرا جا کر شیری کو دیکھو‘ اٹھ گیا ہے اس کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔“ انڈے پھینٹتے ہوئے وہ ہول کر بولی تھیں۔

”رونے دیں اسے‘ آپ کی وہ آفت کی پڑیا مجھ سے نہیں سنبھلتی ہے۔“ سیب کی قاشیں کھاتے ہوئے وہ فوراً ہی انکار کر گیا تھا مگر سدرہ کے گھورنے پر جھلایا تھا۔

”اچھا جا رہا ہوں‘ ایک تو شادی کرتے نہیں ہیں مگر بچے سنبھالنے کی ٹریننگ دیئے جا رہے ہیں۔“ وہ بڑبڑاتا ہوا کچن سے نکل گیا تھا۔

”دیکھو ذرا‘ جان میں جان نہیں ہے اور روتا ہے گلا پھاڑ کے‘ چپ کرو ورنہ ایک لگاؤں گا۔“ بچے کو گھورتے ہوئے وہ اسے اٹھا چکا تھا اور چپ کروانے لگا تھا۔

❁❁❁

ہر سمت پھیلے سناٹے میں وہ جو ساکت کھڑی تھی دھیرے دھیرے قدم پیچھے ہٹاتے ہوئے واپس کمرے کی سمت آئی تھی‘ دروازہ بند کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں کی لرزش واضح تھی‘ بند دروازے کے پاس چند لمحے گم صم کھڑے رہنے کے بعد اس نے دوبارہ دروازہ کھول کر باہر آتے ہوئے سامنے سڑک پر نظر ڈالی تھی اور اگلے ہی پل واپس اندر آ کر دروازہ بند کرنے کے بعد وہ تیز مگر دبے قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تھی۔

اپنے پیچھے احتیاط سے بیرونی دروازہ بند کرتے ہوئے اس کے خوف میں اضافہ ہونے لگا تھا جس پر قابو پانے کے لیے اس نے اللہ کو یاد کیا تھا‘ سیڑھیوں پر پھیلی تاریکی میں نیچے جاتے ہوئے اس کی ساری دلیری ہوا ہونے لگی تھی۔ ایک پل کو تو دل چاہا کہ پلٹ کر واپس بھاگتی ہوئی اپنے گھر چلی جائے مگر...... وہ ایسا نہیں کر سکی تھی۔ نجانے ایسی کون سی طاقت تھی جو اس کے دل کے ساتھ اس کے قدموں کو بھی کھینچے جا رہی تھی‘ وہ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ سیڑھیاں ختم ہو چکی تھیں‘ عمارت کی حدود سے نکلنے سے پہلے اس نے احتیاط سے دائیں بائیں طویل سڑک پر نظریں دوڑائی تھیں‘ بے تحاشا دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں کے ساتھ اس جانب بڑھتے ہوئے حلق خشک ہونے لگا تھا‘ سرد چبھتی ہواؤں نے اس کے وجود کو سن کر دیا تھا پر وہ اپنے فیصلے پر قائم تھی مگر جیسے جیسے وہ قریب جا رہی تھی گھبراہٹ اور خوف میں یکلخت ہی اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا‘ چند قدم کے فاصلے پر آ کر اس کے

پیر زمین پر جم کر رہ گئے تھے کیونکہ اب وہ سب کچھ صاف طور پر دیکھ سکتی تھی' اس طرح کہ اس کی آنکھیں خوف سے ہی پھیل گئی تھیں۔

⁂

کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی سمت بڑھتے ہوئے وہ ایک ناگوار نظر اس پر ڈالنا نہیں بھولی تھی جو پورے دانتوں کی نمائش کرتا اس کے ہی پیچھے آ رہا تھا' اسے نظر انداز کیے وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

”اجی سنئے محترمہ!“ سیڑھیاں ختم ہوتے ہی وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا' جو تیوریاں چڑھائے رُک گئی تھی۔

”اگر طبیعت پر گراں نہ گزرے تو کچھ تعارف ہو جائے' ہم آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کے دیور ہیں اور یقین کریں اس گھر میں ایک ہم ہی معقول انسان ہیں' اگر آپ ہمیں قبولیت کا شرف بخشیں تو عین نوازش ہوگی۔“ بڑی خوش دلی سے بولتا ہوا وہ لڑکا یکدم ہی رُکا تھا' پلک جھپکتے ہی جانے کیا ہوا تھا جو وہ لڑکھڑاتا ہوا زمین بوس ہو چکا تھا' دوسری جانب سارہ دنگ کھڑی اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو آندھی طوفان کی طرح اٹھی تھی اور اس لڑکے پر اب لاتوں مکوں کی بارش کر رہی تھی۔

”ارے کوئی آ کر ہمیں بچاؤ یار!“ وہ مار کھاتے ہوئے چیخ رہا تھا جبکہ سارہ ہونقوں کی طرح کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی' مزید ایک ٹھوکر اس لڑکے کو لگاتے ہوئے وہ اب دنگ کھڑی سارہ کی سمت بڑھی تھی اور اس کے خبردار ہونے سے پہلے ہی جھپٹ کر اس کا بازو دبوچ لیا تھا۔

”جس آسمان سے بھی تو ٹپکی ہے ایک بات کان پھاڑ کے سن' یہ جو گھٹیا انسان ہے اس کے منہ تو میں کسی عورت کو لگنے نہیں دیتی۔“ سارہ کا بازو جھٹکتے ہوئے وہ غرائی تھی۔

”اور ہے کون تو...... قطعی کوئی شرم نہیں آئی تن تنہا کھڑی ہمارے گھر کے مردوں سے علیک سلیک کرتے ہوئے' کس نے منہ اٹھا کر اندر آنے دیا تجھے۔“

”ارے آپ غلط سمجھ رہی ہیں مس رانا...... مانا کہ آپ کی ٹانگیں بہت لمبی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ انہیں ہمارے ہر معاملے میں اڑائیں۔“ وہ اپنی گردن سہلاتا جھلا کر بولتا ہوا اٹھا تھا۔

”چھوڑیں ان کا ہاتھ...... آپ تو نزاکت سے کوسوں دور ہیں' کم از کم ان کے نازک ہاتھ پر تو رحم کریں۔“

”بڑا دل پھٹ رہا ہے' ہمدردیاں پھوٹ رہی ہیں' اے لڑکی گھورتی کس کو ہے۔“ غراتے ہوئے اس نے پھر سارہ کے ہاتھ کو جھٹکا تھا۔

”ہاتھ چھوڑو میرا۔“ اس کے صبر کی انتہا ہوئی تھی جو اس لڑکی پر چیخی تھی۔

”ارے یہ کیا کر رہی ہو تم؟“ شان ہڑبڑاتا ہوا وہاں آیا تھا۔

”پہلے مجھے یہ بتاؤ کیا کچھ شروع ہو چکا ہے یہاں جس کی بھنک تک نہ پڑنے دی مجھے۔“ سارہ کو چھوڑ کر وہ اب شان پر چڑھ دوڑی تھی۔

”بات سنئے! ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں' ہم سے بھی کوئی پوچھے کہ مدعا کیا ہے۔“ وہ لڑکا خشمگیں لہجے میں بول اٹھا تھا۔

”ارے مدعا گیا جہنم میں...... اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں جس طرح راستہ روکے کھڑا تھا اس کا۔“

ڈھول بجتا نہیں ہے اور پہنچ جاتی ہیں بارات لے کر......“ خونخوار انداز میں بھڑکتا وہ لڑکا فوراً ہی وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ اس کی پشت کو گھور کر وہ دوبارہ سارہ کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

”کچھ بھی کہنے سے پہلے سن لو یہ سارہ ہیں' بھابی کی اکلوتی بہن۔“ شان بروقت ہی بول اٹھا تھا جس پر اس لڑکی نے آنکھیں پھاڑ کر سارہ کو دیکھا تھا۔

”اے لڑکی...... یہ بالک سچ بول رہا ہے؟“ اس کے سوال پر سارہ ناگواری سے اُسے گھورتی آگے بڑھ گئی تھی۔

”یہ اس دنیا میں کب نازل ہوگئی۔“ اس کے جاتے ہی وہ شان سے مخاطب ہوئی تھی۔

”نازل تو بہت پہلے ہوگئی تھی دریافت اب ہوئی ہیں۔“ شان مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

”میں نے تو سنا تھا ”بڑے“ سے اس کی دشمنیاں چل رہی ہیں۔“ وہ مزید حیرت سے بولی تھی۔

”انہیں چھوڑو بس دعا کرو مجھ سے تعلقات جم جائیں۔“

”ندیدوں سے بھر جاؤ‘ جہاں لڑکی دیکھی رالیں بہانے لگتے ہو۔“ وہ غرائی تھی۔

”اب میں کیا کروں‘ اس بھائی کی بہن نے تو سکون ہی غارت کر دیا ہے میرا۔“ وہ پریشان ہوئی تھی۔

”فکر مت کرو میں اس پر نظر رکھوں گا۔“ شان نے اطمینان دلایا تھا۔

”میں قربان جاؤں‘ دل خوش کر دیا‘ بیٹا تو تیاری پکڑ لے ہمارے جہیز میں ساتھ آنے کی۔“ اس نے خوش ہو کر شان کی پشت تھپتھپائی تھی۔

* * *

اپنے گرد لپٹی شال اتارتے ہوئے وہ اس کی سمت بڑھی تھی اور سرعت سے وہ شال اس وجود پر ڈال دی تھی‘ وہ جو بھی تھا اس وقت ساکت منہ کے بل پڑا ہوا تھا‘ ایک قدم کے فاصلے پر پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے وہ سرد ہواؤں کے باوجود پسینے میں بھیگنے لگی تھی‘ نظریں اس پر ہی جمی تھیں جس کا وجود مکمل شال میں چھپ گیا تھا‘ البتہ چہرہ دوسری جانب تھا‘ رکی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ اس کی مدھم کراہوں کو سن رہی تھی جو اب زمین سے سر اٹھا کر چہرہ اس کی جانب پھیر رہا تھا‘ اگلے ہی پل وہ دہل کر اپنی جگہ سے اٹھی تھی‘ اس سے پہلے کہ پلٹ کر بھاگتی جلتے ہاتھ کی گرفت نے اس کا پیر جکڑ لیا تھا جس پر وہ لڑکھڑاتی ہوئی واپس نیچے گری تھی‘ خوف کی شدت سے اس کی چیخیں حلق میں ہی گھٹ گئی تھیں کہ اس انسان کا آدھا چہرہ دیکھتے ہی دم خشک ہو گیا تھا‘ اس کے زخمی چہرے پر آنکھ کے پپوٹے حد سے زیادہ سوجھ کے پھولے ہوئے تھے‘ وہ سارا حصہ نیلا پڑا ہوا تھا یا پھر سیاہ اس تاریکی میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا‘ شدید خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھتے سر اٹھا کر چہرہ اس کی جانب پھیر لیا تھا‘ اگلے ہی پل وہ اپنا پیر اس کی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

* * *

چائے کا مگ ہاتھ میں تھامے وہ کچن سے باہر نکلی تھی تب ہی پیچھے سے آتی آواز پر رکی تھی۔

”کیا آپ اس افلاطون کو پہچانتی ہیں؟“ شان کے سوال پر اس نے حیرت سے اس کے ہاتھوں میں موجود بچے کو دیکھا تھا۔

”ہاں کچھ جانا پہچانا سا تو لگ رہا ہے‘ یہ شاید تمہاری گود میں ہی رہتا ہے۔“ وہ مسکرائی تھی۔

”دراصل ان کی والدہ صاحبہ تو اسے میرے حوالے کر کے بھول جاتی ہیں مگر آپ تو یہ نہ بھولیں کہ یہ آپ کی بہن کا سپوت ہے۔ کچھ تو اس رشتے کا حق ادا کریں‘ اللہ کے لیے اسے لے لیں۔“ اس کے ملتجی انداز پر وہ مسکرائی تھی اور شیری کو اس کی گود سے لے لیا تھا۔

”سنو! تمہارے اس بھائی کے دماغ میں کوئی خلل ہے کیا؟“ اس نے لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے موجود شاہ رخ کی سمت اشارہ کیا تھا جس پر شان نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

”وہ لڑکی کون تھی جس کے ہاتھوں خوب تواضع ہوئی تھی ان حضرت کی؟“ وہ مزید پوچھ رہی تھی۔

”لیجیے...... ابھی تک اندازہ نہیں ہوا آپ کو؟“ وہ حیرت سے بولا تھا۔

”نہیں...... اندازہ تو بہت اچھی طرح ہو چکا ہے مگر اس سے تمہارا رشتہ کیا ہے؟“

”وہ میرے چھوٹے چچا کی صاحبزادی ہیں اور اکثر ہمارے گھر میں ہی پائی جاتی ہیں۔“ وہ تفصیل بتا رہا تھا۔ شان کا چہرہ اس کے لیے اجنبی نہیں تھا‘ سدرہ جب بھی گھر جاتی تھیں تو انہیں پک اینڈ ڈراپ کرنے کے لیے شان ہی ان کے ہمراہ ہوتا تھا البتہ اس طرح براہ راست بات چیت وہ پہلی بار ہی کر رہی تھی۔ شیری کو گود میں اٹھائے وہ سدرہ کے کمرے کی سمت جاتے ہوئے رکی تھی۔

”آغا! دیکھیں شاہی چاچو مجھے کارٹون چینل نہیں لگانے دے رہے۔“ ہنی نے دوبارہ چیخ کر شکایت کی تھی۔

”ارے آیئے ناں‘ بچی شکایت کر رہی ہے کوئی تو ایکشن لیجیے۔“ وہ بڑے شرارتی انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا جبکہ وہ ناگواری سے اسے دیکھتی آگے بڑھ گئی تھی۔

* * *

بالآخر وہ اپنا پیر اس کی گرفت سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی تھی کیونکہ اس کے نیم مردہ وجود میں اتنی طاقت ہی کہاں تھی کہ وہ اس کی کوشش کو ناکام کر سکتا۔

“میری مدد کرو۔” بہت مدھم آواز پر وہ جو سرعت سے پیچھے ہٹ رہی تھی رُک کر اسے دیکھنے لگی تھی، جو تکلیف دہ کراہوں کے درمیان بمشکل بولا تھا۔ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ ڈرتے ڈرتے ایک بار پھر اس کے کچھ قریب آئی تھی اور چند لمحوں تک اس کے زخمی چہرے کو دیکھتی رہی تھی۔

“کون ہو تم؟” اس کے خوف میں کچھ کمی آئی تھی جو یہ سوال کر رہی تھی، اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لڑکا اس کا ہم عمر ہو سکتا تھا، ایک بار پھر وہ اپنا سوال دہرا رہی تھی مگر جواباً کراہتی آوازوں کے علاوہ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، کچھ دیر تک وہ اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی تھی مگر اس انتظار میں آہستہ آہستہ اس کی کراہیں بھی بند ہوتی چلی گئی تھیں۔

“کیا تم سو گئے ہو؟” جامد خاموشی سے گھبرا کر وہ بے اختیار اس کے شانے کو انگلی سے ٹھونک گئی تھی، دوسری جانب دم توڑتی کراہیں پھر ابھرنے لگی تھیں۔

“میری مدد کرو۔” لرزتی آواز میں وہ پھر وہی جملہ دہرا رہا تھا۔

“میں کیا مدد کروں تمہاری؟” اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا جو پریشان ہو کر پوچھا تھا مگر جواباً وہی اذیت ناک کراہیں۔

“کیا تم اٹھ سکتے ہو؟” وہ مزید پوچھ رہی تھی دوسری جانب زمین پر دھرے اس کے ہاتھ کی مٹھی بند ہو کر کھلی تھی، دنگ بیٹھی وہ اسے دیکھ رہی تھی، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ تکلیف سے کراہ رہا ہے یا رو رہا ہے، شاید وہ یہ دونوں کام کر رہا تھا، اس کا وجود ساکت تھا مگر اس کے ہاتھ کی ہتھیلی زمین پر دھیرے دھیرے رگڑ کھا رہی تھی جس سے اس کی بے بسی و لاچاری کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا تھا۔

“تم تو اٹھ بھی نہیں سکتے، اب میں کیا کروں؟” زیرِ لب بولتے ہوئے اس نے دائیں بائیں نظریں دوڑائی تھیں اور پھر اس کے بے بس وجود کو دیکھا تھا، اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا، اسے بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے، اس کے ساتھ ہی یہ خوف بھی حاوی ہونے لگا تھا کہ اس کے گھر میں یہ بھنک بھی پڑ گئی کہ ان سب کی بے خبری میں وہ اس وقت بیچ سڑک پر ایسی خطرناک صورتحال میں بیٹھی ہے تو وہ سب اس کا کیا حشر کریں گے، اس کے دل و دماغ میں ہول اٹھنے لگے تھے۔

* * *

“اچھا ہوا تم خود آ گئیں، میں ابھی تمہارے پاس ہی آ رہی تھی۔” وارڈ روب بند کرتے ہوئے وہ اس کی طرف آ گئی تھیں جو شیری کو ساتھ لیے بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔

“کچھ کہنا تھا آپ کو؟” وہ پوچھ رہی تھی۔

“تم یہ بتاؤ اب مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟” ان کے سوال پر وہ خاموش ہی رہی تھی۔

“سارہ! میرے سسرال میں سب بہت اچھے ہیں، سب کے دل میں تمہارے لیے جگہ ہے، تو پھر تم بھی اپنے دل میں ان کے لیے جگہ رکھو۔” وہ نرم لہجے میں بولی تھیں۔

“میں جانتی ہوں کہ تم یہاں مطمئن نہیں ہو، اس کی وجہ بھی میں جانتی ہوں مگر تم یقین رکھو کہ بس کچھ دن لگیں گے پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔” وہ سمجھانے والے انداز میں بول رہی تھیں۔

“شمس دل کے بہت اچھے ہیں، مجھے معلوم ہے اگر امی تاکید نہ بھی کرتیں تو بھی وہ تمہیں کہیں اور جانے نہیں دیتے، زبان سے وہ کچھ بھی کہتے رہیں مگر ان کے دل میں سب کی فکر اور خیال رہتا ہے۔ بس وہ یہ چیز ظاہر نہیں کرتے ہیں، تم انہیں سمجھنے کی کوشش کرو، ان کی نیت پر شک نہ کرو، وہ صرف امی کی یا میری وجہ سے مجبور نہیں ہوئے ہیں۔”

“آپ مجھ سے یہ سب کہہ کر ثابت کیا کرنا چاہتی ہیں؟” وہ بیزاری سے بولی تھی۔

“کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتی، بس یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں تمہیں اس گھر سے کہیں اور نہیں جانے دوں گی۔” وہ ناراضی سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں تھیں۔

“بس کہہ دیا یا ابھی کچھ اور بھی کہنا باقی ہے؟” وہ تلخ لہجے میں بولی تھی۔

“ہاں کہنا ہے اور یہ کہ سب کو معلوم ہے کہ تم میرے گھر آ چکی ہو اس لیے کہ اب تم سب سے ملنے چلو گی، پورشن الگ الگ ہیں تو کیا ہوا گھر تو

ایک ہے، نہیں جاؤ گی تو سب سے میل ملاپ کیسے ہوگا......"

"مجھے کسی سے میل ملاپ کی خواہش نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے شوہر کے رشتے داروں سے ملنے کا شوق ہے۔" وہ ناگواری سے بات کاٹ کر بولی تھی۔

"شوق کا ہونا ضروری نہیں ہے میرے شوہر کے رشتے داروں سے ملنے کے لیے، بس کہہ دیا ہے میں نے آج چل رہی ہو تم سب سے ملنے میرے ساتھ۔" ان کے ڈپٹنے پر وہ سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

❀❀❀

یہ سچ تھا کہ وہ اسے یہاں ایسے چھوڑ کر بھاگنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ خود کو بھی کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی اس لیے وہ بس اب جلد از جلد کچھ کرنا چاہ رہی تھی، یہ اندازہ تو اسے بہت اچھی طرح ہو گیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہیں ہے بلکہ اسے تو شاید اس چیز کا بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ اس وقت کس حالت میں اور کس جگہ پڑا ہے۔ خود کو مضبوط کرتے ہوئے وہ مزید اس کے نزدیک گئی تھی، اس کی پشت پر سے شال ہٹا کر نیچے کرتے ہوئے وہ بس ایک پل کو رکی تھی بُری طرح پھٹی ہوئی شرٹ سے جھانکتی جلد پر جگہ جگہ نشان نظر آ رہے تھے، دنگ نظروں سے ان نشانات کو دیکھتے ہوئے وہ اب اس کے شانے اور پہلو پر ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے اسے سیدھا کر رہی تھی، وہ ایک نحیف و نزار وجود رکھتا تھا لیکن پھر بھی اس کے بے سدھ غافل وجود کو سیدھا کرتے ہوئے وہ ہانپ گئی تھی، اس دوران مدھم کراہوں میں اضافہ ہوا تھا مگر وہ کوئی توجہ نہیں دے سکی تھی، اس کی شرٹ چیتھڑوں کی شکل میں اس کے بدن پر موجود تھی جس میں کچھ بھی چھپا نہیں رہ سکتا تھا، اس کے سینے پر بھی وہی نشان موجود تھے جن پر مزید غور کرنے کا وقت نہیں تھا، اس لیے فوراً ہی شال وہ اس پر ڈال چکی تھی، مگر اس کی ٹانگوں کے نیچے دبی بقیہ شال نکالتے ہوئے وہ کانپ اٹھی تھی، کٹی پھٹی پینٹ سے جھانکتی برہنہ ٹانگوں پر بہتی سرخ لکیریں دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آنے لگا تھا، سرعت سے اس نے شال واپس پھیلا دی تھی۔

وہ اب فوری طور پر اسے اس سڑک سے ہٹا لینا چاہتی تھی، پیروں سے اگر کھینچ کر ہٹاتی تو کھردری زمین اس کے زخمی وجود کو مزید بدحال کر ڈالتی، بجلی کی سی تیزی سے اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا تھا، اگلے ہی لمحے وہ اس کے سرہانے آ گئی تھی اور اب ایک ہاتھ سے اس کے سر کو اٹھاتے ہوئے دوسرے ہاتھ کا دباؤ پشت پر ڈالتے ہوئے بمشکل اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی، دوسری جانب وہ ہوش میں تھا یا نہیں اندازہ لگانا مشکل تھا کیونکہ اس کا وجود بے حس و حرکت تھا مگر اس کی تکلیف دہ کراہیں وقفے وقفے سے ابھر کر معدوم ہو رہی تھیں۔

اس کے سر کا پچھلا حصہ اپنے شانے سے لگاتے ہوئے اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے تک لے جا کر باندھے تھے اور اسی طرح جھکے جھکے ہی وہ اب اسے گھسیٹتے ہوئے سڑک سے ہٹ کر اپنے فلیٹ کی عمارت کی سمت بڑھتی جا رہی تھی۔

❀❀❀

"کھانے کے وقت تو تم اپنا سیل فون آف کر دیا کرو، کون فارغ لوگ ہیں یہ جو ہر دو منٹ کے بعد تمہاری یاد میں بے چین ہوا ٹھتے ہیں۔" کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے انہوں نے شاہ رخ کو جھڑکا تھا، جس کا سیل عموماً اسی وقت چیخ اٹھتا تھا جب وہ ارد گرد ہی کہیں موجود ہوتے تھے، دوسری جانب اس نے بڑی فرمانبرداری سے اپنا سیل آف کرتے ہوئے جینز کی پاکٹ میں اڑس لیا تھا۔

"آج پھر تم فیکٹری نہیں آئے، اس ہفتے میں صرف دو دن تم نے وہاں مجھے اپنی شکل دکھائی ہے، کچھ کہتا نہیں ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ فائدہ اٹھاتے رہو۔" وہ مزید برسے تھے۔

"میں آج تو ضرور آ جاتا لیکن...... میرے سر میں بہت درد ہو رہا تھا تو......" اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ اس نے ایک نظر شان پر ڈالی تھی جو مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمہارے سر میں جو دماغ ہے اسے استعمال تو کرتے نہیں ہو پھر کیوں آئے دن درد ہوتا ہے سر میں۔ دوبارہ یہ فرسودہ بہانے نہ بنانا میرے سامنے، کل تم میرے ساتھ ہی فیکٹری جاؤ گے، شرافت سے صبح جلدی اٹھ جانا۔" وہ ناگواری کے ساتھ فیصلہ سنا گئے تھے۔

"چھوٹے بھائی اب کچھ ہی دن میں آنے والے تو ہیں۔" اس کا دم خشک ہوا تھا فیکٹری کے نام سے جو سر جھکائے منمنایا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”کیوں...... اس کے جلدی آنے نہ آنے سے تمہارے فیکٹری نہ جانے کا کیا تعلق ہے؟“ ناگواری سے ڈپٹتے ہوئے وہ شان کی طرف متوجہ ہوئے تھے جوان کا رُخ اپنی طرف ہوتے دیکھ کر مسکرانا ہی بھول گیا تھا۔

”تمہارے چہرے پر کس خوشی میں مسکراہٹ پھوٹ رہی ہے' تم بھی کچھ کم نہیں ہو' دونوں کے پیپرز صدیوں پہلے ختم ہو چکے ہیں اور اب تک اتنا نہ ہوا کہ ڈھنگ کا کوئی کام ہی کر لو۔“

”بڑے بھائی! آپ کو پتا تو ہے میں اور شاہی پیپرز کے بعد سے ہی عاطف بھائی کی اکیڈمی جوائن کر چکے ہیں' آدھا دن تو وہیں گزر جاتا ہے۔“ شان کو صدمہ ہوا تھا بھائی کے طعنے پر' سو جتانا ضروری سمجھا تھا۔

”تو وہاں بھی کیا کرتے ہو گے تم لوگ' بیٹھ کر گپیں ہی ہانکی جاتی ہوں گی' پڑھاتے کیا خاک ہو گئے۔ اس گھر کے سارے نکمے نالائق عاطف نے اپنی اکیڈمی میں جمع کر لیے ہیں' اس سے بھی بات کرتا ہوں میں۔ جب تک اسے سیدھا نہیں کروں گا تم دونوں کے بھی دماغ درست نہیں ہوں گے۔“

”اگر اجازت ہو تو اب کھانا شروع کریں۔“ دیوروں کے اترے چہرے برداشت نہیں ہوئے تھے جو وہ خشمگیں انداز میں بولی تھیں۔

”بہن کہاں ہیں تمہاری؟“ وہ پوچھ رہے تھے۔

”اس سے کہو کہ یقین کر لے ہم سب انسان ہی ہیں' ایک وقت کا کھانا تو یہاں سب کے درمیان بیٹھ کر کھا سکتی ہے وہ۔“ ناگوار لہجے میں وہ سدرہ سے بولے تھے۔

”اسے ابھی بھوک نہیں ہے ورنہ آ جاتی۔“ وہ بولی تھیں۔

”اس کی خودسری پر پردے مت ڈالا کرو تم' جاؤ اسے بلا کر لاؤ یہاں۔“ ان کے تحکم بھرے لہجے پر وہ گہرا سانس لے کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھیں۔ پتا نہیں سدرہ نے اسے کیا کہہ کر ساتھ آنے کے لیے راضی کیا تھا جو وہ آ تو گئی تھی مگر حد درجہ بگڑے تاثرات کے ساتھ' ایک جھٹکے سے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے اس نے کھا جانے والی نظروں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو خوامخواہ کھانسا تھا۔

”اس گھر میں رات کا کھانا سب ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں' دل نہ چاہے تو بھی یہاں بیٹھ کر کھانا کھایا کرو' میں یہ بات دوبارہ نہیں دہراؤں گا۔“ ایک نظر اس کے تنے ہوئے چہرے پر ڈال کر وہ بولے تھے۔

”اس گھر کے افراد پر آپ کا حکم ماننا فرض ہو گا مگر مجھ پر نہیں کیونکہ میں اس گھر کی فرد نہیں ہوں۔“ اس کے جواب پر سدرہ کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پیٹ لیں۔

”ہاں ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ میرے گھر کا کوئی فرد بدتہذیب اور بدلحاظ نہیں ہے۔“ وہ تلخ لہجے میں بولے تھے۔

”اگر ایسا ہی ہے تو کیوں رکھا ہوا ہے مجھے اس گھر میں' آپ کے پیروں میں نہیں گری تھی کہ مجھے آسرا اور پناہ دیں۔“ اس کے بھڑکنے پر سب کی توجہ کھانے سے ہٹ چکی تھی۔

”تم اپنی آواز ہلکی رکھا کرو اور دوبارہ مجھ سے اس لہجے میں بات مت کرنا' آج تک کبھی میرے بھائیوں نے میرے سامنے اتنی اونچی آواز میں بات نہیں کی ہے' جانے کن لوگوں میں رہتی آئی ہو جو بات کرنے کی تمیز تک نہیں ہے۔“ وہ بھی طیش میں آئے تھے۔

”لیکچر نہ دیں مجھے اور نہ ہی اپنے بھائیوں کی خوبیاں بیان کریں' ان کے منہ میں زبانیں نہیں ہوں گی تو ہی آپ کے سامنے بات نہیں کرتے۔“ اس کے تڑخ کر کہنے پر شاہ رخ نے پوری آنکھیں کھول کر تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

”میں جانتا ہوں کہ تمہارے منہ میں زبان ہے اور حد سے زیادہ لمبی بھی ہے جسے تم کندھے پر لٹکا کر گھومتی ہو۔“ ان کے بری طرح جھڑکنے پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”آپ اسی لیے بلا کر لائی تھیں مجھے یہاں کہ بے عزت کر کے اٹھا دیا جائے۔“ وہ غصیلے انداز میں سدرہ پر چیخی تھی جن کے چہرے کا رنگ اُڑ چکا تھا۔

”تمہاری زبان تمہیں بے عزت کرواتی ہے' اپنی زبان کو سیدھا کرو پہلے اور پھر یہاں آ کر بیٹھو۔“ وہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے

بولے تھے۔

”اب تو میں یہیں بیٹھوں گی بلکہ یہاں سب کے سروں پر بیٹھوں گی۔“ سرخ چہرے کے ساتھ ہٹ دھرمی سے بولتی وہ واپس بیٹھ گئی تھی' دوسری جانب حیرت انگیز بات یہ کہ شمس جواباً خاموشی سے کھانے کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ شدید تاسف کے ساتھ سدرہ دل مسوس کر رہ گئی تھیں' جبکہ وہ شدید تپے انداز میں اپنی پلیٹ میں چاول ڈال رہی تھی۔ مسکراہٹ دبائے شاہ رخ نے سالن کی ڈش اٹھا کر اس کی سمت بڑھائی تھی جو اس نے کسی بھی جانب دیکھے بغیر چھیننے والے انداز میں لے لی تھی جس پر شاہ رخ اور شان کے درمیان مسکراتی نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔

⁂

راستے میں آتے پتھروں کو پیر سے ادھر اُدھر ہٹاتے ہوئے وہ اسی طرح احتیاط سے اسے کھینچتے ہوئے عمارت کے اندر تک لے آئی تھی' بس ایک پل کو رُک کر اس نے اپنا پھولا ہوا سانس بحال کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگلے ہی پل جگہ کا تعین کرنے کے بعد وہ اب اسے دائیں جانب کھینچنا شروع کر چکی تھی' جھاڑیوں سے بچاتے ہوئے وہ بمشکل ہی اسے وہاں تک لے جاسکی تھی' دیوار کے ساتھ بھربھری مٹی پر اس کا سر رکھتے ہوئے وہ کچھ مطمئن ہوئی تھی کہ یہ جگہ ایسی تھی جہاں کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی' پسینے میں شرابور وہ وہیں بیٹھی گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی' رات کی تاریکی میں اس کا زخمی چہرہ کچھ اور زیادہ ہولناک نظر آ رہا تھا' وہ اس وقت بالکل ساکت تھا۔ اس کی کراہیں بھی بالکل بند تھیں۔ گرم شال کو اس پر ٹھیک کرتے ہوئے وہ گھٹنوں کے بل قریب ہوئی تھی اور اپنے ہاتھ کی پشت کو اس کی ناک کے نیچے رکھا تھا' اس کی سانسیں بہت ہی مدھم تھیں' اڑی ہوئی ہوائیوں کے ساتھ وہ دہل کر اس کے کندھے کو ہلا گئی تھی۔

”سنو! آنکھیں کھولو۔“ گھبرائے انداز میں وہ اب اس کے سر کو تھپتھپا رہی تھی' چند لمحوں کے بعد اسے سوجی ہوئی بند آنکھوں میں حرکت ہوتی نظر آئی تھی اور اس کے ساتھ ہی دوبارہ اس کی کراہیں ابھرنے لگی تھیں۔

”آنکھیں کھولو...... دیکھو میری بات سنو۔“ ہلکی آواز میں وہ اسے دوبارہ آنکھیں کھولنے پر مجبور کر رہی تھی۔

”میں دو منٹ میں واپس آتی ہوں جب تک تم آنکھیں بند مت کرنا اچھا۔“ اسے تاکید کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے جاتے ہوئے وہ رک کر دوبارہ اس کی سمت پلٹی تھی جو اسے روکنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے منہ کے بل پلٹ گیا تھا' اس کی بلند کراہوں پر وہ دہل کر واپس اس کی طرف بھاگ آئی تھی۔

”میں تمہارے لیے پانی لینے جا رہی ہوں' ابھی واپس آجاؤں گی' تم آواز مت نکالنا بالکل ورنہ یہاں کوئی بھی آسکتا ہے' ڈرنا مت میں ابھی واپس آ رہی ہوں۔“ احتیاط کے ساتھ اسے سیدھا کر کے شال پھیلاتے ہوئے وہ مدھم آواز میں تاکید کر رہی تھی' دبے قدموں کے ساتھ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئی تھی' کمرے میں اس کی بہن بدستور سوئی ہوئی تھی' اپنے خون میں آلودہ ہوجانے والے ہاتھ عجلت میں دھونے کے بعد اس نے اپنی بہن کے سرہانے رکھی گرم شال اٹھا کر اپنے گرد لپیٹی تھی' کسی بھی قسم کی آواز نکالے بغیر اس نے پانی کی بوتل کے ساتھ کارڈلیس بھی سنبھالا تھا اور اسی خاموشی کے ساتھ دوبارہ گھر سے باہر نکل آئی تھی' گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھی وہ اب پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر ڈال رہی تھی جو اسے مکمل غافل ہی ملا تھا' ایک جھرجھری لے کر وہ نیم وا آنکھیں کیے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”پانی پیو!“ اس کا سر اپنے گھٹنے سے ٹکاتے ہوئے وہ پانی کی بوتل اس کے منہ سے لگا چکی تھی' پانی بمشکل حلق سے اتارنے کے بعد وہ اب اس طرح سانس لے رہا تھا جیسے اسے سانس لینے میں بہت دقت ہو رہی ہو۔

”کون ہو تم؟“ ایک بار پھر وہ پوچھ رہی تھی۔ جواباً وہ بس گہرے گہرے سانس لیتا کراہتے ہوئے اپنا سر دائیں بائیں پٹخ رہا تھا' سن بیٹھی وہ ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی' جانتی تھی محسوس کر سکتی تھی کہ وہ اس وقت بے پناہ اذیت و تکلیف میں مبتلا ہے جسے وہ کم نہیں کر سکتی تھی لیکن اس کے لیے وہ جو کچھ کر رہی تھی وہ بھی اس کے اختیار سے زیادہ ہی تھا۔

⁂

”مجھے بھی بات کرنی ہے چاچو سے اور ان کو یاد کروانا ہے کہ وہ میرے لیے کیا کیا گفٹ لائیں گے۔“ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے انہیں اپنی بیٹی کی آواز سنائی دی تھی جو باپ کے پاس کھڑی ضدی انداز میں بول رہی تھی۔

”کیا ہوا...... اب بھی بات نہیں ہوئی۔“ شمس کے تاثرات دیکھتے ہوئے انہوں نے سوال کیا تھا۔

”نہیں، کب سے کوشش کر رہا ہوں، ایک تو اس لڑکے نے میری جان ہلکان کرنے کا تہیہ کر لیا ہے، پتہ نہیں کس حال میں کہاں کہاں خوار ہوتا پھر رہا ہوگا۔“ نمبر ٹرائی کرتے ہوئے وہ غصیلے انداز میں بولے تھے۔

”آپ کو تو لگتا ہے عادت ہوتی جا رہی ہے پریشان رہنے کی۔“ وہ مسکرائی تھیں۔

”تو اور کیا کروں...... آج سارا دن میری اس سے بات نہیں ہو سکی ہے۔“ وہ بولے تھے۔

”تو یہ بھی کوئی پریشان ہونے والی بات ہے؟ ہوگا وہ کسی ایسی جگہ جہاں سگنل وغیرہ کا مسئلہ ہو اور وہ کوئی تنہا تو نہیں ہے وہاں گھر کے ہی لڑکے ہیں اس کے ہمراہ اور اس کے وہ دوست بھی جنہیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔“ وہ حیرت سے بولی تھیں۔

”مجھے سب معلوم ہے لیکن میں پھر بھی اس سے بات کیے بغیر اس کی آواز سنے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں اور وہ ہے کہ ذرا بھی احساس نہیں ہے، اوپر سے ایک مہینہ ختم ہونے والا ہے مگر اس کا ابھی واپسی کا ارادہ ہی نہیں، حد ہوتی ہے کسی بات کی۔“ وہ بگڑے انداز میں بولے تھے۔

”اب ایسا تو مت کہیں، پہلی بار وہ اس طرح کہیں باہر گیا ہے اور آپ کی اجازت سے ہی گیا ہے، ابھی تو مہینہ بھی نہیں گزرا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے مزید کچھ دن اور لگ جائیں۔ کسی ایک مخصوص جگہ پر تو وہ گیا نہیں ہے، یہی دن تو ہوتے ہیں آزادی سے گھومنے پھرنے کے اور آپ ہیں کہ بلاوجہ خود ہی پریشان رہتے ہیں اور دن میں دس دس بار فون کر کے اسے بھی پریشان کرتے ہیں۔“

”سدرہ! میں یہ سب اسے پریشان کرنے کے لیے نہیں کرتا ہوں، تم جانتی ہو میں اس کے ہر معاملے میں کس قدر حساس ہوں، ایک ایک دن میں اسے دیکھے بغیر کس طرح کاٹ رہا ہوں یہ میں ہی جانتا ہوں۔“ وہ ناراضی سے بولے تھے۔

”ہر بار میں آپ کو ایک ہی بات سمجھاتی ہوں اور ہر بار آپ سب بھول جاتے ہیں۔“ وہ عاجز ہو کر بولی تھیں۔

”وہ اب کوئی چھوٹا سا ناسمجھ بچہ نہیں ہے شمس! آپ دل سے یہ وہم نکال کیوں نہیں دیتے کہ اگر وہ آپ سے اور گھر سے دور ہے تو خدانخواستہ کسی مشکل میں ہی گرفتار ہوگا۔ آپ یہ یقین کر لیں کہ اب سب کچھ بدل چکا ہے، اسے اعتماد دیتے دیتے آپ خود واہموں اور وسوسوں کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔“

”اور تم اس کی وجہ بھی جانتی ہو۔“ وہ درمیان میں بولے تھے۔

”کبھی کبھی تو مجھے اس سے شدید قسم کی جیلسی محسوس ہونے لگتی ہے۔“ وہ شکایتی لہجے میں بولی تھیں۔

”وہ کیوں؟“ وہ حیران ہوئے تھے۔

”کیونکہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کی فکر رہتی ہے۔“ وہ جتانے والے انداز میں بولی تھیں۔

”پاپا! کال مل گئی ہے۔“ ہنی نے چیخ کر اطلاع دی تھی، ان دونوں کی گفتگو کے دوران وہ کال ملانے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

”نہیں...... پہلے میں بات کروں گی۔“ باپ کی گرفت سے بچتے ہوئے ہنی چیخی تھی جس کی پرواہ کیے بغیر وہ سیل فون اس سے لے چکے تھے مگر اگلے ہی پل دنگ رہ گئے تھے جب سدرہ نے سرعت سے فون ان کے ہاتھ سے اڑا لیا تھا، فون پر بات کرتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے شمس کو ہی دیکھ رہی تھیں جو خشمگیں نظروں سے انہیں ہی گھور رہے تھے۔

⁂

شدید گھبرائی نظروں سے وہ اسے تک رہی تھی، جو سر پٹختے ہوئے اب کچھ اور زیادہ اذیت کے ساتھ کراہیں بھر رہا تھا۔

”دیکھو! تم ٹھیک ہو جاؤ گے، کچھ نہیں ہوگا تمہیں۔“ وہ بمشکل ہی اسے تسلی دے سکی تھی۔

”تمہیں اپنے گھر کا فون نمبر یاد ہے، مجھے بتاؤ میں ابھی تمہارے گھر والوں سے تمہاری بات کرواتی ہوں، گھر ہے نا تمہارا؟“ بولتے ہوئے وہ دھک سے رہ گئی تھی جب وہ یکدم ہی بلند آواز میں رونا شروع کر چکا تھا، تیزی سے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر سختی سے جمائے وہ اسے روک گئی تھی۔

”اگر تم نے اس طرح آوازیں نکالیں تو میں تمہیں یہاں چھوڑ کر بھاگ جاؤں گی۔“ وہ دہل کر بولی تھی جواباً وہ فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔

”میں...... مر رہا ہوں...... میں مر جاؤں گا۔“ گھٹی گھٹی آواز میں روتے ہوئے وہ بولا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

”تم غور سے میری بات سنو! میں تمہیں اس جگہ کا ایڈریس بتا رہی ہوں وہ یاد رکھنا اور مجھے اپنے گھر کا نمبر بتاؤ، اپنے گھر والوں کو جلد از جلد یہاں بلاؤ، میں اب اور زیادہ دیر تک تمہارے پاس نہیں رہ سکتی۔“ وہ ہدایت دے رہی تھی۔

نمبر ملا کر اس نے بیل کی آواز پہلے خود سنی تھی اور پھر کارڈلیس اس لڑکے کے کان سے لگا دیا تھا۔ دوسری جانب سے آتی آواز اسے سنائی دے سکتی تھی کیونکہ وہ قریب جھکی کان لگائے بیٹھی تھی، وہ آواز کسی مرد کی تھی جو بنا رُکے کچھ بول رہا تھا۔

”ایڈریس بتاؤ یہاں کا۔“ بہت مدھم آواز میں وہ اس کے کندھے کو ہلاتے ہوئے تاکید کر رہی تھی جو دوسری جانب سے آتی آواز کو سنتے ہوئے ہچکیوں کے ساتھ بس زار و قطار رو ہی رہا تھا جبکہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خود فون پر ایڈریس بتا دے مگر وہ ایسا کر نہیں سکی تھی۔

اس نے شکر کا سانس لیا تھا جب اس لڑکے نے آہوں کراہوں کے درمیان ایڈریس بتانا شروع کر دیا تھا جو وہ کچھ دیر پہلے ہی اسے اچھی طرح یاد کروا چکی تھی۔

”یہ کون تھا؟“ کارڈلیس آف کرنے کے بعد اس نے پوچھا تھا۔ مگر وہ تو کچھ سن ہی نہیں رہا تھا، اسی طرح گھٹ گھٹ کر رو رہا تھا جیسے فون پر بات کرتے ہوئے رونا شروع کر دیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی سسکیاں مدھم پڑتے پڑتے بالکل ختم ہوتی چلی گئی تھیں، گھٹنوں کے گرد ہاتھ لپیٹے ٹھٹھرتے ہوئے وہ اس کے سرہانے ہی سکڑی سمٹی بیٹھی تھی مگر وقفے وقفے سے اس کی دھڑکن چیک کر رہی تھی جو ایک بار پھر ارد گرد سے مکمل غافل ساکت پڑا تھا، دل ہی دل میں اللہ سے اس کے گھر والوں کی جلد از جلد آمد کی دعائیں مانگتے ہوئے اسے پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا تھا۔

رات کی تاریک چادر سمٹنے لگی تھی، صبح کی سپیدی اب پھیلنا شروع ہو چکی تھی اس لیے اب اس کا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر تھا۔ جلتی آنکھیں کھول کر اس نے اپنے گھٹنوں سے سر اٹھایا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھتے اٹھتے ٹھٹک کر رُکی تھی، جس جگہ وہ لیٹا ہوا تھا وہاں آدھے سے زیادہ حصہ خون سے رنگ چکا تھا، بھربھری مٹی میں جانے کب سے خون جذب ہوتا چلا گیا تھا، تاریکی میں وہ یہ دیکھ نہیں سکی تھی مگر اب صبح کی نمودار ہوتی روشنی میں بخوبی وہ یہ ہولناک منظر دیکھ سکتی تھی۔ چند لمحوں تک وہ ساکت بیٹھی رہی تھی پھر ہمت کر کے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ شال کی سمت بڑھایا تھا، یکدم ہی دل کی دھڑکن رُکی تھی جو اس نے شال دوبارہ ڈھانپ دی تھی، لرزتے کانپتے ہاتھ کو اس کے سر پر رکھتے ہوئے وہ اب اس کا چہرہ اپنی طرف کر رہی تھی جو دوسری جانب تھا۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ بمشکل ہی منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخوں کو روک سکی تھی کہ اس چہرے کا ہر نقش ہی بگڑا ہوا تھا، سر سے پیر تک کانپتے ہوئے وہ اب اس کے شانوں سے شال ہٹا رہی تھی، اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا تھا، جلتی سگریٹ سے داغے گئے نشانوں کے ساتھ انسانی دانتوں کے گہرے نشان الگ ہی نمایاں تھے جن کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ کرنٹ کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی، چکراتے ہوئے دماغ کے ساتھ وہ جانے کے لیے پلٹی تھی لیکن اگلے ہی پل اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے، صاف دکھائی دے رہا تھا گیٹ سے یہاں تک وہ جہاں جہاں سے اسے کھینچتی ہوئی لائی تھی وہاں سرخ لکیریں بنتی چلی گئیں تھیں۔

* * *

سدرہ کچن میں مصروف تھیں اس لیے روتے ہوئے شیری کو بہلانے کے لیے وہ اسے اٹھائے باہر برآمدے میں آ گئی تھی، شیری کو کندھے سے لگائے ٹہلتے ہوئے وہ ارد گرد کا جائزہ بھی لیتی جا رہی تھی، سامنے ایک وسیع رقبہ پھیلا ہوا تھا، جس پورشن میں وہ کھڑی تھی اس کے علاوہ بھی تین عمارتیں دائیں بائیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ اسے پتا تھا ان عمارتوں میں شمس کے چچا تایا کی فیملیز رہتی ہیں۔ سدرہ کے ہمراہ وہ ان سب سے ملنے گئی تھی اور سب ہی لوگ اسے بہت سلجھے ہوئے اور ملنسار لگے تھے، ان سب گھروں میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کی بھی کافی تعداد موجود تھی۔ اس وجہ سے یہ جگہ کچھ زیادہ ہی پُررونق نظر آتی تھی، سب عمارتوں کے درمیان ایک جانب کافی بڑا گراؤنڈ تھا جس کے گرد باؤنڈری کھنچی ہوئی تھی، اس وقت بھی وہاں کچھ لڑکے باسکٹ بال کھیلنے میں مگن تھے، گراؤنڈ سے نظر ہٹا کر وہ ہنی کی سمت متوجہ ہوئی تھی جو اچھلتی کودتی اسی طرف آ رہی تھی۔

”ایک بلی موٹی تازی تھی...... جو مزے سے ڈنگ ڈونگ کھاتی تھی۔“ مزے سے گاتی ہوئی وہ سارہ کے قریب آئی تھی۔

”پھر گاؤ میں سنوں گی۔“ سارہ نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا جبکہ وہ دوبارہ گانے لگی تھی، بے ساختہ ہنستے ہوئے سارہ نے جھک کر اس کے چہرے کو چوم لیا تھا، اندر جاتی ہنی سے نظر ہٹا کر وہ پلٹتے ہوئے دنگ ہوئی تھی۔

”ایک بلی موٹی تازی تھی...... جو مزے سے ڈنگ ڈونگ......“ بڑے مودب انداز میں ہاتھ باندھے وہ سامنے کھڑا گا رہا تھا، شدید ناگواری

سے سارہ نے اس کے چہرے اور آنکھوں سے چھلکتی شرارتی مسکراہٹ کو گھورا تھا۔

''سن تو لیں، مجھے یہ پورا آتا ہے۔'' اسے سامنے سے ہٹتے دیکھ کر وہ سرعت سے سامنے آ گیا تھا۔

''تم یہ فضول حرکتیں کرنا بند نہیں کرو گے تو میں آپی سے تمہاری شکایت کردوں گی، سمجھے تم۔'' وہ غرائی تھی۔

''نہیں بھابی سے نہیں بلکہ بڑے بھیا سے آپ میری شکایت کریں کیونکہ آپ کے اور بھائی کے مذاکرات سننے اور دیکھنے میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔'' وہ مزے سے بولا تھا۔

''ویسے آج آپ مجھے بتا ہی دیں کہ بڑے بھائی نے آخر ایسا بھی کیا' کیا ہے جو آپ ان کی دُم پر پیر رکھ دیتی ہیں؟'' وہ پوچھ رہا تھا جواباً وہ کچھ کہتے کہتے یکدم ہی رُکی تھی جو اسے نظر آ رہا تھا وہ نہیں دیکھ سکا تھا۔

''بات سنو شیری کے بچے، شرم نہیں آتی تمہیں دن دہاڑے لڑکیوں کی گود میں چڑھ جاتے ہو۔'' وہ سارہ کے شانے سے لگے بچے پر غرایا تھا اور اس کے ساتھ ہی عقب سے لگنے والے دھکے پر لڑکھڑا کر دوسری جانب لڑھکا تھا اور اگلے ہی پل اس کے لال بھبوکا چہرے کو دیکھتے ہی اندھادھند اندر کی سمت بھاگا تھا۔

''ارے بھاگتا کہاں ہے، مرد کا بچہ ہے تو باہر نکل۔'' وہ پیچھے سے اسے للکارنے کے بعد جس طرح بھناتی ہوئی سارہ کی سمت آئی تھی اس کی روح فنا ہونے لگی تھی۔

* * *

آنکھوں کے سامنے سارے منظر گڈمڈ ہوتے چلے گئے تھے جو وہ دیوار کا سہارا لے کر نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی تب ہی کچھ آوازیں سنائی دی تھیں، بھاری قدموں کی دھمک پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا سانس رُک گیا تھا، سرعت سے جھاڑیوں کو پھلانگتا وہ شخص ایک ہی جست میں قریب آ چکا تھا۔

ساکت نظروں سے وہ اس شخص کو ہی دیکھ رہی تھی جو اس لڑکے کے نیم جاں وجود کو اپنے سینے سے جکڑے بلند آواز میں اسے پکار رہا تھا، اس کے چہرے کو پاگلوں کی طرح چوم رہا تھا، پھٹی آنکھوں سے وہ یہ منظر دیکھ رہی تھی، پہلی بار اس نے اتنے قریب سے کسی مرد کو اس طرح دھاڑیں مار کر روتے چیختے دیکھا تھا، اس کا دل جیسے بند ہونے لگا تھا۔

اس شخص سے نظر ہٹا کر وہ اب دائیں جانب دیکھ رہی تھی جہاں گیٹ سے مزید کچھ لوگ اندر آ رہے تھے، پولیس کی وردی میں موجود وہ شخص سب سے آگے تھا جسے دیکھتے ہوئے وہ لرز کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری جانب اس لڑکے کو چھوڑ کر وہ شخص فوراً ہی اس کی سمت لپکا تھا جو بس وہاں سے بھاگنے ہی لگی تھی۔

''کون ہو تم، یہ یہاں کیسے آیا' کون لایا ہے اسے یہاں بتاؤ مجھے؟'' اس کا بازو سختی سے پکڑے وہ بلند آواز میں دھاڑ رہا تھا مگر وہ سن کھڑی کبھی اس شخص کو دیکھ رہی تھی کبھی ان لوگوں کو جو اس لڑکے کو ہاتھوں میں اٹھائے وہاں سے لے جا رہے تھے، وہ شخص کیا پوچھ رہا تھا اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، تب ہی وہ ہوش میں آئی تھی جب بھاری تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا تھا وہ بُری طرح نیچے گر پڑی تھی مگر سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''مجھے کچھ نہیں پتا، میں کچھ نہیں جانتی۔'' حلق کے بل چیختے ہوئے وہ سرپٹ وہاں سے بھاگی تھی۔ اپنے پیچھے ہی آتے بھاری قدموں کی گونج پر اس کے حلق سے فلک شگاف چیخیں بلند ہوتی جا رہی تھیں، گھر کا دروازہ چوپٹ کھولتے ہوئے وہ تیر کی طرح بھاگتی ہوئی باتھ روم میں جا کر بند ہو گئی تھی۔

''میں نے کچھ نہیں کیا ہے، میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔'' بند دروازے کو مزید ہاتھوں سے دبائے وہ تھرتھر کانپتے ہوئے چیخے جا رہی تھی۔

* * *

''آخری بار سمجھا رہی ہوں، وہ جو لوفر اندر بھاگا ہے اس کے قریب میں کسی کو پھٹکنے نہیں دیتی اور تو تن کر کھڑی ہوئی ہے اس کے سامنے۔'' اس کا بس نہیں چلا کہ سارہ کو کچا ہی چبا ڈالتی۔

''ارے جوان جہان مرد اس گھر میں گھومتے ہیں اژدھوں کی طرح منہ کھولے اور تو پھدکتی پھرتی ہے ان دیوؤں کے آگے ہیروئن بنی۔'' اس

کے پھاڑ کھانے والے انداز پر خفت زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سارہ نے چہرے کے گرد بکھرتی تراشیدہ لٹوں کو کان کے پیچھے چھپایا تھا۔

”یہ جو تو کیٹ واک کرتی ادائیں دکھاتی پھرے گی تو گھر کے مرد باؤلے نہ ہوں گے تو کیا ہوں گے؟ آئندہ تیری کمر پر یہ زلفیں لہراتی نظر آئیں تو جڑ سے نکال پھینکوں گی۔“ خونخوار لہجے میں اسے دھمکاتی وہ رُکی تھی۔

”تو کیا دیکھ رہا ہے مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے چھٹانک بھر کے۔“ وہ اس بچے پر دھاڑی جو پہلے ہی اس کی کڑک آوازوں پر سہما ہوا تھا مگر اب براہ راست اسے خود پر چلاتے آنکھیں نکالتے دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر چکا تھا۔ شیری کا سر اپنے شانے سے لگاتے ہوئے وہ ناگواری سے اسے دیکھ رہی تھی جو برآمدے کی سمت سے آتے شمس کی طرف بڑھ گئی تھی۔

”بڑے بھیا! اس گھر میں چھریوں کی کمی تھی جو ایک اور چھپن چھری اٹھا لائے۔“ ان کے بازو میں ہاتھ ڈالے اندر کی سمت جاتے ہوئے وہ کلس کر بولی تھی، دوسری جانب بری طرح کھولتے ہوئے وہ ان دونوں کی پشت کو گھورتی رہ گئی تھی۔

❋❋❋

تیز بخار میں جلتی پیشانی پر محسوس ہوتے نرم لمس پر اس نے آنکھیں کھولی تھیں، اپنی بہن کے مہربان چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔

”تمہیں کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔“ اس کے رخسار کو سہلاتے وہ بولی تھی۔

”اگر وہ پولیس کو دوبارہ ہمارے گھر میں لے کر آ گیا تو......“ وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔

”ہرگز نہیں...... ابو نے اور میں نے بھی سختی سے اسے منع کر دیا ہے، اگر اس نے میری بہن کو تنگ کیا تو ہم اس پر ہی کیس کر دیں گے اور پولیس اسے پکڑ لے گی۔“ اس کی بہن تسلی دے رہی تھی۔

”تم جانتی ہو وہ اس لڑکے کا بھائی ہے اور وہ تمہیں پکڑنے کے لیے پولیس کو ساتھ لے کر نہیں آیا تھا، وہ سب تو تم سے یہ پوچھنے آئے تھے کہ وہ لڑکا تمہیں کہاں ملا اور تم نے کیا دیکھا۔“

”میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا تھا، اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی، کیا آپ نے اس کو بتایا نہیں تھا، کیوں آیا تھا وہ دوبارہ یہاں؟“ وہ خوفزدہ انداز میں بولی تھی۔

”وہ دوبارہ اس لیے آیا تھا کہ تم سے مزید کچھ جان سکے۔ وہ بھائی ہے اس لڑکے کا، پریشان تھا اس لیے تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ اب یہاں نہ آئے، میں اسے تم تک نہیں آنے دوں گی، اس لیے اب تم سارا ڈر خوف اپنے دل سے نکال دو کوئی کچھ نہیں کہے گا تم سے۔ میں، امی، ابو سب ہیں یہاں تمہارے پاس تم تنہا نہیں، اور تم نے کچھ غلط نہیں کیا ہے تو پھر کوئی کیوں تمہیں نقصان پہنچائے گا؟“ اس کی بہن نرم لہجے میں سمجھا رہی تھی۔

”وہ لڑکا مر گیا ہے ناں۔“ وہ کمزور آواز میں بولی تھی۔

”نہیں وہ ہاسپٹل میں ہے، مگر تم اس بارے میں کچھ مت سوچو سب بھول جاؤ اور اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔“ وہ محبت بھرے لہجے میں اس کے خوف کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

❋❋❋

رات کا ایک بجنے والا تھا جب اس نے میگزین بند کر کے لائٹ آف کرنے کا ارادہ کیا تھا تب ہی باہر سے آتی آوازوں پر وہ کچھ چونک کر دروازے کی بجائے کھڑکی کی سمت بڑھ گئی تھی۔ پردہ سرکا کر اس نے شیشے کو بھی ایک طرف ہٹاتے ہوئے حیرت سے ہنی کو دیکھا تھا جو اپنا تکیہ سینے سے لگائے سامنے والے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔

”چاچو! دروازہ کھولیں مجھے اندر آنا ہے۔“ دروازہ بجاتے ہوئے وہ نیند میں ڈوبی آواز کے ساتھ صدائیں لگا رہی تھی جبکہ سارہ نے ناگوار نظروں سے سامنے کھڑکی کی طرف دیکھا تھا جہاں وہ اندر کان بند کیے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا، ہنی کی مستقل بلند پکاروں پر بالآخر وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا دکھائی دیا تھا۔

”کیا مصیبت ہے، باہر نکلو۔“ جھلاتے ہوئے اس نے ہنی کو واپس باہر نکالا تھا جو اندر گھستی چلی جا رہی تھی۔

”مجھے چاچو کے کمرے میں سونا ہے، نیچے گرمی لگتی ہے۔“ وہ پیر پٹختے ہوئے بضد تھی۔

”یہ بات جا کر اپنے ابا حضور سے کہو تا کہ انہیں یاد آ جائے کہ اس ایک مہاراجہ کے علاوہ بھی اس گھر میں انسان بستے ہیں جنہیں اے سی کی ضرورت ہے۔“

”نہیں مجھے چاچو کے کمرے میں ہی سونا ہے، اگر آپ نے مجھے اندر نہیں آنے دیا تو میں ان سے آپ کی شکایت کروں گی کہ آپ ان کے کمرے میں سوتے ہیں ان کے ڈریس بھی پہنتے ہیں ان کے شوز بھی اور پرفیوم بھی لیتے ہیں۔“ رو کے جانے پر ہنی دھمکیوں پر اتر آئی تھی۔

”ہاں جاؤ جا کر کرو شکایت، گھوم رہے ہیں وہ نانگا پربت کی وادیوں میں، جاؤ اڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچ جاؤ۔“ ہنی کو گھرکتے ہوئے اس کی نظر سامنے اٹھی تھی۔

”اجی سنیں! ہمارے کمرے میں ٹھنڈی مشین چلتی ہے اگر آنا چاہیں تو آپ کے لیے بہت جگہ ہے۔“ وہ بڑی لگاوٹ کے ساتھ آفر کر رہا تھا۔

”مجھے اندر آنے دیں۔“ ہنی روہانسی ہوتی چیخی تھی۔

”تم نے نیچے واپس جانا ہے یا مار کھانی ہے۔“ ہنی کو ڈپٹتے ہوئے اس نے حیرت سے سارہ کی جانب دیکھا تھا۔

”ارے ہم نے تو اخلاقاً آفر کی تھی آپ تو سچ مچ آ گئیں۔“ وہ چہکا تھا جبکہ ناگوار نظر اس کے مسکراتے چہرے پر ڈال کر وہ ہنی کا ہاتھ پکڑے واپس پلٹ گئی تھی۔

”میں تمہیں بہت اچھی اسٹوری سناؤں گی، تم میرے کمرے میں سونا، ٹھیک ہے۔“ ہنی کو بہلاتی وہ کمرے کی سمت بڑھی تھی۔

”اجی سنیں! ہماری ہنی کو رات میں دس بار واش روم جانے کی عادت ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہاں یہ تنہا بھی نہیں جاتی ہے۔“ پیچھے سے ابھرتی اس کی مسکراتی آواز پر وہ بس پیچ وتاب کھا کر رہ گئی تھی۔

⁂

صوفے پر دراز ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ چونک کر اپنی بہن کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو عجلت میں سینڈل کے اسٹریپ باندھنے کے بعد اپنا بیگ اٹھا رہی تھی۔

”آپ کہاں جا رہی ہیں؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”میں ابو کے ساتھ جا رہی ہوں۔“ بیگ میں کچھ تلاش کرتے ہوئے وہ سرسری انداز میں بولی تھی۔

”وہی تو پوچھ رہی ہوں کہاں جا رہی ہیں؟“ اس کے سوال پر وہ ایک پل کو رکی تھی مگر پھر کہا تھا۔

”ہاسپٹل۔“

”کیوں؟“ وہ مشکوک ہوئی تھی۔

”اس کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو اس لیے۔“ نظر چرا کر اس کی بہن بولی تھی، دوسری جانب وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی تھی پھر پوچھا تھا۔

”آپ کو یہ کیسے پتا چلا؟“

”مجھے ابو نے بتایا ہے، انہوں نے فون کیا تھا اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے۔“ اس کی بہن نے کہا تھا جبکہ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی جو تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل رہی تھی۔

⁂

کچن میں داخل ہوتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رکی تھی اور وہ جو ٹیبل پر لیٹا انگڑائیاں لے رہا تھا فوراً ہی اٹھا تھا۔ دوسری جانب اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ چھٹی والے دن گھر میں اتنی صبح کوئی بیدار ہوگا، آج وہ بہت جلدی اٹھ گئی تھی اس لیے چائے کی طلب کچن میں لے آئی تھی۔

”آ جائیں سارہ! اگر کچھ چاہیے تو مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے خود ہی لے لیجیے۔“ شان کے کہنے پر وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جو پیاز کاٹتے ہوئے آنسو بہا رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”جلدی ہاتھ چلاؤ میں بھوکا بیٹھا ہوں‘ یہاں ہے کون جو ہمیں ناشتہ سجا بنا کر پیش کرے گا۔“ ٹیبل پر بیٹھا وہ اسے جتا رہا تھا جو خاموش کھڑی تھی۔

”اور ابھی تک صرف پیاز کے چھلکے اتارے ہیں شام تک تو آملیٹ بنا ہی لو گے تم۔“ وہ شان کو لتاڑ رہا تھا۔

”خود بھی کچھ ہاتھ پیر چلا لو نوکر نہیں ہوں تمہارا۔“ شان جل کر بولا تھا۔

”تمیز سے بات کرو‘ تمہارا فرض ہے میری خدمت کرنا‘ آخر بڑا بھائی ہوں تمہارا۔“ وہ یاد دلا رہا تھا۔

”تم مجھ سے بڑے ہو مگر صرف دہی کے بڑے ہو اس لیے اوقات میں رہو سمجھے۔“ شان بالکل رعب میں نہیں آیا تھا۔

”کیا کہا تم نے...... میں دہی کا بڑا نظر آتا ہوں تمہیں......؟“ ٹیبل سے کود کر اس نے شان کو دبوچا تھا جبکہ وہ کاؤنٹر کے پاس دنگ کھڑی ان کی ہاتھا پائی دیکھ رہی تھی۔

”ہٹ پیچھے‘ صبح صبح دماغ خراب کیا تو یہ چھری تیرے خالی پیٹ میں اتار دوں گا۔“ شان نے جس طرح دھاڑتے ہوئے اپنا چھری والا ہاتھ اٹھایا تھا وہ دہل کر پیچھے ہٹی تھی تو اس کا ہاتھ انڈوں کی باسکٹ سے ٹکرایا تھا پلک جھپکتے میں باسکٹ زمین بوس ہو چکی تھی۔ ٹوٹے بکھرے انڈوں سے نظر ہٹا کر سارہ نے ان دونوں کو دیکھا تھا جو صدمے کے ساتھ اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے۔

”سوری......“ سارہ نے شرمندگی سے کہا تھا۔

”اب کر لو ناشتہ بن گیا آملیٹ۔“ چھری کاؤنٹر پر پٹختے ہوئے شان جھلاتا ہوا ٹیبل پر جا بیٹھا تھا جبکہ شاہ رخ نے جھپٹ کر وہی چھری اٹھائی تھی۔

”سارے انڈے توڑ دیئے اب کیا ہم تمہیں کھائیں گے۔“ چھری لہراتا وہ جس طرح غراتے ہوئے قریب آیا تھا سارہ کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

⁂

کل کالج میں اس کا پہلا دن تھا بہت محنت اور لگن سے نئے سفید یونیفارم کو پریس کرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر پلٹ کر اپنی بہن کو دیکھا تھا جو اَب تک فون میں ہی مصروف تھی۔ یونیفارم ہینگ کر کے رکھنے کے بعد وہ اس کی جانب آئی تھی جو اَب فون سے فارغ ہو کر کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھی۔

”آپ کس سے بات کر رہی تھیں؟“ اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

”تم جانتی ہو کہ میں کس سے بات کر رہی تھی۔“ نظر ملائے بغیر وہ بولی تھی۔

”آپ اس سے کیوں بات کرتی ہیں؟“ اس کے سوالیہ لہجے میں ناگواری ہی ناگواری تھی۔

”میں ان سے بات کیوں نہ کروں......؟“ اس بار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ جواباً سوال کر رہی تھی۔

”آپ کو ضرورت ہی کیا ہے اس سے بات کرنے کی؟“ اس کا لہجہ خراب ہونے لگا تھا۔

”ضرورت ہوتی ہے تو کیا تب ہی کسی سے بات کی جاتی ہے۔“ کتاب کے ورق پلٹتے ہوئے اس کی بہن نے اتنا ہی کہا تھا۔

”آپ کیوں اس طرح اس سے تعلقات بڑھا رہی ہیں؟“ وہ سوال پر سوال کر رہی تھی۔

”تم کیوں اتنی تفتیش کر رہی ہو‘ انہوں نے خود فون کیا تھا اور میں نے بات کر لی۔“ اس بار اس کی بہن ناراضی سے بولی تھی۔

”مگر کل تو آپ نے خود اسے فون کیا تھا۔“

”ہاں میں نے کل فون کیا تھا مگر صرف ان کے بھائی کی خیریت معلوم کرنے کے لیے۔“ اس کی بہن فوراً بولی تھی۔

”خیریت دریافت کرنے کے لیے وہ فون کرے یا آپ‘ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ خیریت دریافت کرنے میں ہی نکل جاتا ہے۔“ اس نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

”آخر تمہیں کس چیز پر اعتراض ہے۔“ اس کی بہن جھلائی تھی۔

”مجھے اس شخص پر ہی اعتراض ہے جس سے آپ کو کچھ زیادہ ہی ہمدردی ہوتی جا رہی ہے‘ جس کے فون کا آپ کو انتظار رہنے لگا ہے۔“

”تم کیوں خار کھاتی ہو اس بندے سے؟“ اس کی بہن ناراضی سے بولی تھی جواباً سر جھٹکتی وہ تیزی سے کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

* * *

”تم نے توڑ دیئے سارے انڈے...... اب تمہاری بہن نے تو ہمیں ہی باتیں سنانی ہیں اور آج تو ان کے میاں بھی گھر پر ہیں، جو چھٹی والے دن اپنی بیگم کو کوئی کام کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتے، اب تو اپنے ساتھ ساتھ ان کا ناشتہ بھی ہمیں بنانا پڑے گا۔“ اس پر غراتے ہوئے وہ رک کر شان کی سمت پلٹا تھا۔

”یار! یہ لڑکیاں صرف چھری دکھانے سے اتنی خوفزدہ ہو جاتی ہیں، پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔“ اس کے شرارتی لہجے پر سارہ کی تیوریاں چڑھنے لگی تھیں۔

”میں آپی کو جا کر خود ہی بتا دیتی ہوں کہ میں نے انڈے توڑ کر کتنا بڑا گناہ کر دیا ہے۔“ وہ جل کر بولی تھی۔

”ارے...... ایسا غضب مت کیجیے گا۔“ شان فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

”ان کے ہسبینڈ کی موجودگی میں کسی کی جرات بھی نہیں ہو سکتی انہیں نیند سے جگانے کی، ان کے تو بچے بھی حسرت سے بیٹھے ان کے جاگنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں چھٹی والے دن۔ یہاں آپ نے جا کر دروازہ بجایا وہاں وہ دھاڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئیں گے۔ لہٰذا ان کی بیگم کو ڈسٹرب کرنے کا رسک لینے کی بجائے آپ صرف اتنی مہربانی کریں کہ ہمارے ناشتے کا کوئی انتظام کر دیں، بڑا احسان ہوگا آپ کا، صرف آدھا گھنٹہ ہے ہمارے پاس پھر میچ کے لئے جانا ہے ہمیں، اگر دیر ہوگئی تو باہر مجمع جمع ہو جائے گا اور ان کی آوازوں پر بڑے بھائی نے صبح ہی صبح ہمیں الٹا لٹکا دینا ہے۔“ تفصیل سے بتاتے ہوئے وہ بڑی لجاجت کے ساتھ درخواست کر رہا تھا۔

”اچھا میں دیکھتی ہوں شاید فریج میں اور انڈے ہوں۔“ وہ پگھل کر راضی ہوگئی تھی۔

”نہیں ہیں اور انڈے، جتنے تھے وہ سب تم نے شہید کر دیئے ہیں۔“ خاموش کھڑا شاہ رخ پھر اس پر غرایا تھا۔

”ایک منٹ میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آ رہا ہے۔“ یکدم ہی بولتے ہوئے شان کچن کی کھڑکی کی سمت گیا تھا جبکہ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو کھڑکی کھولے باہر کا جائزہ لینے کے بعد واپس آ رہا تھا۔

”سارہ! آپ ایک کام کریں، کچن کے اس دروازے سے نکل کر دائیں طرف جائیں اور بڑے تایا کا پورشن ختم ہوتے ہی آپ کو ایک بڑا سا ڈربہ رکھا نظر آئے گا، اسے کھولئے گا جتنے انڈے ہاتھ لگیں سب نکال کر لے آئیں۔“ اسے ہدایت دیتا وہ کچن کے اس دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا جو باہر کی طرف کھلتا تھا، اس نے سارہ کی مرضی بھی جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”لیکن...... میں کیوں جاؤں، تم دونوں میں سے کوئی چلا جائے۔“ مشکوک نظروں سے شاہ رخ کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ...... وہ مشرقی مرغیاں ہیں، اب پرائے مردان کے ڈربے میں ہاتھ ڈالتے کیا اچھے لگیں گے، توبہ۔“ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے شاہ رخ نے ناراضی سے کہا تھا۔

”جلدی آ جائیں...... زیادہ وقت نہیں ہے۔“ دروازے کے پاس کھڑا شان عجلت میں بولا تھا۔

”ایک بات یاد رکھنا، 90 کی اسپیڈ سے جانا ہے اور 100 کی اسپیڈ سے واپس آنا ہے ورنہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔“ شاہ رخ کی تاکید پر اس نے باہر نکلتے نکلتے رک کر ان دونوں کو دیکھا تھا۔

”دھیان مت دیں وہ مذاق کر رہا ہے۔“ اس سے پہلے کہ وہ وجہ پوچھتی شان نے مسکراہٹ روکتے ہوئے اسے اطمینان دلایا تھا۔

”لیکن تمہیں کیسے پتا کہ وہاں لازمی انڈے موجود ہوں گے، ہو سکتا ہے آج مرغیوں نے انڈے ہی نہ دیئے ہوں۔“ وہ جز بز ہوتی اپنے خدشے کا اظہار کر رہی تھی، دراصل وہ جانا ہی نہیں چاہ رہی تھی کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔

”آپ فکر نہ کریں، مجھے یقین ہے کہ انڈے ضرور ہوں گے ڈربے میں۔“ شان کے پُر یقین انداز پر سارہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

”ارے اب چلی بھی جاؤ ورنہ بڑے بھائی کو جگا کر تمہارے پیچھے چھوڑ دوں گا، تمہیں بھی بڑا شوق ہے ان سے بھڑنے کا۔“ شاہ رخ جھلاتا ہوا دروازے کے قریب آیا تھا۔

”لیکن مجھے مرغوں سے بہت ڈر لگتا ہے' ایک بار مرغے نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا...... اگر وہاں کوئی مرغا نہیں ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔“ اس کے پریشان انداز میں پوچھنے پر شان بس ایک پل کو دنگ ہوا تھا مگر پھر بے تحاشا سنجیدگی کے ساتھ بولا تھا۔

”میرا یقین کریں وہاں ایک بھی مرغا نہیں ہے' سب کی سب مرغیاں ہیں۔“ شان کے کہنے پر شاہ رخ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی' آنکھیں پھاڑے وہ حیرت سے شان کو ہی دیکھ رہا تھا' دوسری جانب ناچار وہ غائب دماغی سے سر ہلاتی آگے بڑھ گئی تھی۔

”بات سن...... واقعی وہاں کوئی مرغا نہیں ہے؟“ سارہ کے جاتے ہی وہ شان سے سوال کر رہا تھا جس پر اس کی بمشکل رُکی ہوئی ہنسی اُبل پڑی تھی۔

”معجزاتی دڑبہ ہے وہ معجزاتی......“ وہ بلند ہنسی کے درمیان بولا تھا۔

”جب ہی وہاں صرف مرغیاں اور انڈے ہیں' آخر مرغیاں رہتی بھی تو کسی کی سرپرستی میں ہیں۔“ شان کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنستے ہوئے شاہ رخ نے کہا تھا۔

دڑبے کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے ڈرتے ڈرتے پنجرے کا دروازہ کھولا تھا' واقعی وہاں جگہ جگہ انڈوں کے ڈھیر پڑے تھے...... اتنی تعداد میں مرغیاں تھیں کہ اس نے غور کرنے کی زحمت ہی نہیں کی تھی کہ وہاں مرغیوں کے درمیان مرغے کتنے موجود ہیں۔ احتیاط کے ساتھ انڈے نکالتے ہوئے اس نے کوئی درجن بھر کے قریب اپنے پلو میں سنبھالے تھے اور پنجرے کا دروازہ بند کیا تھا تب ہی دور کہیں عقب سے آتی بلند آوازوں پر وہ اٹھتے ہوئے پلٹی تھی اس کے ساتھ ہی اس کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔

”جان لے لوں گی تیری...... میری مرغیوں کے انڈے چرائے تو نے رُک وہیں......“ آگ بگولہ ہو کر وہ للکارتی ہوئی اس کی طرف بھاگی آ رہی تھی جس کے پیر زمین میں جکڑ گئے تھے۔

❋❋❋

”اب ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں' اسے مزید کتنا عرصہ لگ سکتا ہے مکمل صحت یاب ہونے کیلئے۔“ ہاسپٹل کے ہی کمپاؤنڈ میں سبزے پر موجود بینچ پر بیٹھتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

”ابھی تو کوئی اندازہ شاید انہیں بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ کتنا عرصہ...... اس ایک ماہ میں تو وہ ذہنی طور پر بھی نارمل نہیں ہو سکا ہے' میں تو بس یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اسے ابھی مزید کتنے عرصہ تک ٹرنکولائزر کے زیر اثر رکھا جائے گا۔“ وہ گہرے سنجیدہ لہجے میں بولے تھے۔

”لیکن یہ چیز برداشت کرنی پڑے گی' کیونکہ وہ ہوش و حواس میں خوف سے چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے' اپنے آپ کو نقصان پہنچا بیٹھتا ہے' کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا' اکثر تو اس کی اتنی حالت بگڑ جاتی ہے کہ مجھے بھی نہیں پہچانتا' چھونے تک نہیں دیتا ہے خود کو' ایسے میں بہت مشکل ہو جاتا ہے اسے سنبھالے رکھنا۔“ بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ تھکے ہوئے لہجے میں بتا رہے تھے۔

”آپ کی پریشانی اپنی جگہ بجا ہے لیکن آہستہ آہستہ ہی اس کی ذہنی حالت نارمل ہو گی۔“ وہ بغور ان کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”جتنا بھی وقت لگے مگر بس وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔“ وہ مدھم لہجے میں بولے تھے۔

”اس کی حالت دیکھ کر میری ہمت ٹوٹنے لگتی ہے' جس تکلیف سے وہ گزرا ہے اور گزر رہا ہے اس کی شدت مجھے اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے۔“ میرے گھر میں وہ سب سے الگ اور بہت زیادہ حساس ہے' ابو کے جانے کے بعد وہ میرے بہت قریب رہا ہے' میرے علاوہ وہ کسی سے بھی اپنی کوئی تکلیف یا پرابلم شیئر نہیں کرتا تھا۔ کبھی وہ میری اجازت کے بغیر یا مجھے بتائے بغیر گھر سے باہر تک نہیں نکلا تھا مگر اس رات وہ کیسے مجھے بتائے بغیر کب اپنے دوستوں کے ساتھ نکل گیا میں نہیں جانتا۔ ساری رات میں اسے دیوانوں کی طرح شہر کی سڑکوں پر' ہاسپٹل میں اور جانے کہاں کہاں ڈھونڈتا پھر رہا تھا' اس بات سے بے خبر کہ ایک قیامت تو اس پر گزر بھی چکی ہے' اگر اس رات آپ کی بہن اس کی مدد نہ کرتیں تو شاید......“ وہ یکدم ہی خاموش ہوئے تھے جبکہ وہ خاموش بیٹھی ان کے چہرے پر پھیلے تکلیف دہ تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

”آپ نے کبھی شاخ پر کھلے اس گلاب کو دیکھا ہے جو ابھی پوری طرح کھلا بھی نہ ہو؟“ ان کے یکدم ہی کہنے پر وہ بس ساکت نظروں سے ان

کے سُتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

’’وہ کیسا انسان ہوگا جو اس اَدھ کھلے پھول کو شاخ سے نوچ کر اسے پیروں تلے روند ڈالے‘ کیا وہ انسان دل جیسی چیز سینے میں رکھتا ہوگا‘ وہ تو انسان ہی نہیں ہوسکتا۔ اس روندے گئے پھول جیسا حال ہی ہوا ہے میرے بھائی کا‘ پڑا ہوا ہے وہ اندر‘ جسے پتا نہیں کس نے اپنے پیروں تلے بے دردی سے روند ڈالا ہے۔‘‘ نم آنکھوں کے ساتھ وہ اس شخص کے چہرے کو ہی دیکھ رہی تھی جس کے دل کی اذیت اس کے چہرے پر بھی طاری تھی۔

’’میں نہیں پوچھ سکتا ہوں اس سے کہ اسے کیا ہوا ہے‘ وہ مجھے بتا نہیں سکتا ہے کہ اسے کہاں تکلیف ہے۔‘‘ نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ چند لمحوں کیلئے خاموش ہوئے تھے۔

’’یہ حادثہ ہونے سے کچھ دن پہلے اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ اسے بائیک چاہیے‘ اس کا خیال تھا کہ کالج میں آ کر اتنا بڑا ہوگیا ہے کہ اپنی ذاتی بائیک رکھ سکے کیونکہ اس سے پہلے میں ہر بار یہی کہہ کر اسے منع کر دیتا تھا کہ وہ ابھی چھوٹا ہے مگر اب جب میں راضی ہوگیا تو وہ خود اس قابل نہیں رہا ہے کہ......‘‘ سر جھکائے وہ اب خاموش بیٹھے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے۔

’’آپ کی کیفیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے مگر آپ کو مضبوط رہنا ہے‘ کم از کم اس کے سامنے آپ کو مضبوط ظاہر کرنا پڑے گا کیونکہ آپ کی ہی ہمت اور توجہ اسے دوبارہ زندگی کی طرف لاسکتی ہے۔‘‘ وہ بولی تھی۔

’’کیا اس کے بارے میں سب جان گئے ہیں؟‘‘ کچھ جھجکتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

’’میرے گھر کے بڑے اس حقیقت سے واقف ہیں۔ یہ سب ان سے کیسے چھپا رہ سکتا تھا۔‘‘ وہ بولے تھے۔

’’اللہ اس کا پردہ ضرور رکھے گا‘ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ اس سے چھن گیا ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ اسے نوازے گا۔‘‘

’’آپ نے پولیس اسٹیشن میں شاید کوئی رپورٹ لکھوائی تھی؟‘‘ یاد آنے پر وہ بولی تھی۔

’’ہاں گمشدگی کے بارے میں ہی تھی وہ رپورٹ مگر اس کے بعد میں نے معاملے کو باہر نہیں نکلنے دیا تھا‘ میرے چچا سول سروس میں ہیں‘ اس چیز کو چھپا کر کارروائی کرنے میں ان کی بہت مدد ملی ہے مجھے۔‘‘ وہ بتا رہے تھے۔

’’کیا آپ لوگوں نے......کوشش چھوڑ دی ہے ان سب کو تلاش کرنے کیلئے۔‘‘ وہ پوچھ رہی تھی۔

’’ایسا کیسے ہوسکتا ہے‘ مگر اب تک صرف کوشش ہی جاری ہے‘ وہ لوگ نہیں مل سکے تو یہ ان کی خوش قسمتی ہوسکتی ہے کیونکہ اگر وہ جانور میرے سامنے میری پہنچ تک آ گئے تو میں کسی بھی حالت میں انہیں دوسرا سانس لینے کا موقع تک نہیں دوں گا‘ اس کے بعد مجھے سولی پر چڑھنا پڑ جائے مگر میں انہیں زمین کے اندر اتارے بغیر نہیں رہ سکتا۔‘‘ گھٹے ہوئے لہجے میں بولتے ہوئے ان کی گردن کی رگیں تک تن گئیں تھیں۔

’’کیا میں ابھی اس سے مل سکتی ہوں؟‘‘ وہ پوچھ رہی تھی۔

’’ہاں......لیکن آپ جانتی ہیں کہ اس کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا‘ وہ چار پانچ گھنٹوں سے پہلے آنکھیں نہیں کھولے گا‘ اس کے ذہن کو پرسکون رکھنے کیلئے خواب آور انجیکشن بہت ضروری ہیں۔‘‘ انہوں نے بتایا تھا۔

’’کوئی بات نہیں‘ میں بس ایک نظر اسے دیکھوں گی۔‘‘ بیگ شانے پر ڈالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

’’آپ کو یہاں تنہا نہیں آنا چاہیے تھا۔‘‘ اس کے ہمراہ آگے بڑھتے ہوئے وہ بولے تھے۔

’’میں یونیورسٹی سے سیدھی یہاں آئی ہوں‘ ابو کے ساتھ آنے کیلئے شام تک انتظار کرنا پڑتا‘ ویسے میں گھر پر امی کو بتا کر ہی یہاں آئی ہوں۔‘‘ وہ تفصیل بتا رہی تھی‘ دوسری جانب انہوں نے بس ایک نظر اس کے آسمانی دوپٹے کے ہالے میں دھوپ سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

* * *

اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ اس نے دور نظر آتے شان کو دیکھا تھا جو اسے واپس آنے کا اشارہ دے رہا تھا جبکہ معاملے کی نوعیت کا اندازہ ہوتے ہی اس کے ہوش اُڑتے جا رہے تھے کہ انجانے میں وہ چوری جیسا بھیانک کام کر چکی ہے اور چور ہمیشہ چوری کرنے کے بعد یا رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کے بعد بھاگتا ہے سو......اس نے بھی بھاگنا شروع کر دیا تھا تو کوئی حیرت انگیز کام نہیں کیا‘ پیچھے وہ بلند آواز میں اسے بُرا بھلا کہتی دندناتی ہوئی اس کے تعاقب میں دوڑی آ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”جلدی بھاگ کے آؤ......اور تیز......“ شان وہیں کھڑا جوش میں چیخ رہا تھا‘ دوسری جانب فل اسپیڈ میں بھاگتے ہوئے اس کا حشر نشر ہونے لگا تھا‘ جیسے ہی وہ بھاگتی ہوئی قریب آئی ایک لمحہ بھی ضائع کیے بناء شان نے اس کے سر کے گرد ہاتھ رکھ کر اندر دھکیلا تھا اور سرعت سے خود بھی اندر ہوتے ہوئے دروازے کا لاک لگالیا تھا جسے پیٹتے ہوئے وہ حلق کے بل چیخ رہی تھی۔

”تم دونوں نے چوری کروائی ہے مجھ سے‘ وہ تو اب میرے پیچھے ہی پڑ جائے گی۔“ انڈے شان کے حوالے کرتے ہوئے وہ واقعی غصے میں آ گئی تھی جبکہ وہ بس ڈھٹائی سے ہنس رہا تھا۔

”اب تو میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گی...... دو دن میں رنگ دکھانے شروع کر دیئے تو نے...... باہر نکل ذرا نہ تجھے اس ڈربے میں لے جا کر بند کیا تو نام بدل ڈالوں۔“ دوسری جانب دروازے سے ہٹ کر وہ کھڑکی کی طرف آ کر اسے للکار رہی تھی جبکہ سارہ واقعی پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ بہت شرمندگی بھی محسوس کر رہی تھی۔

”دیکھو! مجھے بالکل نہیں پتا تھا کہ وہ تمہاری مرغیاں ہیں‘ مجھے تو ان دونوں نے وہاں بھیجا تھا اور......“ صفائیاں دیتی وہ کھڑکی کے قریب گئی تھی مگر اگلے ہی پل اس کی چیخیں نکل گئی تھیں‘ جب اس آفت کی پڑیا نے گرل میں سے جھپٹ کر اس کی کلائی دبوچ لی تھی۔

”ارے چھوڑیئے ان کا ہاتھ...... کہاں ان کا یہ نازک ہاتھ اور کہاں آپ کے یہ لوہے جیسے پنجے۔“ شاہ رخ نے تڑپ کر آگے بڑھتے ہوئے سارہ کی کلائی پر سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا تھا جو اس نے یکدم ہی سارہ کو دور دھکیل کر شاہ رخ کا گریبان پکڑ لیا تھا اور ایسا کھینچا تھا کہ وہ بے چارہ بری طرح گرل سے ٹکرایا تھا۔

”سارہ! یہاں آ جاؤ‘ وہ تو اب بچے گا نہیں۔“ شان کے آواز دینے پر وہ اس کی سمت چلی گئی تھی۔

”نہ بڑی ہمدردیاں پھوٹ رہی ہیں دل میں‘ محبتیں ٹپک رہی ہیں گھٹیا‘ لوفر...... اب کیسے لگ رہے ہیں لوہے جیسے پنجے؟“ اس کا بازو گرل میں پھنسائے دوسرے ہاتھ سے اس کا گریبان کھینچتے ہوئے وہ غرا رہی تھی۔

”شرم تو آتی نہیں ہے صبح صبح مردوں سے ہاتھا پائی کرتے ہوئے‘ دیکھئے مس آپ حد سے بڑھ رہی ہیں۔“ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ جھلا کر بولا تھا۔

”اسلامیات پڑھائی ہے میں نے تجھے جو مس رعنا مس رعنا کرتا رہتا ہے‘ ارے رعنا میرے باپ کے نام کے ساتھ لگتا ہے‘ تو مجھے میرے نام سے پکار‘ ابھی میرا نام لے ورنہ گھونسا منہ پر ماردوں گی۔“ اس کے بازو کو مزید موڑتے ہوئے وہ دھمکا رہی تھی۔

”ارے بھئی کیا نام ہے ان کا؟“ وہ بری طرح جھلا کر شان سے پوچھ رہا تھا۔

”او کیکر...... تیرے بھی دماغ کی بتی فیوز ہوگئی ہے کیا...... باہر نکل ذرا سب سے پہلے تیرے گلے میں ٹائر لٹکاؤں گی۔“ وہ خونخوار انداز میں شان پر چیخی تھی۔

”میرا مطلب تھا کہ ہم سب پیار سے موموکہتے ہیں۔“ شان ہنستے ہوئے بولا تھا۔

”چل بھئی اب جلدی سے بول دے وہ سنہری حروف کہ موموآئی لویو۔“ اس کے بازو اور گریبان کو مزید سختی سے جکڑتے ہوئے وہ ہدایت دے رہی تھی جبکہ آملیٹ بناتے ہوئے سارہ حیرت سے یہ کارروائی دیکھ رہی تھی۔

”دیکھئے! آپ اگر ہماری جان بھی لے لیں ہم تب بھی آپ سے یہ سنہری حروف کہنے کی غلطی نہیں کریں گے۔“ وہ بگڑ کر بولا تھا مگر اسی کے ساتھ ہی تکلیف دہ انداز میں چلانا شروع کر چکا تھا کیونکہ وہ آگ بگولہ ہو کر گریبان آگے پیچھے کھینچتے ہوئے بنا رُکے اس کا سر گرل سے ٹکرانا شروع کر چکی تھی۔

”ارے......کوئی آ کر بچاؤ ہمیں یار۔“ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ دہائیاں دے رہا تھا‘ دوسری جانب سارہ نے بے ساختہ ہنستے ہوئے شان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

* * *

ڈرائنگ روم کے باہر رُکی وہ چند لمحوں تک اندر سے ابھرتی آوازوں کو سنتی رہی تھی مگر جب ضبط جواب دے گیا تو تیز قدموں کے ساتھ کچن کی

سمت آئی تھی جہاں اس کی بہن مہمانوں کی تواضع کے بندوبست میں مصروف تھی۔

”پھر آگئے یہ لوگ؟“ اس کے تیز لہجے پر وہ بس ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

”کیوں دوبارہ آگئے ہیں یہ لوگ منہ اٹھا کر آخر آپ منع کیوں نہیں کر دیتیں امی کو اس رشتے کیلئے؟“

”کیوں منع کر دوں؟“ مصروف انداز میں وہ اطمینان زدہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

”اس لئے کہ مجھے وہ شخص آپ کیلئے ٹھیک نہیں لگتا ہے‘ آپ کے شوہر کو آپ جیسا بلکہ آپ سے بھی اچھا ہونا چاہیے‘ آپ کیلئے اس جیسا جلاد فطرت انسان نہیں ہونا چاہیے۔“ وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

”میں جانتی ہوں کہ ان کا امیج تمہاری نظر میں اچھا نہیں ہے مگر میرا یقین کرو...... ان کی فطرت مجھ سے بھی زیادہ اچھی ہے‘ میں تو اس انسان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتی ہوں لیکن پھر انہوں نے مجھے اپنے قابل سمجھا ہے‘ اور پھر میرے انکار کرنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”آپی آپ کو ہو کیا گیا ہے‘ کیا رکھا ہے اس شخص میں‘ آپ کو کیا نظر آ گیا ہے اس میں جو اس کیلئے راضی ہو گئی ہیں؟“ وہ بگڑے انداز میں بولی تھی۔

”اس میں کیا رکھا ہے یا میں نے کیا دیکھا‘ یہ میں تمہیں نہیں سمجھا سکتی‘ تم ابھی بہت چھوٹی ہو‘ تم ابھی وہاں تک نہیں سوچ سکتی ہو جہاں تک میں سوچ سکتی ہوں یا دیکھ سکتی ہوں۔“ وہ نرم لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی۔

”اب تو آپ کو اس شخص کے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے‘ کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا ہے...... میری باتیں رد کرتے رہنے سے آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کی طرح میرا بھی دماغ خراب ہو جائے گا۔“ وہ غصیلے انداز میں بولی تھی۔

”کیسی عجیب قسم کی باتیں کر رہی ہو تم‘ تمہیں تو میری خوشی میں خوش ہونا چاہیے‘ کیسی بہن ہو تم میری۔“ اس کی بہن اس بار ناراضی کے ساتھ بولی تھی۔

”نہیں ہو سکتی میں خوش‘ آپ کو بھی تو میری پرواہ نہیں رہی ہے‘ آپ کو بس اپنی خوشی عزیز ہے یا پھر وہ شخص جس نے جادو کر دیا ہے آپ پر‘ مجھے تو اس کا ذکر بھی زہر لگتا ہے اور میں سب کو بتا دوں گی کہ مجھے اس آدمی سے نفرت ہے۔“

”آہستہ بولو‘ گھر میں کوئی آیا ہوا ہے کم از کم اسے تو مت بتاؤ کہ تم حد سے زیادہ بے وقوف ہو۔“ اس کی بلند آواز پر وہ ناگواری سے اسے ڈانٹ رہی تھی جواباً وہ پیر پٹختی کچن سے نکل گئی تھی۔

⁂

کروٹیں بدلتے ہوئے پتا نہیں کتنا وقت گزر چکا تھا‘ یہاں آنے کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری تھی جو وہ بہت پرسکون نیند سوئی ہو اس وقت بھی بے چینی ہونے لگی تھی تب ہی وہ بیزاری کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ریلنگ سے جھک کر اس نے پہلے نیچے کا جائزہ لیا تھا جہاں خاموشی اور نیم تاریکی کا راج تھا‘ کچن سے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پینے کے بعد وہ واپس باہر لاؤنج میں آئی تھی مگر سیڑھیوں کی سمت جانے کے بجائے اس کا رخ سامنے داخلی دروازے کی سمت تھا۔ دروازہ کھولنے کے لئے اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب لائٹ آن ہونے پر چونک کر پلٹی تھی‘ چہرے کے بے حد سنجیدہ تاثرات کے ساتھ وہ اسی کی طرف آ رہے تھے۔

”کہاں جانے کا ارادہ ہے؟“ ان کا لہجہ کچھ سخت تھا۔

”بھاگ جانے کا ارادہ ہے اس گھر سے‘ کیوں کوئی اعتراض ہے آپ کو؟“ وہ تلخ اور استہزائیہ انداز میں بولی تھی۔

”اپنے کمرے میں جاؤ تم۔“ وہ اسی سخت لہجے میں بولے تھے‘ دوسری جانب وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتی باہر نکل گئی تھی مگر سامنے نظر آتی مقفل گرلز دیکھ کر کھول ہی اٹھی تھی۔

”اسے کھولیں باہر جانا ہے مجھے۔“ پیچھے پلٹتے ہوئے وہ ہٹ دھری سے بولی تھی۔

”میرے گھر کی ایک ایک چیز اور اس میں رہنے والے افراد میرے لئے بہت قیمتی ہیں تمہارے اس آدھی رات کو باہر نکلنے کے شوق میں‘ میں ان سب کو کسی خطرے میں نہیں ڈال سکتا‘ اندر چلو اب۔“ وہ ناگوار لہجے میں اس سے مخاطب تھے۔

”دم گھٹتا ہے میرا اس جہنم جیسے قید خانے میں۔“ تلملاتی ہوئی وہ واپس اندر آئی تھی۔

”لیکن پھر بھی رہنا تمہیں اسی جہنم میں ہے۔“ اسے یاد دلاتے ہوئے وہ دروازے کا لاک لگا رہے تھے جبکہ وہ سلگتے ہوئے زینے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

”زندگی عذاب کر کے رکھ دی ہے۔“ تکیے پر سر رکھتے ہوئے وہ خود سے مخاطب تھی مگر اگلے پل مزید اس کا پارہ ہائی ہوا تھا، خونخوار نظروں سے سیل فون کو دیکھتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے اسے اٹھایا تھا اور آنے والی کال کو فوراً ہی کاٹ دیا تھا اور وقفے وقفے سے آنے والی یہی کال تقریباً بیس بار اس نے ڈسکنیکٹ کی تھی، آخر میں دوسری جانب سے اس بار کال کی جگہ اسکرین پر میسج ابھرتا دکھائی دیا تھا۔

”تم کب تک مجھ سے بات نہیں کرو گی؟“ اس نے آنے والا میسج پڑھا تھا اور پھر سیل مکمل آف کر کے ایک طرف ڈالنے کے بعد دوسری جانب کروٹ بدل لی تھی۔

❋❋❋

اور پھر آناً فاناً ہی سب کچھ ہوتا چلا گیا تھا، اس کے احتجاج اور ناراضی کا اثر کسی پر بھی نہیں ہو سکتا تھا، جس نے مزید اسے ہر چیز سے متنفر کر دیا تھا۔

سب نے یہی کہہ کر اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی کہ وہ چھوٹی ہے، ان معاملات میں بولنے کی اسے ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی رائے کی کوئی اہمیت ہو سکتی تھی، اور ظاہر ہے ان معاملات کا تعلق جس سے تھا جب وہی خوش اور راضی ہے تو باقی سب کی حیثیت تو ثانوی ہو کر رہ جاتی ہے۔ مگر اس پر تو جیسے صدمے کا پہاڑ ٹوٹنے لگا تھا، اپنی بہن کے لئے اس نے کبھی اس جیسے شخص کو نہیں سوچا تھا جو اس کی بہن اپنے لئے پسند کر چکی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی کلیوں جیسی خوبصورت بہن جس کی سادگی ہی دلوں کو مبہوت کر دینے والی تھی اس کے لئے تو اس جیسا ہی کوئی شاندار انسان ہونا چاہیے تھا جس کے ساتھ وہ ایک شاندار زندگی گزارتی، مگر اس کا ہر خیال ہر خواب ٹوٹ گیا تھا اور اس سے کہیں زیادہ غم اسے اس چیز کا تھا کہ اپنی زندگی کے اتنے بڑے اور اہم فیصلے میں اس کی بہن نے اسے ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دی تھی، اس کی رائے، ناپسندیدگی جاننے کے باوجود وہ ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کر چکی تھی جس کا چہرہ دوبارہ کبھی زندگی میں نہ دیکھنے کا اس نے تہیہ کر رکھا تھا۔

❋❋❋

سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے لاؤنج کی سمت نظر ڈالی تھی جہاں وہ ٹی وی پر نیوز دیکھنے میں مصروف تھے، وہ بھی وہیں شیری کو گود میں لئے بیٹھی ہوئی تھی جبکہ وہیں صوفے پر شان بھی نیم دراز تھا۔

”آپی! مجھے ابھی پھپھو کی طرف جانا ہے۔“ صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھے وہ سدرہ سے مخاطب تھی۔

”کیوں......ابھی کیوں جانا ہے؟“ جواباً وہ حیرت سے پوچھ رہی تھیں۔

”کیوں کا کیا سوال، بس مجھے ابھی جانا ہے۔“ وہ کچھ خفگی سے بولی تھی۔

”چلو میں لے جاتا ہوں تمہیں۔“ شان کو پتا نہیں کیا سوجھی جو اٹھتے ہوئے بولا تھا۔

”تم سے کس نے کہا ہے درمیان میں بولنے کے لئے، ابھی کوئی اور کام کہہ دو تو سستی کے دورے پڑ جائیں گے تمہیں، مگر فضول کے سوشل ورک کرنے کے لئے بہت وقت ہے۔“ یکدم ہی وہ جس طرح شان پر بھڑکے تھے ایک پل کو تو وہ دنگ ہی رہ گیا تھا مگر اگلے ہی پل وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ تیز قدموں سے لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

”میں بھی کوئی اس کے کندھے سے لٹک کر نہیں جا رہی تھی جو آپ اس طرح کہہ رہے تھے۔“ وہ ضبط نہیں کر سکی تھی، جو جتانے والے انداز میں بولی تھی۔

”مجھے تم پہلے یہ بتاؤ کہ وہاں سے واپس آئے تمہیں دن ہی کتنے ہوئے ہیں جو اب پھر وہاں جانے کی ضرورت پیش آ گئی ہے؟“ ٹی وی کا Volume کم کرتے ہوئے وہ شدید ناگواری سے پوچھ رہے تھے۔

”آپ تو اس طرح سوال جواب کر رہے ہیں جیسے میں آپ سے وہاں جانے کی اجازت لینے آئی ہوں۔“ وہ تڑخ کر بولی تھی۔

”سارہ!“ سدرہ نے ٹوکنے والے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”جب میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے پھپھو کے گھر جانا ہے تو بلا وجہ کے سوال کیوں کر رہے ہیں یہ مجھ سے۔“

”میں سوال کروں گا تم سے...... یہ بھول جاؤ کہ تم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو اپنی من مانی کرو گی۔“ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے تھے۔

”آئے دن اٹھ کر وہاں جاتی رہو گی تو اس گھر کو جہنم ہی کہتی رہو گی‘ جہاں رہنا ہے وہیں دل لگا کر رکھو ورنہ ایسے ہی بے چین اِدھر اُدھر پھرتی رہو گی۔“ وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے جتا رہے تھے۔

”آپ کو بہت فکر ہے میرے دل کے چین کی۔“

”سارہ! تمیز سے بات کیا کرو‘ اگر یہ بھی نہیں کر سکتیں تو زبان بند رکھا کرو۔“ سدرہ درمیان میں اسے گھر کتے ہوئے بولیں تھیں۔

”کیوں بند رکھوں زبان...... پھپھو کے گھر جانا چاہتی ہوں‘ سڑکوں پر ٹہلنے نہیں جا رہی جو سب کو اعتراض ہو جاتا ہے۔“ وہ بگڑے تیوروں کے ساتھ بولی تھی۔

”اعتراض نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا...... ہزاروں لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے ان کے گھر میں‘ کس طرح آئے دن اطمینان سے لے جا کر چھوڑ دیں تمہیں۔“ وہ غصیلے انداز میں بولے تھے۔

”اس گھر میں بھی تو جدھر نظر اٹھاؤ لوگ بھرے ہیں‘ کوئی فرشتے تو نہیں گھوم رہے۔“ وہ کلس کر بولی تھی۔

”یہاں کی بات الگ ہے‘ سب ہمارے اپنے ہیں‘ بھروسہ ہے سب پر۔“ وہ بولے تھے۔

”تو وہاں بھی سب میرے اپنے ہیں اور بھروسے کی بات تو آپ اس طرح کر رہے ہیں جیسے وہاں جا کر میں کوئی گل ہی کھلا دوں گی۔“

’سارہ! تم اپنا منہ بند نہیں رکھ سکتی ہو تو فوراً اوپر اپنے کمرے میں چلی جاؤ‘ بہت بحث کر چکی ہو تم۔“ سدرہ نے غصیلے انداز میں اس سے کہا تھا۔

”تم نے کہہ دیا اور اس نے اپنا منہ بند رکھ لیا‘ اس سے تو وہ بحث کرے جس نے زندگی میں کبھی تہذیب کی شکل تک نہ دیکھی ہو۔“ شدید اشتعال میں بیوی کو مخاطب کر کے کہتے وہ اٹھ کر فوراً ہی اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے جبکہ وہ زہریلی نظروں سے ان کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔

❀❀❀

اس کے دل میں بہن کیلئے بدگمانی بڑھتی ہی چلی گئی تھی۔ اسے کوئی خوشی نہیں تھی وہ ہر چیز کے خلاف تھی‘ اس کا اظہار وہ اپنے رویے سے کرنا شروع کر چکی تھی مگر پھر بھی بدستور شادی کی تیاریاں عروج پر پہنچتی چلی گئی تھیں‘ رونے دھونے اور ضد میں اس نے خود کو بیمار کر ڈالا تھا‘ ذرا ذرا سی بات پر ہنگامے اور واویلے مچانے کی اس نے قسم کھا لی تھی۔

بہن کے آنسوؤں نے بھی اسے نہیں پگھلایا تھا‘ بہن کی شادی کی کسی رسم میں اس نے شرکت نہیں کی تھی‘ تھک ہار کر اس کے ماں باپ نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا‘ شادی میں شرکت کرنے والے سب مہمانوں کو یہی بتایا گیا تھا کہ اسے اچانک ہی فوڈ پوائزن ہو گیا ہے مگر یہ بھی اپنی جگہ درست تھا کہ یہ بہانہ کسی کو ہضم نہ ہو سکا تھا۔ آخر کو وہ اکلوتی بہن تھی کیسے کسی کی نظر میں یا ذکر میں نہ آتی‘ آہستہ آہستہ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر ہر طرف پھیل گئی تھی کہ شمس شاہنواز اسے اپنی بہن کے شوہر کے روپ میں قطعی پسند نہیں آئے تھے۔

❀❀❀

سوئے ہوئے بچے کو کاٹ میں لٹاتے ہوئے انہوں نے ایک بار پھر اس جانب دیکھا تھا جہاں وہ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بیک کراؤن سے پشت لگائے سامنے ٹی وی کی سمت ہی متوجہ تھے‘ چہرے پر شرمندگی کے تاثرات لئے وہ ان کی سمت بڑھ گئیں تھیں۔

”کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔“ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ وہ انہیں پہلے ہی روک گئے تھے۔

”صبح شان سے کہہ دینا لے جائے گا اسے...... مگر اس سے کہہ دینا دن بھر رہے رات میں اسے واپس آنا ہے۔“ وہ اس طرح بگڑے تاثرات کے ساتھ بولے تھے۔

”آپ یہ بات تب ہی اس سے کہہ دیتے جب وہ مجھ سے جانے کا پوچھ رہی تھی۔“ وہ نرم لہجے میں بولی تھیں۔

”وہ مجھے کچھ کہنے کا موقع دیتی ہے۔“ وہ غصیلے انداز میں بولے تھے۔

”کیا عذاب میں اس گھر میں اٹھا لایا ہوں۔“ وہ زچ ہو کر بولے تھے‘ فوراً ہی وہ ان کے سامنے سے اٹھ گئی تھیں۔

”تمہیں صبح اسکول نہیں جانا جو ابھی تک ٹی وی کی جان نہیں چھوڑ رہیں..... فوراً آنکھیں بند کرو۔“ بگڑے تیوروں کے ساتھ انہوں نے ہنی کو ڈانٹا تھا جو باپ کے ساتھ ہی لیٹی ٹی وی میں مگن تھی۔

”اس پر اپنا غصہ کیوں نکال رہی ہو تم..... اتنا بُرا لگا ہے تو جو کہنا ہے مجھے کہہ دو' تمہاری بہن کی زبان تو ہے سو گز کی تم بھی کیوں بخش رہی ہو مجھے۔“ ان کے بگڑے تیور بھانپتے ہوئے وہ ناگوار لہجے میں بولے تھے۔

”آپ پہلے ہی مجھے بتا دیتے کہ وہ عذاب ہے آپ کیلئے..... میں اسے کہیں بھی بھیج دیتی مگر اس گھر میں نہیں لاتی۔“ پیشانی پر پڑے بلوں کے ساتھ وہ بولی تھیں۔

”اب خوامخواہ بات کو مت بڑھاؤ' غصے میں اگر کہہ دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عذاب ہی ہے۔“ وہ جھنجھلائے انداز میں بولے تھے۔

”اتنی بڑی بات اور سچ غصے میں ہی کہا جاتا ہے۔“ وہ اسی بگڑے انداز میں بولیں تھیں۔

”اچھا ٹھیک ہے میں نے سچ ہی کہا ہے بس..... اب میں سونا چاہتا ہوں اس کیلئے مجھے سکون اور خاموشی چاہیے۔“ ان کا لہجہ درشت تھا۔

”اور تم کیا سن رہی ہو' سو جاؤ آنکھیں بند کر کے۔“ وہ اب بیٹی پر غصہ ہوئے تھے جو باپ کے بگڑنے پر ان سے ہی لپٹ کر آنکھیں بند کر چکی تھی' دوسری جانب وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

❁❁❁

شمس جب بھی سدرہ کے ساتھ ان کے گھر آئے وہ کبھی ان کے سامنے نہیں آتی تھی اور اگر اتفاق سے کبھی سامنا ہو بھی جاتا تو کترا کر نکل جاتی تھی اُس نے غلطی سے بھی کبھی انہیں سلام تک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ دوسری جانب جس طرح کی خبریں شمس تک پہنچی تھیں ان کا یقین ہو جانے کے بعد وہ خود بھی اس کی طرف مائل نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے خود بھی کبھی آگے بڑھ کر اس فاصلے کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پہلے انہوں نے یہی سوچا تھا کہ اس رات ان کے جارحانہ رویئے نے اسے ان سے بدظن کر رکھا ہے اور ان کی یہ سوچ بہت حد تک ٹھیک ہی تھی کیونکہ اس رات ان کے ایک تھپڑ سے ہی وہ دہشت وخوف سے بیمار پڑ گئی تھی اور پھر آہستہ آہستہ وہ خوف، نفرت اور جھنجھلاہٹ میں ہی بدلتا چلا گیا تھا۔

بہت جلد وہ جان چکے تھے کہ وہ ایک نظر بھی ان کی جانب دیکھنے کی روادار نہیں ہے' ہر چیز کے باوجود اگر وہ انہیں اس قائم ہونے والے رشتے کے حوالے سے کچھ عزت واحترام دیتی تو وہ بھی اپنے دل میں لچک رکھ کر اس کا دل اپنی طرف سے صاف کرنے کی کوشش کرتے مگر اس نے تو اس قائم ہونے والے رشتے کو تسلیم کرنا ہی گوارا نہیں کیا تھا۔

شمس نے سدرہ سے چند بار کے علاوہ دوبارہ کبھی ان کی بہن کے رویئے کی شکایت نہیں کی تھی کیونکہ وہ یہ بھی جان چکے تھے اور انہیں اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ چھوٹی بہن کے سامنے ان کی تو کیا ان کے ماں باپ کی بھی ایک نہیں چلتی ہے اس لئے سدرہ سے انہوں نے اس بارے میں بات کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔

❁❁❁

تکیے میں چہرہ چھپائے وہ اپنا غصہ آنسوؤں کے راستے ہی نکال رہی تھی' ایک بار پھر اسے اللہ سے شکایت ہوئی تھی کہ کاش وہ لڑکی کے بجائے ایک لڑکا ہوتی' کم از کم اسے کسی ایسی پناہ گاہ میں تو نہ رہنا پڑتا جہاں اسے ذلتیں ہی برداشت کرنی ہوتیں۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ ان کے رویئے اور لہجے میں بھی اس کے لئے ناگواری ہی ناگواری جھلکتی تھی۔ اپنے گھر میں لانے کے بعد بھی انہوں نے کبھی ایک بار بھی اس سے نرم لہجے میں بات نہیں کی تھی' غلطی سے بھی کبھی یہ نہیں پوچھا تھا کہ ان کے گھر میں اسے کوئی تکلیف یا پریشانی تو نہیں ہے' کسی چیز کی اسے ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ ان کی وجہ سے ہی وہ اپنی پھپھو کے گھر میں رہنا چاہتی تھی کیونکہ وہ بھی خود ہی چاہتی تھی مگر شمس اس بات کے شدید خلاف تھے' اسے معلوم تھا۔

وہ اگر مجبور تھی تو صرف اپنی بہن کی وجہ سے ورنہ اس کے لئے یہاں سے چلے جانا مشکل نہیں تھا مگر اسے پتا تھا کہ اس کے جانے کا سن کر ہی سدرہ نے آنسو بہا بہا کر اسے جذباتی طور پر بلیک میل کر دینا ہے' دوسری جانب وہ شخص بھی انہیں باتیں سنا سنا کر ہی مار دے گا۔

سیل فون کی ٹیون نے اس کے رونے کا تسلسل توڑا تھا مگر آنکھیں صاف کرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی تھی' ہر بار کی طرح اسکرین پر وہی حروف

جگمگا رہے تھے۔

''تم مجھ سے کب تک بات نہیں کرو گی؟'' سر جھٹکتے ہوئے اس نے دوسرا میسج پڑھا تھا۔

ان فاصلوں کی فکر میں کیوں کروں بھلا
بہت دور رہ کر بھی میرے پاس ہے کوئی
اس سوچ میں ڈوبا ہے بہت دیر سے میرا دل
کیا اس کے دل میں بھی ایسا احساس ہے کوئی
اس کی سانسوں سے ہے بندھا میری سانسوں کا تسلسل
اس طرح میری زندگی کی آس ہے کوئی

اس کے سنتے ہوئے چہرے پر یکدم ہی ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی تھی' دل کا بوجھل پن دور ہوتے ہی ایک نئی ہمت اور حوصلہ رگوں میں دوڑنے لگا تھا۔

چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈال کر واش روم سے نکلتے ہوئے بس اس نے ایک نظر سدرہ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا جو بغور اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ رہی تھی' خاموشی سے وہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔

''سارہ! بس تھوڑی سی برداشت پیدا کر لو اپنے اندر' پھر آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس کا ہاتھ تھامے وہ بولیں تھیں۔

''آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ میں بس خاموشی کے ساتھ گونگی بہری بن کر ان کے ذلت آمیز رویئے برداشت کرتی رہوں اور آہستہ آہستہ اس کی عادی ہو جاؤں۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

''ایسا تو مت کہو..... تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟'' وہ فوراً ہی بولیں تھیں۔

''تو اور کیا سوچوں' مجبور کرتے ہیں وہ مجھے یہ سب سوچنے پر۔'' وہ نم آنکھوں کے ساتھ بولی تھی۔

''نہیں برداشت ہوتا مجھ سے..... نہیں کھائی جاتی مجھ سے یہ ذلت کی روٹی۔''

''خبردار جو تم نے آگے ایک لفظ بھی کہا' جب دیکھو اُلٹا سیدھا کہتی رہتی ہو۔'' وہ فوراً ہی ناراضی سے بولیں تھیں۔

''تم نے کبھی اپنے رویئے پر غور کیا ہے' تم تو پورا یقین دلا چکی ہو کہ تمہارے نزدیک ان کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہے۔''

''آپ کو تو ہمیشہ اپنے شوہر کی ہی پرواہ رہی ہے' ہمیشہ مجھ میں ہی کیڑے نظر آتے ہیں آپ کو۔'' حسب توقع وہ بھڑکی تھی۔

''فضول باتیں مت کیا کرو' مجھے تمہاری پرواہ تمہاری سوچ سے بھی زیادہ ہے' کون سی میری دس بارہ بہنیں بیٹھی ہیں ایک بس تم ہی تو ہو۔'' وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بول رہی تھیں۔

''چلو اب بہت رات ہو گئی ہے سو جاؤ اور صبح جلدی اٹھنا' ہم دونوں ہی پھپھو کی طرف جائیں گے اور واپسی میں کچھ شاپنگ بھی کرتے ہوئے آئیں گے' مجھے تمہارے لئے تمہاری پسند کے ڈریسز لینے ہیں۔''

''مجھے نہیں چاہئیں آپ کے شوہر کے روپوں سے خریدے ہوئے کپڑے۔'' وہ فوراً ہی ناگواری سے بولی تھی۔

''خاموش رہو تم' جب میں نے کہہ دیا تو بس شاپنگ کیلئے چلنا ہے۔'' وہ اسے گھور کر بولی تھیں۔

''ٹھیک ہے پھر میں اپنی شاپنگ کیلئے بینک سے روپے نکلواؤں گی' آپ ان کے روپے مجھ پر خرچ نہ کریں۔'' وہ اسی لہجے میں بولی تھی۔

''خبردار جو تم نے بینک سے روپے نکلوانے کی بات بھی کی' وہ روپے تمہاری شادی کیلئے رکھے ہیں اچھا۔'' ان کے سختی سے تاکید کرنے پر وہ بس انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

⁂

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے کچھ تذبذب کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھا تھا جو ان کی ایک سالہ بیٹی کو گود میں لٹائے بیٹھی ہوئی تھی۔ سر اٹھا کر اس نے ان کے چہرے کو دیکھا تھا جو سامنے ہی خاموشی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ رہی تھیں' ان کا چہرہ رویا رویا لگ رہا تھا ان کی

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

آنکھیں بھی سرخ نظر آ رہی تھیں' اسے ان کی اس حالت نے حیران نہیں کیا تھا وہ جانتی تھی کہ سدرہ اپنے باپ سے بہت زیادہ قریب تھیں اور آج ان کے باپ کی پہلی برسی تھی' سدرہ کی شادی کے بعد وہ بہت زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ سکے تھے۔

''امی کی طبیعت بہت زیادہ خراب رہنے لگی ہے۔'' ان کی مدھم آواز پر اس نے سر اٹھا کر ان کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''اپنے گھر جا کر بھی مجھے ہر وقت یہاں کی فکر لگی رہتی ہے' تمہارے لئے امی بہت پریشان اور فکرمند رہنے لگی ہیں' ابھی بھی تمہارے متعلق ہی بات کر رہی تھیں' شمس سے وہ اسی سلسلے میں آج......''

''آپ کے شوہر سے انہیں میرے بارے میں بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' ان کی بات کاٹتے ہوئے وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''فضول مت بولا کرو تم' ماں ہیں وہ تمہاری' وہ تمہاری فکر نہیں کریں گی تو اور کون بیٹھا ہے ہمیں پوچھنے والا۔'' وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولی تھیں۔

''تم اپنے گھر کی ہو جاؤ گی تو کم از کم یہ سکون تو انہیں مل جائے گا کہ ان کے بعد تمہارا کیا ہوگا' ابو زندہ ہوتے تو انہیں ضرورت ہی کیا ہوتی اس بارے میں ابھی سے سوچنے کی۔''

''تو انہیں بھی سمجھائیں جا کر کہ میرا کیا قصور ہے جو ابھی سے میرے گلے میں طوق لٹکانا چاہ رہی ہیں۔'' وہ بگڑے انداز میں بولی تھی۔

''شادی گلے کا طوق نہیں ہوتی ہے' میں جانتی ہوں کہ ابھی یہ وقت نہیں ہے ان سب باتوں کا مگر یہاں حالات دوسرے ہیں' دنیا میں ہزاروں لڑکیوں کی شادیاں کم عمری میں ہو جایا کرتی ہیں اور وہ بہت اچھی زندگی بھی گزارتی ہیں' اگر تمہاری شادی بھی جلدی ہو جائے گی تو یہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی یا ظلم تو نہیں ہوگا۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولی تھیں۔

''آخر آپ لوگوں کو سمجھ کیوں نہیں آتی ہے' ابھی انٹر ہی تو مکمل ہوا ہے میرا' مجھے ابھی آگے پڑھنا ہے۔'' وہ برہمی کے ساتھ بولی تھی۔

''غلط بات مت کرو تم اگر بات پڑھنے کی ہے تو اس سے تمہیں کوئی نہیں روک رہا' میں نے صرف سمجھانے کیلئے ایک مثال دی تھی اور کون سا ہم ابھی تمہیں رخصت کرنے کا سوچ رہے ہیں' میں تم سے ابھی اسی بارے میں بات کرنے آئی تھی۔'' وہ اس بار نرم لہجے میں بولنا شروع کر چکی تھیں۔

''دیکھو! تم میری بات کو ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ سنو اور سمجھنے کی کوشش کرو' بہن ہو تم میری میں تمہارے لئے کبھی کچھ غلط نہیں چاہوں گی نہ ہی میں تمہارے بارے میں کوئی غلط فیصلہ کروں گی' میں تو ہمیشہ تمہیں اپنے قریب اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں' امی کو اور تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں' میں اس چیز کی ذمہ داری لیتی ہوں کہ تم بعد میں بھی جتنا چاہے تعلیم حاصل کر سکتی ہو...... مگر اس سے پہلے جو میں چاہتی ہوں وہ امی کی بھی شدید خواہش ہے بلکہ امی اور شمس کی بھی یہی رائے ہے کہ ابھی صرف نکاح ہو جائے تو زیادہ بہتر رہے گا......''

''ایک منٹ......'' اس نے فوراً ہی چونکتے ہوئے انہیں روکا تھا۔

''یعنی آپ مجھے یہ بتانے آئی ہیں کہ آپ اس کو ڈھونڈ چکی ہیں جس کے ساتھ بٹھا کر آپ میرا نکاح پڑھوائیں گی۔'' وہ شدید ناگواری سے بولی تھی۔

''ہاں ڈھونڈ چکی ہوں اور نکاح صرف اس لئے کہ ابھی تم بھی شادی کیلئے انکار کر رہی ہو اور دوسری طرف وہ بھی ابھی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوا ہے۔'' وہ اس سے نظر چُراتے ہوئے بولی تھیں۔

''آپ مجھے بتانا پسند کریں گی کہ یہ کون اچانک پیدا ہو چکا ہے میرے لئے جو ابھی پیروں پر بھی کھڑا نہیں ہوا ہے؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

''ظاہر ہے تمہیں نہیں بتاؤں گی تو اور کسے بتاؤں گی' ویسے بھی مجھ سے پہلے تو تم ہی اس سے واقف ہو چکی تھیں۔'' وہ مدھم لہجے میں بولتے ہوئے پُرامید نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں جس کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا تھا ان کی بات سنتے ہوئے...... چند لمحوں تک تو وہ دنگ بیٹھی بے یقین نظروں سے انہیں دیکھتی ہی رہ گئی تھی مگر اس کا چہرہ غصے میں تپنے لگا تھا۔

''میں کیا کوئی معذور' اندھی' لنگڑی ہوں یا آپ سب کو بے زبان گائے نظر آ رہی ہوں جو آپ مجھے نہیں بلکہ اسے میرے سر منڈھنا چاہتی ہیں۔'' شدید جارحانہ انداز میں چیختے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی' دوسری جانب سدرہ خود بھی اُڑی ہوئی رنگت کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی کیونکہ سامنے ہی وہ ان کا چہرہ دیکھ چکی تھیں جو خطرناک حد تک سنجیدہ چہرے کے ساتھ دہلیز پر ہی رکے ہوئے تھے۔

''بکواس بند کرو...... کیا بولے جا رہی ہو تم' اس کا ایک ایکسیڈنٹ ہوا تھا' وہ سب غلط معنوں میں کیسے لے لیا تم نے؟'' سدرہ اس پر برسی تھیں'

ان کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی' ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس وقت کیا کہیں' شوہر کی چبھتی نظریں انہیں بے حال کر گئی تھیں تو بہن کے تلوار جیسے کھلے لفظوں نے انہیں مزید ہراساں کر ڈالا تھا۔

''ایکسیڈنٹ......'' تلخ لہجے کے ساتھ طنزیہ نظروں سے اس نے سدرہ کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''نا سمجھ میں آج ہوں اور نہ ہی دو سال پہلے تھی' سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اگر آپ اس سچ کو ایکسیڈنٹ کا نام دے رہی ہیں تو دیتی رہیں مگر میری آنکھوں پر جھوٹ کے پردے ڈالنے کی کوشش مت کریں...... کیونکہ جو کچھ اس رات میں نے دیکھا تھا وہ نہ تو آپ نے دیکھا ہے اور نہ ہی آپ کے شوہر نے دیکھا ہوگا۔'' اس کے زہریلے لہجے پر وہ جو ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں چہرہ ہاتھوں میں چھپائے صوفے پر بیٹھتی چلی گئی تھیں' خاموش کھڑے شمس کے چہرے کے تاثرات نے ان کے دل میں جیسے خنجر اتار کے رکھ دیا تھا۔

پھوٹ پھوٹ کر روتی بہن سے نظر ہٹا کر اس نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ اندر آ رہے تھے جبکہ اس طرح اچانک انہیں وہاں دیکھ کر وہ کچھ خوف میں مبتلا ہو گئی تھی کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سب کچھ سن چکے ہیں' دوسری جانب انہوں نے ایک لفظ بھی کہے بغیر بہت خاموشی کے ساتھ اپنی بیٹی کو اس کی گود سے لیا تھا اور پھر روتی ہوئی سدرہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اسی خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

* * *

جو کچھ زبان سے نکل چکا تھا اس کے بعد اسے شدید قسم کے پچھتاوے نے گھیر لیا تھا' وہ جانتی تھی کہ اسے اس طرح سب کچھ کھل کر نہیں کہنا چاہیے تھا اور کسی کی اسے فکر نہیں تھی سوائے اپنی بہن کے...... اس کی وجہ سے وہ روتی ہوئی گھر سے گئی تھیں' یہ چیز اسے بے چین کر رہی تھی۔

جو کچھ وہ بلا دھڑک سدرہ کے سامنے اُگل چکی تھی اس بارے میں اس نے کبھی اس سے پہلے کھل کر بات نہیں کی تھی نہ ہی کوئی سوال کیا تھا اور نہ سدرہ نے کبھی اس بارے میں اس سے پہلے کوئی بات کی تھی نہ ہی بعد میں کبھی اس سے کچھ پوچھا تھا' شادی کے بعد بھی انہوں نے اس معاملے میں بہت احتیاط برتی تھی۔ اپنے ماں باپ کی طرح شاید وہ بھی پُر یقین رہی تھی کہ ان کی بہن دو سال پہلے بھی حقیقتوں کے اسرار و رموز سے ناواقف اور بے خبر تھی مگر آج ان کی یہ ساری غلط فہمیاں بھی دور ہو چکی تھیں۔

بہن سے اپنے رویئے کی تلافی کرنے کیلئے اس نے فون پر ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا تھا' رات کے بارہ بجنے والے تھے اس لئے کچھ عجیب لگ رہا تھا مگر ان سے بات کئے بغیر اب وہ رہ نہیں سکتی تھی' عموماً رات کے وقت جب بھی وہ سدرہ کو کال کرتی تو نمبر ملا کر ریسیور فوراً ماں کے ہاتھ میں منتقل کر دیتی تھی کیونکہ خدشے کے عین مطابق رات کے وقت اکثر شمس ہی کال ریسیو کرتے تھے مگر اس وقت بہن کی خاطر وہ ان کی آواز بھی برداشت کرنے پر تیار تھی۔ پہلی ہی بیل پر کال ریسیو ہو گئی تھی مگر دوسری جانب اجنبی آواز پر وہ کچھ جھجک کر رُکی تھی۔

''آپ کون ہیں اور کس سے بات کرنی ہے؟'' سوالیہ آواز ابھری تھی۔

''مجھے سدرہ آپی سے بات کرنی ہے۔'' اس نے کہا تھا جبکہ دوسری جانب ایک پل کیلئے مکمل خاموشی چھا گئی تھی مگر پھر آواز ابھری تھی جو کہ اس بار بہت مدھم اور بدلے ہوئے لہجے میں تھی۔

''بھابی تو کافی دیر پہلے اپنے کمرے میں جا چکی ہیں' شاید سو گئی ہیں' آپ کہیں تو میں بتاؤں جا کر انہیں؟''

''نہیں رہنے دیں۔'' اس نے فوراً ہی روک دیا تھا۔

''آپ سارہ ہیں؟'' دوسری جانب سے فوراً ہی سوال کیا گیا تھا جس پر وہ حیران ہوتے ہوئے کچھ کہتے کہتے رُکی تھی۔

''تم شان ہو؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''نہیں...... شیث......'' مدھم آواز ابھری تھی۔

''اچھا......'' کچھ عجیب سی کیفیت کے ساتھ وہ اتنا ہی کہہ سکی تھی' اس سے پہلے کہ وہ ریسیور رکھتی دوسری جانب سے پھر آواز ابھری تھی۔

''مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔''

''کیا......؟'' وہ مزید حیران ہوئی تھی۔

”کیا میں آپ سے مل سکتا ہوں؟“ اس کے یکدم ہی کہنے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”مگر آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”بس...... میں کوئی وجہ نہیں بتا سکتا' لیکن میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں' اگر آپ اجازت دیں تو......“ اس کے لہجے میں کچھ تھا جو وہ اپنی کسی ناگواری کا اظہار نہیں کر سکی تھی۔

”آپ آپی کے ساتھ ہمارے گھر آ جائیں۔“ اسے فوری طور پر یہی جواب سوجھا تھا۔

”نہیں...... ان کے سامنے نہیں۔“ وہ فوراً ہی بولا تھا۔

”تو پھر آپ اکیلے آ جائیں مگر آپ کیسے آئیں گے' اس سے پہلے کبھی آپ میرے گھر نہیں آئے ہیں۔“ رُک کر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی تھی۔

”میں آپ کو ایڈریس بتا دوں پھر چاہیں تو آ سکتے ہیں۔“ اس نے پوچھا تھا۔

”نہیں آپ کے گھر کا ایڈریس تو مجھے پتا ہے' آپ نے پہلے ہی بہت اچھی طرح یاد کروا دیا تھا۔“ اس کی مدھم آواز پر وہ کچھ دیر کیلئے چپ سی ہو گئی تھی۔

”میں آپ کے گھر پر بھی آپ سے نہیں مل سکتا' کیا میں کہیں اور آپ سے مل سکتا ہوں؟“ کچھ جھجکتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”کہیں اور......“ وہ کچھ سوچتے ہوئے رُکی تھی۔

”گھر سے کہیں اور جانے کیلئے تو میں صرف کالج کیلئے ہی نکلتی ہوں۔“

”میں وہاں آ سکتا ہوں؟۔“ وہ فوراً ہی درمیان میں بولا تھا' جبکہ وہ کچھ تذبذب میں مبتلا ہو گئی تھی۔

”کل آ جاؤں؟“ اس کی خاموشی پر وہ مزید بولا تھا۔

”میرے وہاں آنے سے آپ کو کوئی پرابلم تو نہیں ہو گا؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”نہیں۔“ بالآخر اس نے جواب دیا تھا۔

”لیکن آپ کو میں پہچان نہیں سکوں گی۔“ وہ کچھ ہچکچاہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”لیکن میں آپ کو ضرور پہچان لوں گا' بھابی کے پاس میں نے آپ کی تصویر دیکھ رکھی ہے۔“ وہ فوراً ہی اطمینان دلاتے ہوئے بولا تھا۔

”آپ دیکھ لیجیے گا کیونکہ کالج کے باہر تو اتنا رش ہو گا کہیں آپ کا وہاں آنا ہی بیکار نہ جائے۔“ وہ اسی تذبذب کے ساتھ بولی تھی۔

”آپ اس چیز کی فکر نہ کریں کیونکہ مجھے پھر بھی کوئی مشکل نہیں ہو گی' میں ہزاروں انسانوں میں بھی آپ کو پہچان سکتا ہوں' آپ تک پہنچ جاؤں گا۔“ اس کے کہنے پر وہ حیرانی کے ساتھ مزید کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

⁂

جمائیاں روکتا وہ بڑی سستی کے ساتھ کچن کی سمت بڑھتے ہوئے ٹھٹک کر رُکا تھا۔ دور سے ہی وہ مومو کو پہچان گیا تھا جس کی پشت اسی کی جانب تھی مگر اس کے انتہائی قریب کھڑے شخص کی پشت کا کچھ ہی حصہ اسے دکھائی دے رہا تھا' اپنی جگہ پر رُکا وہ سامنے کچن میں نظر آتے منظر کو دیکھتے ہوئے بُری طرح کھول اٹھا تھا' کیونکہ وہ شخص نہ صرف مومو کے قریب تھا بلکہ اس کا بازو بھی مومو کی پشت کے گرد حمائل تھا' رگوں میں اُبلتے خون کے ساتھ وہ آستین چڑھاتا تن فن کرتا اس شخص کے سر پر پہنچ گیا تھا' کسی بھی جانب دیکھے بغیر اس نے مومو کی پشت کے گرد رکھا بازو جھپٹ کر پکڑتے ہوئے اس شخص کا رُخ ایک جھٹکے سے اپنی سمت موڑا تھا اور اس سے پہلے کہ اس کے ہاتھ کا مکا آگے بڑھتا وہ شخص اس کے ہاتھ کو راستے میں روک چکا تھا اور اب خشمگیں نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جس کا سارا طنطنہ اس شخص کے چہرے کو دیکھتے ہی بھک سے اُڑ گیا تھا۔

⁂

کالج کے باہر کھڑے وہ کافی دیر تک متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی تھی' اتنے رش اور شور و غل میں کھڑے رہنا اسے شدید کوفت میں مبتلا کر گیا تھا' اسے یکدم ہی خود پر غصہ آنے لگا تھا کہ اس نے حامی ہی کیوں بھری اور ضرورت ہی کیا تھی کالج آنے کی دعوت دینے کی' نہ وہ اسے جانتی تھی نہ پہچانتی تھی' اس کی بہن کا وہ رشتے دار ہو سکتا تھا مگر وہ تو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی تو پھر کیوں اب بے وقوفوں کی طرح کھڑی اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

انتظار کر رہی ہے، خود کو گھر کتے ہوئے اس نے مزید انتظار کے ارادے کو ترک کر دیا تھا۔

ایک ہاتھ سے کندھے سے لٹکے بیگ کا اسٹریپ تھامے دوسرے ہاتھ میں موجود جرنل کو سر سے ٹکائے دھوپ سے بچتے ہوئے وہ سڑک کے کنارے چلتی اپنے بس اسٹاپ کی سمت بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ خود نہیں سمجھ سکی تھی کہ فون پر پہلی بار اس کی آواز سننے کے بعد ایسی کون سی کشش محسوس ہوئی تھی جو وہ اس کے ایک ہی بار کہنے پر جھجک کے باوجود ملنے کیلئے راضی ہو گئی تھی، شاید فطری طور پر اس کی آواز سننے کے بعد وہ خود بھی اسے دیکھنا اس سے ملنا چاہتی تھی، گزرے دو سالوں میں کبھی سدرہ نے غلطی سے بھی اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی، نہ سارہ کے سامنے اس کا ذکر کیا تھا۔

ویسے بھی سدرہ اب اپنے گھر میں بڑی تھیں، ان کی ساس کا بھی انتقال ہو چکا تھا اس لیے وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے دن میکے نہیں آ سکتی تھیں، گھر پر ان کی آمد صرف چند گھنٹوں کیلئے ہی ہوتی تھی اور اتنے مختصر وقت میں وہ اپنی ماں اور بہن کو خود تک ہی محدود رکھتی تھیں، نہ تو ان کی فطرت تھی اور نہ ان کے پاس اتنا وقت ہوتا تھا کہ وہ اپنے سسرال کے کسی فرد کو بیٹھ کر ڈسکس کرتیں، ان کے یہ چند گھنٹے صرف اپنی ماں اور بہن کیلئے ہی ہوتے تھے۔

جرنل سر سے ٹکائے جھکے سر کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے ایسے ہی گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کے قدم رُک گئے تھے۔ دوسری جانب وہ جو خاموشی کے ساتھ اس کے پیچھے ہی آ رہا تھا اب اس کے اپنی طرف متوجہ ہونے پر کچھ جھجکتے ہوئے قریب آ رہا تھا جبکہ وہ دنگ کھڑی حیرت بھری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے سامنے رُک کر بہت مدھم آواز میں اس نے سلام کیا تھا جس کا جواب بھی وہ اپنی حیرانی میں نہیں دے سکی تھی۔

”تم شیث ہو؟“ وہ لہجے کی حیرت بھی نہیں چھپا سکی تھی مگر دوسری جانب وہ اس کی حیرانی پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے شرمندہ سا ہو گیا تھا۔

ایک گہرا سانس لے کر سر ہلاتے ہوئے وہ دوبارہ چلنا شروع کر چکی تھی جبکہ وہ خاموشی سے اس کے ہمقدم ہو گیا تھا۔

”تم پیچھے آ رہے تھے آواز دے کر روکا کیوں نہیں، اگر میں نہ دیکھتی تو......؟“ آگے قدم بڑھاتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”آپ آواز دینے کی بات کر رہی ہیں مجھے تو یہ ڈر تھا کہ آپ مجھے اس بات پر نہ ڈانٹ دیں کہ میں آپ کے پیچھے کیوں آ رہا ہوں۔“ اس کے کہنے پر سارہ نے ایک نظر اس کے بے حد سنجیدہ سے چہرے کو دیکھا تھا۔

”آپ مجھے پہچانتی جو نہیں ہیں اس لئے۔“ سارہ کے دیکھنے پر وہ مزید بولا تھا۔

”ہاں میں تمہارا چہرہ نہیں پہچان سکتی تھی مگر تمہارے یہاں آنے کا معلوم تھا اور پھر اس طرح کبھی کوئی لڑکا میرے پیچھے آیا بھی تو نہیں ہے۔“ اس کے کہنے پر اس بار وہ کچھ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا جس کے لبوں پر اسے ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی تھی مگر اگلے ہی پل وہ اس پر سے نظر ہٹا چکا تھا۔

”آپی کو تو نہیں بتایا ہو گا تم نے یہاں آنے کا؟“ دھیمی رفتار سے چلتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

”نہیں...... اور آپ بھی مت بتائیے گا انہیں۔“ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا جبکہ سارہ نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا دھوپ کی تیز شدت کی وجہ سے اس کی آنکھیں بہت زیادہ سکڑی جا رہی تھیں، اس کے چہرے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بالکل سر پر جلتے سورج کی شعاعیں برداشت نہیں کر پا رہا ہے۔

”ہم کچھ دیر وہاں بیٹھیں سائے میں؟“ یکدم ہی رُک کر وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو سامنے اس پبلک پارک کی سمت اشارہ کر رہی تھی۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ خاموشی سے اس کے پیچھے ہی اس پارک کی سمت بڑھ گیا تھا۔ گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں اور مدھم چلتی ہوا میں لکڑی کی بینچ پر بیٹھتے ہوئے گرمی کا احساس ختم ہونے لگا تھا۔ بیگ کو گود میں رکھے وہ اسے دیکھ رہی تھی جو پسینے سے بھیگے چہرے کے ساتھ اپنی شرٹ کے کالر کو ہلکے سے جھٹکتے ہوئے کچھ پیچھے کر رہا تھا، کچھ دیر پہلے دھوپ کی تیز روشنی میں سکڑی آنکھیں اب یہاں سائے میں بغیر کسی مشکل کے کھلی ہوئی تھیں۔

”تم سورج مکھی ہو ناں......؟“ ٹشو پیپر اس کی سمت بڑھاتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔ جواباً کچھ جھینپے ہوئے انداز میں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے سارہ سے ٹشو پیپر لے لیا تھا۔

”لیکن مکمل سورج مکھی تو نہیں لگتے ہو؟“ بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ مزید بولی تھی۔

”70 پرسنٹ ہوں۔“ ٹشو پیپر سے چہرہ خشک کرتے ہوئے وہ مختصراً بتا رہا تھا۔

''یہ تمہیں ڈاکٹر نے بتایا تھا؟'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

''ڈاکٹر نے میرے پیرنٹس کو بتایا تھا اور انہوں نے مجھے۔'' اس تمام عرصے میں یہ کہتے ہوئے وہ پہلی بار مسکرایا تھا جبکہ اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے سارہ کے اپنے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہونے لگی تھی۔ اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو ابھی تک اپنا بھیگا چہرہ ہی صاف کر رہا تھا۔

''پانی پی لو۔'' سارہ نے بوتل اس کی سمت بڑھائی تھی۔

''نہیں۔'' وہ انکار کر گیا تھا۔

''اوسوری...... میں بھول گئی تھی کہ یہ تو میرا جھوٹا پانی ہے۔'' وہ واقعی شرمندہ ہوئی تھی۔

''نہیں...... میں نے اس لئے منع نہیں کیا تھا' میں پانی پیوں گا۔'' فوراً ہی کہتے ہوئے اس نے سارہ سے بوتل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا جو کہ اس نے خاموشی سے اس کے حوالے کردی تھی۔ پانی کی بوتل سے وہ اب چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا اردگرد کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔

سفیدی مائل رنگت والا چہرہ دھوپ کی تمازت سہنے کے بعد اس وقت بھی تپ رہا تھا' اس کے چہرے پر کہیں کہیں بھورے رنگ کے تل نظر آ رہے تھے جو بہت نمایاں تو نہیں تھے مگر کوئی برا تاثر بھی نہیں ڈال رہے تھے۔ البتہ ان بھورے تلوں کی کافی تعداد اس کے ہاتھوں کی پشت پر بہت نمایاں تھی' اپنی زندگی میں اس نے اب تک چند بار ہی سورج مکھی انسان دیکھے تھے جنہیں دیکھ کر اسے بہت عجیب محسوس ہوتا تھا لیکن اس وقت اسے دیکھتے ہوئے کچھ عجیب محسوس نہیں ہو رہا تھا مگر کچھ ایسا تھا جو وہ اس پر سے نظر نہیں ہٹا رہی تھی' اسے دیکھتے ہوئے یکدم ہی دل میں خواہش جاگی تھی کہ کاش وہ بھی صرف 70 پرسنٹ سورج مکھی ہوتی...... یہ سفید اور گولڈن کومبینیشن جیسا کومپلیکشن رکھنے والا انسان اسے کامپلیکس میں مبتلا کرنے لگا تھا۔

وہ اب پانی کی بوتل پر کیپ لگاتے ہوئے پتا نہیں کن سوچوں میں گم تھا' جبکہ وہ خاموشی اور بہت توجہ کے ساتھ اس کے لائٹ گولڈن بالوں میں کہیں کہیں نظر آتے ہلکے براؤن اسٹیپس کو دیکھ رہی تھی اور اس وقت اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کی ابرو اور پلکیں بھی ہلکا سا بھورا پن لئے ہوئے تھیں۔ چہرے کے نقوش بہت چبھتے ہوئے اور باریک تھے وہ گمان بھی نہیں کر سکتی تھی کہ یہ وہی انسان ہو سکتا ہے۔

''رات کی تاریکی میں اور سورج کی روشنی میں بہت فرق ہوتا ہے۔'' اس پر سے نظر ہٹاتے ہوئے وہ دل میں سوچ رہی تھی۔

''آپ واقعی مجھے نہیں پہچان سکی تھیں؟'' بالآخر اتنے لمحے خاموشی کے ساتھ گزار دینے کے بعد وہ اب براہ راست اس سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں میں واقعی نہیں پہچان سکی تھی...... اگر تم برابر سے بھی گزر جاتے تو بھی میں نہیں پہچانتی۔'' سارہ نے جواب دیا تھا جبکہ دوسری جانب وہ اب دوبارہ خاموشی کے ساتھ دوسری سمت دیکھ رہا تھا شاید وہ کم بولتا یا پھر خاموش رہنا زیادہ پسند کرتا تھا' اس کے پھر خاموش ہو جانے پر وہ کچھ بیزاری کے ساتھ سوچنے لگی تھی۔

''تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟'' خاموشی سے گھبرا کر سارہ نے خود ہی اسے مخاطب کیا تھا۔

''میں بتا چکا تھا آپ کو' میں یہ خود نہیں جانتا۔'' اس کی جانب دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''میں نے کافی دیر تک کالج کے باہر تمہارا انتظار کیا تھا' پھر مجھے لگا کہ تم نہیں آؤ گے۔'' ایک بار پھر بڑھتی خاموشی سے گھبرا کر وہ بول اٹھی تھی۔

''ہاں میں بہت دیر سے یہاں پہنچا تھا' دراصل کوئی ٹیکسی نہیں مل رہی تھی۔'' اس کے بتانے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

''تم ٹیکسی میں یہاں آئے ہو؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''ہاں کیونکہ یہ جگہ میرے گھر سے بہت فاصلے پر ہے اور میں نے پہلے کبھی یہ علاقہ بھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی آپ کا کالج...... میں آج یہاں پہلی بار آیا ہوں۔'' وہ سادگی کے ساتھ بتا رہا تھا۔

''تم شاید اس شہر کے پہلے لڑکے ہو گے جس نے ہمارا گرلز کالج نہیں دیکھا ہے۔'' وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

''لگتا ہے تم کسی کو بھی بتائے بغیر یہاں آئے ہو؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''اگر میں کسی کو یہاں آنے کے بارے میں بتاتا تو کوئی مجھے یہاں آنے نہیں دیتا' بھابی تو بھائی سے یہ تک نہیں چھپا سکتی ہیں کہ میں تنہا کہیں

باہر گیا ہوں، ابھی بھی انہیں یہی پتا ہے کہ میں اپنے چچا کے گھر میں ہوں۔'' وہ بتا رہا تھا۔

''تم گھر سے تنہا باہر نہیں نکلتے ہو؟'' وہ حیرت اور بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

''ہاں میں تنہا باہر نہیں نکل سکتا، اجازت نہیں ہے تنہا کہیں جانے کی۔'' وہ بولا تھا۔

''تم پڑھنے کیلئے بھی گھر سے تنہا نہیں نکلتے ہو کیا؟'' وہ ابھی تک ورطہ حیرت میں تھی۔

''میں پرائیویٹ پڑھ رہا ہوں...... بھائی مجھے کالج کیلئے بھی گھر سے باہر نہیں بھیج سکتے تھے۔''

''مگر کیوں تم......؟'' حیرت سے بولتے ہوئے وہ یکدم ہی رُک کر بغور اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا تم گھر میں ہی رہتے ہو...... بالکل باہر نہیں نکلتے؟'' فوراً ہی بات بدلتے ہوئے وہ دوسرا سوال کر گئی تھی۔

''نہیں ایسا بھی نہیں ہے، میں گھر سے باہر بھی وقت گزارتا ہوں مگر جب بھی باہر جاتا ہوں تنہا نہیں ہوتا، میرے بھائی یا کزنز میرے ساتھ ہوتے ہیں۔'' وہ بولا تھا۔

''تو پھر آج تنہا کیوں آ گئے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''اگر تنہا نہیں آتا تو سب کو پتا چل جاتا کہ میں یہاں آیا ہوں اور یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''ایسا ہے تو تمہیں ضرورت ہی کیا تھی سب سے چھپ کر یہاں آنے کی۔'' وہ کچھ حیرت سے بولی تھی۔ جواباً وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''ویسے کسی کو پتا ہو یا نہ ہو تمہارے بھائی کو پتا چل گیا تو انہوں نے تو مجھے ہی بُرا کہنا ہے۔'' وہ ناگوار لہجے میں اسے جتا رہی تھی۔

''نہیں ایسا نہیں ہوگا۔'' اس کے کہنے پر وہ سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

''آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتی ہیں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''ساری دنیا جانتی ہے کیوں نہیں آتی...... تم کون سی دنیا میں رہتے ہو؟'' اس کے طنزیہ انداز پر وہ خاموش ہی رہا تھا۔

''گھر میں رہ کر تم گھبراتے نہیں ہو، کیا تمہارے دوست بھی نہیں ہیں؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''نہیں میں ہر وقت گھر میں بند تو نہیں رہتا، میں نے بتایا ناں کہ میں اپنے بھائی اور کزنز کے ساتھ باہر جاتا رہتا ہوں، دراصل میرے سارے چچا، تایا کی فیملیز ہمارے ساتھ ہی ہیں، بس پورشنز علیحدہ ہیں، میرے گھر میں اپنے بھائیوں اور کزنز کی موجودگی میں کسی اور دوست کی زیادہ ضرورت بھی نہیں تھی، اسکول فرینڈز تھے مگر اب نہ انہیں میری خبر ہے نہ مجھے اُن کا کچھ پتا ہے۔'' وہ مدھم آواز میں بولا تھا۔

''مگر آپ نے ٹھیک کہا، کبھی کبھی میں واقعی اس طرح گھبرا جاتا ہوں کیونکہ میں آزادی کے ساتھ اپنی مرضی سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا، اکثر میں سب سے چھپ کر گھر سے تنہا نکل بھی جاتا ہوں تو یہ احساس بھی ساتھ رہتا ہے کہ بھائی ناراض ہوں گے۔''

''ہاں مجھے پتا ہے تمہیں ان کا ڈر ہی ہوتا ہوگا، وہ ہیں بھی کوئی ڈریکولا ٹائپ چیز۔'' اس کے فوراً ہی ناگواری سے کہنے پر وہ حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے...... تم بھی بتائے بغیر آئے ہو اور گھر پر میری امی بھی میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔'' ریسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''ابھی تو میں نے ٹھیک طرح آپ سے باتیں بھی نہیں کی تھیں۔'' اس کے ہمراہ سڑک کی سمت جاتے ہوئے وہ کچھ تاسف کے ساتھ بولا تھا۔

''اتنی باتیں تو کر لی ہیں ہم نے۔'' وہ حیرت سے بولی تھی، جواباً وہ خاموش ہی رہا تھا۔

''میں آپ کو آپ کے گھر تک لے جاؤں......؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''نہیں شکریہ، بس دو اسٹاپ آگے ہی تو میرا گھر ہے اور تم واپس ٹیکسی میں جاؤ گے؟'' وہ پوچھ رہی تھی جواباً اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''تو پھر آؤ وہ سامنے ٹیکسی میں بیٹھے بابا جی شاید کسی پسنجر کا ہی انتظار کر رہے ہیں۔'' ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے روکتا وہ آگے بھی بڑھ چکی تھی۔ خاموشی کے ساتھ کھڑا وہ اسے دیکھ رہا تھا جو ڈرائیور سے بحث کرنے کے بعد آخرکار اس کی سمت متوجہ ہوگئی تھی۔

''بڑے دماغ ہیں اس بڈھے کے' سو روپے سے ایک روپیہ کم کرنے پر تیار نہیں ہے۔'' وہ جلے ہوئے انداز میں بتا رہی تھی۔

''آپ کو میرے لئے یہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی یہ کام میں خود بھی کر سکتا تھا۔'' جواباً اس کے کہنے پر سارہ نے قدرے چونک کر اسے دیکھا تھا' اس کے لہجے کی طرح اس کے چہرے پر بھی اسے ہلکی سی ناراضی کے تاثر محسوس ہوئے تھے۔

''دراصل تم یہاں پہلی بار آئے ہو تو اس لئے میں چاہ رہی تھی کہ پہلے تم یہاں سے جاؤ تا کہ مجھے اطمینان رہے ورنہ اور تو کوئی وجہ نہیں تھی' اگر تمہیں برا لگا ہے تو کسی دوسری ٹیکسی کا انتظار کر لو اس میں چلے جانا۔'' سنجیدگی کے ساتھ بولتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''نہیں...... میں اسی ٹیکسی میں چلا جاتا ہوں۔'' بولتے ہوئے اس نے ٹیکسی کا فرنٹ ڈور کھولا تھا۔

''سو روپے مانگ رہا ہے یہ...... بالکل گھر کے دروازے پر اتر کر کرایہ دینا تا کہ بڑے میاں کی روزی بھی حلال ہو جائے۔'' اس کے دبے لہجے میں تاکید کرنے پر وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی میں بیٹھ گیا تھا۔

''بابا جی! منہ مانگا کرایہ لے رہے ہو ذرا جلدی اور حفاظت کے ساتھ گھر تک پہنچانا'' میرے بھائی کو۔'' ڈرائیور کو ہدایت دیتے ہوئے سارہ نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی تھی جبکہ وہ بس اسے دیکھ کر ہی رہ گیا تھا۔

* * *

''اوہ مائی گاڈ! یہ ہم سے کیا ہو گیا۔'' اگلے ہی پل ہاتھ آپس میں جکڑ کے گھٹنوں کے بل بیٹھا وہ دلگیر انداز میں دہائی دے رہا تھا۔

''چھوٹے بھائی اگر تم نے میری شکایت بڑے بھائی سے کی تو قسم سے میں خودکشی کر لوں گا۔'' اس کی ٹانگوں سے لپٹا وہ اب نہ نظر آنے والے آنسو بہا رہا تھا۔

''ڈرامے باز' قطعی کوئی شرم نہ آئی تجھے بڑے بھائی پر مکا تانتے ہوئے۔'' اس کا کالر پکڑ کر اٹھاتے ہوئے وہ غرائی تھی۔

''ارے اب ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ نازل ہو چکے ہیں' ہم تو یہ دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے کہ یہ کون ہماری......'' یکدم ہی رک کر اس نے مومو کو دیکھا تھا جس کا چہرہ بس کھلنے ہی والا تھا۔

''ہمارا مطلب ہے کہ یہ کون ہمارے گھر کی خاتون کے ساتھ اتنی بے تکلفی سے کھڑا ہے۔'' مومو کو گھورتے ہوئے وہ جس طرح بولا تھا اس کی ساری خوش فہمی ہوا ہو گئی تھی۔

''شیث! تم دیکھ رہے ہو اس کے ناٹک...... اس کی یہی حرکتیں ہیں جو صبح صبح وہ مجھے بھی ہزاروں باتیں سنا کر رکھ دیتے ہیں' آج بھی وہ اتنے خراب موڈ میں گئے ہیں' میرا حلق خشک ہو گیا اسے آوازیں دیتے دیتے مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوا' تمہارے جانے کے بعد صرف چند بار ہی فیکٹری گیا ہے۔'' سدرہ اب بہت ناراضی کے ساتھ شاہ رخ کی شکایت اس سے کر رہی تھیں۔

''بھابی! اس وقت لگائی بجھائی کرتے ہوئے آپ دنیا کی انتہائی حسین خاتون لگ رہی ہیں مجھے۔'' وہ جل کر بولا تھا۔

''بتاؤں ابھی تمہیں' اپنی حرکتیں نہیں دیکھتے اور مجھے لگائی بجھائی کا طعنہ دے رہے ہو۔'' سدرہ نے اسے گھورا تھا تبھی مومو بھی وہیں چلی آئی تھی۔

''کوئی بات نہ کرو مجھ سے' کتنا سمجھا کر گیا تھا میں تمہیں مگر پھر بھی تم نے وہی کیا......'' وہ ناراضی کے ساتھ شاہ رخ کو دیکھ رہا تھا۔

''چھوٹے بھائی! یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی' یہ بتاؤ تم اکیلے واپس کیوں آ گئے کسی کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟ بلکہ سب کچھ چھوڑو پہلے یہ بتاؤ کالام کی لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں؟ کاغان کی بچیاں کیسی دِکھتی ہیں؟ جھیل سیف الملوک میں پریاں کب نہانے اترتی ہیں؟'' ایک ہی سانس میں سوال کرتے ہوئے وہ اپنے مطلب پر اتر آیا تھا' جبکہ سدرہ نے بے ساختہ ہنستے ہوئے مومو کو دیکھا تھا جو شاہ رخ پر جھپٹی تھی۔

''اتنے دن بعد بھائی گھر آیا ہے' اس کیلئے قطعی بے چین نہیں ہوا تو...... جس جگہ کی شکل نہ دیکھی کبھی وہاں کی عورتوں کی فکر لگی ہے تجھے' گھٹیا انسان۔'' کھا جانے والے انداز میں اس نے شاہ رخ کی پشت پر ہاتھ برسائے تھے۔

''بس کر دو...... کتنا مارتی ہو تم اسے۔'' شیث نے بمشکل ہی اس کے شکنجے سے شاہ رخ کو نکالا تھا۔

''جانتی بھی ہو کہ نہ تو میں تمہارے ہاتھ روکنے کی غلطی کر سکتا ہوں نہ ہی اپنی نظروں کے سامنے اپنے بھائی کو مار کھاتا ہوا دیکھ سکتا ہوں۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے مومو کو گھر کا تھا۔

”چھوٹے بھائی! تمہاری اس محبت پر سیلوٹ کرنے کو دل چاہ رہا ہے میرا۔“ شاہ رخ کے جلے ہوئے انداز پر وہ مسکرایا تھا۔

”ضرور سیلوٹ کرو لیکن پہلے ذرا جا کر میرا سارا سامان اندر لاؤ' باہر ہی رکھا ہے۔“ وہ بولا تھا۔

”چھوٹے بھائی! مجھے اسی لئے تم سے اتنی محبت ہے کہ میری ہی موجودگی میں تمہیں سارے کام یاد آ جاتے ہیں۔“ شکایتی نظروں سے اسے دیکھتا وہ کچن سے نکل گیا تھا۔

”تم نے انہیں بھی اپنے آنے کے بارے میں نہیں بتایا تھا؟“ جوس کا گلاس اسے دیتے ہوئے سدرہ نے پوچھا تھا۔

”نہیں...... میں تو اچانک ہی صبح صبح آ کر آپ سب کو حیران کرنا چاہتا تھا مگر مجھے اتنی دیر ہوگئی کہ بھائی تو چلے بھی گئے ہیں۔“ وہ بتا رہا تھا۔

”میں انہیں ابھی فون پر تمہارے آنے کی اطلاع دے دیتی ہوں۔“ وہ بولی تھیں۔

”کیا وہ مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہیں؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”اتنے دن لگا کر واپس آئے ہو' تھوڑا سا ناراض تو ہوں گے' کیا کر سکتے ہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

”بیٹا! تم فکر مت کرو ہم بڑے کو سنبھال لیں گے' ڈونٹ ٹیک ٹینشن۔“ ناشتے پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے موموں نے تسلی دی تھی۔

”دھوکا مت دے جانا ممی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”کاہے کی ممی' کس کی ممی...... خبردار جو مجھ پر یہ بھیانک الزام لگایا۔“ موموں نے رُک کر اسے گھورا تھا۔

”آ جاؤ تم پہلے ناشتہ کرو پھر باہر نکلنا۔“ سدرہ نے اسے بلایا تھا۔

”نہیں...... میں بس اب باتھ لے کر سوؤں گا اور پلیز مجھے بھائی کے آنے تک جگایئے گا مت۔“ وہ بولا تھا۔

”بھابی! آپ کا سپوت بیدار ہو چکا ہے اور اب بیڈ ٹی کیلئے بھیانک صدائیں لگا رہا ہے۔“ شیری کو ایک ہاتھ میں سنبھالے شاہ رخ اندر آیا تھا۔

”بھابی! میں اسے جتنا چھوڑ کر گیا تھا یہ تو ابھی تک اُتنا ہی ہے۔“ بچے کو شاہ رخ سے لیتے ہوئے وہ حیرت سے بولا تھا۔

”اسے نیچے اتارو ابھی یونیفارم پہن کر اسکول جائے گا' یہ' وہ بھی دوڑتا ہوا۔“ موموں کلس کر بولی تھی۔

”مجال ہے جو تم کبھی میرے بچے کی عزت کر لو۔“ سدرہ کے گھورنے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی تب ہی کچن میں شان کی آمد ہوئی تھی۔

”چھوٹے بھائی! یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں' آپ کب آئے؟“ خوشگوار حیرت کے ساتھ بولتا وہ اس کے گلے سے جا کر لگ گیا تھا جبکہ سدرہ دہل کر چیخی تھیں۔

”ارے میرے بچے کو دبا دیا شان......“ ان کی آواز پر وہ بدک کر پیچھے ہٹا تھا' شیث کے ہاتھوں میں موجود بچہ بلبلا ہی اٹھا تھا۔

”نہ اس نے گود لیا ہوا ہے تجھے جو لپٹ گیا جا کر۔“ شان کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے موموں نے بچے کو اپنی گود میں لیا تھا۔

”ارے بند کر یہ بھونڈی آوازیں' تجھے بھی موقع چاہیے ہوتا ہے حلق پھاڑنے کا۔“ وہ اب روتے ہوئے شیری کو گھرک رہی تھی۔

کچن سے باہر نکلتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رُکا تھا جبکہ وہ خود بھی بروقت ایک قدم کے فاصلے پر رُک کر ساکت ہوئی تھی' دوسری جانب شیث کے ہمراہ ہی باہر آتے شاہ رخ نے فوراً ہی اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھا جانے والی نظروں سے سارہ کو دیکھا تھا۔

”آنکھیں جھپک لو اور آگے بڑھ جاؤ۔“ وہ سارہ سے ہی مخاطب تھا جبکہ شیث نے اس کا ہاتھ آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے سارہ کی پشت کو دیکھا تھا جو شاہ رخ کی ہدایت پر کچن میں جا رہی تھی۔

”کیا حرکت تھی یہ؟“ وہ اب خشمگیں نظروں سے شاہ رخ کو دیکھ رہا تھا۔

”یہ بہن ہے بھابی کی...... اور ایک بات غور سے سن لو چھوٹے بھائی! تمہارے جگر کا دل آ چکا ہے بھابی کی اس بہن پر......“

”اوہ...... اچھی بات ہے مگر یہ حادثہ کب ہوا؟“ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے مصنوعی حیرت کے ساتھ شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”یہ حادثہ تب ہوا جب میں نے بڑے بھائی کو اس کی فل اسپیڈ میں چلتی ہوئی زبان کے آگے خاموش ہوتے دیکھا تھا اور تم جانتے ہو بڑے بھائی کے دشمنوں سے محبت کرنا میرا فرض ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے فخریہ انداز میں بتا رہا تھا۔

”اور اپنے اس فرض کے بارے میں تم مجھے کیوں باخبر کر رہے ہو؟“ وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

”اس لیئے تا کہ تم میرے اس فرض میں رکاوٹیں نہ کھڑی کر دو‘ شمسو بھائی کی سپورٹ کا بہت فائدہ اٹھاتے ہو تم‘ مگر میں ابھی سے بتا رہا ہوں اس لڑکی پر صبر نہیں کروں گا میں۔“ لڑنے والے انداز میں اسے باور کرواتے ہوئے وہ رُکا تھا۔ گہرا سانس لیتے ہوئے شیث، موموکی طرف متوجہ ہوا تھا جو سامنے کھڑی خونخوار نظروں سے شاہ رخ کو دیکھ رہی تھی۔

”میں ابھی تمہیں آواز دینے ہی لگا تھا‘ اچھا ہوا تم خود آ گئیں‘ آ جاؤ حضرت فارغ کھڑے ہیں‘ کام سے لگو۔“ موموکو تاکید کرتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا تھا جبکہ توقع کے عین مطابق پیچھے سے موموکی دھاڑیں اور شاہ رخ کی تکلیف دہ چنگھاڑیں بلند ہونے لگی تھیں۔

* * *

گھر کی تمام لائٹس آف کرنے سے پہلے اس نے معمول کی طرح پہلے تمام کھڑکی دروازوں کے لاک چیک کیے تھے‘ گھر میں وہ ماں بیٹی تنہا ہوتے تھے اسی لیئے رات کے وقت وہ زیادہ محتاط ہو جاتی تھی‘ مگر اسے کسی قسم کا خوف نہیں تھا اس بلڈنگ کی تمام ہی فیملیز سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے‘ دوسرے یہ علاقہ بھی اب مکمل آباد اور پُر رونق ہو گیا تھا‘ کافی تعداد میں آس پاس فلیٹس کی بلڈنگز اب وسیع رقبے تک پھیل چکی تھیں۔ مطمئن ہونے کے بعد وہ خود بھی سونے کی تیاری کر رہی تھی جب فون کی بیل نے اسے چونکایا تھا۔

”تم...... اس وقت کیوں فون کیا تم نے؟“ حیرت بھری مدھم آواز میں پوچھتے ہوئے وہ وہیں بیٹھ گئی تھی۔

”میں اور کسی وقت فون نہیں کر سکتا تھا اسی لئے مجھے یہی وقت ٹھیک لگا‘ اگر آپ کو اچھا نہیں لگا ہے تو میں فون بند کر دیتا ہوں۔“ وہ بولا تھا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے‘ دراصل مجھے حیرانی ہوئی تھی اس وقت تمہاری آواز سن کر۔“ وہ بولی تھی۔

”میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا اس لئے فون کیا ہے۔“ وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

”مگر تم آج ہی تو مجھ سے ملے تھے‘ اب اور کون سی بات کرنی تھی جو اس وقت کرنا ہے۔“ وہ حیرت سے بولی تھی۔

”مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ آپ کو میرے فون کرنے پر اعتراض ہوگا تو......“

”نہیں‘ مجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“ وہ درمیان میں ہی بولی تھی۔

”اچھا خیر...... تم سناؤ ابھی کیا کر رہے تھے؟“ اس کی خاموشی پر وہ پوچھ رہی تھی۔

”میں سب کے سونے کا انتظار کر رہا تھا۔“

”تا کہ پھر تم مجھے فون کر سکو۔“ اس کی بات مکمل کرتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

”اتفاق سے تم نے میرا فون اٹینڈ کر لیا‘ اس کے بعد اچانک ہی تمہیں یاد آتا ہے کہ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو پھر اچانک ہی تمہیں یاد آتا ہے کہ اس وقت تم فون کر کے مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو‘ اتنے عرصے سے کیا بے ہوش تھے تم؟“ وہ مسکراتی آواز میں بولی تھی۔

”نہیں‘ اس سے پہلے بھی میں آپ سے ملنا اور بات کرنا چاہتا تھا مگر کبھی ہمت نہیں ہوئی‘ مجھے لگتا تھا کہ بڑے بھائی کے ساتھ ساتھ آپ ہم سب کو بھی ناپسند کرتی ہوں گی تو اسی لئے......“

”اب ایسا بھی نہیں ہے‘ تمہارے بھائی نے تو لگتا ہے خوب میرے خلاف سب کو بھڑکا رکھا ہے۔“ وہ کچھ ناگواری سے بولی تھی۔

”نہیں ایسا بالکل نہیں ہے‘ وہ آپ کے خلاف کچھ کیوں کہیں گے‘ وہ بہت اچھے انسان ہیں۔“ وہ فوراً ہی بولا تھا۔

”ظاہر ہے وہ تمہارے بھائی ہیں تمہیں تو اچھے ہی لگیں گے‘ مگر تم یہ مجھے مت بتاؤ۔“ وہ اکتاہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”آپ ہمارے گھر آئیں میں چاہتا ہوں‘ وہ آپ کی بہن کا بھی تو گھر ہے۔“ وہ بولا تھا۔

”یہ مجھے نہیں پتا مگر یہ معلوم ہے کہ وہ گھر اس شخص کا بھی ہے جسے تم اپنا بھائی کہتے ہو۔“

”آپ انہیں اتنا کیوں ناپسند کرتی ہیں؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”دیکھو! تم مجھ سے اس بارے میں بات مت کرو‘ ورنہ میں تم سے کوئی بھی بات نہیں کروں گی۔“ وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

”آپ ناراض مت ہوں‘ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ آپ انہیں اس قدر ناپسند کیوں کرتی ہیں؟“ اس کے لہجے میں کچھ اصرار تھا۔

”بس وہ مجھے آپی کیلئے بالکل پسند نہیں تھے‘ میری بہن کیلئے تو کوئی شاندار قسم کی زندگی گزارنے والا بندہ ہونا چاہیے تھا مگر......“ بولتے ہوئے وہ

خاموش ہوگئی تھی۔

”چلیں اس بارے میں آپ سے میں بعد میں بات کروں گا۔“ وہ بولا تھا۔

”ایک بات بتائیں، آپ نے پہلی بار میرے بھائی کو کب دیکھا تھا؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”اُسی وقت جب تم نے فون کر کے اسے بلایا تھا مگر مجھے کیا پتا تھا کہ وہ اپنے ساتھ پولیس کو بھی لے کر آئے گا، تم جانتے ہو تھپڑوں سے منہ پھاڑ دیا تھا اس نے میرا اور اس طرح میرے پیچھے بھاگا تھا جیسے میں نے ہی......“ یکدم ہی غصیلے انداز میں بولتے ہوئے وہ رُکی تھی۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ اس بارے میں مجھ سے بات مت کرو۔“ وہ بولی تھی جواباً دوسری جانب وہ خاموش ہی رہا تھا۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ گھر جلدی پہنچ گئے تھے، کسی نے پوچھا تو نہیں تھا کہ کہاں غائب تھے؟“ اپنے لفظوں کی سختی کا اسے احساس ہوا تھا اس لئے اب ہلکے پھلکے انداز میں بات کر رہی تھی۔

”ہاں جلدی پہنچ گیا تھا گھر......اور کسی کو پتا نہیں چلا تھا میرے جانے کا اس لئے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔“ وہ بولا تھا۔

”ابھی آپ کیا کر رہی تھیں میرے کال کرنے سے پہلے؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”تم یہ آپ جناب کے بغیر مجھ سے بات نہیں کر سکتے کیا؟“ وہ بولی تھی۔

”کر سکتا ہوں کیوں نہیں کر سکتا، آپ نے یہ بات کہی بھی تو اب ہے۔“

”کیا مطلب......میں ابھی بھی نہ کہتی تو تم اس طرح مجھ سے بات کرتے؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”ہاں......کیونکہ پھر ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کو یہ بُرا لگتا کہ میں آپ کو تم کہہ کر کیوں مخاطب کر رہا ہوں۔“

”ہاں یہ بات بھی ٹھیک کہی تم نے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”آپ سے ایک بات کہوں؟“ اس کے پوچھنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

”ہاں بولو کیا بات کہنی ہے۔“ اس نے کہا تھا۔

”اگر میں آپ کے کالج آجایا کروں تو آپ کو میرا آنا بُرا تو نہیں لگے گا؟“ اس کے سوال پر وہ مزید حیران ہوئی تھی۔

”دیکھو! تمہارا اس طرح میرے کالج آنا مجھے بھی اچھا نہیں لگے گا اور وہاں تو سب کی اتنی نظریں پڑیں گی۔“ اس نے سلیقے سے انکار کیا تھا۔

”میں اس پارک میں ہی آپ سے ملوں گا جہاں آج آپ لے گئی تھیں، وہاں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔“ اس کے فوراً ہی حل نکالنے پر وہ تذبذب میں مبتلا ہوگئی تھی۔

”لیکن پھر بھی تمہارا اس طرح آنا ٹھیک نہیں ہوگا، پہلے ہی تمہارے گھر میں کوئی تمہیں تنہا نہیں باہر جانے دیتا، اس کے بعد بھی تمہارا ایسے چھپ کر آنا غلط ہوگا۔“ وہ بولی تھی کیونکہ اسے واقعی عجیب لگا تھا اسے آنے کی اجازت دینا۔

”وہ سب میرا مسئلہ ہے میں ہینڈل کر سکتا ہوں، آپ صرف اپنی بات کریں، میرا آنا آپ کو بُرا تو نہیں لگے گا؟“ وہ قائل ہونے کو تیار نہیں تھا اس لئے پھر پوچھ رہا تھا۔

”مگر تمہیں اس طرح آنے کی ضرورت ہی کیا ہے، میرا مطلب ہے کہ......“ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کہہ کر رو کے۔

”آپ میرے گھر نہیں آتی ہیں، میں آپ کے گھر نہیں آسکتا، تو پھر میں آپ سے کہاں ملوں؟“ اس کا سوال نظر انداز کئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”وہی تو کہہ رہی ہوں تم مجھ سے ملو ہی کیوں؟“ وہ عاجز آجانے والے انداز میں بولی تھی۔

”آپ اس طرح کیوں کہہ رہی ہیں، میں کسی غلط نیت کے ساتھ تو آپ سے نہیں ملنا چاہتا۔“ وہ کچھ بجھے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

”میرے کہنے کا یہ مطلب بھی نہیں تھا، اچھا ٹھیک ہے تم آجانا مجھے برا نہیں لگے گا۔“ بالآخر اسے یہ کہنا پڑا تھا۔

❀❀❀

کچن کی کھڑکی سے اس نے باہر دیکھا تھا وہاں سب ہی اسے جمع نظر آئے تھے، گراؤنڈ کی باؤنڈری پر اور اس کے ساتھ کرسیاں بچھائے خوشگوار ماحول میں باتوں میں مصروف تھے، گھر کی خواتین بھی وہاں موجود تھیں کچھ وہاں چائے سرو کرتی ہوئی بھی نظر آ رہی تھیں۔ دور سے وہ بھی اسے دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سکتی تھی' اپنے سارے کزنز کے درمیان سب سے آگے سب سے نمایاں...... ہنی مستقل اس کی گود میں چڑھی بیٹھی تھی جبکہ وہاں شمس بھی موجود تھے' یقیناً گھر کے وہ سب ہی لڑکے جوشیث کے ہمراہ ٹرپ پر گئے تھے اس کی تفصیلات سے اپنے بڑوں کو آگاہ کررہے تھے' زوروشور سے گفتگو کی آوازیں اسے یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔

کتنی پُررونق جگہ تھی یہ' سب کے پورشن الگ تھے مگر سب ایک دوسرے کے کتنے قریب تھے' اسے اس گھر میں کچھ پسند آیا ہو یا نہ آیا ہو' یہاں کا نظام اور یہاں بسنے والوں کی ملنساری بہت پسند آئی تھی' ایک دوسرے کے لئے برابر کی محبت واپنائیت یہاں کے ہر مکین کے دل میں تھی' جس کا جہاں دل چاہتا کھانے کے لئے پہنچ جاتا' کوئی روک ٹوک نہیں تھی' سدرہ جب بھی کوئی خاص ڈش بناتیں تو سب ہی پورشنز کا حصہ پہلے سے نکال کر پہنچاتیں' اسی طرح سدرہ کو بھی یہاں ویسی ہی محبت اور عزت دی جاتی تھی' یہاں رہ کر وہ دیکھ چکی تھی' کہیں کوئی اجنبیت اور تکلف کا احساس تک نہیں تھا۔

''سارہ! کچن کا کام تو تقریباً مکمل ہوگیا ہے' اب تم بھی جاکر فریش ہوجاؤ' تھک گئی ہوگی۔'' سدرہ کی آواز پر وہ چونک کر ان کی سمت متوجہ ہوئی تھی' پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کچن سے باہر نکل گئی تھی۔

❀❀❀

کالج کے باہر آکر اس نے اپنی فرینڈز کو خدا حافظ کہا تھا اور پھر پلٹتے ہوئے اس کی نظر دور اسٹاپ تک گئی تھی اور اگلے ہی پل وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی تھی' دوسری جانب اسے اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر مطمئن ہونے کے بعد وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

کل جس جگہ وہ اس کے ساتھ بیٹھا تھا' اسی بینچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر پارک کے گیٹ کی سمت دیکھا تھا' جہاں سے وہ اس کی تقلید میں ہی آرہی تھی۔

''رات کو جب میں نے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی تھی' تو مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ تم آج ہی یہاں آجاؤ گے' ابھی کل ہی تو تم مجھ سے ملے تھے۔'' بینچ کے دوسرے کنارے پر بیٹھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''آج تم مجھ سے پانی کے لئے نہیں پوچھو گی......؟'' اس کی بات نظر انداز کئے وہ بولا تھا۔

''نہیں پوچھوں گی' بلکہ دوں گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی اور پانی کی بوتل نکال کر اس کی سمت بڑھادی تھی۔

''تمہارا اس طرح آنا اگر سب کی نظروں میں آگیا تو کیا کرو گے تم......؟'' وہ پوچھ رہی تھی جواباً وہ بس خاموشی سے پانی کے گھونٹ بھرتے ہوئے سامنے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''اتنی کڑی دھوپ میں تم اپنے گھر سے یہاں تک آتے رہے تو خرچ ہوجاؤ گے' اتنی دور ہے تمہارا گھر کچھ اندازہ ہے۔'' وہ اسے یاد دلا رہی تھی جواباً وہ اس بار بھی خاموش رہا تھا دوسری جانب وہ کچھ جھلا سی گئی تھی۔

''کیا تم کل بھی یہاں آؤ گے......؟'' اس کے پوچھنے پر اس بار وہ اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

''تمہیں یہ کیسے پتا چلا......؟'' بہت سنجیدہ انداز میں اس کے جواباً سوال کرنے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''میں کبھی اس طرح اپنے گھر سے اتنی دور تنہا نکل کر کسی لڑکی سے ملنے نہیں گیا' میں یہاں تک کیسے آگیا مجھے پتا ہی نہیں چلا' اور آگے بھی روز کس طرح آجاؤں گا یہ بھی مجھے نہیں پتا چلے گا۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تم کیا بول رہے ہو......؟'' بولتے ہوئے وہ ہنسی بھی تھی' جبکہ وہ اسی طرح سنجیدگی سے اس کے سفید چادر میں قید چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''تمہاری اسٹڈیز کیسی جارہی ہیں......؟ پڑھتے بھی ہو یا گھر میں بس آرام ہی کرتے ہو......؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''بالکل پڑھتا ہوں' اور اگلے سال تو میں یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے رہا ہوں' اس لئے ابھی سے بھائی کو کنوینس کرنا شروع کرچکا ہوں۔'' وہ بولا تھا۔

''مان جائیں گے وہ......؟'' وہ بولی تھی۔

''ہاں...... میرا خیال ہے وہ انکار نہیں کریں گے' مان جائیں گے کیونکہ وہاں میرے ساتھ میرے دوسرے کزنز بھی ہوں گے۔'' وہ بولا۔

''کل تم نے کہا تھا کہ تم نے اپنی بہن کے لئے ایسے انسان کو سوچا تھا' جو بہت شاندار زندگی گزارتا ہو۔'' وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔

“لیکن تمہیں یہ اندازہ تو ہوگا کہ میرے بھائی نے بھابی کو کسی چیز کے لئے کبھی کوئی تکلیف نہیں دی ہے چند سال پہلے تک وہ اسٹرگل کررہے تھے لیکن جب انہوں نے تمہاری بہن سے شادی کی تھی تو ان کے پاس سب کچھ تھا وہ بہت شاندار نہ سہی مگر ایک کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔” وہ بولا۔

“اگر ایسا ہے بھی تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اور پھر یہ سب تم مجھے کیوں بتارہے ہو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے ان کی کامیابی یا ناکامی سے۔” وہ سر جھٹک کر بولی تھی۔

“تم تو ان کے بارے میں کوئی بات بھی نہیں سننا چاہتی ہو۔” وہ بولے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

“دیکھو اگر میں یہاں بیٹھ کر تم سے بات کررہی ہوں تو اس لئے نہیں کہ تم میری بہن کے شوہر کے بھائی ہو لیکن اگر میں یہاں سے اٹھ کر چلی گئی تو یہ اس لئے ضرور ہوگا کہ تم اس شخص کے بھائی ہو سمجھے۔” وہ ناگوار لہجے میں اسے جتارہی تھی۔

“میں اب ان کے بارے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔” اس کے چہرے کے بگڑے تاثرات دیکھتے ہوئے وہ مصالحانہ لہجے میں بولا تھا۔

“اور یہ تم بہت اچھا ہی کروگے۔” وہ نخوت کے ساتھ بولی تھی۔

❋❋❋

“شیث......” اسے پکارتے ہوئے وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی سمت آئی تھیں جو ریلنگ پر ہاتھ رکھے رک کر ان کی طرف پلٹا تھا۔

“کہاں گئے تھے تم......؟ دو گھنٹوں سے تمہارا انتظار کررہی ہوں میں۔” وہ پریشان انداز میں پوچھ رہی تھی۔

“میں کہیں نہیں گیا تھا‘ یہیں تھا‘ عاطف کے پاس۔” اس نے اپنے کزن کا نام لیا تھا۔

“عاطف صبح سے کسی کام کی وجہ سے گھر سے گیا ہوا ہے‘ میں چچی کی طرف گئی تھی انہوں نے مجھے یہ بتایا ہے۔” وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھیں جس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔

“تو آپ مجھے چیک کرنے کے لئے وہاں چلی گئی تھیں۔” وہ بے حد سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔

“نہیں‘ میں تو ویسے ہی ان کی طرف چلی گئی تھی‘ مگر تم مجھے بتاؤ کہ تم کہاں سے آرہے ہو اس وقت‘ تم جانتے ہو میں کس قدر پریشان ہورہی تھی‘ شمس کو فون پر یہ اطلاع دینے کی بھی ہمت نہیں ہوئی ورنہ وہ تو مجھ پر ہی برہم ہوتے۔” وہ بولی تھیں۔

“بھابی! میں کوئی چھوٹا سا بچہ نہیں ہوں‘ جو آپ میرے لئے پریشان ہوگئی تھیں‘ کیا میں اپنی مرضی سے کہیں جا بھی نہیں سکتا ہوں”۔ وہ بگڑے تاثرات کے ساتھ بولا تھا۔

“شیث! تم جانتے ہو اپنے بھائی کو تمہارے لئے وہ کتنے حساس ہیں۔” وہ ڈپٹنے والے انداز میں بولی تھیں‘ جبکہ دوسری جانب وہ اسی بگڑے انداز میں جانے کے لئے پلٹ گیا تھا۔

“شیث! تم کہاں گئے تھے یہ مجھے بتا کر جاؤ۔” ان کی آواز پر وہ ایک بار پھر رک کر ان کی طرف پلٹا تھا۔

“میں ایسے ہی بس باہر گیا تھا۔” وہ بولا تھا۔

“دو گھنٹوں کے لئے ایسے ہی باہر نہیں نکلا جاتا اور یہ آج پہلی بار نہیں ہوا ہے‘ ایک ہفتے سے تمہارا یہی معمول بن چکا ہے‘ روز دوپہر میں تم غائب ہوجاتے ہو تمہارے ہی کہنے پر اب تک تو میں بھی یہی سمجھتی رہی تھی کہ تم عاطف کی وجہ سے چچی کی طرف ہوتے ہو مگر آج وہ بتارہی تھیں کہ تم ایک ہفتے سے ان کی طرف نہیں گئے ہو۔”

“جب آپ سب کچھ پتا کرچکی ہیں تو پھر اب مجھ سے کیا پوچھ رہی ہیں‘ کسی دن میرا دم گھٹ جائے گا اس گھر میں۔” یکدم ہی ان کی بات کاٹ کر وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا اور اگلے ہی پل جارحانہ انداز میں سیڑھیاں طے کرتا اوپر چلا گیا تھا دوسری جانب وہ جو دنگ کھڑی تھی تیز قدموں کے ساتھ اس کے پیچھے ہی اوپر گئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوکر وہ مزید دہل کر اس کے قریب آئی تھیں جو بیڈ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔

“شیث! اس میں رونے والی کیا بات ہے‘ میں نے کیا کہا ہے تم سے جو......” بے طرح پریشان ہوکر انہوں نے اس کے ہاتھوں کو اس کی آنکھوں سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔

”اچھا میں اب تم سے کچھ نہیں پوچھ رہی ہوں‘ مگر تم اس طرح یہ رونا بند کرو۔“ اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ نرم لہجے میں بولی تھیں۔

”دیکھو ذرا‘ دھوپ میں تم نے اپنا کیا حشر کرلیا ہے‘ پتا بھی ہے کہ اتنی تیز دھوپ تم برداشت نہیں کر سکتے‘ آنکھیں دیکھو کتنی سرخ ہوگئی ہیں اوپر سے رو رو کر اور سوجالی ہیں‘ تمہارے بھائی نے ایک نظر میں ہی جان لینا ہے کہ تم روئے تھے اور پھر پتا ہے نہ وہ کتنے سوال شروع کر دیں گے‘ کیا جواب دو گے۔“ اس کا بھیگا چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ بول رہی تھیں۔

”چلو اب اٹھو اور جا کر چہرہ ٹھیک کرو‘ ذرا ذرا سی بات پر تم لڑکیوں کی طرح آنسو بہانا شروع کر دیتے ہو۔“ اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

❋❋❋

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے کچھ چونک کر بیڈ کی سمت دیکھا تھا اور پھر حیران ہوتی ہوئی اس سیاہ بیگ کی سمت آ گئی تھی‘ جس پر ایک سفید کاغذ رکھا تھا‘ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے کاغذ اٹھا کر اس پر موجود تحریر کو پڑھا تھا۔

”میں نہیں جانتا تھا کہ اس سرزمین پر بھی جنت کا کچھ حصہ موجود ہے‘ مگر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو یقین کرنا پڑا۔

ہر اس منظر نے جس نے میرے دل کو میری آنکھوں کو اپنے طلسم میں جکڑا‘ وہاں مجھے تم بہت یاد آئیں کیونکہ ایسی کیفیت میں تمہارے سامنے ہی محسوس کرتا ہوں‘ ہر وہ جگہ جہاں مجھے یہ محسوس ہوتا رہا کہ تم میرے بہت قریب ہو‘ یادگار کے طور پر میں نے کچھ نہ کچھ وہاں سے تمہارے لئے بطور تحفہ لیا ہے‘ اب یہ جاننے کے لئے کون سی چیز کس جگہ سے لی ہے‘ اس کے لئے تو تمہیں مجھ سے بات کرنی پڑے گی‘ ہے ناں......؟ تو اب میں کئی دنوں سے مستقل ایک ہی کیا جانے والا سوال کہ تم کب تک مجھ سے بات نہیں کرو گی......؟ کو بدل کر یہ سوال پوچھوں گا کہ تم اب کب مجھ سے بات کرو گی......؟“ کاغذ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔

❋❋❋

”اگر کچھ دیر تک اور تم فون نہ کرتے تو میں سو چکی ہوتی۔“ صوفے پر پیر چڑھا کر آرام سے بیٹھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”دراصل آج میرے سارے کزنز اور بڑے ہمارے گھر میں جمع تھے‘ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سب گئے ہیں اور آج تو سب نے مل کر بھائی اور بھابی کا خوب ریکارڈ لگایا ہے‘ اس کی وجہ میں تمہیں بتاؤں گا تو تم بھی حیران رہ جاؤ گی‘ تمہیں پتا ہے آج بھابی کا رشتہ آیا تھا۔“ اس کے تفصیل سے بتانے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”کیا کہہ رہے ہو تم......؟“ اس نے حیرانی سے پوچھا۔

”میں سچ کہہ رہا ہوں‘ ہوا یہ کہ ہمارے گھر کے بالکل سامنے والی بلڈنگ کے ٹاپ فلور پر ایک فیملی کچھ دن پہلے آئی ہے‘ اس گھر کے ٹیرس سے ہمارا پورشن بالکل سامنے پڑتا ہے‘ میں نے اکثر نوٹ کیا تھا کہ اس گھر کے ٹیرس پر ایک خاتون کھڑی ہمارے پورشن کی طرف ہی دیکھتی رہتی ہیں‘ اکثر بھابی میری ساری کزنز کے ساتھ مل کر پورے گھر کی مین گیٹ تک دھلائی وغیرہ کرتی رہتی ہیں‘ دو دن پہلے بھی اس کام میں مصروف تھیں‘ میں نے بھی ان کے ساتھ مل کر باہر کا گیٹ دھلوایا تھا‘ گیٹ کی دھلائی کرنے کے بعد بھابی تو اندر چلی گئیں میں باہر جمع ہو جانے والا پانی صاف کرنے لگا‘ تب ہی وہی سامنے ٹاپ فلور والی خاتون ایک لڑکی کے ساتھ میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں وہ جو لڑکی اندر گئی ہے تمہاری بہن ہے......؟ ان کے سوال پر میں نے حیران ہو کر اندر دیکھا جہاں میری تین چار کزنز موجود تھیں‘ میں نے ان سے پوچھا آپ کس کا پوچھ رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ جو ابھی دو چوٹیاں باندھے گیٹ دھو رہی تھی۔“

”ہاں آپی کی عادت شروع سے ہے جب بھی آئلنگ کرتی ہیں بالوں کی دو چوٹیاں باندھ کر رکھتی ہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے درمیان میں بولی تھی۔

”پھر تم نے کیا کہا ان سے......؟“ وہ تجسس کے ساتھ بولی تھی۔

”میں نے کہہ دیا کہ ہاں وہ میری بہن ہیں۔“

”تم نے یہ کیوں کہہ دیا......؟“ وہ بولی تھی۔

”اب مجھے کیا پتا تھا کہ وہ کس نیت سے پوچھ رہی ہیں، میں تو پہلے ہی ان کے سامنے شرمندہ ہو رہا تھا، ایک تو بھابی نے جھاڑو وائپر پکڑا کر مجھے باہر دھکیل دیا کہ سارا پانی ہٹاؤ اوپر سے وہ خاتون آ گئیں، جان چھڑانے کے لئے میں نے یہ کہہ دیا تھا۔“ وہ بتا رہا تھا۔

”آج شام وہی خاتون مزید دو تین خواتین کو ساتھ لئے اور فروٹ کے بڑے بڑے شاپرز اٹھائے ہمارے گھر آ گئیں اور آتے ہی ان کا ٹکراؤ میرے بڑے بھائی سے ہو گیا، بھائی سے وہ اپنا تعارف کروانے لگیں کہ ہم آپ کے سامنے والے گھر میں رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ، بھائی نے مجھ سے کہا کہ ان خواتین کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں انہیں لے کر ڈرائنگ روم میں گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ گھر کے کسی بڑے کو بلاؤ اور فروٹس کے شاپرز میرے حوالے کر دیئے۔ میں یہ بات بھائی سے کہنے نکلا تو بھابی پہلے ہی مہمانوں کا سن کر ڈرائنگ روم کی طرف آ رہی تھیں، میں مطمئن ہو کر کچن کی طرف چلا گیا اور اس طرح آموں پر ٹوٹ پڑا جیسے زندگی میں پہلی بار آم دیکھے ہیں، اور میرے دونوں بھائی دوسرے شاپر کے فروٹس پر ہاتھ صاف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہوش تو تب آیا جب بھابی روتے ہوئے کچن میں آ ئی تھیں۔ میں حیران پریشان ان سے پوچھ رہا تھا۔ مگر رونے کی وجہ تو وہ کچھ بتائیں نہ بس روتی ہی جائیں۔ میں فوراً ہی کچن سے نکلا تو ڈرائنگ روم سے بھائی کی بلند آواز آ رہی تھی جوان مہمان خواتین سے بہت غصے میں یہ کہہ رہے تھے کہ وہ میری بیوی ہے میری بچی کی ماں ہے آپ کس طرح میرے ہی سامنے اس کے رشتے کی بات کر رہی ہیں، تصدیق تو کرنی چاہیئے اس طرح منہ اٹھا کر آیا جاتا ہے، وہ خوب ان خواتین کو شرمندہ کر رہے تھے، جبکہ اندر وہ خاتون شرمندگی کے ساتھ بول رہی تھیں کہ یہ جو لڑکا ہمیں یہاں بٹھا کر گیا ہے، ہم نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے ہی بتایا تھا کہ وہ میری بہن ہے، بس ان خاتون کا یہ بتانا تھا بھائی نے جس طرح دھاڑ کر مجھے آواز دی تھی، یقین کرو سر پر پیر رکھ کر میں وہاں سے بھاگا تھا۔“ اس کے بتانے پر وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی تھی۔

”بعد میں یہ بھی ہوا کہ جب وہ خواتین شرمندہ ہو کر بھائی سے معذرت کرتے ہوئے واپس جا رہی تھیں تو بھائی نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے فروٹس بھی واپس لے کر جائیں“ اور جب وہ فروٹس لینے کچن میں آئے تو میرے دونوں بھائی لگے پڑے تھے فروٹ کا نام ونشان مٹانے پر۔ بھائی تو پہلے ہی غصے میں تھے، بھائیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر ان کا پارہ مزید ہائی ہو گیا تھا، ان کے ہی جوتے چپل اتروا کر بھائی نے دونوں کو وہیں پیٹا تھا۔“ وہ ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔

”تو پھر کیا ہوا، فروٹس کیسے واپس کیے ان خواتین کو......؟“ وہ ہنسی روکتے ہوئے بولی تھی۔

”کہاں سے واپس کرتے، میرے بھائی تو گھر میں بھی کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں چھوڑتے اور وہ تو مفت کا مال ہاتھ لگ گیا تھا، انہیں تو یہ بھی پرواہ نہیں تھی کہ بھائی وہیں موجود رہی ہیں، وہ تو شکر ہوا کہ بھائی کو اتنا غصے میں دیکھ کر وہ خواتین سب کچھ بھلائے تیر کی طرح ہمارے گھر سے چلی گئی تھیں، عزت رہ گئی ورنہ فروٹس واپس مانگ لیتیں تو میرے بھائیوں کو بڑے بھائی نے الٹا لٹکا کر مارنا تھا، اور میں نے تو چند منٹوں میں ہی اتنے سارے آم ہڑپ کر لئے تھے کہ۔“

”تمہیں مار نہیں پڑی، تم کہاں بھاگ گئے تھے......؟“ وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

”میں تو بر وقت ہی سیدھا بھاگ کر تایا ابو کے پورشن میں گیا تھا اس لئے بچت ہو گئی، جس کو پتا چلتا گیا سب ہمارے گھر میں آتے گئے۔ بھائی کے غصے کو اور ہوا دینے کے لئے، بھابی تو مستقل روئے ہی جا رہی تھیں۔ بھائی کے سامنے ہی نہیں آ رہی تھیں، حالانکہ بھائی نے انہیں تو کچھ کہا بھی نہیں تھا، ابھی بھی وہ بھائی کے سونے کے بعد ہی کمرے میں گئی ہیں مگر انہوں نے مجھے دو تھپڑ ضرور لگائے کہ ان کے شوہر کے سامنے میں نے انہیں شرمندہ کر کے رکھ دیا ہے۔“

”بہت اچھا ہوا بلکہ اور مار پڑنی چاہئے تھی سارے فساد کی جڑ تم ہی تھے۔“ وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

”اب تم کہیں بھابی سے اس بارے میں نہ پوچھ لینا۔ ورنہ وہ تو یہی پوچھیں گی کہ تمہیں یہ سب کس نے بتایا۔“ وہ تاکید کر رہا تھا۔

”اگر تم مجھ سے بات کرتے ہو تو یہ کوئی چھپانے والی بات نہیں ہے، مگر میں خود بھی انہیں یہ نہیں بتا سکتی ہوں کہ میری تم سے بات ہوئی ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”کیوں......تم کیوں نہیں بتا سکتیں یہ انہیں......؟“ وہ بولا تھا۔

”دراصل وہ......“ وہ کچھ کہتے کہتے رکی تھی۔

”میں بعد میں تمہیں بتادوں گی۔“

”نہیں مجھے ابھی بتاؤ۔“ وہ بولا تھا۔

”دیکھو! میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی' دراصل میں نے آپی سے تمہارے بارے میں کچھ غلط باتیں کردی تھیں جو کہ تمہارے بھائی نے بھی سن لی تھیں' حالانکہ بعد میں مجھے بہت ندامت بھی ہوئی تھی۔ اس لئے آپی سے معذرت کرنے کے لئے ہی میں نے اس رات فون کیا تھا' جو تم نے اٹینڈ کرلیا تھا۔“ وہ کچھ شرمندہ لہجے میں مگر صاف گوئی سے بولی تھی۔

”کیا غلط باتیں کی تھیں تم نے......؟“ اس کے سنجیدہ لہجے میں پوچھے جانے والے سوال پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

”بتاؤ مجھے۔“ اس کی خاموشی پر وہ مزید بولا تھا۔

”میں نے غصے میں کہہ دیا تھا وہ سب...... میں دوبارہ وہ سب نہیں دہرا سکتی' پتا نہیں میں نے کیسے وہ سب......“ ندامت کے ساتھ بولتے ہوئے وہ بات مکمل نہیں کرسکی تھی' دوسری جانب چند لمحوں کے لئے وہ بالکل خاموش ہوگیا تھا مگر پھر بولا تھا۔

”مجھے کچھ اندازہ تو ہے' اس دن بھائی بہت خراب موڈ میں تمہارے گھر سے واپس آئے تھے اور بھابی کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ روتی رہی ہیں' اور پھر بھائی کی آواز کمرے سے باہر تک آرہی تھی اس لئے مجھے کچھ اندازہ ہوگیا تھا کہ مجھ سے ہی تعلق رکھنے والی کسی بات کو لے کر وہ غصے میں ہیں۔“ وہ سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔

”وہ آپی پر غصہ کررہے ہوں گے' غلط بات تو میں نے کی تھی' جو کہنا تھا برا بھلا مجھے کہتے مگر میری بہن پر اپنا غصہ کیوں نکال رہے تھے۔“ یکدم ہی ساری شرمندگی بھول کر وہ بگڑے انداز میں بولی تھی۔

”تم میرے بھائی کی طرف سے اپنا دل صاف نہیں کرسکتیں......؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”ہاں نہیں کرسکتی' وہ اس قابل تو ہوں پہلے۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”اب بند کرو فون' اگر تم بھی مجھے اپنے خلاف کہی گئی ان غلط باتوں کے لئے معاف نہیں کرسکتے تو ٹھیک ہے اپنے بھائی کی طرح تم بھی مجھ سے منہ پھیر کر ہی رکھو۔“

”میں نے تو تم سے کوئی شکایت نہیں کی ہے' پھر تم مجھ سے ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔“ وہ مدھم لہجے میں شکایت کررہا تھا۔

”تم نے جو بھی کہا غلط تو نہیں کہا تھا' وہ سب سچ ہی تو تھا جو تم نے کہا......“ بولتے ہوئے وہ یکدم ہی رکا تھا۔

”سارہ! تم رو کیوں رہی ہو۔“ وہ دنگ رہ گیا تھا۔

”تم رُومت' میں نے اس لئے تو تم سے یہ نہیں پوچھا تھا' پلیز تم رونا بند کرو اور بات کرو مجھ سے۔“ اس کی سسکیوں پر وہ حد درجے پریشان ہوا تھا۔

”میں جانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے تم مجھے معاف کردو۔ مجھے اس طرح تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے تھا۔“ وہ سسکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔

”آپی نے اپنے شوہر کے سامنے پہلے بھی مجھے کوئی اہمیت نہیں دی تھی اور آج بھی وہ ان کے لئے مجھ سے منہ موڑ کر بیٹھ گئی ہیں' امی بھی آئے دن مجھے ہی برا کہتی رہتیں ہیں کہ میری وجہ سے ان کا داماد ان کے گھر آنے سے کتراتا ہے۔“ وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

”ایسا نہیں ہے سارہ! تم ان کی بہن ہو۔ بھابی تم سے ناراض نہیں ہوسکتیں۔ وہ تم سے بہت محبت کرتی ہیں' کچھ دن میں ان کی ناراضی بھی خود بخود ختم ہوجائے گی' ابھی میں نے تمہیں اتنا ہنسایا ہے اس لئے نہیں کہ تم رو کر حساب برابر کردو۔“ وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تھا۔

”اچھا اب فون بند کرو' مجھے نیند آرہی ہے۔“ وہ بھیگی آواز میں بولی تھی۔

”ٹھیک ہے میں فون بند کردیتا ہوں' مگر تم پہلے مجھ سے وعدہ کرو کہ سوجاؤ گی روؤ گی بالکل نہیں۔“ وہ بولا تھا۔

”اچھا وعدہ' نہیں روؤں گی' خدا حافظ کہہ دو۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی جواباً دوسری جانب اس نے واقعی خدا حافظ کہہ دیا تھا۔

⁂

’’میرا گھر سے نکلنا اب سب کی نظروں میں آتا جا رہا ہے‘ مجھے فکر ہے کہ بھائی کو اس چیز کی بھنک بھی پڑ گئی تو مجھے سامنے بٹھا کر وہ سوال پر سوال شروع کر دیں گے......‘‘ وہ کچھ فکر مند انداز میں اس سے مخاطب تھا۔

’’اس لیے میں تمہیں کہتی رہی تھی کہ ضرورت ہی کیا ہے تمہیں روز یہاں آنے کی‘ ظاہر ہے ایک نہ ایک دن تو سب کی نظروں میں یہ آنا ہی تھا۔‘‘ وہ بولی تھی۔

’’آج میرا اپائمنٹ لے رکھا ہے بھائی نے ڈاکٹر سے۔ ہاسپٹل جاؤں گا‘ تو ڈاکٹر سے کہوں گا کہ مجھے جم جوائن کرنے کی اجازت دیں‘ اس طرح مجھے گھومنے نکلنے کے لیے کسی بہانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔‘‘

’’تم ڈاکٹر کے پاس کیوں جاؤ گے‘ طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا تمہاری......؟‘‘ وہ پوچھ رہی تھی۔

’’نہیں میں ٹھیک ہوں‘ لیکن ہر دو ہفتے کے بعد مجھے چیک اپ کے لیے اپنے ڈاکٹر سے ملنا ہوتا ہے۔‘‘ وہ بولا تھا۔

’’مگر کیسا چیک اپ......؟‘‘ وہ حیرت سے بولی تھی۔

’’فزیکل چیک اپ‘ میرا ٹریٹمنٹ ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔‘‘ اس کے مدھم لہجے پر سارہ نے کچھ چونک کر بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا‘ مگر وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔

’’میں شاید تین چار دن تک یہاں نہیں آسکوں گا‘ اگر آج مجھے جم جوائن کرنے کی اجازت مل گئی تو اس کے بعد ہی میں آؤں گا۔‘‘ قریب رکھے سارہ کے جرنل پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ نظر جھکائے بتا رہا تھا۔

’’ڈاکٹر سے تو اجازت شاید مل جائے مگر کیا تمہارے بھائی اس کی اجازت دے دیں گے......؟‘‘ وہ پوچھ رہی تھی۔

’’ہاں وہ مجھے اس کے لیے اجازت دے دیں گے‘ وہ تو بہت پہلے ہی مجھے جم بھیج دیتے‘ مکمل فٹ دیکھنا چاہتے ہیں مجھے‘ مگر ڈاکٹر نے روک رکھا تھا ابھی کچھ عرصے کے لیے‘ ویسے بھی وہاں میرے اور کزنز بھی ہیں‘ تو بھائی کو بالکل اعتراض نہیں ہوگا۔‘‘

’’جم کی ٹائمنگ میں تم یہاں آؤ گے‘ تو تمہارے کزنز کو پتا چل جائے گا۔‘‘ وہ خدشہ ظاہر کر رہی تھی۔

’’ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے‘ ویسے بھی میں ایک گھنٹہ پہلے جم سے نکلوں گا‘ اور یہاں سے جب گھر پہنچوں گا تو جم کا ٹائم بھی پورا ہو چکا ہوگا۔‘‘ وہ ساری پلاننگ کر کے بیٹھا تھا۔

’’کیوں خود کو اتنی مشکل میں ڈال رہے ہو‘ فون پر ہماری بات ہو تو جاتی ہے کافی ہے۔‘‘ وہ ایک بار پھر ڈھکے چھپے انداز میں اسے سمجھانا چاہ رہی تھی۔

’’نہیں ہے یہ کافی‘ اور تم سے مشورہ کس نے مانگا ہے۔‘‘ اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

’’فون پر میں صرف تمہاری آواز سن سکتا ہوں‘ تمہارا چہرہ تو نہیں دیکھ سکتا۔‘‘ یکدم ہی رک کر اس نے اپنی نظریں سارہ سے چرائی تھیں‘ جبکہ وہ کچھ حیرت کے ساتھ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتی رہ گئی تھی‘ مگر خاموش ہی رہی تھی۔

❁❁❁

ہنی کو گود میں بٹھاتے ہوئے اس نے حیرت سے شان کو دیکھا تھا‘ جو بڑی عجلت میں اس کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا تھا اور اب ہنستے ہوئے شاہ رخ کو دیکھ رہا تھا‘ جو اسے ہی کھا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا ٹیبل کے دوسری جانب جا رہا تھا۔

’’رعنا نے ڈیوٹی لگائی ہے میری......اب کیا کروں۔‘‘ شان نے اس سے کہا تھا۔

’’سر توڑ دوں گا تیرا کسی دن...... بڑے بھائی کے حق پر ڈاکہ ڈالتے ہو‘ ندیدے۔‘‘ شاہ رخ نے کلس کر کہا تھا۔

’’اور تم کیا دیکھ رہی ہو مجھے‘ اس سے پہلے کبھی کیا کوئی خوبصورت انسان نہیں دیکھا۔‘‘ وہ خواہ مخواہ سارہ کو گھرک رہا تھا‘ جو ناگواری سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی کیوں کہ شمس وہاں آتے ہوئے اسے دکھائی دے گئے تھے۔

’’شیث کہاں ہے......؟‘‘ وہ پوچھ رہے تھے۔

’’آپ بیٹھیں‘ میں دیکھتی ہوں۔‘‘ پلیٹیں ٹیبل پر رکھتے ہوئے سدرہ بولی تھیں اس سے پہلے کہ اسے بلانے جاتیں وہ خود ہی آ گیا تھا۔

سارہ کے دائیں جانب رکھی چیئر کی پشت پر اس نے ہاتھ رکھا ہی تھا جب وہ بول اٹھے تھے۔

''تم اس طرف آ جاؤ۔'' اپنے بائیں جانب رکھی کرسی کی سمت انہوں نے اشارہ کیا تھا' جہاں سدرہ بیٹھتے بیٹھتے رک گئی تھیں۔ کرسی کی پشت سے ہاتھ ہٹا کر وہ خاموشی سے دوسری جانب چلا گیا تھا' سدرہ نے بغور اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھا تھا' جبکہ بری طرح کھولتے ہوئے سارہ کا چہرہ بھی تن گیا تھا۔

''تم بھی یہاں سے اٹھ جاؤ' کہیں تمہیں بھی نہ کھا جاؤں میں......'' بری طرح کلس کو اس نے اپنی گود میں بیٹھتی ہنی سے کہا تھا' جس پر شمس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی' البتہ باقی سب کی نظریں اس پر آ ٹھہری تھیں۔

کھانے کے دوران ہلکی پھلکی باتیں جاری تھیں جبکہ وہ سب سے لاتعلق کسی بھی جانب دیکھے بغیر ہنی کو چھوٹے چھوٹے نوالے کھلانے میں مصروف تھی۔

''اب تم دوبارہ مجھ سے اتنے دنوں کے لئے کہیں جانے کی بات بھی مت کرنا' اور کسی ایسی جگہ تو ہرگز نہیں جہاں سے رابطہ کرنا ہی مشکل ہو جائے۔'' شمس بولے تھے۔

''مگر ایسا تو شاید چند بار ہی ہوا کہ وہاں سے یہاں میرا کوئی رابطہ نہ ہوا ہو۔'' وہ بولا تھا۔

''تمہارے اس چند بار نے ہی مجھے کتنا پریشان کر دیا تھا تم نہیں جان سکتے' گھر کا ایک فرد بھی کم ہو تو میں بالکل مطمئن نہیں رہ سکتا ہوں۔'' وہ بولے تھے۔

''ویسے ایک بات ہے چھوٹے بھائی! شمالی علاقوں کی آب و ہوا خوب راس آئی ہے آپ کو۔'' آپ کی موجودگی میں تو ہم پہلے بھی کسی کو نظر نہیں آتے تھے' اور اب تو......'' شان نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

''چھوٹے بھائی! میری مانو تو وہیں شمالی علاقوں میں ہی کہیں اپنا سسرال ڈھونڈ لو' اسی بہانے ہمارا بھی آنا جانا لگا رہے گا۔'' شاہ رخ کے مشورے پر اس نے غلطی سے بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا' جو خاموش ہی تھی مگر چہرے کے تاثرات اس کے مزید بگڑ گئے تھے۔

''بات کوئی بھی ہو' اپنے فائدے اسمیں سب سے پہلے ڈھونڈ لیا کرو۔'' شمس کو بھی مشورہ پسند نہیں آیا تھا' جو شاہ رخ کو گھر کا تھا۔

''چھوٹے بھائی! آپ سارہ سے نہیں ملے' یہ ہماری بھابی کی اکلوتی بہن ہیں۔'' سارہ کے خطرناک حد تک سنجیدہ چہرے پر نظر ڈال کر بولتے ہوئے شان نے سدرہ کو دیکھا تھا' جو مسکراہٹ چھپائے اسے گھور رہی تھیں جبکہ شیث نے بس ایک نظر اسے دیکھا تھا' جو لاتعلق بیٹھی ہنی کو کھانا کھلانے میں مگن تھی۔

''بھابی! آپ چھوٹے بھائی سے ان کا تعارف تو کروایئے اور یہ بھی بتایئے گا کہ ان کی بڑے بھائی سے کتنی اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔'' شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے شاہ رخ نے رک کر انہیں دیکھا تھا' جو کافی ناگوار نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے' جس پر وہ فوراً ہی شرافت کے ساتھ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''سارہ! تم بھی ٹھیک طرح کھانا کھاؤ' اور ہنی کو مجھے دو میں اسے کھلا دوں گی۔'' سدرہ اس سے مخاطب ہو کر بولی تھیں۔

''جی' آپ اسے کھلا دیں' میں کھانا کھا چکی ہوں۔'' اٹھتے ہوئے اس نے اپنی جگہ پر ہنی کو بٹھایا تھا اور کسی کی بھی جانب دیکھے بغیر وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی' پیچھے سدرہ بس دل مسوس کر رہ گئی تھیں۔

''یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی۔'' شاہ رخ کے مایوس سرگوشیانہ جملے پر شان نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا' جبکہ شیث نے حیران نظروں سے ان دونوں کے مسکراتے چہروں کو دیکھا تھا۔

⁂

مخصوص بینچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر اس جانب دیکھا تھا' جہاں وہ جرنل سینے سے لگائے اسی کی سمت آ رہی تھی' اور آج پہلی بار وہ اس طرح نظر جمائے اسے دیکھتا رہا تھا' جب تک وہ قریب نہیں آ گئی تھی۔

''پہلے کبھی کوئی زندہ لڑکی نہیں دیکھی کیا......؟'' جرنل اس کی سر سے ٹکراتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر آ بیٹھی تھی۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

”تمہاری گردن دبانے کا دل چاہ رہا ہے، تین دن سکون سے گزرے تھے اور آج پھر تم آ دھمکے ہو۔“ خشمگین نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”ہاں تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے، تم کتنا سچ بول رہی ہو۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”مبارک ہو تمہیں جم جانے کی اجازت مل گئی، ویسے ضرورت نہیں تھی تمہیں، آپس کی بات ہے پہلی بار تمہیں اپنے پیچھے آتے دیکھ کر ایک پل کو تو میرا دم خشک ہو گیا تھا، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ دو سالوں میں ہی تم اتنے ہٹے کٹے ہو جاؤ گے۔“ اس کے رازدارانہ انداز میں کہنے پر وہ مسکرایا تھا۔

”تم نے آج پھر سن گلاسز نہیں لگائے ہیں، جب پتا ہے کہ تمہاری آنکھیں دھوپ کی شدت برداشت نہیں کر سکتیں تو کیسے گلاسز بھول آتے ہو، اور اگر نہیں بھولتے تو بھی میں نے کبھی تمہیں لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔“ وہ کچھ گھر کنے والے انداز میں بولی تھی۔

”نہیں میں آج تو بھول کر نہیں آیا ہوں، بیگ میں رکھے ہیں۔“ اس نے ساتھ رکھے ہینڈ بیگ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”ویسے بھی میں اس لئے تمہارے سامنے سن گلاسز نہیں لگاتا کہ کہیں تم دل میں یہ نہ سوچو کہ میں تمہیں متاثر کرنے کے لئے ہیرو بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔“ اس کے کہنے پر سارہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل بے ساختہ ہنسی تھی۔

”آج میں زیادہ دیر نہیں رکوں گی، اس لئے معذرت۔“ کچھ دیر بعد وہ بولی تھی۔

”کیوں……؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”بہت تھکن محسوس ہو رہی ہے، طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے، اتنی دیر سے تم میری وجہ سے بیٹھی ہو چلو اب اٹھ جاؤ۔“ وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

”پہلے بتا دیتی تو تمہارا یہاں آنا ہی بے کار ہو جاتا، ویسے بھی ابھی تو صرف آدھا گھنٹہ ہی ہوا ہے۔“ بولتے ہوئے اس نے ریسٹ واچ میں وقت دیکھا تھا۔

”لو…… یہ بھی بند ہو گئی، لگتا ہے اس کی بھی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔“ ڈائل کو انگلی سے بجاتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”میں آج بائیک لے کر آیا تھا، اب تمہیں گھر کے قریب چھوڑتا ہوا جاؤں گا، انکار مت کرنا۔“ بینچ پر رکھا جرنل اٹھا کر اسے دیتے ہوئے وہ تاکید کر رہا تھا، جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی تھی۔

⁂

کھانے سے ہاتھ روک کر انہوں نے ایک نظر دیکھا تھا، جو خاموشی کے ساتھ کھانے میں مصروف تھا۔

”جم میں کیسا وقت گزر رہا ہے تمہارا……؟“ بغور اسے دیکھتے ہوئے وہ سوال کر رہے تھے، دوسری جانب وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا تھا۔

”جی، اچھا وقت گزرتا ہے۔“ وہ بولا تھا۔

”آج تمہارے انسٹرکٹر سے میری بات ہوئی تھی۔“ ان کے سنجیدہ لہجے میں وہ اپنی جگہ سن ہو گیا تھا۔

”جم کو زیادہ وقت کیوں نہیں دے رہے تم……؟“ ان کے سوال پر وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

”وقت پورا ہونے سے پہلے ہی تم وہاں سے نکل جاتے ہو، کیا ایسا ہی ہے؟“ وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے جس کے چہرے کا رنگ ہی اڑ گیا تھا۔

”ایسا چند بار ہوا تھا کہ مجھے جلدی وہاں سے جانا پڑا تھا۔“ وہ نظر جھکائے مدھم آواز میں بولا تھا۔

”وجہ بتانا پسند کرو گے تم……؟“ ان کے چبھتے لہجے میں وہ سر نہیں اٹھا سکا تھا۔

”مجھے ایک دوست سے ملنے جانا تھا اس لئے۔“ بمشکل ہی خود کو نارمل رکھتے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔

”یہ کون سا دوست ہے تمہارا، جس کو میں نہیں جانتا ہوں۔“ پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے وہ مزید اس سے پوچھ رہے تھے، دوسری جانب سدرہ جو بغور اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہی تھیں فوراً ہی بول اٹھی تھیں۔

”ہو گا کوئی دوست، اس کے کون سے بہت سارے دوست ہیں۔“ بولتے ہوئے انہوں نے اشارۃً شوہر کو مزید کچھ پوچھنے سے روکا تھا۔

”یہ جو بھی دوست ہے تمہارا، کسی دن ملوانا مجھے بھی اس سے، تمہارا دوست ہے تو یقیناً بہت اچھا انسان ہوگا۔“ اس بار لہجے کو نرم کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا جبکہ وہ نظر اٹھا کر بھی ان کی سمت نہیں دیکھ سکا تھا۔

* * *

ہلکی سی دستک کے ساتھ وہ کمرے میں داخل ہوئے تھے، جہاں ہر طرف خاموشی پھیلی تھی، ایک نظر واش روم کے بند دروازے پر ڈال کر وہ رائٹنگ ٹیبل کی سمت بڑھ گئے تھے۔ گرم دودھ سے بھرا مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ کچھ چونک کر اس چیز کی سمت متوجہ ہوئے تھے جو کتابوں کے پیچھے سے جھانکتی دکھائی دے رہی تھی۔

بے یقین نظروں کے ساتھ باکس کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اسے کھولا تھا، اور پھر اس رسٹ واچ کو انگلیوں پر اٹھایا تھا۔

جگمگاتے نگوں سے مزین اسٹریپ کے ساتھ بلیک ڈائل پر بھی بہت چھوٹے چھوٹے نگ فٹ تھے، نظر اٹھا کر وہ اسے دیکھنے لگے تھے جو واش روم سے نکلتے ہی اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا، وہ ایک نظر میں ہی اس کی اڑی ہوئی رنگت کو بھانپ چکے تھے، خاموشی کے ساتھ انہوں نے رسٹ واچ واپس بکس میں ڈال کر ٹیبل پر رکھ دی تھی، دوسری جانب فق چہرے کے ساتھ وہ ان سے نظر ملائے بغیر ہی اب ان کی سمت آ رہا تھا، گہرا سانس بھر کر بغور اسے دیکھتے ہوئے وہ خود بھی اس کی طرف بڑھ گئے تھے۔

”آج تم جلدی سونے کے لئے اوپر آ گئے تو سوچا جا کر تمہیں دیکھ لوں کہیں طبیعت تو خراب نہیں ہے۔“ اس کی سلیپنگ شرٹ کے گریبان کے بٹن بند کرتے ہوئے وہ اس کے چہرے کو بھی دیکھ رہے تھے جس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو کر چمکنے لگے تھے۔

”کیا بات ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے ناں، تمہاری ورنہ اتنی جلدی تو نہیں سوتے ہو تم……؟“ وہ اس سے پوچھ رہے تھے جو ان سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔

”نہیں میں ٹھیک ہوں، جلدی نیند آ رہی تھی تو……“ وہ بمشکل ہی اتنا بول سکا تھا۔

”میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم ٹھیک ہی رہو یہ زیادہ بہتر ہے۔“ سرد لہجے میں بول کر وہ اس کے سامنے سے ہٹ گئے تھے۔

رکا ہوا سانس بحال کرتے ہوئے اس نے بس ایک نظر ان کی پشت کو دیکھا تھا، جو ایک طائرانہ نظر کمرے پر ڈالتے ہوئے اب باہر نکل رہے تھے۔

* * *

”تمہارے پیپرز ختم ہو چکے ہیں، اب تو میں تم سے مل سکتا ہوں۔“

”نہیں ابھی تو یہ ممکن ہی نہیں ہے، ابھی تو کلاسز بھی اسٹارٹ ہونے میں کافی وقت ہے، اس لئے کالج جانے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، ریسیور دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے وہ صوفے پر نیم دراز ہو گئی تھی۔

”یہ بات کتنی آسانی سے کہہ دی ہے تم نے۔“ وہ کچھ ناراض لہجے میں بولا تھا۔

”تو پھر اب میں کیا کر سکتی ہوں بتاؤ……؟“ وہ بولی تھی۔

”کیا ہم کہیں اور نہیں مل سکتے……؟“ اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا، تم کیا کوئی میرے لور ہو یا بوائے فرینڈ، جو میں جگہ جگہ تم سے ملتی پھروں……؟“ اس کے ناگوار لہجے پر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔

”ٹھیک ہے پھر مجھے فون کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے، خواہ مخواہ تمہارا وقت ہی تو برباد کرتا ہوں۔“ وہ کچھ بجھے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

”اچھا اب زیادہ مت بولو، ویسے ہی بات زبان سے نکل گئی تھی۔“ وہ بولی تھی جواباً وہ خاموش ہی رہا تھا۔

”دیکھو! ایک جگہ تو ہے ایسی کہ جہاں میں تو آ سکتی ہوں، بغیر کسی مشکل کے لیکن تمہیں آنے میں بہت پرابلم ہوگی، اس لئے مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا کہ……“

”کون سی جگہ ہے جلدی بتاؤ۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر فوراً بولا تھا۔

”نہیں میں نہیں بتا رہی، تم وہاں بھی پہنچ جاؤ گے۔“ وہ دہل کر بولی تھی۔

”جب تمہیں پتا تھا تو مجھے بتایا ہی کیوں، اب جب تک بتاؤ گی نہیں، میں جان چھوڑنے والا نہیں ہوں تم جانتی ہو۔“ وہ مسکراتی آواز میں بولا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”میں نہیں چاہتی تم وہاں آؤ، اتنی دور ہے وہ جگہ تمہارے لئے، میرے گھر کے قریب ایک پارک ہے اور وہاں ......“ وہ بتا رہی تھی پیچھے محسوس ہوتی آہٹ پر اسنے پلٹ کر دیکھا تھا اور اگلے ہی پل ریسیور کریڈل پر ڈال دیا تھا۔

”کس کا فون تھا......؟“ نیم تاریکی میں بھی وہ اس کے گھبرائے چہرے کو دیکھ سکتے تھے۔

”کوئی رانگ نمبر تھا۔“ مدھم آواز میں بتاتے ہوئے وہ فوراً ہی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا تھا۔ ایک نظر انہوں نے اوپر دیکھا تھا، جہاں وہ اپنے کمرے میں جا چکا تھا، پھر وہ خود فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئے تھے۔

سی ایل آئی پر چیک کرنے پر جو نمبر انہیں نظر آیا تھا اس نے انہیں دنگ کر دیا تھا، اگلے ہی پل انہوں نے اسی نمبر پر کال بیک کی تھی دوسری ہی بیل پر فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔

وہ آواز کسی اور کی ہوتی تو انہیں حیرانی نہیں ہوتی کہ اپنے بھائی کی ایک ایک جنبش سے وہ بہت ساری چیزوں کے بارے میں بہت پہلے سے واقف ہو چکے تھے، لیکن اس ابھرتی ہوئی مایوس کھنکھناتی آواز پر ان کا چہرہ تن گیا تھا، کچھ بھی کہے بغیر اسی خاموشی سے انہوں نے ریسور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

❋❋❋

ٹاول سے بھیگا چہرہ خشک کرتے ہوئے وہ گیلری میں آئی تھی اور اگلے ہی پل کچھ چونک کر نیچے گیٹ کے سامنے رکنے والی وہائٹ سوک کو دیکھا تھا، بیزاری کے ساتھ سر جھٹکتے ہوئے وہ واپس اندر لوٹ گئی تھی۔

”ابھی میری ای گھر پر نہیں ہیں۔“ نخوت کے ساتھ اطلاع دیتے ہوئے اس نے دروازے سے ہاتھ ہٹانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی کہ انہیں اندر آنے کا راستہ ہی دے دیتی۔

دوسری جانب ایک کڑی نظر اس کے چہرے پر ڈال کر انہوں نے دروازے پر رکھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل دروازے پر ہاتھ رکھ کر پورا کھولتے ہوئے اندر چلے گئے تھے، شدید ناگواری کے ساتھ وہ تن فن کرتی ان کے پیچھے آئی تھی۔

”میں نے آپ سے کہا ہے کہ اس وقت ای گھر پر نہیں ہیں۔“ جتانے والے انداز میں وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

”یہ بہت اچھا ہے کہ وہ اس وقت گھر میں نہیں ہیں، ورنہ میں ان کے سامنے بھی تمہارا چہرہ تھپڑوں سے لال کر سکتا تھا۔“ غصیلی نظروں سے وہ اسے دیکھتے ہوئے بولے تھے، جبکہ وہ ابرو چڑھائے انہیں دیکھ رہی تھی جو یکدم ہی اس کی طرف آئے تھے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسی کی آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔

”کیا ہے یہ......؟“ اس کی کلائی پر بندھی ریسٹ واچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ غرائے تھے۔

”شکار پور سے آئے ہیں کیا......؟ رسٹ واچ ہے یہ، ٹائم دیکھنے کی مشین۔“ اسی طرح ابرو چڑھائے وہ تڑک کر بولی تھی۔

”بکواس مت کرو مجھ سے۔“ ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے وہ پھر غرائے تھے۔

”کب سے چل رہا ہے یہ سب، کب سے مل رہی ہو تم اس سے......؟“ وہ شدید غصیلے انداز میں پوچھ رہے تھے۔

”مہینوں گزر گئے ہیں، اب دن تاریخ تو مجھے یاد نہیں ہیں۔“ اطمینان سے بولتے ہوئے اس نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی تھی۔

”تمہیں تو میں......“ بری طرح کھول کر وہ کچھ کہتے کہتے رکے تھے۔

”میرا بھائی اب بھی وہی انسان ہے جو تمہارے نزدیک ایک استعمال شدہ سڑک پر پھینکی ہوئی چیز تھی، اب وہی تھوکا ہوا چاٹ رہی ہو تم......“ وہ بے طرح بھڑک کر بولے تھے۔

”ہاں، چاٹ رہی ہوں اور چاٹتی بھی رہوں گی، تو آپ کیوں بے چین ہو رہے ہیں۔“ وہ بری طرح جل کر بولی تھی۔

”تم انتہائی بے ہودہ اور ایک بے شرم لڑکی ہو۔“ وہ بھڑک کر بولے تھے۔

”مجھے پتا ہے کوئی نئی تازی سنائیں۔“ اس کے طنزیہ انداز پر ان کے اعصاب مزید تن گئے تھے۔

”ایک بات میری کان کھول کر سن لو تم، اب اگر تم نے اس سے ملنے کی کوشش کی یا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو یاد رکھنا تمہاری یہ اکڑی

ہوئی گردن اتار کر ہاتھوں پر رکھ دوں گا۔'' خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ اس کے برابر سے نکل رہے تھے، جب اس نے سرعت ان کا بازو پکڑ کے روکا تھا۔

''اب یہی جملے جا کر اپنے بھائی سے کہیں، ہمت ہے اس کی گردن اتارنے کی، بول سکیں گے اس طرح اس سے یہ جملے......؟'' زہریلے لہجے میں وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔

''میرے آگے پیچھے کوئی بولنے والا نہیں ہے تو اس کا کیا مطلب ہے، میرے ہی گھر میں آ کر مجھے ذلیل کریں گے۔'' وہ اسی کاٹ دار لہجے میں بولی تھی دوسری جانب غصیلی نظروں سے اسے دیکھتے وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ گئے تھے۔

***

پیچھے سے آتی اپنے نام کی پکار پر وہ رک کر ان کی سمت پلٹا تھا، جو لاؤنج میں موجود اس کے ہی منتظر تھے۔

''کہیں جا رہے ہو تم......؟'' اس کے قریب آنے پر وہ پوچھ رہے تھے۔

''نہیں، بس ایسے ہی، کہیں جا تو نہیں رہا تھا۔'' ان کی سنجیدہ نظریں خود پر محسوس کرتے ہوئے وہ کچھ نروس ہو گیا تھا۔

''بیٹھو ذرا، مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے۔'' ان کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ خاموشی کے ساتھ ان کی دائیں جانب صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم مجھ سے سب کچھ چھپا کر رکھتے رہو گے اور میں بے خبر ہی رہوں گا۔'' ان کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ نظر جھکا گیا تھا۔

''میں اگر اب تک خاموش تھا تو صرف اس لئے کہ میں اپنی مرضی تم پر لاگو کر کے تمہیں خود سے بدظن نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر اب جبکہ سب کچھ مجھے حد سے بڑھتا ہوا نظر آ رہا ہے تو میں خاموشی سے سب نہیں دیکھ سکتا ہوں۔'' اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے وہ ایک پل کو رکے تھے۔

''تمہاری طرف سے میں کبھی آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھا رہا، جب مجھے اس چیز کا علم ہوا تو میں یہی سوچ کر خاموش رہا تھا کہ تمہارے دل میں اس کے لئے ایک نرم گوشہ ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں، ظاہر ہے تمہیں اس چیز نے اس کی طرف کھینچا ہو گا کہ وہ تمہاری محسن ہے اس نے ایسے وقت تمہارا ساتھ دیا جب تم تنہا تھے اور تمہیں ایک مددگار کی ضرورت تھی، جب تم اپنی بھی کوئی مدد خود نہیں کر سکتے تھے۔

اس کا احسان مند تم ہی نہیں میں بھی ہوں، باوجود اس کے کہ میں اور میرا پورا خاندان اس حقیقت سے باخبر ہے کہ وہ اپنی بہن کی مجھ سے شادی کے خلاف رہی ہے، لیکن تمہارا تعلق بھی اگر اس سے یہیں تک رہتا تو شاید میں یہاں بیٹھ کر تم سے یہ سب نہ کہہ رہا ہوتا۔'' ان کے سنجیدہ لہجے پر اس نے بس ایک نظر ان کے چہرے کو دیکھا تھا اور دوبارہ نظر جھکا لی تھی۔

''آج میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ پتا نہیں مجھے کیوں ایسا محسوس ہوا تھا کہ اگر خدا کے بعد تمہاری یہ زندگی اس کی دین ہے، تو تمہاری زندگی میں آگے جا کر اسی کو آ جانا چاہئے، میں نے سوچا تھا کہ اس سے کچھ چھپا نہیں ہے تو وہ تمہیں زیادہ اچھی طرح سمجھ سکے گی، تمہیں اپنی زندگی کے کسی بھی بھیانک حصے کو بار بار اس کے سامنے دہرانا نہیں پڑے گا مگر...... میں سدرہ سے اپنی اس سوچ کا اظہار نہیں کر سکا تھا، لیکن جب خود اس نے مجھ سے یہ بات کی تو مجھے بہت اچھا لگا تھا۔ وہ خود بھی ایسا چاہتی تھی کیونکہ ایسا کرنے سے وہ سارہ کو ہمیشہ اپنے قریب رکھ سکتی تھی، کہ وہ اس کی ایک ہی بہن ہے، اس کا ایسا چاہنا غلط نہیں تھا، لیکن اس کی بہن بھی چاہے یہ تو ضروری نہیں تھا، وہ اگر انکار کرتی تو مجھے بالکل برا نہیں لگتا کہ وہ اس چیز کا حق رکھتی ہے، مگر اس نے تم پر اعتراض کیا اور اپنے اس اعتراض میں اس نے جو لفظ تمہارے لئے استعمال کیے وہ لفظ آج تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں، میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ تمہاری زندگی میں کوئی ایسی لڑکی آئے جو بار بار تمہیں اس اذیت سے گزرنے پر مجبور کرے جس سے گزر کر تم یہاں تک پہنچے ہو، اگر میری جگہ تم اپنے کانوں سے اپنے بارے میں اس کی وہ رائے سن لیتے، جس میں تمہارے لئے حقارت ہی حقارت تھی تو تم کبھی اس کی شکل تک نہ دیکھتے۔''

''بھائی! اس بارے میں اس نے مجھے پہلے ہی سب بتا دیا تھا، اور اسی کے لئے وہ مجھ سے معافی بھی مانگ چکی ہے، حالانکہ میں نے تو اس بارے میں اس سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔'' مدھم لہجے میں وہ بولے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اپنی زبان سے وہ جو غلاظت میرے اور تمہارے چہرے پر پھینک چکی ہے، اپنی معافی سے کیا وہ اسے صاف کر دے گی، میرے دل پر اس کے لفظوں نے جو چوٹ ماری ہے اسے دیکھتا ہوں تو میرے وہ زخم رسنے لگتے ہیں، تو پھر تم کون ہوتے ہو اسے

معاف کرنے والے۔" وہ یکدم ہی غصیلے انداز میں بولے تھے۔

"میں نہیں جانتا کہ اچانک تمہارا اس سے کیسے رابطہ ہو گیا' جب وہ میرے اس گھر پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی ہے' مگر مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ رابطے کہاں تک جاسکتے ہیں۔" شدید ناگواری کے ساتھ وہ اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

"میں نہیں سمجھ سکتا ہوں کہ اچانک اس کی رائے تمہارے بارے میں بدلی تو کیوں؟ یا تم اس کے پیچھے ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے چلتے رہنا چاہتے ہو تو کیوں......؟"

"ایسا کچھ نہیں جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔" سر جھکائے وہ سرخ چہرے کے ساتھ بمشکل بولا تھا۔

"ایسا کچھ نہ ہی ہو تو اچھا ہے تمہارے لئے اور تمہارے آگے کی زندگی کے لئے۔" وہ سخت لہجے میں بولے تھے۔

"تم ساری زندگی اس کے احسان مند رہو اپنا سر جھکائے رکھو' جب وہ غلطی سے بھی سامنے آ جائے' اس کا احترام رکھو دل میں مگر اس حد سے بڑھنے کی یا اس سے تعلقات کو بڑھانے کی تم نے کوشش کی تو سر سے پیر تک نیلا کر دوں گا تمہیں۔" اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے وہ اسی سخت لہجے میں بولے تھے۔

"وہ میری بیوی کی بہن ہے' اسی لئے میں اسے برداشت کر سکتا ہوں' لیکن اتنی جلدی اپنے لئے کوئی غلط فیصلہ کر کے تم بھی اسے برداشت کرنے پر مجبور ہو جاؤ' یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گا' تمہارے اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے اسے آج اور ابھی ختم کر واؤ تو بہتر ہے' ورنہ میں نے کوئی انتہائی قدم اٹھایا تو یہ کسی کے لئے اچھا نہیں ہوگا' تم نا سمجھ نہیں ہو اس سے زیادہ کھل کر میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا مگر جو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں' مجھے امید ہے وہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے۔" خاموش ہو کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے انہوں نے بس ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا تھا' جو لٹھے کی مانند سفید ہو کر اتر چکا تھا۔

* * *

گراؤنڈ کے پول پر نصب تیز لائٹس چکنے فرش سے منعکس ہو کر رات کی تاریکی میں اس تمام حصے کو روشن کر رہی تھیں۔ مزید چند لمحوں تک وہ برآمدے میں رکے گراؤنڈ کی جانب دیکھتے رہے تھے جہاں صرف وہی دکھائی دے رہا تھا' جس کے وجود میں نہ رکھنے والا تلاطم برپا تھا۔ اس پر نظر جمائے وہ بالآخر اسی جانب بڑھتے چلے گئے تھے' رات کے گھمبیر سناٹے میں صرف بال کے فرش سے مستقل ٹکرانے کی آواز ہی گونج رہی تھی' اس کے قدم ایک جگہ نہیں تھم رہے تھے' اس کے وجود کی طرح اس کے ہاتھوں میں بھی بجلی بھری ہوئی تھی' اس کے ہاتھ سے ٹکرا کر فرش تک جاتی بال کی رفتار اس قدر تھی کہ بال پر نظر کا ٹھہرنا مشکل تھا۔

لب بھینچے وہ اس پر ہی نظریں مرکوز رکھے اس کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے' جو مکمل پسینے میں شرابور ہو چکا تھا' اس کی ایک ایک جنبش سے اندرونی خلفشار کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔

ضبط کی انتہاء ہوئی تھی جو آگے بڑھ کر انہوں نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا' اس کے ہاتھ سے آزاد ہوتی بال دور تک اچھلتی چلی گئی تھی نظر فرش پر جمائے چہرے کے تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ وہ گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا' ناک کی نوک سے پسینے کے قطرے ایک قطار سے پھسلتے جا رہے تھے۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے وہ سخت لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔" ان کی آنکھوں میں دیکھے بغیر وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

"مگر شاید آپ ایسا نہیں چاہتے۔" بھینچی ہوئی آواز میں بولتا وہ ان کے سامنے سے ہٹ رہا تھا۔

"کیا کہا تم نے......؟" دنگ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولے تھے' دوسری جانب وہ ان کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا' جبکہ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑے اسے دیکھ رہے تھے جو جارحانہ چال کے ساتھ باؤنڈری کو پھلانگتا ہوا جا رہا تھا۔

جس عمر میں وہ تھا' اس میں اپنے دل کو مار کر کسی کی مرضی پر چلنا یا خود کو رد کر کے کسی کے فیصلوں پر سر جھکانا ایک بہت مشکل اور صبر آزما مرحلہ تھا' اور وہ اس مرحلے کا سامنا کرنے پر راضی نظر نہیں آ رہا تھا' وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھے' بے شک وہ ان کے سامنے کچھ کہہ سکتا تھا اور نہ ہی سر اٹھا

سکتا تھا مگر اس کے باوجود وہ انہیں بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

* * *

”تم نے تو سر جھکوا دیا میرا‘ کیا ضرورت تھی تمہیں یہ سب کرنے کی‘ اور مجھے کچھ کیوں نہیں بتایا کیوں چھپا کر رکھا سب مجھ سے......؟“ وہ غصیلے انداز میں اس کی خبر لے رہی تھیں‘ شوہر سے سب کچھ پتا چلنے کے بعد ان کے تو ہوش ہی اڑ گئے تھے‘ پہلی فرصت میں سدرہ نے اسے فون کھڑکا دیا تھا۔

”اگر یہی سب کرنا تھا تو پہلے کیوں ان کے سامنے مغلظات کہے تھے‘ جنہوں نے ان کا دل ہی تمہاری طرف سے خراب کر کے رکھ دیا ہے۔“

”تو میں کیا کروں‘ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے‘ میری طرف سے ان کا دل خراب ہے تو ہوتا رہے مگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے سامنے انہوں نے کون کون سے زہر اگل کر رکھ دیئے ہیں۔“ ان کی بات کاٹ کر وہ بگڑے انداز میں بولی تھی۔

”وہی سب اگلا ہے جو تم میری ناک کے نیچے کرتی پھر رہی ہو اور مجھے بھنک تک نہیں لگنے دی۔“ وہ اسی غصیلے لہجے میں بولی تھیں۔

”اب ایسا بھی کیا کر دیا ہے میں نے‘ جو آپ اور آپ کے شوہر نے ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے میرے سر پر۔“ وہ عاجز آ کر بولی تھی۔

”یہ کم ہے کہ تم سب سے چھپ کر اس سے ملتی رہی ہو‘ جانتی ہو‘ تمہاری وجہ سے کتنی باتیں سننی پڑی ہیں مجھے......“

”بات سنیں‘ آپ کے شوہر باتیں سنانے کے علاوہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتے ہیں‘ اور میں کوئی چھپ کر نہیں مل رہی تھی مجھے کسی کا ڈر ہے جو چھپتی پھروں‘ آپ کے شوہر نے ہی مجبور کر رکھا تھا اسے سب کچھ چھپانے پر‘ اس کے ایک ایک منٹ کا تو حساب رکھتے ہیں وہ‘ میری بات کا یقین نہیں ہے تو پوچھ لیں اس سے......“ وہ غصیلے لہجے میں بولتی چلی گئی تھی۔

”اور میں کون سا اس سے محبتوں کی پینگیں بڑھا رہی ہوں‘ یا شادی رچانے جا رہی ہوں......“

”کیا مطلب ہے تمہارا‘ تو پھر تم اس سے ملتی کیوں ہو......؟“ وہ دنگ رہ گئی تھیں۔

”وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا اور میں نے منع نہیں کیا‘ بس اتنی سی بات ہے جسے رائی کا پہاڑ بنا دیا ہے آپ نے اور آپ کے شوہر نے۔“ وہ جل کر بولی تھیں۔

”سارہ! تمہارا دماغ تو ٹھکانے پر ہے‘ تم باہر اس سے ملتی ہو‘ رات گئے تک وہ فون پر تم سے باتیں کرتا ہے‘ شمس کے اور تمہارے رویوں کو جاننے کے باوجود وہ ان سے بلکہ سب سے چھپ کر تم سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں‘ اور تم کہہ رہی ہو کہ اتنی سی بات ہے۔“ وہ شدید حیرانی کے ساتھ بولی تھیں دوسری جانب وہ خاموش ہی رہی تھی۔

”تم جانتی ہو اس گھر میں اس کی ڈھیروں کزنز موجود ہیں‘ وہ تو ان سے بھی کبھی بے تکلف نہیں ہوا‘ دو چار جملوں سے زیادہ ان سے بات تک نہیں کرتا ہے‘ مگر یہ سب وہ تمہارے ساتھ کرتا ہے‘ تمہیں وقت دیتا ہے تم سے باتیں کرتا ہے اس کی وجہ جاننے کی کبھی کوشش کی تم نے......؟“ وہ سخت لہجے میں بولی تھیں۔

”کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتی ہو‘ بتاؤ مجھے۔“ ایک پل کو رک کر انہوں نے پوچھا تھا۔

”آپ کے شوہر کی طرح آپ کا دماغ بھی سیکنڈوں میں کے ٹو کی چوٹی تک کا سفر طے کر لیتا ہے‘ اگر میں اس سے ملتی ہوں یا بات کر لیتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس سے شادی بھی کر لوں گی۔“ وہ ناگواری سے بول رہی تھی۔

”پتا نہیں آپ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں‘ ہمارے درمیان کوئی فلمی ڈائیلاگز نہیں چلتے ہیں‘ اور شادی کا تو آپ مجھ سے ایسے پوچھ رہی ہیں جیسے آپ کے شوہر ایک پیر پر کھڑے ہیں‘ اپنے بھائی کے لئے مجھے رخصت کروا کے لے جانے پر۔“ وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

”میرے خدا......“ سدرہ نے حقیقتاً اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

”پتا نہیں کیا دماغ میں سمایا ہے تمہارے‘ جب وہ ایک پیر پر کھڑے تھے‘ تب تم نے ہی ان کے اور میرے ارادوں کو مٹی میں ملا کر رکھ دیا تھا‘ بیڑا غرق کر کے رکھ دیا سب کچھ۔“ وہ شدید غصے میں بولیں تھیں۔

”اچھا ہاں میں نے ہی سب کا بیڑا غرق کیا ہے بس......“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”سارہ! دیکھو تم میری بہن ہو محبت کرتی ہوں تم سے۔ فکر ہے مجھے تمہاری۔ میں جو سمجھا رہی ہوں اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔“ وہ اس بار زم پڑتے ہوئے بول رہی تھیں۔

”جب تمہیں اس سے ایسا کوئی تعلق بنانا ہی نہیں ہے تو کیوں تم اسے اپنا عادی بنا رہی ہو۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں وہ بہت سنجیدہ ہو جانے والا حساس لڑکا ہے میرے قریب رہتا ہے مجھے اندازہ ہے اس کی فطرت کا۔ اپنی سوچ کے بارے میں تم اسے بھی ابھی بتا دو صاف کہہ دو کہ تم اس سے کوئی تعلق نہیں رکھ سکتیں ابھی روک دو اس سلسلے کو ورنہ بعد میں اگر تمہارے ان خیالات کو جاننے کے بعد اس نے کچھ الٹا سیدھا کر لیا تو...... سارہ! شمس قیامت اٹھا دیں گے اپنی اولاد سے بڑھ کر وہ اسے چاہتے ہیں اس کی ذرا سی تکلیف پر وہ گھر سر پر اٹھا لیتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ آگے جا کر کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے۔“

”آپی! میں آپ سے کہہ تو رہی ہوں کہ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ سدرہ کے پریشان لہجے پر وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی۔

”یہ بات تو تم کہہ رہی ہو ناں اس کے سامنے یہ کہا کبھی تم نے......؟ پوچھا اس سے کبھی کہ واقعی تمہارے اور اس کے درمیان کچھ نہیں ہے۔“ وہ فوراً ہی بولیں تھیں۔

”میں کیا پوچھوں اس سے۔“ وہ یکدم ہی بھڑک اٹھی تھی۔

”آپ مجھ سے یہی کہنا چاہتی ہیں نا کہ میں اس سے نہ ملوں تعلق ہی ختم کر دوں اس سے کیونکہ آپ کے شوہر یہ چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے میں لعنت بھیجتی ہوں ہر اس انسان پر جس کا تعلق آپ کے شوہر سے ہے بس اب خوش ہیں آپ...... جا کر سنا دیں انہیں بھی یہ خوشخبری جس کے سامنے آپ ہمیشہ مجھے جھکانا چاہتی ہیں۔“ شدید غصیلے انداز میں بولتے ہوئے اس نے فون پٹخ دیا تھا۔

تاسف کے ساتھ فون رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔

”شیث! ادھر آؤ۔“ پریشان انداز میں وہ اسے اپنی طرف بلا رہی تھیں جبکہ وہ فوراً ہی ان کی سمت آ گیا تھا دوسری جانب اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سدرہ کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اس سے کچھ پوچھتیں یا کوئی بات کرتیں۔

”کیا ہوا بھابی! آپ کچھ کہہ رہی تھیں......؟“ ان کے پریشان چہرے اور خاموشی سے دیکھنے پر وہ حیرت سے یاد دلا رہا تھا۔

”ہاں وہ......“ کچھ کہتے کہتے رک کر انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

”کچھ نہیں...... جاؤ تم جہاں جا رہے تھے۔“ بے بس ہو کر کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے سے ہٹ گئی تھیں۔

⁂

لاؤنج کے دروازے سے شانہ ٹکا کر دہلیز پر ہی رکتے ہوئے اس نے دور گراؤنڈ کی باؤنڈری پر بیٹھی چند لڑکیوں کو دیکھا تھا وہ ان سب کو جانتی تھی وہ لڑکیاں شمس کے تایا چچاؤں کی ہی اولادیں تھیں سارہ سے ان سب کی اچھی بات چیت ہو گئی تھی اس وقت بھی وہ سارہ کو دیکھ کر وِش کر رہی تھیں جواباً اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا تھا وہ اب اشارے سے اسے اپنی طرف بلا رہی تھیں اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی پیچھے کھلے دروازے پر ہونے والی دستک پر وہ چونک کر پلٹی تھی اور اگلے ہی پل اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھیں قریب ہی کھڑا وہ گہری سنجیدہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا دوسری جانب فوراً ہی نظر چراتے ہوئے وہ غائب دماغی کے ساتھ ایک طرف ہٹ گئی تھی اسے جانے کا راستہ دینے کے لیے۔

”کیا تم مجھے یقین دلانا چاہتی ہو کہ اب تم مجھے پہچانتی بھی نہیں ہو۔“ اپنی جگہ پر رکا وہ سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا جواباً وہ بس کڑی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی کہا کچھ نہیں تھا۔

”تم کب بات کر کے مجھ پر احسان کرو گی......؟“ اس بار شکایتی لہجے میں مزید سوال کیا گیا تھا جس پر وہ خاموش نہیں رہ سکی تھی۔

”یہ سوال اپنے بھائی کے سامنے مجھ سے کرنا اتنا خوبصورت جواب دوں گی کہ منہ ہی چھپاتے پھرو گے اپنے بھائی سے۔“ وہ کڑی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”مگر تم ایسا بھی کیا کہو گی کہ مجھے منہ چھپانا پڑے گا۔“ وہ حیرانی کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا جو سر جھٹکتے ہوئے واپس اندر کی سمت

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پلٹ آئی تھی یہ اور بات کہ اس کی حیران نظریں اپنی پشت پر محسوس کرتے ہوئے وہ بمشکل ہی اپنی ہنسی کو روک سکی تھی۔

❋❋❋

یہ پارک اس کے گھر سے تقریباً پانچ منٹ کی واک پر ہی تھا' جہاں وہ اس وقت داخل ہو رہی تھی۔ وسیع پارک کے نسبتاً سنسان گوشے میں وہ اسے انتظار میں ٹہلتا ہوا نظر آیا تھا' مگر اب اپنی جگہ پر رکا اسے دیکھ رہا تھا' جو سرخ پرنٹڈ دوپٹہ سلیقے سے چہرے اور جسم کے گرد لپیٹے قریب آتی جا رہی تھی' اس کے چہرے کے انتہائی سنجیدہ تاثرات پر وہ کچھ چونکا ضرور تھا' مدھم آواز میں اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ مخصوص سنگی بینچ کے دوسرے کنارے پر بیٹھا تھا' اور اب بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بے چینی میں مبتلا ہونے لگا تھا کہ آج وہ اس سے نظر کیوں نہیں ملا رہی ہے' ہمیشہ کی طرح آج اس کی طرف آتے ہوئے وہ مسکرانا کیوں بھول گئی ہے' یہ وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا' مگر اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے یہ سوال کر نہیں سکا تھا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں' اتنی خاموش کیوں ہو......؟'' بالآخر اس نے پوچھا تھا۔

''نہیں...... کچھ نہیں بس ایسے ہی۔'' سرسری انداز میں بتاتے ہوئے بس ایک پل کو اس کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

''میں تمہیں بہت پریشان کرتا ہوں ناں......؟'' اس کے پشیماں لہجے پر سارہ نے بس ایک نظر اسے دیکھا تھا۔

''میں اب کوشش کروں گا کہ دو کے بجائے چار پانچ دن کے بعد تم سے ملنے آیا کروں۔'' اس کے خاموش چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ مزید بولا تھا۔

''شیث! ایک بات کہوں تم سے......'' کچھ تذبذب کے ساتھ وہ بولی تھی' جواباً کچھ حیران ہو کر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا' جو اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔

''پتا نہیں کیوں مگر اب مجھے یہ اچھا نہیں لگتا' تم اتنی دور سے یہاں تک آنے میں اپنا اتنا وقت ضائع کر دیتے ہو' تمہیں یونیورسٹی بھی جانا ہوتا ہے اب تو تم اپنے بھائی کے ساتھ ان کے آفس بھی جاتے ہو اور پھر یہاں......'' مدھم لہجے میں بولتے ہوئے سارہ نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا تھا' مگر اگلے ہی پل نظریں ہٹا بھی لی تھیں کچھ تھا اس کے چہرے پر' اس کی آنکھوں میں جو وہ اس کی جانب زیادہ دیر تک دیکھ نہیں سکی تھی۔

''تمہیں اب اپنے لئے اپنی اسٹڈیز کے لئے زیادہ وقت چاہئے' ابھی تو تمہیں بہت کچھ کرنا ہے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے لئے مگر تم اپنا اتنا وقت یہاں......'' اس کی جانب دیکھے بغیر بولتے ہوئے وہ یکدم ہی خاموش سی ہو گئی تھی۔

''اتنے عرصے کے بعد تمہیں آج اچانک یہ سب یاد آیا ہے۔'' اس کے کہنے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھیں۔

''اگر تمہیں میری کوئی بات بری لگی ہے تو شکایت کرو مگر مجھ سے یہ تو مت کہو کہ میں یہاں آ کر اپنا وقت ضائع کرتا ہوں' اگر تم یہ مجھے بتانا چاہتی ہو کہ یہاں آ کر اب میں تمہارا وقت ضائع کرتا ہوں تو صاف کہہ دو۔'' اس کے مدھم لہجے پر وہ اس کی جانب دیکھ بھی نہیں سکی تھی۔

''تمہارے ساتھ میرا جتنا وقت گزرتا ہے' اس میں مجھے اپنے مکمل ہونے کا احساس ہوتا ہے' یہ یقین بڑھتا ہے کہ میں ادھورا نہیں ہوں' مجھے لگتا ہے کہ میں زندگی کے ساتھ اس کے بہت قریب ہوں' اس دنیا کے کسی بھی دوسرے انسان سے میں کم تر نہیں ہوں' اس وقت تمہارے ساتھ رہ کر میں اپنے ماضی کو بھولنے لگتا ہوں' میری حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود تم نے کبھی مجھے اس چیز کا احساس نہیں دلایا' میرے گھر میں سب مجھے ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں' میری ذرا سی تکلیف پر پریشان ہو اٹھتے ہیں' یہ چیز بجائے مجھے خود پر فخر کرنے کے مجھے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتی ہے' کوئی مجھے نارمل انسان ہونے کا یقین ہی نہیں دیتا ہے' مگر ایک صرف تم ہی ہو' جو میرے ساتھ ایسا رویہ رکھتی ہو جو کسی بھی نارمل یا عام انسان کے لئے ہوتا ہے' کچھ عرصے پہلے جب میں بائیک سے گرا تھا' تو میرے ہاتھ میں ہلکا سا فریکچر ہو گیا تھا' گھر میں کوئی مجھے ایک گلاس پانی تک خود اٹھ کر نہیں پینے دے رہا تھا' سب کے چہروں پر میرے لئے رحم تھا پریشانی تھی جو مجھے اپنی چوٹوں سے زیادہ تکلیف دہ لگتی تھی' اپنے آپ سے ہی مجھے بیزار کر رہی تھی' لیکن جب میں ان ہی چوٹوں کے ساتھ تمہارے سامنے آیا تھا' تو تم نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا کہ کس سے لڑ جھگڑ کر آئے ہو' اور یہ کہ اگر برابر سے میں نے مقابلہ کرتے ہوئے یہ چوٹیں لگوائیں ہیں تو یہ چوٹیں تمہیں بہت اچھی لگ رہی ہیں' لیکن اگر صرف مار کھا کر آیا ہوں تو تمہیں سچ بتا دوں تاکہ تم بھاری پتھر مار کر میری ان چوٹوں میں اور اضافہ کر دو۔'' وہ اسے یاد دلا رہا تھا جبکہ وہ بس خاموشی سے سامنے نظر جمائے بیٹھی تھی۔

’’تمہاری باتیں مجھے مضبوط کرتی ہیں‘ مجھے احساس دلاتی ہیں کہ میں ساری دنیا کا مقابلہ تنہا کر سکتا ہوں‘ بخدا میں اس وجہ سے ہرگز تمہاری طرف مائل نہیں ہوا تھا کہ تم ایک لڑکی ہو‘ تم تک آنے کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ ایک صرف تم ہی ہو جو مجھے جانتی ہو پہچانتی ہو‘ اس کے بعد بھی کیا تم مجھے میرے قیمتی وقت کی اہمیت کا مزید احساس دلانا چاہتی ہو۔‘‘ خاموش ہو کر وہ اب اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا‘ جو سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

’’کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کیسی لڑکی سے شادی کرو گے......؟‘‘ اس کے کیے جانے والے اس اچانک اور بے موقع سوال پر وہ حیران ہوا تھا۔

’’پتا نہیں......‘‘ وہ اتنا ہی بول سکا تھا۔

’’تم جانتے ہو کہ میں کیسے انسان سے شادی کرنا چاہوں گی......؟‘‘ اس کے اگلے سوال پر وہ مزید حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

’’میں ایک ایسے انسان سے شادی کرنا چاہوں گی‘ جو ہر طرح سے پرفیکٹ ہو‘ مکمل ہو۔‘‘ سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بول رہی تھی۔

’’ایک ایسا مرد جس کا ماضی بالکل آئینے کی طرح صاف شفاف ہو‘ اس کا دل، اس کی نیت، اس کا وجود پاک ہو۔‘‘ اس بار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی‘ جبکہ وہ بس ساکت نظروں سے اس کے چہرے پر جھلک دکھاتی اجنبیت کے تاثر کو دیکھ رہا تھا۔

’’تم سے ایک سوال کروں‘ جواب دو گے مجھے......؟‘‘ اس کے سوال پر وہ بس ایک ٹک اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

’’کیا تم آگے جا کر ایک نارمل زندگی گزار سکتے ہو......؟ میرا مطلب ہے کہ ایک عام اور نارمل مرد کی طرح......‘‘ بات ادھوری چھوڑ کر وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی‘ جس کے چہرے کا رنگ بدل کر سرخ ہو گیا تھا اس کے ساتھ ہی وہ کچھ بھی کہے بغیر یکدم ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ تقریباً بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

* * *

وہ ابھی ابھی گھر واپس آئے تھے‘ گاڑی اس کی مخصوص جگہ پر پارک کرنے کے بعد وہ اپنے پورشن کی جانب بڑھ رہے تھے‘ جب بائیک کی مانوس آواز پر رک کر پلٹے تھے‘ اور وہیں رک کر اس کا انتظار کرنے لگے تھے‘ جواب تیز قدموں کے ساتھ ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

’’مجھے ابھی اپنے ڈاکٹر سے ملنا ہے۔‘‘ قریب آتے ہی وہ ان سے بولا تھا جبکہ وہ اس کی بات سے زیادہ اس کے سرخ چہرے کے تاثرات پر دنگ رہ گئے تھے۔

’’تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......؟‘‘ پریشان لہجے میں بولتے ہوئے انہوں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا ہی تھا‘ جو اس نے فوراً ہی الگ ہٹا دیا تھا۔

’’کچھ نہیں ہوا مجھے‘ آپ ڈاکٹر سے اپائنمنٹ لیں یا نہ لیں مگر مجھے آج ہی ان سے ملنا ہے۔‘‘ بھینچی ہوئی آواز میں بولتے ہوئے وہ جس طرح آگے بڑھا تھا ایک پل کو تو وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکے تھے‘ مگر اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ اس کے پیچھے ہی گئے تھے‘ لاؤنج میں سیڑھیوں کے پاس ہی انہیں سدرہ حیران پریشان کھڑی نظر آئی تھیں۔

’’شیث کو کیا ہوا ہے‘ آپ نے کچھ کہا ہے کیا اسے۔‘‘ بے طرح پریشان وہ ان سے پوچھ رہی تھیں‘ جو ان کا سوال سنے بغیر ہی سیڑھیاں طے کرتے اوپر گئے تھے‘ کمرے میں وہ انہیں دکھائی نہیں دیا تھا‘ وہ سیدھا واش روم کی سمت گئے تھے۔

’’شیث! باہر آؤ۔‘‘ بند دروازے کو تھپتھپاتے ہوئے وہ اسے مستقل پکار رہے تھے‘ ان کا بس نہیں چل رہا تھا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو جائیں‘ بے چینی حد سے تجاوز کرنے لگی تھی جب بالآخر اس نے واش روم کا دروازہ کھول دیا تھا‘ دنگ نظروں سے اس کی خون آلودہ ہوتی آنکھیں اور سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ اس کا بازو پکڑ کے باہر لائے تھے۔

’’کیا ہوا ہے......؟ کس نے کیا کہا ہے تم سے بتاؤ مجھے......؟‘‘ پریشان نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہے تھے جو ان سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔

’’کسی نے کچھ نہیں کہا ہے۔‘‘ بھاری لرزتی آواز میں بولتے ہوئے وہ ان کے سامنے سے ہٹ گیا تھا‘ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ

نے پریشان نظروں سے پہلے شوہر کو اور پھر اسے دیکھا تھا، جو بیڈ کے کنارے سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا۔

’’آپ پوچھیں ناں...... اس سے کیا ہوا ہے، میرا دل گھبرا رہا ہے۔‘‘ وہ روہانسی ہو کر شوہر سے بولیں تھیں۔

’’شیث! مجھے بتاؤ بیٹا، کیا ہوا ہے......؟‘‘ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے وہ پرشفقت لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

’’میں کیا پوچھ رہا ہوں تم سے......؟‘‘ اس کے شانوں کے گرد ہاتھ رکھے وہ دوبارہ بولے تھے جو اس بار اس نے ذرا سر اٹھا کر سدرہ کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل چہرہ دوسری جانب پھیر لیا تھا، دوسری جانب شمس کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی جو بیوی سے مخاطب ہوئے تھے۔

’’تم باہر جاؤ اور دروازہ بند کرتے ہوئے جانا۔‘‘ شوہر کی ہدایت پر پریشان نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ نا چاہتے ہوئے بھی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھیں۔

’’اب بتاؤ مجھے جو بھی بات ہے کھل کر کہہ دو۔‘‘ اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے وہ بولے تھے۔

’’مجھے ابھی اپنے ڈاکٹر سے ملنا ہے، کسی بھی حالت میں......‘‘ ان کی جانب دیکھے بغیر وہ گھٹی ہوئی آواز میں بولا تھا، اس کا چہرہ بالکل ایسا ہو رہا تھا، کہ جیسے کسی بھی لمحے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے گا۔

’’تمہارا ٹریٹمنٹ مکمل ہو چکا ہے، تمہارے ڈاکٹر نے یہ خود تمہیں کافی پہلے ہی بتا دیا تھا کہ......‘‘

’’مگر میں پھر بھی ان سے ملنا چاہتا ہوں، مجھے کچھ پوچھنا ہے ان سے، آپ کیوں میری بات نہیں سمجھ رہے۔‘‘ اپنے چہرے کے گرد رکھا ان کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے وہ اس بار بلند آواز میں بولا تھا۔

’’تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ڈاکٹر سے؟ میں وہ جاننا چاہتا ہوں، مجھے اور پریشان مت کرو شیث! بتاؤ مجھے کیا تکلیف ہے تمہیں......؟‘‘ اسے دوبارہ سر ہاتھوں میں گراتے دیکھ کر وہ اضطراب کے ساتھ انتہائی سخت لہجے میں بولے تھے، جواباً اس نے سر اٹھا کر جس طرح بھیگی آنکھوں کے ساتھ انہیں دیکھا تھا، ان کے دل کو دھکا سا لگا تھا، اس کی زخمی نظروں پر......

’’کیا میں ایک...... ایک نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہوں......؟‘‘ اس کے بھیگے لہجے میں کیے جانے والے سوال کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے وہ ایک پل کے لئے ساکت ہی رہ گئے تھے۔

’’شیث! یہ تم......‘‘ بے اختیار ہی انہوں نے اسے اپنے گلے سے لگاتے ہوئے سینے سے بھینچ لیا تھا، جواب پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر چکا تھا۔

’’کس نے پوچھا ہے یہ تم سے، بتاؤ مجھے کس نے کیے ہیں تم سے یہ سوال......؟‘‘ کچھ غصیلے انداز میں وہ اس سے پوچھ رہے تھے جو ان کی گردن میں چہرہ چھپائے گھٹ گھٹ کر رو رہا تھا۔

’’مجھے اندازہ ہے کہ یہ سوال تم سے کون کرنے کی ہمت کر سکتا ہے۔‘‘ رگوں میں ابلتے خون کے ساتھ وہ جو بولے تھے، دوسری جانب اس نے ایک لفظ تک نہیں کہا تھا، مگر اس کی کراہیں بلند ہونے لگی تھیں۔

❋❋❋

کھیر کی پیالیوں سے بھری ٹرے لے کر اب وہ نیچے والے فلور کے گھروں میں اور ساتھ والے فلیٹ کے گھروں میں کھیر دینے جا رہی تھی کیونکہ آج اس کی ماں نے نیاز دلوائی تھی، نیچے فلور کے گھروں میں حصہ دینے کے بعد اب وہ آخری زینہ اتر ہی رہی تھی جب اس نے کھلے گیٹ سے انہیں اندر آتے دیکھا تھا، وہیں سیڑھیوں پر رکی وہ ان کے چہرے کے بگڑے تاثرات کو دیکھ رہی تھی، جس طرح جارحانہ انداز میں سیڑھیاں چڑھتے وہ مقابل آ کر رکے تھے، اس کا سانس رک گیا تھا، یکدم ہی وہ بے تحاشہ خوف میں مبتلا ہوئی تھی۔

’’تم نے شیث سے کیا پوچھا تھا......؟‘‘ بھینچی ہوئی سخت آواز میں وہ اس سے پوچھ رہے تھے، دوسری جانب اسے اپنا دم نکلتا محسوس ہو رہا تھا، کچھ ایسے ہی انداز میں وہ اس رات بھی پیش آئے تھے۔

’’میں نے اس سے کچھ بھی نہیں......‘‘ شدید خوف کے ساتھ پھنسی ہوئی آواز میں وہ اتنا ہی بولی تھی، جب ان کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا تھا، بری طرح اس کا سر ریلنگ کی دیوار سے ٹکرایا تھا، سن ہوتے وجود کے ساتھ اس کے حلق سے کوئی آواز تک نہیں نکل سکی تھی، البتہ

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

ٹرے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے جا گری تھی۔

”سچ بتاؤ مجھے' ورنہ کھال اتار دوں گا تمہاری......“ شدید اشتعال کے ساتھ وہ غرائے تھے۔

”دوبارہ اگر اس سے تم نے کوئی بھی بات کرنے کی کوشش بھی کی تو وہ حشر کروں گا تمہارا کہ پانی بھی نہیں مانگو گی' اتار دوں گا اسی زمین میں۔“ شعلہ بار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے وہ غرا رہے تھے۔

”بہت شوق ہے تمہیں یہ جاننے کا' میں دیتا ہوں تمہیں تمہارے سوال کا جواب۔“ خونخوار لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے وہ بول رہے تھے' جو اسی طرح اوندھے منہ چہرہ چھپائے ساکت پڑی تھی۔

”میرا بھائی ایک صحت منداور شاندار زندگی گزار سکتا ہے' اور وہ گزارے گا' مگر اس جیسے شاندار مرد کی زندگی میں دور دور تک کہیں بھی تمہارے جیسی گھٹیا اور بے شرم لڑکی کا وجود نہیں ہوگا' شکر کرو تمہارے سامنے میرا بھائی تھا ورنہ اس کی جگہ تم کسی اور مرد سے یہ سوال کرتیں تو......“ آگ برساتے لہجے میں بولتے ہوئے وہ رکے تھے اور اگلے ہی پل اس جارحانہ انداز میں سیڑھیاں اترتے وہاں سے چلے گئے تھے۔

سیڑھیوں سے اٹھتے ہوئے اس نے ناک سے بہتے خون کو اپنے دوپٹے سے روکنے کی کوشش کی تھی' اور دوسرے ہاتھ سے سیڑھیوں پر گر کر ٹوٹنے والے برتن سمیٹنے شروع کر دیے تھے۔

⁂

آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس نے وال کلاک کی سمت دیکھا تھا' مزید ضبط کرنا مشکل ہوا تھا' جو وہ شدید اضطرابی کیفیت میں اٹھ بیٹھا تھا۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ مسلسل دو دن تک اس سے بات کرنے کی بھی ہمت نہیں کر سکا تھا' اس چیز نے اس کے دل کو زیادہ تکلیف دی تھی کہ سارہ نے خود بھی اس سے کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی' اس کے باوجود وہ اب مزید خود پر پہرے لگانے کے قابل نہیں تھا' دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ اب سیل فون کے ذریعے اسے کال کر رہا تھا۔

حیرت کا شدید جھٹکا اسے لگا تھا' جب اس کی کال ریسیو نہیں کی گئی تھی' ایسا پہلی بار ہوا تھا' ہمیشہ وہ اسی وقت اسے کال کرتا تھا اور وہ فوراً ہی اس کی کال ریسیو کر لیا کرتی تھی۔

اور پھر نہ ختم ہونے والی باتوں کا آغاز ہو جاتا تھا' یہ باتیں بہت عام اور معمولی نوعیت کی ہوا کرتی تھیں' جن میں وہ دونوں اپنے سارے دن کے گزرے اوقات کے بارے میں ایک دوسرے کو باخبر کرتے تھے' عام سے موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے تھے' یا پھر سارہ کا ایک دل پسند موضوع شروع ہو جاتا تھا' جس میں وہ تو بس خاموشی سے سنتا رہتا تھا' البتہ وہ نان اسٹاپ بغیر کومہ' فل اسٹاپ کے بولتی چلی جاتی تھی اور وہ موضوع ہوتا تھا شمس کی شان میں قصیدے پڑھنا' اس کا یہ اکثر شروع ہو جانے والا شمس نامہ وہ بہت خاموشی اور توجہ کے ساتھ کان بند کر کے سنتا تھا۔

بار بار کال ملاتے ہوئے اس کی حالت عجیب ہونے لگی تھی' یہ سوچ ہی اسے خوفزدہ کر رہی تھی کہ کیا وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی' بغیر کسی وجہ کے وہ ایسے کس طرح اس سے قطع تعلق کر سکتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے دو دن تک فون نہ کرنے پر ناراضی کا اظہار ایسے کر رہی ہو کہ اس کی کال ہی اگنور کر دے' یہ سوچتے ہوئے وہ پھر اسے کال کر رہا تھا' اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔

”تم نے ایک بار بھی مجھ سے بات کرنے میں پہل نہیں کی ہے۔“ وہ شکوہ کر رہا تھا دوسری جانب وہ اسی طرح خاموش تھی۔

”میری کال کیوں ریسیو نہیں کر رہی تھیں' کیا تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی......؟“ وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ جواباً اس بار بھی جامد خاموشی تھی۔

”سارہ! یہ اچانک تمہیں کیا ہوا ہے' کیوں اس طرح کر رہی ہو میرے ساتھ......؟“ وہ دریدہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”شیث! تمہیں واقعی مجھ جیسی گھٹیا لڑکی سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔“ اس کے سرد لہجے پر وہ دنگ رہ گیا تھا۔

”تم کیا کہہ رہی ہو' کیا ہوا ہے تمہیں......؟“

”کیوں...... تمہارے بھائی نے تمہیں نہیں بتایا کہ کیا ہوا ہے......؟“ وہ اسی سرد لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”تم بھائی کی بات کیوں کر رہی ہو سارہ! انہوں نے کچھ کہا ہے تمہیں......؟“ وہ شدید بے یقینی اور حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

”شیث! اگر تمہیں میری بات بری لگی تھی، میں نے تمہارے دل کو تکلیف پہنچائی تھی تو تم اسی وقت وہیں مجھے برا بھلا کہہ دیتے، دس تھپڑ مارتے مجھ پر لعنت بھیج کر چلے جاتے، میں شکایت کا ایک لفظ بھی تم سے نہیں کہتی لیکن اس کام کے لئے تم نے اپنے بھائی کو میرے پاس کیوں بھیجا......؟“ وہ یقیناً روتے ہوئے بول رہی تھی۔

”سارہ! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے، تم یقین کرو میں نے بھائی سے کچھ بھی نہیں کہا تھا، میں ایسا کیوں کروں گا، میں نہیں جانتا تھا کہ وہ تمہارے پاس کب......“ بے یقینی کے ساتھ بولتے ہوئے وہ رکا تھا، کیونکہ دوسری جانب وہ فون بند کر چکی تھی، ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ وہ ساکت بیٹھا رہ گیا تھا۔

✻✻✻

ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر گرنے والے انداز میں اندر آتے ہوئے اس نے فوراً ہی دروازہ بند بھی کر دیا تھا، دوسری جانب وہ حیرت سے اس کی بدحواسی اور اڑی رنگت کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں......؟“ اگلے ہی پل سرعت سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”کیا ہونا ہے، تمہارے اس لفنگے بھائی نے تو پیچھا ہی پکڑ لیا ہے میرا...... جب دیکھو میرا راستہ روک کر حال دل بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تھرڈ کلاس ڈائیلاگ ہانکتا ہے اور اوپر سے اس چڑیل نما لڑکی کو پتا نہیں کیسے خبر ہو جاتی ہے جو موقع پر ہی وارد ہو جاتی ہے۔“ بند دروازے سے پشت لگائے کھڑی وہ شدید غصے میں بولتی جا رہی تھی۔

”کسی دن وہ چڑیل یا تو مجھے مار دے گی، یا میرے ہاتھوں زندہ دفن ہو جائے گی۔“ اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی جب کسی نے ایک جھٹکے سے دروازہ اندر دھکیلا تھا۔ سارہ کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی جبکہ وہ خود بھی اس اچانک افتاد پر لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہوا تھا۔

”ارے تیرا بیڑا پار ہو جائے پھٹکنی دور ہٹ......“ اندر آتے ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے مومو نے اسے لتاڑا تھا، دوسری جانب شدید شرمندگی اور سرخ چہرے کے ساتھ وہ خونخوار نظروں سے مومو کو گھورتے ہوئے سرعت سے باہر نکل گئی تھی۔

”تمہیں بھی نہیں چھوڑا اس میسنی نے، بھاگی ہوئی آئی تو یہیں آئی اور دکھا دیا کام، ارے اب کس کس کو اس سے بچاتی پھروں میں۔“ کلس کو بولتے ہوئے وہ اسے سنا رہی تھی جواب ناگوار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”تم نہ تو فضول باتیں کرنا چھوڑو گی نہ ہی یہ واہیات حرکتیں کرنا بند کرو گی۔“ اس کے گھورنے پر مومو نے پوری آنکھیں کھول کر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا تھا۔

”تہذیب سیکھ لو ذرا، اس طرح داخل ہوتے ہیں کسی کے کمرے میں۔“ وہ مزید اسے گھور رہا تھا۔

”اوہو...... نہ یہ تہذیب اسے بتائی تھی وہ بھی اسی طرح یہاں آئی تھی جس طرح میں آتی ہوں اور معاف کرنا، میں جس طریقے سے بھی کمرے میں داخل ہوئی تھی مگر تم نے جس طرح اس کا پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے، دیکھ چکی ہیں میری گناہ گار آنکھیں اور اب تک پھٹی ہوئی ہی ہیں۔“ مسکراہٹ چھپائے وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

”تم باہر نکلو یہاں سے فوراً......“ جھینپے ہوئے انداز میں وہ اسے باہر جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ مگر اگلے ہی پل اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر سرعت سے باہر نکل بھاگی تھی۔

✻✻✻

دروازے کو تھوڑا سا کھولتے ہوئے وہ رکی تھی جبکہ دوسری جانب اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ دنگ رہ گیا تھا۔

”تم کیوں آ گئے ہو یہاں، چلے جاؤ۔“ اس نے فوراً ہی دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تھی۔

”سارہ! مجھے بات کرنی ہے تم سے، مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے۔“ وہ دروازے کو بند ہونے سے روکتے ہوئے شدید پریشان انداز میں بولا تھا۔

”شیث! تم چلے جاؤ، امی اوپر فلور پر گئی ہیں کسی بھی وقت آ سکتی ہیں۔“ اس سے نظر چراتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”میں زیادہ دیر نہیں رکوں گا سارہ! صرف چند منٹ' مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے......؟“ اس کے التجائی انداز پر سارہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر دروازہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے وہ ساکت نظروں سے بس اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا' اس کے دائیں رخسار سے جبڑے تک کا سارا حصہ سوجا ہوا اور انتہائی نیلا پڑا ہوا تھا' اس پر پہلی نظر پڑتے ہی ایک پل کو تو وہ اسے پہچان ہی نہیں سکا تھا۔

”میں جانتی ہوں مجھے وہ سب نہیں کہنا چاہئے تھا' مگر میں نے پھر بھی جان بوجھ کر وہ غلط باتیں تم سے کی تھیں کیونکہ مجبور کیا تھا مجھے تمہارے بھائی نے اور اس کی بیوی نے...... “ بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ اسے بتا رہی تھی۔

”میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا' وہ پہلے بھی میرے پاس آئے تھے مجھے ذلیل کرنے کے لئے' وہ چاہتے ہیں میں تمہاری طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھوں' ان کی بیوی نے بھی مجھے انکا ہی ڈراوا دیا' وہ بھی کہتی ہیں کہ میں تم سے کوئی تعلق نہ رکھوں' پہلے اس شخص کے لئے وہ مجھ سے دور ہوئی تھیں اور اب اس شخص کی خوشی کے لئے وہ تمہیں بھی مجھ سے دور کرنا چاہتی ہیں' ان سب کو میں ہی قصوروار نظر آتی ہوں۔ وہ دونوں مجھے ہی برا کہہ رہے ہیں' مجھے ہی گالیاں دے رہے ہیں' میں نے سوچا تمہیں ناراض کر کے ہی خود کو برا ثابت کر دوں' تاکہ تم ہی مجھ سے تعلق ختم کر ڈالو وہ دونوں جو چاہتے ہیں میں وہی کرنے کی کوشش کر رہی تھی' میری کس کو پرواہ ہے میں پہلے بھی اکیلی تھی آگے بھی تنہا رہوں گی تو کسی کو کیا فرق پڑ جائے گا۔“ زاروقطار روتے ہوئے وہ بول رہی تھی' جبکہ وہ بس ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

”تمہاری وجہ سے وہ پہلے بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر چکے ہیں......اس طرح تو کوئی کسی جانور کو بھی نہیں مارتا جس طرح انہوں نے مجھے مارا ہے' وہ تو اس طرح مجھے دھتکارتے ہیں جیسے میں کوئی سڑک پر کھڑی کال گرل ہوں' جوان کے بھائی کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔“ آنسوؤں سے بھیگا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ اندر کی سمت بھاگتی چلی گئی تھی' دوسری جانب وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

* * *

کاٹ میں سوئی اپنی بیٹی پر کمبل ٹھیک کرتے ہوئے وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو بغیر دستک کے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔

وارڈ روب سے ہینگ کئے کپڑے نکالتے ہوئے سدرہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا' وہ کبھی اس طرح سے ان کے کمرے میں داخل نہیں ہوا تھا' جس طرح ابھی آیا تھا۔

”آپ نے کیوں ہاتھ اٹھایا اس پر......؟“ ان کے مقابل رکتے ہوئے وہ بغیر کسی تمہید کے سرخ چہرے کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

”آپ نے کیوں کیا اس کے ساتھ اتنا بھیانک سلوک بتائیں مجھے......؟“

”کس لہجے میں بات کر رہے ہو تم مجھ سے' دماغ ٹھکانے پر تو ہے تمہارا......؟“ وہ انتہائی سخت لہجے میں بولے تھے۔

”میں نے جو کیا ٹھیک کیا ہے' جو بے ہودہ بات اس نے تم سے کی اس کے بعد وہ اسی سلوک کی مستحق تھی' اور تم بجائے یہ کہ اس کی گھٹیا باتوں پر اس کا منہ توڑتے الٹا تم میرے سامنے کھڑے ہو کر سوال کر رہے ہو......“

”میں آپ سے سوال کروں گا' کیونکہ آپ نے کچھ ٹھیک نہیں کیا ہے' سب غلط کیا ہے اس کے ساتھ بھی اور میرے ساتھ بھی۔“ ان کی بات کاٹتے ہوئے وہ بلند آواز میں بولا تھا۔

”شیث! یہ تم کس طرح بات کر رہے ہو' ہوا کیا ہے......؟“ اب تک دنگ کھڑی سدرہ دہل کر بولتے ہوئے اس کی سمت آئی تھیں۔

”آپ یہ ان سے پوچھیں یہ کیا کر چکے ہیں۔“ شدید تاسف کے ساتھ وہ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا' جو بمشکل ضبط کئے کڑی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

”پوچھیں آپ ان سے خود بتائیں گے یہ کیا حشر کر کے آئے ہیں اس کا۔“

”وہ اسی کے قابل تھی سمجھے تم۔“ وہ شدید اشتعال میں بولے تھے۔

”تمہارے لئے میں جتنا کچھ برداشت کر چکا ہوں' اس کے بعد اب میں کسی کا ایک لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتا' کوئی بھی منہ اٹھا کر آئے گا اور

تم سے گھٹیا سوال کرے گا تو اس کا بھی یہی حشر کروں گا۔“ وہ شدید طیش میں بولے تھے۔

”آپ نے سارہ پر ہاتھ اٹھایا ہے......؟“ وہ شدید بے یقینی کے ساتھ ان سے پوچھ رہی تھیں جو ان کی جانب دیکھ بھی نہیں سکے تھے۔

”یہ آپ نے کیا' کیا شمس......؟“ سدرہ کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

”آپ اپنے بھائی کی ذرا سی تکلیف تک برداشت نہیں کر سکتے ہیں' لیکن میری بہن کے ساتھ آپ یہ سب کس طرح کر گئے' وہ تو عقل میں بھی شیث سے کم ہے اور عمر میں بھی' اسے خود ٹھیک طرح معلوم نہیں ہوگا کہ وہ اس سے کیا پوچھ رہی ہے کیا سوال کر رہی ہے' اس پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے آپ نے ایک بار میرے بارے میں بھی نہیں سوچا......“ شدید اذیت کے ساتھ وہ بات بھی مکمل نہیں کر سکی تھیں۔

”امی نے فون پر بتایا تھا کہ وہ سیڑھیوں سے گر گئی ہے' اور میں اسے دیکھنے تک نہیں گئی کہ وہ کس حال میں ہے' یہی فکر رہی کہ کہیں میرے اس کے پاس جانے سے اس گھر میں کسی کو کسی چیز کی تکلیف نہ ہو' اس نے ایک بار بھی فون کر کے مجھے حقیقت نہیں بتائی کہ وہ کس تکلیف میں ہے۔“ بمشکل آنسو ضبط کرتے ہوئے وہ شیث کی سمت پلٹی تھیں۔

”تم ابھی اور اسی وقت مجھے اس کے پاس لے کر چلو' اگر نہیں جا سکتے تو میں اکیلی بھی جا سکتی ہوں۔“ لرزتی آواز میں اس سے کہتے ہوئے وہ دروازے کی سمت بڑھ گئی تھیں جبکہ اس نے پہلے ایک نظر ان کی جانب دیکھا تھا' جو خاموش کھڑے تھے' اگلے ہی پل ان پر سے نظر ہٹاتا وہ سدرہ کے پیچھے ہی کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

⁂

کچن میں کاؤنٹر کے پاس سبزی کاٹتے ہوئے وہ بس ایک پل کو ان کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو کچن میں داخل ہو رہے تھے' اگلے ہی پل وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھیں۔

ایک ہفتہ گزر چکا تھا' وہ بالکل بھی ان سے کلام نہیں کر رہی تھیں' پہلی بار وہ اس طرح ناراض ہو کر لاتعلق ہوئی تھیں جبکہ وہ خود بھی ہمت نہیں کر سکے تھے کہ ان سے بات کر کے ناراضی دور کرنے کی کوشش کرتے۔

یہ بھی سچ ہی تھا کہ اس کے ساتھ یہ جارحانہ سلوک کرنے کے بعد وہ خود بھی اپنے آپ سے شرمندہ تھے' اب تک ان کا ضمیر اندر ہی اندر انہیں کچوکے لگا رہا تھا کہ وہ یہ کیا کر چکے ہیں' کبھی خواب میں بھی وہ یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ وہ اس طرح اس پر ہاتھ بھی اٹھا سکتے ہیں' لیکن جو کچھ اس نے کیا تھا اور جو حالت انہوں نے شیث کی دیکھی تھی' اس کے بعد وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

”آپ کو کچھ چاہئے تو بتا دیں......؟“ ان کی جانب دیکھے بغیر وہ اسی مصروف انداز میں بولیں تھیں۔

”وہ کیسی ہے اب......؟“ وہ بمشکل ہی پوچھ سکے تھے جواباً سدرہ نے جن نظروں سے انہیں دیکھا تھا' وہ مزید شرمندہ ہو کر رہ گئے تھے۔

”آپ فکر نہ کریں' بس یہ سمجھ لیں وہ مر گئی ہے۔“ وہ سرد لہجے میں بولی تھیں۔

”سدرہ! میں اس کے ساتھ وہ سب نہیں کرنا چاہتا تھا۔“

”مگر آپ اس کے ساتھ وہ سب کر چکے ہیں۔“ وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولی تھیں۔

”میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا ہے' مگر شیث کی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تم جانتی ہو' اس کی حالت دیکھ کر میں کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔“ وہ شرمندہ لہجے میں بولے تھے۔

”اپنی بہن کی حالت دیکھ کر اب میں بھی کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہوں' لہٰذا اب اس کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔“ وہ سرد لہجے میں بول کر ان کے سامنے سے ہٹ گئی تھیں۔

”تم اس سے کہو وہ مجھے معاف کر دے۔“ وہ بولے تھے۔

”آپ اسے معاف کر دیں' اور مت پرواہ کریں وہ کس حال میں ہے۔“ تلخ لہجے میں بولتے ہوئے وہ کچن سے باہر نکل گئی تھیں۔

⁂

چائے لے کر وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی جہاں وہ اس کی منتظر بیٹھی تھیں۔

''ہنی کہاں ہے' سوگئی کیا......؟'' چائے کا کپ ان کے حوالے کرکے دوسرا کپ خود لئے وہ ان کے قریب ہی بیڈ پر آ گئی تھی۔

''اس کے سونے کا وقت ہوگیا تھا اس لئے امی کے پاس ہی سلا آئی ہوں۔'' وہ بولی تھیں۔

''آپ نے اپنے شوہر کو بتادیا تھا کہ آپ میں دن سے پہلے گھر واپس نہیں جائیں گی۔'' اس کے جتانے والے انداز پر وہ مسکرائی تھیں۔

''ہاں میں نے اپنے شوہر کو بتادیا تھا کہ وہ دودن سے پہلے واپس نہیں آؤں گی' اور یہاں رہ کر تم سے اپنی خدمتیں کرواؤں گی۔'' وہ بولی تھیں۔

''وہاں بھی سب سے اپنی خدمتیں کروایا کریں' جھونک ہی دیا آپ نے خود کو اپنے سسرال میں۔'' وہ ناگواری سے سر جھٹک کر بولی تھی۔

''میں جانتی ہوں میں یہاں زیادہ نہیں آپاتی' لیکن تمہیں پتا ہے کہ اس گھر میں ایک میں ہی ہوں' اس لئے مجھے وہاں سب کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور یہ میرا فرض بھی ہے ذمہ داری بھی' ابھی تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے ناں' اس لئے تمہیں مجھ سے یہ شکایتیں رہتی ہیں' بعد میں پوچھوں گی تم سے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

''ہاں مگر میں آپ کی طرح اپنی ماں' بہن سے بیگانی ہوکر نہیں بیٹھ جاؤں گی' وہ بھی ایک سڑے بھوسے انسان کے لئے جسے آپ اپنا شوہر کہتی ہیں۔'' ناک چڑھا کر بولتے ہوئے اس نے چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا اور خود ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

''تمہارے لئے ہوں گے سڑے بھوسے' میرے لئے تو بہت اچھے ہیں۔'' اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

''سچ کہہ رہی ہیں' بتائیں تو ذرا کہ کتنے اچھے ہیں۔'' اس کے شرارتی لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''آپ تو شادی سے پہلے بڑی شاعری وغیرہ کی دلدادہ اور رومینٹک سی ہوا کرتی تھیں' کیسے رہتی ہیں آپ ایسے ٹھس انسان کے ساتھ جو مسکراتا تک نہیں ہے۔'' وہ بولی تھی۔

''کوئی نہیں...... وہ بالکل بھی ٹھس نہیں ہیں۔'' انہوں نے فوراً ہی اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا تھا۔

''اور تم ان کی طرف دیکھتی ہی کب ہو جو تمہیں ان کی مسکراہٹ نظر آئے گی۔''

''اچھا تو پھر آپ نے ان کی مسکراہٹ دیکھی ہوگی' ذرا بتائیں تو کیسے لگتے ہیں وہ مسکراتے ہوئے۔'' وہ اس وقت موڈ میں تھی۔

''بہت اچھے لگتے ہیں' اور اب تم زیادہ مت بولو اچھا......'' ان کے گھورنے پر وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''بہت اچھے ہیں بہت پیارے ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ رومینٹک بھی ہوں گے ہے ناں......؟'' ان کا ہاتھ پکڑے میں وہ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی' جواباً وہ بس مسکراہٹ چھپا کے اسے گھور رہی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ وہ تو رومانس بھی غصے میں کرتے ہوں گے۔ سدرہ میں تم سے محبت کرتا ہوں' نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر' میری یہ بات ذہن میں بٹھائی ہو یا بجاؤں اینٹ سے اینٹ۔'' کڑک لہجے میں شمس کی نقل اتارتے ہوئے وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ کر ان کے ہاتھوں سے بچنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

''شرم تو نہیں آتی......'' بمشکل ہنسی روک کے وہ اسے گھرک رہی تھیں۔

''بس کرو اب' سونے کی کرو مجھے بھی نیند آرہی ہے۔'' خالی کپ اسے تھماتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

''کیا اتنی جلدی' ابھی سونے کی بات نہ کریں' یہ کپ رکھ کر آتی ہوں' پھر مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' بیڈ سے اترتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''کیا بات کرنی ہے تمہیں' صبح کر لینا میں یہیں ہوں ابھی۔''

''نہیں' مجھے ابھی بات کرنی ہے ادھر میری طرف کروٹ لیں۔'' ان کے قریب نیم دراز ہوتے ہوئے اس نے ان کا شانہ ہلایا تھا۔

''پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو میں آپ سے پوچھ رہی ہوں' اس پر آپ ناراض نہیں ہوں گی' اور مجھے سب کچھ بتائیں گی۔'' ان کی چوڑیوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''تم کس بارے میں کیا پوچھنا چاہ رہی ہو......؟'' وہ کچھ حیرت سے بولی تھیں۔

''میں شیث کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی۔'' ایک پل کو رک کر اس نے کہا تھا۔

''گھنٹہ بھر فون پر اس سے بات کرکے سکون نہیں ملا جواب اسی کے بارے میں مزید بات کرنی ہے۔'' ان کے ڈپٹنے والے انداز پر وہ مسکرائی

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھی۔

”وہ تو اس نے آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کیا تھا۔“ وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

”چند گھنٹوں پہلے ہی اس کے سامنے گھر سے اپنے میاں کے ساتھ یہاں آئی ہوں اتنی جلدی اسے میری خیریت کی فکر ہوگئی اس کی نظروں کے سامنے رہتی ہوں تب تو زبان تک نہیں ہلاتا اور اب یہاں میری خیریت معلوم کی جا رہی ہے وہ بھی میرے بجائے تم سے.....“ ان کے گھورنے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

”تو جل کیوں رہی ہیں اب آپ سے زیادہ میری ویلیو ہے تو.....“ وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

”بتاؤں ابھی تمہیں سو جاؤ چلو.....کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے بارے میں بات کرنے کی نکال دو اپنے دماغ سے سب کچھ اچھا.....“ وہ ناراضی کے ساتھ سخت لہجے میں بولی تھیں۔

”آپی پلیز! سن تو لیں میں کیا پوچھنا چاہتی ہوں۔“ وہ فوراً ہی بگڑ کر بولی تھی۔

”ڈھٹائی کی حد ختم ہے تم پر..... پوچھو کیا پوچھنا ہے۔“ وہ دھاڑتے ہوئے انداز میں بولی تھیں دوسری جانب وہ چند لمحوں تک خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی تھی پھر کہا تھا۔

”آپی! اس رات کیا ہوا تھا.....؟“ اس کے سوال پر سدرہ کچھ بول نہیں سکی تھیں۔

”آپ کو تو سب پتا ہوگا یہ سب میں اس سے نہیں پوچھ سکتی مگر جاننا چاہتی ہوں اس لئے آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ وہ سب کیسے ہوگیا تھا.....؟“ وہ مدھم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”تم نے پہلے کبھی مجھ سے اس بارے میں بات نہیں کی ہے تو پھر آج کیوں یہ سب پوچھ رہی ہو.....؟“ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولیں تھیں۔

”پتا نہیں بس میں جاننا چاہتی ہوں۔“ وہ بولی تھی۔

”اس رات وہ گھر سے کب کس وقت نکل گیا کسی کو پتا ہی نہیں چلا تھا۔“

”وہ کہاں چلا گیا تھا.....؟“ وہ درمیان میں بول اٹھی تھی۔

❀❀❀

تم سچ کہہ رہے ہو ہم واقعی ان سارے سنگرز کے آٹوگراف لے سکیں گے.....؟“ فون پر مدھم رازدارانہ انداز میں بات کرتے ہوئے وہ بہت زیادہ خوش تھا۔

”یہ تو اور بھی اچھی بات ہے تم یاد سے اپنا کیمرہ ساتھ رکھنا اور ہم اسٹیج کے قریب کھڑے ہوں تاکہ ہم ان کے قریب سے تصویریں لے سکیں ہاں تم فکر مت کرو میں بس آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا میرا انتظار کرنا۔“ عام ٹین ایجر اسٹوڈنٹس کی طرح وہ بھی کرکٹرز اور سنگرز کا دلدادہ تھا اس کے ایک کلاس فیلو کے فادر اس قسم کے کنسرٹ اور فنکشنز وغیرہ ارینج کروایا کرتے تھے اپنے اس دوست کی ہی وجہ سے وہ اور اس کے باقی تمام دوست آج ہونے والے کنسرٹ کے پاس حاصل کر سکے تھے وہ سب کسی صورت بھی اس موقع کو گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ اپنے گھر میں اس نے کسی کو اس بات کی خبر نہیں ہونے دی تھی کیونکہ اسے پتا تھا کہ اسے رات کے وقت دوستوں کے ہمراہ کہیں جانے کی اجازت نہیں ملے گی اور کسی ایسی جگہ تو ہرگز بھی کوئی اسے نہیں جانے دے گا جہاں جانے کے لئے وہ بے تاب تھا۔

رات آٹھ بجے ان سب کو کنسرٹ میں پہنچنا تھا اور ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہی واپس آ جانا تھا کیونکہ اس کے باقی دوست بھی اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنا افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

انہیں وہاں صرف اپنے فیورٹ سنگرز کو دیکھنا تھا اس کے بعد واپس آ جانا تھا اسلئے وہ مطمئن تھا ورنہ وہ کبھی اس طرح گھر میں بتائے بغیر، اجازت کے بناء گھر سے دور نہیں گیا تھا۔

سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے وہ واش روم سے باہر نکلا تھا بھیگے بال ٹاول سے خشک کرتے ہوئے اس نے عجلت میں اپنی پریس شدہ شرٹ ہاتھ

میں اٹھائی تھی، وقت کم رہ گیا تھا اسے اب جلد از جلد اپنے دوستوں کے پاس پہنچنا تھا، لائٹ پنک کلر کی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے وہ وال کلاک کی سمت بھی دیکھتا جا رہا تھا، آئینے میں اپنے سراپے کو دیکھتے ہوئے اب وہ اپنے سونے جیسے چمکتے بالوں کو سنوار رہا تھا، پرفیوم کا اسپرے بہت اچھی طرح اپنی شرٹ پر کرنے کے بعد وہ اپنی گردن پر بھی مہکتی پھوار برسانا نہیں بھولا تھا، عجلت میں جوگرز پہننے کے بعد اس نے اپنی سیاہ جیکٹ دائیں بازو پر ڈالی تھی اور اسی عجلت میں ریسٹ واچ ہاتھ پر باندھتا دوڑنے والے انداز میں کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

* * *

بے انتہا کراؤڈ، شور وغل اور کان پھاڑ دینے والی میوزک انسٹرومنٹس کی آوازیں ہر سمت گونج رہی تھیں، ایک کے اوپر ایک لوگ پاگلوں کی طرح امڈے چلے آ رہے تھے۔ بے تحاشا اکھٹے ہو جانے والے فینز کا جمگھٹا اپنے اپنے فیورٹ سنگرز کے نام کی آوازیں لگاتا چیخ و پکار میں مگن تھا۔

اس موسم میں بھی شدید حبس سے بے حال ہوتے ہوئے اس نے اپنی لیدر کی جیکٹ اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی تھی، بمشکل درمیان میں سے راستہ بنا کر آگے بڑھتے ہوئے وہ پسینے میں شرابور ہو چکا تھا مگر پھر بھی وہ ابھی اسٹیج سے بہت فاصلے پر تھا، مزید آگے جانا اسے ناممکن ہی نظر آ رہا تھا، یکدم ہی اسے احساس ہوا تھا کہ وہ آگے بڑھنے کی کوشش میں اپنے دوستوں سے بہت ہی آگے نکل آیا ہے، وہ کہیں پیچھے ہی رہ گئے تھے۔

پنجوں کے بل اونچا ہو کر اس نے ناچتے اچھلتے کودتے ہجوم پر نظر ڈالنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام ہی رہا تھا، اپنے ہم عمر دوستوں کے مقابلے میں وہ زیادہ اچھی ہائٹ رکھتا تھا مگر یہاں تو اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے قد رکھنے والوں کے درمیان وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔

دوستوں کے قریب ہونے کا جب تک احساس تھا وہ مطمئن تھا مگر اب انجان چہروں کے درمیان میں وہ ساری ایکسائٹمنٹ بھول کر اپنے دوستوں کے چہرے تلاش کر رہا تھا، ان سب نے یقیناً اسے آوازیں دی ہوں گی لیکن بے پناہ شور میں وہ ان کی پکار پر متوجہ نہیں ہو سکا ہو گا اور جب متوجہ ہوا تو وہ سب پتا نہیں کہاں گم ہو گئے تھے۔

اردگرد ناچتے کودتے لڑکوں کو دیکھتے ہوئے اسے اب شدید قسم کی گھبراہٹ ہونے لگی تھی، وہ اب اس جگہ سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ واپسی کیلئے کھینچ تان کر بمشکل راستہ بناتے ہوئے اس پر جھنجھلاہٹ طاری ہونے لگی تھی، اس کے ہاتھ سے جیکٹ کب اور کس وقت نکل گئی اسے کچھ خبر نہیں تھی، مستقل بڑھتا ہوا بے ہنگم شور شرابا مائیک پر گونجتی سنگرز کی چبھتی آوازیں، سب نے مل کر اس کی گھبراہٹ کو مزید بڑھا دیا تھا۔

پہلی بار وہ گھر سے اتنی دور کسی انجان جگہ پر آیا تھا اور انتہائی بے بسی کی حالت میں اس ہجوم میں پھنسا ہوا تھا، اسے اپنی شدید ترین غلطی کا بہت اچھی طرح احساس ہو رہا تھا۔ واپس جانے کیلئے راستہ بناتے ہوئے اسے لگا تھا جیسے کسی نے پیچھے سے اس کی شرٹ دبوچ لی ہے، گردن موڑ کر اپنی شرٹ کو اس شکنجے سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے سر اٹھا کر اس عجیب و غریب حلیے والے لڑکے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل شدید بگڑے انداز میں ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ سرعت سے آگے بڑھا تھا جب دوبارہ اسے بے دردی سے پیچھے کھینچا گیا تھا۔

”چھوڑو مجھے۔“ اپنے وجود کو غلیظ ہاتھوں کی گرفت سے بچاتے ہوئے وہ سرخ چہرے کے ساتھ حلق کے بل چیخا تھا مگر وہاں تو ہر طرف ہی چیخ و پکار برپا تھی، کون اس کی خوفزدہ چیخوں پر توجہ دیتا۔

اس کے اردگرد خباثت برساتے چہروں نے اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا تھا، جبکہ ان کی غیر اخلاقی اور شرمناک حرکتوں کے خلاف مزاحمت کرتے کرتے وہ ادھ موا ہونے لگا تھا، لیکن خوف و دہشت کے باوجود پسپائی اختیار نہیں کی تھی۔

اس کے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے یہ جاننے کیلئے اس کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ پا رہا تھا مگر جب ادراک ہونے لگا تو اس نے اپنے بچاؤ کیلئے ہاتھ پیر چلانے شروع کر دیے تھے، آنسوؤں سے بھیگے سرخ چہرے کے ساتھ اس نے ان سب کے ساتھ ہاتھا پائی شروع کر دی تھی، جن کے وحشی چہروں کو دیکھنے کیلئے اسے اپنے سر کو کافی اونچا رکھنا پڑ رہا تھا۔ چہرے پر لگنے والی ایک ہی ضرب نے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا لا کھڑا کیا تھا۔ شدید تکلیف کے ساتھ چیختے ہوئے اس نے اپنے پتلے گلابی ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا جو ایک ہی ضرب میں خون سے آلودہ ہوتے چلے گئے تھے ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ کا آہنی شکنجہ اس کے جبڑوں کے گرد کستے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

اس کے چہرے کی شفاف چکنی جلد غصے سے تپ کر سرخ ہو رہی تھی، بھیگی ہوئی آنکھوں اور خوف و غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ایک ٹک وہ اس شخص کے چہرے کو گھور رہا تھا جو چہرے پر شیطانیت سجائے غلیظ نظروں سے اس کے نقوش دیکھتا جا رہا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ

اپنے چہرے سے جھٹکتے ہوئے اس نے ایک بار پھر ان سب کے درمیان سے نکل بھاگنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

”ایک دلبر سے آنکھ ملی، بھیگی شام سہانی میں
لٹ گئے بھری جوانی میں، دے دیا دل نادانی میں“

اسٹیج پر ایک دوسرے سنگر کی آمد ہوئی تھی، اس کی آواز کے ساتھ ہی بے پناہ کراؤڈ استقبالیہ چیخوں کے ساتھ بے قابو ہونے لگا تھا، اس کی گردن دبوچ کر جھکائے کسی بھیڑ بکری کی طرح اسے ایک جانب گھسیٹا جا رہا تھا۔ جبکہ ان کے شیطانی گھیرے میں وہ خود کو آزاد کروانے کی کوشش میں نڈھال ہونے لگا تھا۔ اسے قابو کیے وہ لوگ اسٹیج کے پیچھے کی جانب پہنچ چکے تھے، ایک بار پھر وہ مدد کیلئے حلق کے بل چیخا تھا جو اس درندہ صفت شخص نے تاریکی میں ایک ہی جھٹکے میں اسے منہ کے بل زمین پر گرایا تھا۔

شور و غل کی آوازیں اسٹیج کے بیک سائیڈ تک بخوبی پہنچ رہی تھیں جن میں اب کچھ اور بھیانک آوازیں بھی شامل ہو رہی تھیں۔ زمین پر گرا وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا، اس کے کمزور وجود پر بھاری جوتوں کی ٹھوکریں اور ضربیں پڑ رہی تھیں۔ وہ ایک یا دو نہیں تھے جو وہ ان کا مقابلہ کر سکتا لیکن اگر وہ ایک ہوتا تو تبھی وہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا...... وہ سب نشے میں دھت تھے۔

تکلیف و اذیت سے کراہتے ہوئے وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہونے لگا تھا، ان سب کی مکروہ آوازیں اور غلیظ جملے بازیاں، اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ بری طرح اسے زدوکوب کرنے کے بعد وہ اس کا بازو پکڑے گھسیٹتے ہوئے دوبارہ آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ایک ہی جھٹکے سے اسے گاڑی کے اندر دھکیلا تھا۔ دوسری جانب اس کی ماؤف ہو جانے والی حسیات دوبارہ بیدار ہوئی تھیں، جو اس نے واپس گاڑی سے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی کہ اسی شیطان صفت انسان نے اس کی گردن گرفت میں لیتے ہوئے اس کا سر واپس سیٹ پر پٹخا تھا۔ اس کے ایک بار پھر مزاحمت کیلئے چلتے ہاتھوں کو قابو کرتے ہوئے اس شخص نے اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھ کر اسے اٹھنے سے روکا تھا اور ان ہی لڑکوں میں سے کسی ایک نے کوئی چیز جبراً اس کے منہ سے لگا دی تھی۔ اس غلیظ سیال کی بدبو اس کے دماغ پر چڑھنے لگی تھی جو اسے زبردستی پلائی جا رہی تھی، اس طرح کہ اسے سانس تک لینے کا موقع نہیں مل رہا تھا، اس کے وجود میں اس کے دماغ میں ایک اذیت ناک آگ لگنی شروع ہو گئی تھی، چند لمحوں بعد اس کا ذہن اور جسم سن ہونے لگا تھا، وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا مگر یہ تھا کہ اب وہ کسی مزاحمت کے قابل نہیں رہا تھا۔ رات کی بھیانک اور سنسان تاریکی میں کھڑی کار کے سیاہ شیشوں کے پیچھے ظلم و بربریت کی شروعات ہو چکی تھی۔

❋❋❋

ساکت بیٹھی وہ ایک ٹک کلائی پر بندھی ریسٹ واچ کے حرکت کرتے کانٹے کو دیکھ رہی تھی۔

”یہ حادثہ ہونے سے پہلے کی اگر تم اس کی تصویریں دیکھو تو تم اندازہ کر سکتی ہو کہ اس عمر میں کہیں زیادہ معصومیت اور عجیب سی کشش اس کے چہرے کے نقوش میں موجود تھی، یہ سب کسی کو بھی اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔“ خاموشی میں سدرہ کی مدھم آواز ابھری تھی۔

”میرے سسرال میں ماشاءاللہ سب ہی بہت اچھی شکل و صورت رکھتے ہیں مگر وہ تو ان سب سے بھی مختلف ہے، اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد کوئی بھی فوراً اپنی نظر اس پر سے نہیں ہٹا سکتا ہے، اور اسی چیز نے اسے نقصان پہنچایا تھا۔“ سدرہ کے لہجے میں شدید تاسف تھا۔

”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہے لیکن اگر خدانخواستہ اس رات اسے مزید کچھ ہو جاتا تو...... شمس بھی زندہ نہیں رہتے، وہ لوگ تو پھینک گئے تھے اسے سڑک پر مرنے کیلئے، ہاسپٹل میں اس کی حالت دیکھ کر میں نے کئی بار سوچا تھا کہ وہ لوگ اگر اسے جان سے مار دیتے یا اس کا گلا گھونٹ دیتے تو...... شاید ان سب کو یقین تھا کہ جس حالت میں وہ اسے پھینک کر جا رہے ہیں اس کے بعد وہ وہیں دم توڑ دے گا، مگر اللہ کی ذات کتنی پیاری ہے کہ اسے تو کچھ اور ہی منظور تھا۔“ خاموش ہو کر سدرہ نے اسے دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

”شمس تمہارا وہ احسان یقیناً زندگی بھر یاد رکھیں گے، وہ کئی بار تمہارا شکریہ مجھے ادا کر چکے ہیں اور اپنی ندامت بھی مجھ سے چھپا نہیں سکے تھے کیونکہ وہ بھی یہ احساس رکھتے ہیں کہ اس رات شیث کی حالت نے انہیں پاگل ہی کر دیا تھا جو اُن کا رویہ تمہارے ساتھ خراب ہوا تھا، اس غلطی سے زیادہ شرمندہ وہ اپنی دوسری غلطی پر ہیں جو انہوں نے تم پر دوبارہ ہاتھ اٹھا کر کی، تم یہی سوچ کر انہیں معاف کر دو کہ وہ شیث کی محبت میں مجبور ہو کر تمہارے ساتھ زیادتی کر گئے تھے۔“ سدرہ بولی تھیں۔

”اب سو جانا چاہیے، بہت رات ہو چکی ہے۔“ جواباً مدھم آواز میں بولتے ہوئے اس نے اٹھ کر لائٹ آف کر دی تھی۔

تکیے پر سر رکھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اس کے ساتھ ہی آنکھوں کے کنارے سے گرم سیال بہتا چلا گیا تھا' ایک انجانا سا نہ رکنے والا درد اسے اپنے دل میں محسوس ہو رہا تھا۔

”یہ میرے لئے ہے؟“ وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا جو خوبصورت سے سن گلاسز اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔

”تو اور کس کے لئے' تم نے مجھے اتنی اچھی ریسٹ واچ گفٹ کی تھی تو میرا بھی دل چاہا تمہیں کوئی ایسا گفٹ دوں جو تم روز استعمال کرو اور مجھے یاد رکھو' ویسے بھی تم اکثر اپنے گلاسز بھول آتے ہو' مگر یہ گلاسز تو تم رات میں بھی گھر سے ساتھ لے کر نکلا کرو گے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”بہت شکریہ سارہ! یہ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں' تمہاری چوائس واقعی بہت زبردست ہے۔“ اس کے کھل کر تعریف کرنے پر وہ اور زیادہ خوش ہوئی تھی۔

”شکر ہے' تمہیں پسند آ گئے۔ اب جلدی سے مجھے یہ لگا کر بھی تو دکھاؤ کہ کیسے لگتے ہیں؟“ وہ بڑی عجلت کے ساتھ بولی تھی تو اس نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے اسٹائلش سے گاگلز آنکھوں پر لگا کر اسے دیکھا تھا جو کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کیے انگوٹھے دکھا کر اوکے کر رہی تھی۔

”باس! کیا لگ رہے ہو تم۔“ سارہ نے اسے آسمان پر چڑھایا تھا تو اس نے فخریہ انداز میں گردن اکڑاتے ہوئے بڑے اسٹائل سے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا جبکہ اسے دیکھتے ہوئے وہ کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی تھی۔

”سارہ!“ اس کے لرزتے وجود کو دیکھتے ہوئے سدرہ نے دہل کر اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا' دوسری جانب اس کا ضبط ختم ہوا تھا جو اُن کے سینے میں چہرہ چھپائے بے تحاشا روتی جا رہی تھی۔

❁❁❁

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی جب یکدم ہی اسے نیند سے بیدار ہونا پڑا تھا' شدید بیزاری کے ساتھ وہ اٹھ بیٹھی تھی کہ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا' ایک تو پہلے ہی اسے نیند آ کر نہیں دے رہی تھی اور جب آئی تو لائٹ چلی گئی' گرمی کی وجہ سے وہ کوشش کے باوجود دوبارہ نہیں سو سکی تھی۔

حلق خشک ہوا تھا تو اس نے ٹٹول کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی پانی کی بوتل اٹھائی تھی مگر وہ بھی خالی تھی۔ دوپٹہ سرہانے سے اٹھاتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ تاریکی میں سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے رک کر نیچے سیڑھیوں کی سمت ہی آتے سیاہ ہیولے کو دیکھا تھا' بس ایک پل کو وہ خوفزدہ ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل نارمل ہو گئی تھی۔

”شان...... یہ تم ہو؟“ اس کے سوال پر دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تھا' البتہ اوپر چڑھتے ہوئے اس کی رفتار کم ہوئی تھی۔

”شان پلیز! مجھے پانی کی بوتل لا کر دے دو' اتنا اندھیرا ہے' مجھے جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔“ وہ بھی جواب کا انتظار کیے بغیر بول اٹھی تھی' دوسری جانب سیاہ ہیولا اسی خاموشی کے ساتھ پلٹ کر اب واپس سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔

ریلنگ سے پشت لگائے وہ وہیں رکی اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی جب یکدم ہی تاریکی نیم تاریکی میں بدل گئی تھی' اوپر کمروں کے باہر راہداری کی چھت پر نصب چند فینسی لائٹس کی مدھم زرد روشنی سیڑھیوں تک آ رہی تھی۔

سپاٹ نظروں سے وہ اب اسے ہی دیکھ رہی تھی جو سیڑھیاں طے کرتا اوپر اس کی سمت آ رہا تھا' چند اسٹیپ نیچے رکتے ہوئے وہ پانی کی بوتل اسے دینے کے بجائے بس اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

”سارہ! بہت ہو گئی ناراضی...... تم مجھ سے کوئی بات تو کر دیا اب تم مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتی ہو۔“ شکایتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”تم بات نہ کرنے کی شکایت کر رہے ہو اور اگر اس وقت تمہارے بھائی جان دندناتے ہوئے یہاں نازل ہو گئے تو مجھ سے پہلے تم نے ہی یہاں سے بھاگنا ہے۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”بزدل نہ کہو مجھے' اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھ رہی ہو۔“ سرد لہجے میں بولتے ہوئے اس نے پانی کی بوتل سارہ کی سمت بڑھائی

تھی جسے لئے بغیر ہی جانے کے لئے پلٹ گئی تھی۔

"اگر میری جگہ شان ہوتا تو تم یہ پانی اس سے لے لیتیں مگر میرے ہاتھ سے نہیں لے سکتیں۔" اس کے سرد لہجے میں جتانے پر وہ رک کر اس کی سمت پلٹی تھی۔

"اگر تمہاری جگہ واقعی شان ہوتا تو یقین کرو میں کبھی اسے پانی لانے کے لئے نہیں کہتی، خود ہی جاتی، تمہیں کیا لگتا ہے اندھیرا تمہیں میری نظروں سے چھپا سکتا ہے یا میں آنکھیں بند کر کے تمہیں پہچان نہیں سکتی۔" ابرو چڑھائے نخوت بھرے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے پانی کی بوتل اس کے ہاتھ سے لے لی تھی۔

"تمہارا بھائی تمہیں اگر سات پردوں میں بھی چھپا کر رکھ دے گا ناں تب بھی ان پردوں کو پھاڑ کر میں تم تک پہنچوں گی۔"

"طعنے تو دیکھو ذرا...... میرے ہاتھ سے نہیں لے سکتیں۔" ناگواری سے اسے دیکھتی وہ اب بڑبڑاتی ہوئی اوپر جا رہی تھی جبکہ اس کی پشت پر نظر ڈال کر وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلاتا خود بھی بقیہ سیڑھیاں طے کرتا اوپر جا رہا تھا۔

❁❁❁

آج بھی گزشتہ کچھ دنوں کی طرح موسم نہایت خوشگوار ہو رہا تھا، کبھی کبھی بادل کا کوئی ٹکڑا ہلکی سی پھوار برساتا آگے بڑھ جاتا۔ پارک کے سبزے پر رات میں ہونے والی بارش کا پانی ایک وسیع رقبے پر جمع ہو گیا تھا اور اس وقت اس گدلے سے جوہڑ میں کافی تعداد میں موجود وہ لڑکے اپنے کھیل میں مگن تھے، جس کے ہاتھ میں بال آ رہی تھی وہ اس سے تاک تاک کے اپنے ساتھی لڑکوں کا نشانہ لے رہا تھا۔

معمول سے ہٹ کر آج پارک میں کافی رونق تھی، شاید اس خوبصورت موسم نے سب کو ہی باہر نکلنے پر مجبور کر دیا تھا اور اب وہ سب بھی وہاں موجود فکر سے آزاد ہنستے کھیلتے ان لڑکوں کی طرف ہی دلچسپی کے ساتھ متوجہ تھے۔

بال لے کر بھاگتے ہوئے اس نے یکدم ہی رک کر اسے پیچھے کی سمت اچھالا تھا، جس پر اس کے پیچھے بھاگتے وہ سب لڑکے بال کی طرف پلٹ کر پہلے لپکنے کے چکر میں ایک کے اوپر ایک گر کے پانی میں جا گرے تھے، دوسری جانب ان سب کو دیکھ کر ہنستا ہوا وہ جوہڑ سے باہر نکل آیا تھا اور پھر رک کر سامنے متوجہ ہوا تھا جہاں وہ پتا نہیں کب آ موجود ہوئی تھی۔

"اتنی شدت سے میں نے تمہیں پانے کی کوشش کی ہے
کہ ہر ذرے نے مجھے تم سے ملانے کی سازش کی ہے
تری نظروں کو گلہ نہ ہو کبھی مجھ سے
اتنا ٹوٹ کے میں نے تجھ سے محبت کی ہے"

ہلکے سبز رنگ کے لباس میں وہ اسی خوشگوار سبزے کا ایک خوبصورت حصہ ہی دکھائی دے رہی تھی، مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا وہ اب اس کی سمت ہی آ رہا تھا جو سنگی بینچ پر بیٹھی اس کی منتظر تھی۔

"سوری...... میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا، مجھے لگا تھا شاید بارش کے خوف سے تم گھر سے ہی نہ نکلو۔" بھیگی شرٹ کی سلیوس نیچے کرتا وہ کچھ فاصلے پر بیٹھ رہا تھا۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں ان لڑکوں کے پاس جانے کی، تم جانتے ہو کیا انہیں جو چلے گئے وہاں؟" اس کے ناراضی سے کہنے پر وہ حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں میں انہیں نہیں جانتا ہوں لیکن وہ اچھے لڑکے ہیں، میں تو خود بیٹھا ہوا انہیں کھیلتا دیکھ رہا تھا، ان کی بال میرے پاس آ کر گری میں نے اٹھا کر دی تو انہوں نے بال کے ساتھ مجھے بھی گھسیٹ لیا، دیکھو بالکل ہی مٹی میں خراب ہو چکا ہوں۔" اپنی شرٹ پر جمی مٹی جھاڑتے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔

"میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ ایسے موسم میں یہاں تک مت آنا، اگر بارش تیز ہو گئی تو......؟" وہ اسی ناراضی سے بولی تھی۔

"بارش تیز بھی ہو گئی تو کیا ہوا اور موسم کو کیا ہوا ہے، اتنا اچھا تو موسم ہے...... یہ تو ہلکی سی بوچھاڑ ہے ابھی کچھ دیر میں بند ہو جائے گی اور تم......"

بولتے ہوئے وہ یکدم ہی رکا تھا کیونکہ ہلکی سی بوچھاڑ میں اسی وقت شدت آنے لگی تھی۔ خجل سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے سارہ کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”کوئی بات نہیں یہ بارش کی تیزی بھی ابھی کم ہوتی جائے گی۔“ خجالت کے ساتھ بولتے ہوئے وہ پھر رکا تھا جبکہ وہ بے ساختہ ہنسی تھی کہ بارش کی تیزی میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔

”اٹھو یہاں سے۔“ دوپٹے کا گھونگھٹ نکالتی وہ سرعت سے قریب ہی درخت کی جانب گئی تھی بارش سے بچنے کے لئے۔

”میں نہیں آرہا' بارش کو انجوائے کرنے کیلئے گھر سے نکلا تھا' وہ بھی تمہارے ساتھ مگر تم تو بد ذوق نکلیں۔“ بارش میں بھیگتے ہوئے وہ اس سے بولا تھا جو درخت کے چوڑے تنے سے پشت لگائے اسے ہی دیکھ رہی تھی جو گھنے درخت کی حدود سے باہر دھواں دھار ہوتی بارش میں اطمینان سے کھڑا اپنے لباس پر جمی مٹی کو مزید صاف کرتا جا رہا تھا۔

بھیگے بالوں پر ہاتھ پھیرتے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو خاموشی کے ساتھ کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

”تم پریشان مت ہو میں تمہیں گھر تک پہنچا کر جاؤں گا۔“ بارش کے شور میں وہ کچھ بلند آواز لگا تا اسے تسلی دے رہا تھا جبکہ وہ بے اختیار مسکرائی تھی۔

”نہیں میں پریشان نہیں ہو رہی۔“ وہ بھی بلند آواز میں اسے بتا رہی تھی۔

”تو پھر ایسی نظروں سے مجھے کیوں دیکھ رہی ہو؟“ وہ مسکراتے ہوئے آواز لگا کر بولا تھا۔

”دراصل میں نے کبھی بارش والے سین نہیں دیکھے تھے آج پہلی بار یہ سین دیکھ رہی ہوں۔“ اس کے آواز لگانے پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

”تم بھی آجاؤ سین میں جان آجائے گی۔“ وہ بولا تھا۔

”پہلے مجھے یہ بتاؤ تم نے پتا کیا؟“ وہ آواز لگاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”کیا پتا کرنا تھا؟“ بارش سے بچنے کیلئے آنکھوں کے اوپر ہاتھ رکھے وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

”یہی کہ تم کیسی لڑکی سے شادی کرو گے؟“ وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

”فکر مت کرو میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔“ جواباً اس نے آواز لگائی تھی۔

”واقعی......تم سچ کہہ رہے ہو؟“ وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”ہاں بالکل۔“ وہ بول رہا تھا مگر اس کا سر نفی میں ہی ہل رہا تھا جس پر بے ساختہ ہنستے ہوئے وہ آگے بڑھی تھی مگر بارش کی تیزی دیکھ کر فوراً ہی رکی تھی۔

”ہاتھ دو اپنا۔“ وہ اپنا ہاتھ اس کی سمت بڑھاتے ہوئے بولا تھا جس پر سارہ نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اپنا ہاتھ اس کے بھیگے ہوئے مگر گرم پُر حدت ہاتھ کی چوڑی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے درخت کی گھنی شاخوں کی حدود سے نکلتی برستی ہوئی بارش میں آ گئی تھی۔

❋❋❋

کمرے کی دہلیز پر رک کر اس نے ایک نظر اُس پر ڈالی تھی جو گھٹنوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی اور پھر پلٹ کر سدرہ کے سوگوار چہرے کو دیکھا تھا جو اشارے سے اسے کچھ تاکید کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں تھیں' مانوس قدموں کی آہٹ پر اس نے سر اٹھایا تھا جبکہ اس کی سوجی آنکھوں اور اترے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ مزید اپنے دل پر بڑھتا بوجھ محسوس کر رہا تھا۔

”آؤ شیث! بیٹھو۔“ آنسو چھپائے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

”تم بھی بیٹھو مجھے بات کرنی ہے تم سے۔“ اس کے کہنے پر سارہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا مگر پھر خاموشی سے دائیں جانب موجود صوفے پر جا بیٹھی تھی۔

”سارہ! بھابی جو کہہ رہی ہیں وہی ٹھیک ہے' تم ان کی بات سمجھنے کی کوشش تو کرو وہ بہن ہیں تمہاری، اتنا حق تو رکھتی ہیں تم پر' وہ کبھی تمہارے لئے

غلط نہیں چاہیں گی۔'' اس کے بے حد سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ نرم لہجے میں بولا تھا۔

'اگر میرے گھر میں سب یہ جانتے ہیں کہ تم نے کس وجہ سے کبھی ہمارے گھر میں قدم نہیں رکھا ہے تو میرا یقین کرو اس گھر میں کوئی تم سے اس چیز کی شکایت نہیں کرے گا' وہ گھر بھابی کا بھی ہے تو پھر تم کیوں......''

''وہ گھر صرف اس آدمی کا ہے جو نہ میری شکل دیکھنا چاہتا ہے اور نہ میں اس کی۔'' سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے سارہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔

''ایسا نہیں ہے سارہ! وہ جیسے بھی ہیں مگر اتنے پتھر دل نہیں ہیں کہ تمہیں ایسے وقت میں بھی اپنی ناگواری جتائیں یا تمہارے لئے اپنی سوچ کو ہی نہ بدل سکیں۔''

''تم آخر مجھے سمجھانا کیا چاہتے ہو؟'' ایک بار پھر سارہ نے تلخ لہجے میں اس کی بات کاٹی تھی۔

''میں صرف تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ بھی تمہارے ساتھ مخلص ہیں۔'' وہ بولا تھا۔

''یہ سارے بس دنیا دکھاوے کے تماشے ہیں' اور مجھے پتا ہے کہ اپنی ماں کے سائے سے محروم ہونے کے بعد کچھ عرصے تک مجھے یہ تماشے برداشت کرنے ہوں گے۔'' اس کے تلخ طنزیہ لہجے پر جواباً وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں میں اپنی پھپھو کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کیونکہ وہ خود بھی یہی چاہتی ہیں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔

''سارہ! تم کہیں نہیں جا رہی ہو' تمہاری امی نے صرف میرے بھائی کو ہی تمہاری ذمہ داری سونپی ہے اور یہ انہوں نے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا' تم کم از کم ان کی خواہش پر ہی اپنا فیصلہ بدل ڈالو۔'' وہ اسے یاد دلاتے ہوئے بولا تھا۔

''میں وہ ذمہ داری خود ہی واپس لے رہی ہوں اس لیے میرے علاوہ کوئی جوابدہ نہیں ہوگا۔'' سپاٹ لہجے میں وہ اتنا ہی بولی تھی۔

''مگر اس کے باوجود میں تم سے کہہ رہا ہوں بلکہ التجا کر رہا ہوں کہ میرے گھر چلو' تمہیں اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں بھی یہ چاہتا ہوں' سو میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے اور بھابی کے موجود ہوتے ہوئے تم اِدھر اُدھر بھٹکو' کیا تم اب بھی میرے گھر چلنے پر راضی نہیں ہو گی؟'' وہ پُر امید لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''میں نے جو کہہ دیا بس کہہ دیا' اب مجھے کوئی اس معاملے میں فورس نہ کرے' ورنہ میں اپنی مرضی سے کہیں بھی نکل جاؤں گی اور کوئی نشان بھی نہیں چھوڑوں گی۔'' وہ بھیگی آواز میں جھکی نظروں کے ساتھ مستحکم لہجے میں بولی تھی۔

''تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟'' اس کی بات پر وہ دنگ ہوا تھا۔

''کسی اور کو تو رہنے دو مگر کیا تمہیں میری پرواہ بھی نہیں ہے جو تم کہیں بھی نکل جانے کی بات کر رہی ہو۔'' وہ شدید تاسف کے ساتھ بولا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری بات کی اتنی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی کہ تم اس پر کوئی غور کرو' میں تو بہت مان کے ساتھ تمہارے پاس آیا تھا کہ کسی کی نہیں تو کم از کم تم میری بات کو سمجھو گی' اسے مان لو گی' شاید میں ہی کسی غلط فہمی کا شکار تھا۔'' اس کے بجھے ہوئے لہجے پر سارہ نے نظر اٹھا کر بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

''یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم میرے گھر نہیں آؤ گی' وہیں جاؤ گی جہاں جانا چاہتی ہو؟'' اس کی خاموشی پر وہ پوچھ رہا تھا۔

''ہاں...... یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔'' وہ اسی سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

''ٹھیک ہے تم اپنی ضد پر ہی قائم رہو اور اپنے فیصلے پر ہی عمل کرو' مگر اس کے بعد تم میری شکل بھی نہیں دیکھو گی۔'' سرد لہجے میں بولتے ہوئے وہ اٹھا تھا اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گیا تھا۔

⁂

اور پھر واقعی اس نے اپنے فیصلے پر ہی عمل کیا تھا لیکن شمس اور سدرہ کسی طور بھی اس چیز کیلئے راضی نہیں تھے مگر اس کی ضد کے آگے مجبور ہو کر صرف چند دن کیلئے شمس' سدرہ کو صبر کی تلقین کرتے رہے تھے' لیکن ایک فیصلہ وہ بھی کر چکے تھے اور تقریباً دو ہفتوں کے اندر ہی انہوں نے اپنے فیصلے پر عمل

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کرلیا تھا' سدرہ کی پھپھو کو کنوینس کرنے کے بعد ان کی مرضی سے ہی وہ سارہ کو زبردستی ہی سہی مگر اپنے گھر لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

❁❁❁

کچھ چونکتے ہوئے اس نے میگزین سے نظر ہٹائی تھی' کافی رات ہو چکی تھی اس لئے اس وقت آنے والی کال پر چونکنا بجا تھا مگر بہرحال ایک ماہ اور بیس دن میں اکثر آنے والی اس کال کو آج اس نے ڈسکنیکٹ کرنے کے بجائے ریسیو کرلیا تھا۔ دوسری جانب مکمل خاموشی نے اس کی ناگواری کو مزید بڑھا دیا تھا۔

''میلوں دور بیٹھے ہو کیا جو مجھے کال کر رہے ہو؟'' بالآخر ناگواری سے بولتے ہوئے اس نے ہی خاموشی توڑنے میں پہل کی تھی۔

''میلوں دور سے کال کرتا تھا تو تب بھی کون سا تم نے میری کالز ریسیو کی تھیں۔'' وہ کچھ پرشکوہ لہجے میں بولا تھا۔

''بات کو مت گھماؤ' اگر ہمت نہیں ہے تو ایسا کرو مجھ پر فاتحہ پڑھ ڈالو۔'' درشت لہجے میں بول کر اس نے دوسری جانب سے کچھ سنے بغیر ہی لائن کاٹ دی تھی اور پیچ و تاب کھاتے ہوئے دوبارہ میگزین اٹھا لیا تھا۔

کچھ دیر ہی گزری تھی جب ایک بار پھر چونک کر کھڑکی کی سمت دیکھا تھا جہاں پردے برابر تھے۔ ایک بار پھر کھڑکی کے شیشے پر دستک کی آواز ابھری تھی جو وہ حیرانی کے ساتھ بیڈ سے اتری تھی۔

کھڑکی کے پردے کو تھوڑا ہٹا کر اس نے باہر دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے' سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سارہ نے خاموشی سے کھڑکی کے براؤنش گلاس کو ایک طرف ہٹا دیا تھا اور اس پر سے نظریں ہٹا لی تھیں جبکہ سینے پر ہاتھ لپیٹے دائیں جانب سے دیوار سے شانہ لگائے وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جس کی پیشانی پر لاتعداد ناگواری کے بل پڑے صاف نظر آرہے تھے۔

''تیرے چہرے کے نقوش ایسے ہیں
آنکھ اٹھاتا ہوں بھٹک جاتا ہوں
تیری آنکھوں سے تیرے ہونٹوں تک
سفر اتنا ہے کہ تھک جاتا ہوں''

گھمبیر خاموشی پر بالآخر سارہ نے اسے دیکھا تھا۔

''کیا ضرورت ہے اب بھی میرا چہرہ دیکھنے کی' خوامخواہ خطرہ مول لے کر یہاں تک آنے کی' ہونہہ...... خطرہ بھی چھ فٹ کا۔'' ناگواری سے بولتے ہوئے آخر میں اس کے طنز کا تیر یقیناً شمس کی طرف ہی گیا تھا۔

''تمہارے لئے یہاں تک آیا ہوں اور زیادہ صبر نہیں ہو سکتا تھا مجھ سے' کیا تم اب بھی مجھے معاف نہیں کرو گی۔'' وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

''تمہیں کسی معافی کی ضرورت نہیں ہے' آخر میں اسی لئے تو زندہ ہوں سب کی ناراضگیاں' سب کی نفرتیں اور غصہ برداشت کرنے کیلئے۔'' اس کے لہجے کے ساتھ اس کی آنکھوں میں بھی نمی اترنے لگی تھی جسے محسوس کرتے ہوئے وہ بے چین ہوا تھا۔

''ایسا مت کہو' میں واقعی بہت شرمندہ ہوں کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' وہ بولا تھا۔

''مگر میں کیا کروں' مجھے واقعی تمہارے اپنے فیصلے پر عمل کرنے پر اور میرے گھر آنے سے مسلسل انکار پر غصہ آ گیا تھا اور میں نے اچانک ہی اپنے کزنز کے ہمراہ جانے کا ارادہ کرلیا' مگر یقین کرو یہ سب غصے میں مجھ سے ہوا تھا' وہاں جا کر مجھے اس چیز کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ تمہیں اس طرح چھوڑ کر مجھے نہیں جانا چاہیے تھا' اسی لئے میں نے وہاں جاتے ہی تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ہر بار تمہاری ناراضی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔''

''تو کس نے کہا تھا کہ وہاں بیٹھ کر میری ناراضی برداشت کرتے رہو' نہ کرتے رابطہ۔'' وہ فوراً ہی بولی تھی۔

''یہ سب مجھے میرے دل نے کہا تھا اور کس نے کہنا تھا۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''پتا ہے ہر بار تمہاری لائن ڈسکنیکٹ کرنا مجھے بہت اچھا لگتا تھا' اچھا لگتا تھا یہ کہ کوئی تو ہے جو مجھ سے ناراض نہ ہو کر بھی ناراض ہے...... اسی لئے تمہاری ناراضی نے مجھے بے سکون نہیں کیا تھا' ہاں مگر مجھے یہ چیز بے چین کر رہی تھی کہ اگر میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا تو کم از کم تمہاری آواز تو سن

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سکتا ہوں مگر تم تو اتنی ناراض تھیں کہ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر بھی تمہاری ناراضی میں کمی نہیں آئی ہے۔" وہ بولا تھا۔

"میں کوئی ناراض نہیں ہوں۔" شیشے پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ اتنا ہی بولی تھی۔

"تو پھر مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی تھیں اور بات تو دور کی بات ہے' میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کر رہی تھیں تم۔" وہ پھر شکوہ کر رہا تھا۔

"یہی شکایت ہے مجھے تم سے' تم کون سا غلطی سے بھی میری طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہو' سب کے سامنے ایسا ظاہر کرتے ہو جیسے تمہارے سامنے میں موجود ہی نہیں ہوں۔" وہ خفگی کے ساتھ بولی تھی۔

"دیکھتا ہوں تو کہتی ہو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اور نہیں دیکھتا تو......"

"میں سب کے سامنے کی بات کر رہی ہوں۔" سارہ نے ناگواری کے ساتھ درمیان میں اسے جتایا تھا۔

"بھابی نے جب مجھے بتایا تھا کہ تم یہاں آ گئی ہو تو میں بہت مطمئن ہو گیا تھا' سوچا تھا کہ اب یقیناً بھائی کے ساتھ اس گھر میں رہتے ہوئے تم اپنا دل ان کی طرف سے صاف کر لو گی مگر...... یہاں تو اسی طرح معرکے چل رہے ہیں۔" وہ کچھ مایوسی کے ساتھ بولا تھا۔

"بات سنو' تمہاری بھابی نے تمہیں میرے اس گھر میں آنے کا تو بتا دیا تھا مگر یہ نہیں بتایا کہ کس طرح ان کے شوہر نے مجھے زبردستی یہاں باندھے رکھا ہے۔" وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"مجھے پتا ہے وہ اگر تمہارے لئے کچھ اچھا کرنا چاہیں گے تو تم اسے بھی غلط ہی کہو گی۔" وہ بولا تھا۔

"شیٹ! میرا دماغ تو خراب کرنا ہی نہیں اس وقت۔ ورنہ حلق پھاڑ کر تمہارے چہیتے بھائی کو یہاں لا کھڑا کروں گی' تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ وہ ہر طرح سے اچھے ہیں اور میں بُری ہوں۔" وہ غصیلے انداز میں بولی تھی۔

"میں کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتا' بس اتنی درخواست ہے کہ تم میری خاطر ہی تھوڑا سا برداشت کر لیا کرو۔" وہ سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہی سب برداشت کر رہی ہوں ورنہ تمہارا بھائی برداشت کرنے والی چیز نہیں ہے اچھا۔" اس کے جتانے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"تمہیں یہ نظر نہیں آیا تھا کہ انہوں نے کس طرح تمہیں میرے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا تھا' انہیں کیا حق ہے کہ وہ اس طرح میری انسلٹ کرتے رہیں۔" وہ اسی غصیلے لہجے میں بولی تھی' دوسری جانب وہ چند لمحوں کیلئے خاموش سا ہو گیا تھا مگر پھر کہا تھا۔

"سارہ! کیا اب بھی تمہارے رویئے میں میرے بھائی کیلئے کسی لچک کی گنجائش نہیں ہے؟" بغور اسے دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"تمہیں ہمیشہ میرا رویہ کیوں نظر آتا ہے' اپنے بھائی کے رویئے پر بھی غور کرنے کی زحمت کیوں نہیں کرتے تم؟" وہ شدید ناگواری کے ساتھ بولی تھی۔

"تم بھی جانتے ہو' یہ جب وہ تمہارے قریب مجھے دیکھ نہیں سکتے تو کیوں لائے ہیں مجھے اپنے گھر میں' کیا اس طرح سب کے سامنے مجھے بے عزت کرنے کیلئے' میں ان کا یہ رویہ کیسے اور کب تک برداشت کرتی رہوں گی۔"

"میں سب جانتا ہوں لیکن اس بارے میں ان سے میں وہ سب نہیں کہہ سکتا جو تم سے کہہ دیتا ہوں۔" وہ درمیان میں بولا تھا۔

"ہاں مجھ سے کہہ دیتے ہو' مگر اپنے بھائی سے ایسا کچھ نہیں کہہ سکتے' اسی لئے مجھے ہی جھکنے پر مجبور کرتے رہو گے ہے ناں......؟" وہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں ایسا بالکل نہیں ہے سارہ! میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر تم پہلے اپنے رویئے میں کچھ نرمی لے آؤ تو مجھے یقین ہے وہ بھی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے ورنہ اگر یہ سب اسی طرح چلتا رہا تو......" کچھ فکرمند لہجے میں بولتا وہ رک کر خاموش ہو گیا تھا۔

"شیٹ! تم پہلے مجھے ہی کیوں سب......" عاجز آ جانے والے انداز میں وہ بھی بات مکمل نہیں کر سکی تھی۔

"میں بہت کوشش کرتی ہوں برداشت کرنے کی' مگر وہ سامنے آتے ہیں تو خود بخود میرا پارہ ہائی ہونے لگتا ہے اور وہ بھی تو باز نہیں آتے ہیں کوئی نہ کوئی طنزیہ بات ایسی کر ہی دیتے ہیں کہ ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔" وہ بے بس ہو کر اسے بتا رہی تھی۔

"تم دونوں اسی طرح ڈٹے رہو گے تو میرا کیا ہو گا سارہ!" اس کے کہنے پر سارہ نے یکدم ہی امڈ آنے والی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے اس کے

پریشان چہرے کو دیکھا تھا۔

"سنو! اگر تم چاہتے ہو کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے تو اپنے بھائی سے کہو کہ وہ جیسا کہیں گے اب تم ویسا ہی کرو گے اور یہ بھی کہ وہ جس لڑکی سے چاہیں تمہاری شادی کروا سکتے ہیں تم ہرگز انکار نہیں کرو گے۔" اطمینان سے مشورہ دیتے ہوئے سارہ نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو پکڑ کے روکا تھا۔

"ناراض ہو کر کیوں جا رہے ہو؟"

"اب یہ بھی میں بتاؤں؟" وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"تم جانتے ہو میں صرف مذاق میں ایسا کہہ رہی تھی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ کوئی مذاق میں بھی کرنے والی بات ہے سارہ! اس سے تو بہتر ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات ہی نہ کرو۔" وہ شدید ناراضی سے بولا تھا۔

"آج اتنے دن گزرنے کے بعد میں تم سے صرف تمہاری بات کرنے آیا ہوں اور تم کوئی اچھی بات کرنے کے بجائے یہ تکلیف دہ بات کر رہی ہو، بغیر کچھ سوچے سمجھے تم مذاق میں بھی اتنی بڑی بات کیسے کر سکتی ہو جس کے بارے میں میرے لئے سوچنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔"

"اچھا اب میں کوئی غلط بات نہیں کروں گی، مان جاؤ ورنہ اسی کھڑکی سے نکل کر باہر آ جاؤں گی، دیکھ لیا ناں تمہارے بھائی نے تو تمہیں تو وہ سینے سے لگائے رکھیں گے مگر ان کا سارا عتاب مجھ پر ہی نازل ہوگا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"پھر وہی بات...... اب ان کا ذکر کر کے تم اور مجھے پریشان کرو۔" وہ ہلکی سی جھنجھلاہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"جس طرح جان نکلتی ہے ناں تمہاری ان سے، دل تو چاہتا ہے ان سے پہلے تمہاری گردن دبا دوں۔" اس کے کہنے پر وہ بس اس کے ہنستے چہرے کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"اور بات سنو! ذرا اپنے اس نمونے بھائی کو سمجھا دو ورنہ اسے استعمال کر کے ہی میرا اس گھر سے نکلنا آسان ہو جائے گا۔" وہ بولی تھی۔

"اب اس میں بھی تم اس گھر سے نکلنے کے راستے ڈھونڈنا چاہ رہی ہو۔" وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں ایسا نہیں چاہ رہی مگر وہ مجھے اُکسا رہا ہے، اتنی ہی فکر ہے تو سنبھال کر کیوں نہیں رکھتے، توبہ...... اس قدر چیکو اور اوور انسان ہے کہیں سے بھی مجھے وہ تمہارا بھائی نہیں لگتا ہے۔" کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے وہ جس طرح حیرت سے بولی تھی شیث کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"تم اس کی طرف سے بے فکر رہو وہ بس تھوڑا سا لاابالی ہے، اگنور کرتی رہو گی تو خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ تسلی دے رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے، خود ہی ٹھیک ہو جائے گا اور کب تک اگنور کروں گی میں اس کی فضول باتیں...... ابھی سے بتا دوں تمہیں اس کی نیت مجھے ٹھیک نہیں لگتی ہے اور یہ بات میں آپی کو بھی بتا دوں گی اور تمہارے بڑے بھائی کو بھی، شکایت مت کرنا بعد میں۔" وہ وارن کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ایسا غضب مت کرنا، میں تم سے کہہ تو رہا ہوں تم اس کی طرف سے بے فکر رہو میرا بھائی ہے وہ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"بھئی وہ بہت تنگ کرتا ہے مجھے۔" وہ جھلا کر بولی تھی۔

"دراصل اسے ابھی کچھ پتا ہی نہیں ہے تو اسی لئے...... میں مناسب موقع دیکھ کر اسے سمجھا دوں گا کہ تمہیں تنگ نہ کرے۔" وہ کچھ شرمندگی کے ساتھ بولا تھا۔

"سمجھا ہی نہ دو کہیں اسے۔" سارہ نے اسے گھورا تھا۔

"اور کیا نہیں پتا ہے اس زمانے بھر کے سیانے کو۔"

"یہی کہ......" بولتے ہوئے اس نے رک کر سارہ کو دیکھا تھا جو مسکراتی ہوئی نظروں سے بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی مگر اگلے ہی پل اس کے جھینپ کر رکنے پر بے ساختہ ہنسی تھی۔

"اچھا یہ تو بتا دو لیڈیز شاپنگ کا اتنا اچھا تجربہ کب سے ہے تمہیں، اب تک کتنی لڑکیوں کو تحائف دے چکے ہو تجربہ کار انسان!" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے سارہ نے ترچھی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"پہلے یہ بتاؤ تمہیں پسند آئے تھے وہ سارے گفٹس؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

”ہاں بہت عمدہ بہت اچھے، دل تو چاہ رہا تھا کہ ایک ایک چیز تمہارے بڑے بھائی کو دکھا کر دادلوں، انہیں بھی تو پتا چلے کہ کون سی چیز تم نے کس جگہ سے میرے لئے حاصل کی ہے۔“ بولتے ہوئے وہ ایک بار پھر مدھم آواز میں ہنسی تھی کیونکہ وہ ناراضی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”سارہ! تم خوش نہیں ہوناں یہاں؟“ بغور اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔

”ہاں میں بالکل خوش نہیں تھی مگر جب سے تم آ گئے ہو تب سے میں بہت خوش ہوں۔“ اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ بس ایک آزردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

* * *

ایک نظر اس نے بیڈ پر مستقل اچھلتی ہوئی ہنی کو دیکھا اور پھر سدرہ کو دیکھا تھا۔

”تم لیٹ جاؤ چھوڑو اسے، مستیاں ہی ختم نہیں ہوتیں اس کی۔“ سوئے ہوئے شیری کے قریب ہی لیٹتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”نہیں میں باہر جا رہی ہوں، آپ سو جائیں اب آرام سے اپنے بچوں کے ساتھ۔“ ہنی کا ہاتھ پکڑ کر لٹاتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔“ ہنی فوراً ہی واپس اٹھ بیٹھی تھی۔

”میں باہر گھومنے نہیں جا رہی، اپنے کمرے میں جا رہی ہوں، اور تم سو جاؤ فوراً، اسکول میں تھکتی نہیں ہو جو گھر آ کر بھی ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھتی ہو۔“ اس کا سر دوبارہ تکیے پر رکھتے ہوئے وہ ڈپٹ رہی تھی۔

”یہیں سو جاؤ اب، اپنے کمرے میں کیوں جا رہی ہو؟“ سدرہ نے کہا تھا۔

”سوچ لیں...... اگر اس وقت آپ کے شوہر نے مجھے اپنے چہیتے بھائی کے کمرے میں دیکھ لیا تو......؟“ وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

”زیادہ مت بولو اب ایسا بھی نہیں ہے۔“ سدرہ نے فوراً ہی اسے گھورا تھا۔

”آج گرمی زیادہ ہے اس لئے میں بھی یہاں آ گئی ہوں، دوپہر میں تو میرا کمرہ تپنے لگتا ہے اور اے سی بھی خراب پڑا ہے، انہیں وقت ہی نہیں مل رہا ٹھیک کروانے کا، اب لیٹ بھی جاؤ تھک گئی ہو گی تم بھی، میں منع بھی کر رہی تھی مگر تم لگی رہیں میرے ساتھ کپڑے دھلوانے میں۔“ اسے ایسے ہی بیٹھے دیکھ کر وہ بولی تھیں۔

”تو اور کیا کرتی، مجھے تو اب احساس ہو رہا ہے کہ آپ کس طرح اس پورے گھر کو سنبھالتی سنوارتی ہیں، اور اوپر سے آپ کے بچے ماشاءاللہ......“ ہنی کے برابر لیٹتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”ایسا ہی ہوتا ہے شادی کے بعد، تم بھی دیکھ لو یہی سب کرنا ہے تم نے بھی۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

”آپ تو اس طرح مجھے ڈراتی ہیں جیسے شادی نہ ہوئی قید بامشقت ہو گئی۔“ وہ بولی تھی۔

”سارہ! مجھے تم سے کچھ کہنا تھا۔“ کچھ دیر بعد سدرہ کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا تھا۔

”ہاں بولیں کیا بات ہے؟“

”تمہیں شاید میری بات اچھی نہ لگے اور مجھے پتا ہے کہ تم سے مجھے یہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ تم خود بہت سمجھدار اور معاملہ فہم ہو، اسی لئے میں نہیں چاہتی کہ کسی بھی وجہ سے تمہاری دل آزاری ہو، تم آگے بھی کوئی ایسا موقع مت آنے دینا ورنہ تم جانتی ہو تم سے زیادہ تکلیف مجھے ہو گی۔“ بولتے ہوئے وہ رکی تھیں جبکہ وہ سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

”میں تم سے صاف کہوں گی، شیث کی طرف سے بہت زیادہ احتیاط کرنا کم از کم شمس کی موجودگی میں۔“ رک کر سدرہ نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھا تھا۔

”تم سمجھ رہی ہوناں میری بات کو؟“ وہ پوچھ رہی تھیں۔

”جی......“ مدھم آواز میں بولتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

”کیا ہوا، تم کہاں جا رہی ہو؟“ سدرہ نے پوچھا تھا۔

”کہیں نہیں، میں نیچے لیٹوں گی۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر سدرہ خاموش رہی تھیں۔

نیچے کارپٹ پر دوسری جانب کروٹ بدلتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ سدرہ کی بات کا مقصد وہ اچھی طرح سمجھ سکتی تھی، اسے ان کی تاکید بری نہیں لگی تھی، مگر کچھ ایسا اچھا بھی نہیں لگا تھا لیکن جانتی تھی کہ سدرہ خود بھی اس کے معاملے میں بہت حساس ہیں۔

ایک طرف شوہر تو دوسری طرف بہن، وہ ان کی مشکل ان کے خوف کو سمجھتی تھی، لیکن اس کے باوجود اسے ایک بوجھ ہر وقت دل پر محسوس ہوتا تھا۔

جب سے وہ واپس آیا تھا ایک نظر بھر کر بھی سب کے سامنے اس نے سارہ کی طرف نہیں دیکھا تھا، اس کے ساتھ اجنبیت اور لاتعلقی کا تاثر سب پر ڈالنا وہ کیوں ضروری سمجھتا تھا، اسے بھی معلوم تھا جبکہ وہ خود بھی اس کی موجودگی میں زیادہ دیر تک نیچے نہیں رہتی تھی، کوشش کرتی تھی کہ کم از کم شمس کے سامنے اس کا شیث سے آمنا سامنا ہی نہ ہو، البتہ رات کے کھانے پر وہ اپنی فطرت کے خلاف کچھ نروس ہو جایا کرتی تھی کیونکہ شمس کی کڑی نظریں اسے اپنے اردگرد طواف کرتی محسوس ہوتی تھیں۔ وہ نظر اٹھا کر بھی شیث کی جانب نہیں دیکھتی تھی اس پر ان کا یہ حال تھا اور اگر ان کے سامنے وہ غلطی سے بھی اسے مخاطب کرلے تو تب وہ کیا کریں گے......

شیری کے رونے کی آواز پر وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی، ہنی اور سدرہ دونوں ہی سو چکی تھیں جبکہ وہ بچے کو کندھے سے لگا کر تھپکتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر آ گئی تھی۔

* * *

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رکا تھا، اور پھر کچھ حیرانی کے ساتھ اس نے لائٹ آن کی تھی۔ نیچے ہی وہ گہری نیند سوئی ہوئی نظر آئی تھی جبکہ اس کے بازو پر سر رکھے شیری کھلی آنکھوں کے ساتھ بالکل شانت پر سکون انداز میں لیٹا ہوا تھا مگر لائٹ آن ہونے پر شیث کو دیکھتے ہوئے وہ اب ہاتھ پاؤں ہلاتے ہوئے رونا شروع ہی کرنے والا تھا۔

اپنے نام کی پکار پر اس نے بمشکل ہی آنکھیں کھولتے ہوئے خود پر جھکے چہرے کو دیکھا تھا۔ دوسری جانب اس کی سوئی ہوئی گلابی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس نے سارہ کو جگایا کیوں ہے...... جبکہ اس کے سنجیدہ چہرے پر چھائے تاثرات میں کچھ تھا جو یکدم ہی بے تحاشا دھڑک اٹھنے والے دل کے ساتھ وہ کچھ گھبرائے انداز میں شانوں پر دوپٹہ درست کرتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔

"تم اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔" نظر چراتے ہوئے وہ مدھم آواز میں بولا تھا اور جھک کر روتے ہوئے شیری کو ہاتھوں میں اٹھا لیا تھا، شرمندگی کے ساتھ اٹھتے ہوئے اس نے بیڈ کی سمت دیکھا تھا جہاں نہ سدرہ تھیں اور نہ ہی ہنی، پتا نہیں وہ کتنی دیر تک سوئی رہی تھی۔ سدرہ نے بھی شاید جاتے ہوئے اسے بیدار نہیں کیا تھا۔

"سوری، نیچے گرمی بہت تھی آج، آپی اپنے ساتھ مجھے بھی یہاں لے آئی تھیں، انہوں نے جگایا بھی نہیں مجھے۔" وہ شرمندہ لہجے میں بولی تھی۔

"تم معذرت کیوں کررہی ہو، کیا میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے جو تم مجھے یہ سب بتا رہی ہو؟" شیث نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں اس کمرے میں آنے کیلئے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہے سارہ! اور نہ ہی میری اجازت کی۔" اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے اس نے باور کروایا تھا۔

"اچھا تو پھر چلو یہ بات ابھی اپنے بھائی کے سامنے مجھ سے کہو پلیز......" عجلت میں اسے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ التجائی انداز میں بولی تھی۔

"کھڑے کھڑے میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکلوانے کیلئے تیار رہا کرو تم۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا جبکہ وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

"لاؤ اس کو مجھے دو، آپی کے پاس لے جاتی ہوں۔" اس سے شیری کو لیتے ہوئے وہ چونک کر دروازے کی سمت متوجہ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل شیث کے ساتھ اس کے چہرے کا رنگ بھی اُڑ گیا تھا مگر وہ فوراً ہی نارمل بھی ہو گئی تھی۔

تنے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ جو دہلیز پر رُکے تھے باری باری ایک نظر ان دونوں پر ڈالتے ہوئے اب آگے بڑھ آئے تھے۔ سارہ کو ان کے چہرے پر بہت زیادہ ناگواری اور سختی کے تاثرات نظر آ رہے تھے، دوسری جانب انہوں نے خاموشی کے ساتھ سارہ سے اپنے بچے کو لیا تھا اور اگلے ہی لمحے جانے کیلئے پلٹ گئے تھے مگر پلٹتے ہوئے انہوں نے جن نظروں سے شیث کو دیکھا تھا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا تھا، مگر سارہ...... سر سے لے کر پیر تک سلگ اٹھی تھی۔

”ان کوتو آگ ہی لگ جاتی ہے بیٹھے بٹھائے ...... نکاح پڑھوالو مجھ سے تاکہ یہ ایک ہی بار جل کر ٹھنڈے پڑ جائیں۔“ کھا جانے والے انداز میں اس سے کہتے ہوئے وہ پیر پٹختی دروازے کی سمت گئی تھی جبکہ وہ بس ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

⁂

میری منزل کے جو جگنو ہیں وہ تیرے ہیں
تیری راہوں کے جو اندھیرے ہیں وہ میرے ہیں
چھو سکتی نہیں کوئی آفت اور بلا تجھ کو
کیونکہ تم پر دعاؤں کے جو پہرے ہیں وہ میرے ہیں

نماز سے فارغ ہو کر وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی جہاں ہر سمت خاموشی کا راج تھا صبح کے تقریباً ساڑھے پانچ بج رہے تھے اور یہ تھا بھی چھٹی کا دن تو ظاہر ہے صبح اتنی جلدی کسی کی ہو بھی نہیں سکتی تھی مگر لاؤنج سے گزرتے ہوئے اس نے حیرانی کے ساتھ سدرہ کو دیکھا تھا جو شیری کو گود میں اٹھائے کمرے سے باہر آ رہی تھیں۔

”یہ اتنی صبح کیوں جاگا ہوا ہے‘ طبیعت تو ٹھیک ہے نا اس کی؟“ تشویش کے ساتھ پوچھتے ہوئے اس نے شیری کو اپنی گود میں لے لیا تھا۔

”کہاں ٹھیک ہے طبیعت‘ ساری رات جگایا اس نے‘ ایک جگہ سکون سے بیٹھنے تک نہیں دیا‘ کمرے سے باہر لے کر ٹہلتی رہی ہوں اسے۔“ کچن کی سمت جاتے ہوئے وہ بتا رہی تھیں۔

”باہر کیوں؟ اتنی خنکی ہو جاتی ہے رات میں۔“ وہ حیرت سے بولی تھی۔

”کمرے میں رہتی تو شمس کی نیند خراب ہو جاتی‘ رات میں یہ روتا ہے تو غصہ کرتے ہیں۔“ شیری کے لئے فیڈر بناتے ہوئے وہ بتا رہی تھیں۔

”یہ کیا بات ہوئی کہ غصہ کرتے ہیں‘ یہ ان کی بھی تو اولاد ہے ان پر بھی کچھ فرض ہے یا نہیں‘ آپ جاگتی رہیں اور وہ سو رہے ہیں آرام سے‘ حد ہوتی ہے۔“ وہ شدید ناگواری سے بولی تھی۔

”بیوقوف ...... یہ اتنا چھوٹا ہے شمس کیسے سنبھالیں گے اِسے اور پھر طبیعت گڑبڑ ہوتی ہے اس کی‘ تو میرے علاوہ یہ کسی کے پاس نہیں ٹھہرتا‘ تم جانتی تو ہو۔“ سدرہ نے کہا تھا۔

”ان کے بچاؤ کے یہ سارے دلائل موجود ہوتے ہیں آپ کے پاس۔“ اس کے مزید ناگواری سے کہنے پر سدرہ بس مسکرا کر رہ گئی تھیں۔

”اس کا فیڈر بنا کر مجھے دیں میں سنبھال لوں گی آپ سو جائیں۔“ اس نے کہا تھا۔

”تم فکر مت کرو اب یہ بھی سو جائے گا فیڈر پیتے ہوئے۔“ بولتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو سلام کرتے ہوئے کچن میں داخل ہوا تھا۔

”قربان جاؤں کیسا نور پھیلا ہے چہرے پر۔“ سدرہ بولتے ہوئے ہنسی تھیں جبکہ سارہ نے بھی مسکراتے ہوئے اس کی جھینپی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔ سفید شلوار قمیض میں ملبوس وہ سر پر موجود جالی دار ٹوپی فوراً اتار چکا تھا‘ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ کہاں سے آ رہا ہے۔

”تم کیسے ہو شیری؟“ سارہ کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر بلند آواز میں شیری کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا جو منہ بسورتے ہوئے مزید اس کی بھاری آواز پر آڑھا ترچھا ہونے لگا تھا‘ بمشکل اسے بہلاتے ہوئے وہ خشمگیں نظروں سے شیث کو دیکھ رہی تھی جو شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ فرج کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”تم ابھی واک کے لیے باہر جاؤ گے؟“ سارہ سے شیری کو لیتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا۔

”جی بالکل ...... آپ کو کوئی اعتراض ہے؟“ وہ بولا تھا۔

”ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔“ خشمگیں لہجے میں بولتے ہوئے وہ کچن سے نکل گئی تھیں۔

”رکو ...... سارہ۔“ اسے بھی سدرہ کے پیچھے باہر جاتے دیکھ کر وہ پکار گیا تھا۔

”چلو میرے ساتھ‘ اگر موڈ ہے تو۔“ وہ پوچھ رہا تھا۔

''ہٹلر کو معلوم ہو گیا تو؟'' ایک پل کو سوچ کر اس نے کہا تھا۔

''اب انہیں کون نیند سے جگا کر بتا رہا ہے' تم بھابی کو بتا دو میں جب تک چینج کر کے آتا ہوں۔'' آگے بڑھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''ہاں...... دم گھٹ رہا ہوگا اس شریفانہ لباس میں۔'' اس نے پیچھے سے آواز لگائی تھی جسے وہ اَن سنی کر گیا تھا۔

سدرہ کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دیتی وہ لاؤنج میں ہی دیوار گیر قد آدم سائز کے آئینے کے سامنے آ رکی تھی' دوپٹہ شانوں پر ڈالتے ہوئے اس نے ایک تنقیدی نگاہ اپنے عکس پر ڈالی تھی' ٹی پنک پرنٹڈ کاٹن کے لباس پر شکنیں بہت زیادہ نمایاں نہیں ہو رہی تھیں' اَدھ کھلے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے ایک نظر قریب آتیں سدرہ کو دیکھا تھا۔

''میں شیث کے ساتھ واک پر جا رہی ہوں۔'' وہ تراشیدہ لٹیں سمیٹ کر کان کے پیچھے کرتے ہوئے آئینے پر نظر جمائے ہی بتا رہی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے اتنی صبح باہر نکلنے کی۔'' سدرہ نے فوراً ہی انکار کیا تھا مگر پھر اس کے یکدم ہی بگڑے تیوروں کے ساتھ خاموشی سے دیکھنے پر کچھ گڑبڑائی تھیں۔

''اچھا ٹھیک ہے چلی جاؤ مگر جلدی آ جانا۔'' ان کے خفت زدہ انداز پر وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے چہرہ دوسری طرف موڑ گئی تھی۔

''شرم تو آتی نہیں ہے بڑی بہن کو آنکھیں دکھا کر دھمکاتے ہوئے۔'' سدرہ نے ناگواری کے ساتھ اس کے شانے پر دھپ لگائی تھی۔

''مجھے کیا معلوم تھا آپ میرے آنکھیں دکھانے سے ہی لائن پر آ جائیں گی۔'' وہ بمشکل ہنسی روکتے ہوئے بولی تھی۔

''جا رہی ہو تو ذرا دوپٹہ تو ڈھنگ سے پہنو اور یہ بال بھی پورے باندھو۔'' وہ ذرا رُعب سے حکم دے رہی تھیں۔

''بات سنیں...... آپ کی بہن کوئی ملکہ حسن نہیں ہے جو یہ ہدایتیں دے رہی ہیں' پہلے ہی یہاں خون جلا جلا کر نقشے بگڑ چکے ہیں میرے آئینے میں شکل دیکھنے کو دل نہیں چاہتا۔'' وہ کڑھ کر بولتے ہوئے آئینے میں چہرہ دیکھ رہی تھی جس پر سدرہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں' اس کی اچھی خاصی کھلتی ہوئی گندمی رنگت اس وقت اور اجلی اجلی سی لگ رہی تھی مگر وہ کچھ کہہ کر بحث میں نہیں پڑنا چاہتی تھیں۔

گلاس ڈور کی سمت بڑھتے ہوئے سارہ نے اسے دیکھا تھا' جینز کے ساتھ وائٹ ٹی شرٹ زیب تن کیے سیڑھیوں پر رکا' وہ جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا اس کا انتظار کیے بغیر وہ باہر نکل گئی تھی۔ تاریکی کی چادر چھٹ چکی تھی آسمان پر دھیرے دھیرے سپیدی پھیلتی جا رہی تھی۔ دور اس ڈربے سے مرغوں کی بانگ وقتاً فوقتاً بلند ہو رہی تھی' برآمدے کے اسٹیپس اترتے ہوئے اس نے گملوں کی قطار کے قریب ٹوٹ کر گری سدا بہار کے پودے کی چھوٹی سی سرسبز چند پھولوں اور پتوں سے بھری ٹہنی اٹھائی تھی اور پھر اسے دیکھا تھا جو تیز قدموں کے ساتھ اس کی سمت ہی آ رہا تھا۔

''یہاں سے گیٹ اتنے فاصلے پر ہے کہ وہاں تک پہنچتے پہنچتے ہی پیر شل ہو جائیں' تمہیں ضرورت کیا ہے واک کے لیے باہر جانے کی' یہیں چکر کاٹ لیا کرو۔'' وہ بیزاری کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولی تھی۔

''مجھے تو عادت ہے دن میں دس بار آنا جانا ہوتا ہے مگر کوئی بات نہیں اب تمہیں بھی عادت ہو جائے گی۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

''مجھے کیسے عادت ہو جائے گی؟ تمہارے پورشن سے کسی دوسرے پورشن تک چلی جاؤں تو تمہارے بھائی کا دم خشک ہو جاتا ہے' مین گیٹ تک پہنچ گئی تو وہ میرا ابھی دم خشک کر دیں گے۔'' وہ ناگواری سے سر جھٹکتی بولی تھی۔

''سارہ جی! مجھے مکمل یقین ہو چکا ہے کہ گھونگھٹ اٹھا کر تم سب سے پہلے مجھ سے میرے بھائی کا ہی تذکرہ کرو گی' اللہ رحم کرے میری سماعتوں پر۔'' گہرا سانس لے کر بولتے ہوئے وہ اس کے پیچھے ہی گیٹ سے باہر نکل آیا تھا۔

''ویسے تمہیں اتنا یقین کیوں ہے کہ میں گھونگھٹ اٹھاؤں گی' تو اپنے بھائی کے تذکرے سننے کے لیے تم ہی میرے سامنے ہو گے؟'' وہ انتہائی سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی مگر اگلے ہی پل اس کے ناراضی سے دیکھنے پر بے ساختہ ہنسی تھی۔ نکھری فضا اور خوشگوار خنک ہوائیں گہری سانس بھرتے ہوئے اردگرد کا جائزہ لیتی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو خاموشی کے ساتھ اس کے ہمقدم تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''کچھ نہیں۔'' ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''تو پھر اس طرح خاموش کیوں ہو گئے...... کوئی تو بات کرو۔'' وہ حیرت کے ساتھ بولی تھی۔

”پہلے مجھے یہ یقین تو ہونے دو کہ تم میرے ساتھ ہو۔“ وہ سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔

”میں تو ہمیشہ سے تمہارے ساتھ ہوں پھر یہ بے یقینی کس بات کی ہے؟“ سارہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”پتا نہیں کیوں، مگر کبھی کبھی اچانک ایک خوف سا دل میں سر اٹھاتا ہے۔“ وہ اس کی جانب دیکھے بغیر بولا تھا۔

”کیسا خوف؟“ وہ بغور اس کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

”میں اس خوف کو کوئی نام تو نہیں دے سکتا مگر بس ایسا لگتا ہے کہ تم کہیں غائب ہو جاؤ گی اور میں تمہیں ڈھونڈتا رہ جاؤں گا۔“ وہ مدھم لہجے میں بتا رہا تھا۔

”وہم ہے تمہارا اور میں نے کہاں غائب ہونا ہے تمہارے بھائی نے تو مجھے قبر سے بھی نکال لانا ہے۔“ وہ تمسخر اڑانے والے انداز میں بولی تھی۔

”فضول بات مت کرو سارہ! ایک منٹ میں روح کھینچ نکالتی ہو۔“ وہ شدید ناراضی کے ساتھ بولا تھا جبکہ وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

”سچ تو یہ ہے کہ تم سب نے مل کر میرے دل میں خوف بٹھا رکھا ہے، کچھ بھروسہ نہیں ہوتا کہ کب کیا ہو جائے۔“ وہ مزید بولا تھا۔

”اور ”سب“ میں پہلا نمبر تمہارے ہٹلر بھائی کا آتا ہے، یہ بھی یاد رکھنا۔“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟“ وہ اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”ظاہر ہے میرا نمبر ان کے بعد ہی آتا ہے۔“ بولتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

”آخر مان لیا نہ تم نے کہ تم دونوں کافی ہو مجھے ہراساں کرنے کیلئے۔“ وہ شکایتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”کوئی اور بات کرو شیث، کیا تم اسی لئے مجھے ساتھ لائے ہو؟“ وہ کچھ بیزار ہو کر بولی تھی۔

”ہاں میں اسی موضوع پر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، گھر میں اتنی آزادی کے ساتھ تم سے کوئی بات بھی تو نہیں کر سکتا۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا جبکہ وہ بس ہاتھ میں موجود ٹہنی سے پتے کھینچ رہی تھی۔

”اچھا یہ بتاؤ، تمہیں سب گھر والے کیسے لگے؟ کیا رائے ہے تمہاری ان سب کے بارے میں؟ میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔“ اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”سب اچھے ہیں عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھنے والے، تمہارے گھر کے سب ہی بڑے بہت شفقت کے ساتھ مجھ سے ملتے ہیں، علاوہ تمہارے بھائی کے۔“ وہ جتانے والے انداز سے بولی تھی۔

”ویسے میں نے محسوس کیا ہے بلکہ دیکھا بھی ہے کہ گھر کے سب بڑے اور کزنز وغیرہ بھی تمہیں کافی سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اتنی پذیرائی تو تمہارے دیگر بھائیوں کو بھی نہیں ملتی۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”اور مجھے یہ دیکھ کر بہت اچھا لگتا ہے، ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوتی ہے، یہ سکون بھی ہوتا ہے کہ تمہارے اردگرد کتنے محبت کرنے والے لوگوں کا جمگھٹا ہے۔“ وہ مزید بولی تھی۔

”ہاں تم نے سچ کہا اور اتنی محبتیں حاصل ہونے پر میں اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں، مگر پتا ہے ہر دن کوئی ایک لمحہ ضرور ایسا آتا ہے جس میں ایک سناٹا سا مجھے اپنے گھیرے میں قید کر لیتا ہے، اتنی محبت اور اہمیت دینے والے رشتوں کے درمیان مجھے اپنی ذات بالکل الگ تھلگ اور تنہا محسوس ہوتی ہے، بہت خاموشی سے یہ لمحہ گزر جاتا ہے، یکدم ہی سب کچھ نارمل ہو جاتا ہے، مگر وہ ایک لمحہ کس قدر بھاری ہوتا ہے مجھ پر، اس کا اندازہ صرف تم کر سکتی ہو۔“ وہ مدھم آواز میں بولتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

”بہت غلط بات ہے شیث! میرے قریب ہونے کے باوجود وہ ایک لمحہ بھی کیسے آ جاتا ہے؟“ وہ یکدم ہی رُک کر شکایتی لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”اگر اب بھی کوئی ایسا لمحہ آتا ہے جس میں تم خود کو ساری دنیا سے الگ اور تنہا محسوس کرو تو خدا کا واسطہ ہے ایک بار میرے بارے میں سوچ لینا کیونکہ تمہاری تنہائی کے اس لمحے پر بھی صرف میرا حق ہے، دنیا کے ایک کنارے پر اگر سارے انسان جمع ہوں اور دوسرے کنارے پر تم ہو گے تو اتنا یقین رکھنا کہ اللہ کے بعد میں بھی تمہارے قریب تمہارے ساتھ موجود رہوں گی۔“ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ بات ختم کرتے ہوئے اس نے واپس پلٹ کر شیث کو بھی واپسی کا اشارہ دیا تھا۔

”کبھی کبھی مجھے مکمل یقین ہوتا ہے کہ میں نے یا میرے والدین نے ضرور کوئی بہت اچھا عمل کیا ہے جو اللہ نے انعام کی صورت تمہیں مجھ کو عطا کر دیا ہے۔“ ایک گہری نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”میں جانتی ہوں شیث! تم اپنے بھائی اور مجھے لے کر پریشان ہو جاتے ہو مگر جس تعلق میں اتنی گہری دراڑ ایک عرصے سے موجود رہی ہو اُسے چند دنوں میں کیسے میں پُر کر سکتی ہوں اور پھر تالی کوئی ایک ہاتھ سے تو نہیں بجتی۔“ وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

”اس دراڑ کی کوئی ایک وجہ تمہیں ایسی نظر آتی ہے جسے میں یا تم ختم کر سکتے ہیں؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”کوئی ایک نہیں‘ بہت وجوہات ہیں جن میں سے ایک تو میں ہی ہوں‘ کیا مجھے ختم کر ڈالو گے؟“ وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”اتنی ہمت کہاں ہے مجھ میں‘ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کوئی ایک ایسی وجہ بتاؤ کم از کم اسے تو ختم کیا جا سکے۔“ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمہیں لے کر وہ میری طرف سے بہت اِن سیکیور ہیں‘ شاید انہیں لگتا ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ میں تمہیں ان سے بھی زیادہ قریب سے جانتی ہوں۔“ وہ سنجیدگی کے ساتھ بولی تھی جواباً وہ خاموش ہی رہا تھا‘ جانتا تھا کہ وہ کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی ہے۔

”میرے لیے انہیں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ اللہ نے اگر اپنے بندے کا پردہ رکھا ہوا ہے تو میری کیا مجال ہے کہ اس پردے کی سمت نگاہ بھی اٹھاؤں‘ اوقات ہی کیا ہے میری‘ میں کون سی دودھ کی دُھلی ہوں‘ مجھے تو اپنا آپ ہر انسان سے زیادہ گناہگار لگتا ہے مگر اللہ نے میرا پردہ بھی تو دنیا کے سامنے رکھا ہوا ہے‘ کسی بھی بندے پر بلاوجہ انگلی اٹھاؤں گی تو ہزاروں انگلیاں مجھ پر اٹھنے کے لئے تیار ہوں گی......وہ کتنا گرا ہوا اور غلیظ سمجھتے ہیں مجھے‘ اس کا اندازہ تم بھی نہیں کر سکتے۔“ وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

”ایسا مت کہو سارہ! وہ اس طرح تمہیں نہیں سمجھتے ہیں۔“ وہ بمشکل ہی بولا تھا۔

”وہ مجھے اس سے بھی زیادہ بُرا سمجھ سکتے ہیں‘ تم کسی کے دل و دماغ میں بیٹھ کر اس کی سوچ اور خیال کو نہیں پڑھ سکتے۔“ سامنے نظر جمائے وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

”مگر سوچ کو بدلا بھی تو جا سکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ تمہارے لئے بھی بہت اچھے ثابت ہوں گے۔“ وہ پُرامید لہجے میں بولا تھا۔

”یہ معجزہ ہو ہی نہ جائے کہیں۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”بالکل ہوگا اگر تم میرا ساتھ دو تو یہ ناممکن نہیں ہے۔“ وہ بولا تھا۔

”اس معاملے میں تمہارا ساتھ دینے کی میں صرف کوشش ہی کر سکتی ہوں‘ تم جانتے ہو کہ نہ مجھ میں بہت زیادہ ضبط ہے اور نہ ہی ظرف۔“ وہ لاپرواہ انداز میں بولی تھی۔

”یہ سب کچھ ہے تمہارے اندر ورنہ اس وقت تم میرے ساتھ موجود نہ ہوتیں‘ یہی تو مسئلہ ہے کہ تمہیں اپنے اندر موجود خوبیوں کا اندازہ نہیں ہے اس لیے انہیں استعمال کرنے میں کنجوسی کا مظاہرہ کرتی ہو۔“ وہ بولا تھا۔

”میری خامیوں کے اتنے چرچے ہو چکے ہیں جو کافی ہیں میرے لیے۔“ وہ بولی تھی جواباً وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”ابھی تمہارا فوری طور پر کہیں جانے کا ارادہ تو نہیں ہے؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”فی الحال تو نہیں......کیوں؟“ جواب دیتے ہوئے شیث نے پوچھا تھا۔

”کیونکہ آج میں تمہارے لئے بریک فاسٹ تیار کروں گی اور صرف ہم دونوں ٹیبل پر ہوں گے‘ ویسے بھی ابھی تو کوئی بیدار نہیں ہوگا۔“ وہ بولی تھی۔

”سچ کہہ رہی ہو تم اپنے ہاتھوں سے میرے لیے بریک فاسٹ بناؤ گی؟“ وہ حیرانی کے ساتھ اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

”ہاں بالکل......کیوں کیا ہوا؟“ جواباً وہ حیران ہوئی تھی۔

”مجھے کس جرم کی سزا دے رہی ہو سارہ؟“ بولتے ہوئے وہ دھیرے سے مسکرایا تھا جبکہ وہ ناگواری سے اسے گھورتے ہوئے رُک گئی تھی۔

”اگر تمہارے بھائی نے ہمیں ایک ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تب دیکھوں گی میں کہ تمہاری یہ مسکراہٹ کہاں غائب ہوتی ہے۔“ وہ جل کر بولی تھی۔

”تمہارے پاس کبھی کوئی نئی بات نہیں ہوتی مجھ سے کہنے کے لیے۔“ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا تھا۔

”نئی بات بالکل ہے کہنے کے لیے۔“ وہ فوراً ہی بولی تھی۔

”تو کہو...... کان ترس گئے ہیں میرے۔“ وہ اصرار بھرے لہجے میں بولا تھا۔

”جلدی گھر چلو ورنہ سورج سر پر آ گیا تو دھوپ میں تمہاری آنکھیں یوں ہو جائیں گی۔“ بولتے ہوئے سارہ نے چندھائی آنکھوں کے ساتھ اس کی نقل اتاری تھی۔

”اچھا...... ایسا کارٹون دِکھتا ہوں میں دھوپ میں؟ ایک منٹ رُکو ذرا۔“ دھمکانے والے انداز میں بولتے ہوئے شیث نے رک کر احتیاطاً ارد گرد دیکھا تھا جس پر وہ پہلے ہی خبردار ہو کر بمشکل ہنسی روکتی سرعت سے بھاگتی آہنی گیٹ کی سمت گئی تھی جو بہت زیادہ دور نہیں تھا۔

* * *

وہ جھٹ پٹ مگر بہت دل سے بنایا ناشتہ ٹیبل پر سجا کر لاؤنج کی طرف آئی تھی جہاں وہ صوفے پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا مگر اب اس کے اشارے پر ٹی وی آف کرتا اس کے پیچھے ہی کچن میں آ گیا تھا۔

”سوری میں بہت زیادہ اہتمام نہیں کر سکی ورنہ پھر ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے کا وقت بھی نہیں رہتا۔“ ایپرن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”یہ بھی بہت زیادہ کر لیا ہے تم نے اب جلدی آؤ۔“ وہ بولا تھا۔

”بس آ رہی ہوں ایک پراٹھا رہ گیا ہے۔“ گرم گرم پراٹھوں کی پلیٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ واپس پلٹ گئی تھی۔

”بنایا کیا ہے تم نے؟“ ٹیبل کا جائزہ لیتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”قیمہ فرائی کیا ہے ساتھ میں رائتہ بھی ہے اور انڈوں کا حلوہ۔“ پراٹھا توے پر ڈالتے ہوئے وہ روانی سے بولی تھی۔

”میرے خدا...... میں نے اپنی زندگی میں اتنا لذیذ حلوہ نہیں کھایا۔“ وہ بڑی رغبت سے حلوہ کھانا شروع بھی کر چکا تھا۔

”اگر تم حلوہ چکھنے کے بعد یہ جملہ کہتے تو میں اس وقت ہواؤں میں اڑ رہی ہوتی۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

”دراصل میں احتیاطاً پہلے ہی اپنے آپ کو تسلی دینا چاہتا تھا۔“ وہ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔

”مجھے ایسا ہی کھانا بنانا آتا ہے پتا نہیں لوگ کیسے زندگی کا اتنا قیمتی وقت کچن میں کھانا بنانے اسے سجانے سنوارنے میں گزار دیتے ہیں۔“ پراٹھا سینکتے ہوئے وہ بڑی سنجیدگی سے بولی تھی اور پھر چونک کر پلٹتے ہوئے کچن میں داخل ہوتے شاہ رخ کو دیکھا تھا جس نے پہلے آنکھیں حیرت سے پھاڑ کر ان دونوں کو اور پھر ٹیبل پر سجے لوازمات کو دیکھا تھا۔

”یہ بھی جلدی بیدار ہو گئی تھیں تو میں نے ان سے ناشتے کے لیے کہہ دیا تھا۔“ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شیث نے اپنی گڑبڑاہٹ چھپا کر اعتماد سے بتایا تھا۔

”چھوٹے بھائی...... موقع دیکھ کر چوکا لگا ہی دیا تم نے۔“ دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ شاہ رخ نے اس کے شانے کو تھپتھپایا تھا۔

”بکو مت...... اور اتنی جلدی کیسے اٹھ گئے آج تو کوئی میچ بھی نہیں ہے۔“ وہ ناگواری سے گھورتے ہوئے بولا تھا دوسری جانب وہ بت بنی کھڑی شان کو دیکھ رہی تھی جو آستین چڑھاتا وہاں آ دھمکا تھا۔

”ارے واہ...... سارہ جی! کیا بات ہے آپ کی۔“ باچھیں کھلائے وہ سارہ کو دیکھتا ٹیبل کے گرد جا بیٹھا تھا جبکہ وہ مرے مرے قدموں کے ساتھ آخری پراٹھا ٹیبل تک لے کر آئی تھی۔

”اب انتظار کس کا ہے بھائیو...... یلغار ہو۔“ مضحکہ خیز انداز میں شاہ رخ نے نعرہ لگایا تھا اگلے ہی پل وہ دونوں ناشتے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

خاموشی کے ساتھ اس نے ایک نگاہ شیث پر ڈالی تھی جو اترے ہوئے چہرے کے ساتھ اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔

”اجی محترمہ! یہ پراٹھے ناکافی ہیں اپنے مبارک ہاتھوں سے بس پراٹھے بناتی جائیے۔“ بڑی لگاوٹ کے ساتھ شاہ رخ نے اسے حکم دیا تھا جو گہرا سانس لے کر ٹیبل کے پاس سے ہٹ گئی تھی۔

”چھوٹے بھائی..... آپ بھی تو کچھ لیں۔“ شان کو بالآخر یاد آ ہی گیا تھا۔

”نہیں..... تم لوگ کھاؤ دل لگا کر۔“ شیث نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

”کیا سمجھ رہے تھے..... میں خواب خرگوش میں غرق تمہیں اپنے حق پر ڈاکہ ڈالنے دوں گا؟“ نوالہ منہ میں ٹھونستے ہوئے شاہ رخ نے مزید اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز کیا تھا' جواباً اس نے زبان سے کچھ کہنے کے بجائے ٹیبل کے نیچے سے کارروائی کی تھی مگر شاہ رخ بھی ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے اس کی ٹھوکر سہہ گیا تھا۔

”ارے کمال ہو گیا بھائی..... کیا لذت ہے محترمہ کے ہاتھوں میں..... کیا شاہانہ ذائقہ ہے مزہ آ گیا۔“ ہاتھ روکے بناء شاہ رخ اس پر تعریفوں کے ٹوکرے برسا رہا تھا جس کی پریڈ لگ گئی تھی' ایک کے بعد ایک پراٹھا ٹیبل تک پہنچاتے ہوئے وہ حال سے بے حال ہو رہی تھی' اسے دیکھتے ہوئے شیث کی اپنی حالت ڈاؤن ہونے لگی تھی۔

”بس کر دو' زندگی میں پہلی بار کھا رہے ہو؟ کیا سوچے گی وہ۔“ ضبط کی انتہا پر پہنچتے ہوئے وہ ان دونوں کو گھرک گیا تھا۔

”بس کہاں چھوٹے! ابھی تو شروعات ہیں' پہلے آنکھوں سے دل تک اور اب معدے تک.....“ دائیں آنکھ دباتے ہوئے شاہ رخ نے حلوہ مزید پیالی میں بھرا تھا۔

”چائے لے آؤں آپ سب کے لیے؟“ تھکے تھکے انداز میں سارہ نے ان تینوں کو ہی مخاطب کیا تھا' مگر دیکھا اسے تھا جو پریشان چہرے کے ساتھ براجمان تھا۔

”اجی لے آئیے..... آپ اگر زہر بھی لائیں گی تو کون کمبخت انکار کرنے والا ہے۔“ شاہ رخ نثار ہونے والے انداز میں بولا تھا جبکہ وہ خاموشی کے ساتھ چائے تھرماس میں نکالنے لگی تھی۔

”باس! بڑی فرمائشیں پوری کر رہی ہے' اس سے اچھا موقع دوبارہ نہیں آئے گا ہمت کرو اور یہیں حالِ دل بیان کر دو۔“ شان کا مدھم آواز میں پھونکا گیا صور شیث تک بھی پہنچا تھا جبکہ سارہ کو دیکھتے ہوئے شاہ رخ کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔

”تم نے چوکا لگا دیا چھوٹے بھائی! اب دیکھو میں چھکا کیسے لگاتا ہوں۔“ شیث کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کالر جھاڑے تھے۔

”اجی محترمہ! دل جیت لیا آپ نے' اگر ناگوار نہ گزرے تو ہاتھ پر بوسہ لے کر کچھ کہنے کی جسارت کر سکتے ہیں؟“ ادھر شاہ رخ چارج ہوتی بیٹری کے ساتھ اٹھا تھا اور اُدھر شیث سرعت کے ساتھ درمیان میں آ کھڑا ہوا تھا۔

”کنویں بھر گئے ہیں دونوں کے تو سیدھے باہر جاؤ۔“ ناگواری کے ساتھ اس نے دونوں کو باہر جانے کا اشارہ دیا تھا۔

”چھوٹے بھائی! اگر تم میرے راستے کی دیوار بن ہی گئے ہو تو اتنا یاد رکھنا۔“ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے شاہ رخ بڑے دبنگ لہجے میں بول رہا تھا۔

”میں تمہارا بھائی جان ہوں یار! میرے لیے راستہ ہموار کرنے کے بجائے تم میرے ہی دل کا خون کر رہے ہو۔“ یکدم ہی اموشنل ہو کر بولتے ہوئے اس نے اپنے نہ نظر آنے والے آنسو صاف کیے تھے۔

”شان! اسے لے کر جاؤ یہاں سے۔“ وہ جھلا کر شان سے مخاطب ہوا تھا جس کی ہنسی اب قہقہوں میں بدل گئی تھی کہ ہمیشہ دھیمے لہجے میں بات کرنے والے شیث کا چہرہ اس وقت واقعی دیکھنے والا تھا۔

”ہوا کیا ہے.....؟“ وہ جو حیران کھڑی تھی پوچھتے ہوئے شیث کے عقب سے شاہ رخ کو بھی دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”دیکھو..... بے چاری کو کچھ پتا ہی نہیں کیا ہو رہا ہے' تم ہٹو سامنے سے تو میں کچھ سمجھاؤں۔“ سارہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے شاہ رخ نے دلگیر انداز میں دہائی دی تھی جو شیث نے گردن موڑ کر ایک نظر حق دق کھڑی سارہ کو دیکھا تھا اور پھر بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو روکتے شاہ رخ کو

دوبارہ پرے ہٹایا تھا۔

”چھوٹے بھائی! ایک بار سامنے سے ہٹ جاؤ‘ میرے اندر سوئے شیطان کو مت جگاؤ۔“ التجائی انداز میں فریاد کرتے ہوئے شاہ رخ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے جنہیں فوراً ہی تھام کر شیث نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

”چھوٹے بھائی! وہ پیچھے سے حملہ کر رہا ہے۔“ شان بروقت ہی حلق کے بل چیخا تھا جبکہ سارہ مزید اپنی طرف بڑھتے ہاتھ سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹی تھی‘ دوسری جانب شیث اسے خود سے دور دھکیل چکا تھا جو لڑکھڑانے کے بعد اب تن کر سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

”چھوٹے بھائی! آج یا تو تم نہیں یا میں نہیں۔“ آستین چڑھاتے ہوئے وہ للکار رہا تھا‘ مگر اگلے ہی پل ٹھک کی آواز گونجی تھی اور شاہ رخ کی آنکھوں کے سامنے تارے جھلملانے لگے تھے‘ سر دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ پینڈولم کی طرح ڈولتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا جبکہ سارہ منہ کھولے پاگلوں کی طرح ہنستے شان کو دیکھ رہی تھی اور کبھی اسے جو فرائی پین شاہ رخ کے سر پر مارنے کے بعد بھی اسے ہی گھور رہی تھی۔

”میں کون ہوں......؟ کہاں ہوں......؟ روشنی کرو بھائی‘ اتنا اندھیرا کیوں ہے......؟“ اِدھر اُدھر نابیناؤں کی طرح ڈولتے ہوئے شاہ رخ دیوانوں کی طرح بولا تھا اور اگلے ہی پل دوڑتا ہوا کچن سے بھاگا تھا‘ اس کے ساتھ ہی شان کے قہقہے رک گئے تھے جب فرائی پین اس کے کندھے پر لگا تھا۔

”میں نے کیا‘ کیا ہے؟“ وہ کندھا سہلاتے ہوئے جھلایا تھا۔

”سو سال کے ریٹائر‘ قطعی ناقابل استعمال‘ تو کچھ کر بھی نہیں سکتا‘ صرف تیل چھڑکتا ہے بی جمالو...... پھاپھا کٹنی بھاگ یہاں سے۔“ کاٹ کھانے والے انداز میں اس نے دوبارہ فرائی پین اٹھا کر شان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

یہ موقع غنیمت جان کر وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کچن سے نکل بھاگی تھی‘ اسی جانب آتے شمس سرعت کے ساتھ اس کے سامنے سے ہٹے تھے اور حیرانی کے ساتھ اس کے پیچھے آتی موموکو دیکھا تھا جو ان پر نظر پڑتے ہی اپنی جگہ رک گئی تھی۔

”دنیا سدھر جائے گی مگر تم باز نہیں آؤ گی......واپس جاؤ اور ناشتہ بنا کر لاؤ میرے لیے۔“ ناگواری سے اسے گھرکتے ہوئے انہوں نے حکم دیا تھا جو بری پھنسی تھی‘ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ سعادت مندی کے ساتھ حکم بجا لاتی۔

* * *

پشت پر پھیلے ہلکے ہلکے نم بالوں میں انگلیاں پھیر کر سلجھاتے ہوئے وہ لاؤنج میں ہی آئینے کے سامنے کھڑی اپنے لباس کا تنقیدی جائزہ لے رہی تھی۔ کھلتا ہوا شاکنگ پنک یہ سوٹ سدرہ نے شمس کے تایا کی بیٹی سے اس کیلئے سلوایا تھا جو کہ اس نے بخوشی اور دل سے سینے کے بعد یہ تاکید کی تھی کہ پہن کر اسے لازمی دکھایا جائے‘ تنگ شلوار کے ساتھ شرٹ بھی سادہ تھی مگر نفاست کے ساتھ سلنے کے بعد خوبصورتی نمایاں تھی‘ کچھ دیر پہلے سدرہ نے بھی اس کی تعریف کی تھی۔ جارجٹ کا شاکنگ پنک مہین دوپٹہ جس پر وائٹ ڈاٹس نمایاں تھے گلے میں ڈالتے ہوئے وہ اس وقت بھی آئینے میں اپنے عکس میں گم تھی جب اپنے کمرے سے باہر نکلتے شمس نے شدید ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا اور بگڑے تاثرات کے ساتھ ٹی وی آن کرنے کے لیے آگے بڑھ گئے تھے جبکہ ان کی ناگواری کو محسوس کرتے ہوئے وہ نخوت سے سر جھٹکتی دوبارہ اپنے بال انگلیوں سے سنوارنے لگی تھی‘ تب ہی کمرے سے شیری کے یکدم ہی چیخ کر رونے پر وہ ہڑبڑا کر کمرے میں بھاگی آئی تھی۔

”ہنی! تم اسے گود میں نہیں اٹھا سکتی ہو تو کیوں کوشش کرتی ہو......دیکھو گر گیا نا بھائی۔“ شیری کو کندھے سے لگاتے ہوئے اس نے ہنی کو ڈانٹا تھا۔

”میں نے کہاں گرایا‘ وہ تو خود ہی پھسل کر گر گیا تھا۔“ ہنی کی معصومیت دیکھنے والی تھی۔

”سدرہ! تمہیں کوئی آواز آ رہی ہے یا نہیں......؟“ شمس کی آمد کا اسے پتا نہیں چلا تھا مگر ان کی دھاڑ نے اسے تلملا کر رکھ دیا تھا۔

”کیوں بلا رہے ہیں انہیں؟ میں سنبھال رہی ہوں‘ ہو جائے گا ابھی خاموش۔“ کوشش کے باوجود اس کے لہجے میں ناگواری ابھر آئی تھی۔

”میں نے تم سے کوئی بات نہیں کی ہے لہٰذا اپنے کام سے کام رکھو۔“ وہ بھی اسی ناگواری کے ساتھ بولے تھے۔

جواباً وہ جلتی بھنتی شیری کو ان کے ہاتھوں میں تھماتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی مگر کھلتے گلاس ڈور نے اس کا موڈ بحال کر دیا تھا حالانکہ سامنے

سے آتے شخص سے کسی تعریف کی امید رکھنا سراسر بے وقوفی تھی، نہ ہی اس نے کبھی اس چیز پر زیادہ دھیان دیا تھا مگر ابھی آئینے میں خود پر پیار آنے کے بعد احتیاجات کچھ بڑھ گئی تھیں۔

دوسری جانب شیث نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا جو سیڑھیوں کے پاس ہی ریلنگ پر ہاتھ رکھے دل آویز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیا ہوا؟“ شیث کے حیران لہجے پر وہ بھک سے اڑی تھی۔

”کچھ نہیں...... دماغ پلٹ گیا ہے میرا۔“ بری طرح جل کر غراتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی، مگر پھر اس کی پکار پر رکنا پڑا تھا۔ دوسری جانب وہ سیڑھیوں کی سمت آتے آتے یکدم ہی رُکا تھا جس پر سارہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں شمس کو دیکھا تھا جو اِسی جانب متوجہ تھے۔

”کچھ نہیں۔“ گڑبڑا کر بولتا وہ ان کی کڑی نظروں سے بچتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ اوپر جاتے ہوئے وہ بس ایک ناگوار نگاہ اُن پر ڈال کر رہ گئی تھی۔

❁❁❁

بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے سیل فون دیکھا تھا اور پھر کسلمندی کے ساتھ دوپٹہ شانوں پر ڈالتی کھڑکی کی سمت بڑھ گئی تھی۔

”کیا ہوا...... خیریت؟“ گلاس ایک طرف ہٹاتے ہوئے وہ نیند میں ڈوبی آواز میں پوچھ رہی تھی۔

”یہ انہونی کیسے ہوگئی...... اتنی جلدی تم پر نیند مہربان ہوگئی؟“ وہ بولا تھا۔

”ہاں...... کوئی مہربان ہو نہ ہو نیند تو ہوگئی مہربان۔“ وہ آنکھیں مسلتے ہوئے بولی تھی۔

”ارے ہاں...... شام کو تم نے کیا بات کہنے کے لئے روکا تھا جو ہٹلر کی وجہ سے پٹری بدلنی پڑی تمہیں؟“ یکدم ہی یاد آنے پر وہ پوچھ رہی تھی۔

”ان کی وجہ سے نہیں، میں ہی یہ بھول گیا تھا کہ تم سے کیا کہنا ہے۔“ وہ ٹالنے والے انداز میں بولا تھا۔

”یقین سے کہہ رہے ہو یہ بات کہ ان کی وجہ سے تم مجھ سے نہیں کترائے تھے؟“ سارہ نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”ٹھیک ہے میں جھوٹ کہہ رہا تھا مگر تم جانتی ہو کہ میں اب تک اس قابل نہیں ہوا ہوں کہ ان کے سامنے آزادی کے ساتھ تمہیں مخاطب کر سکوں۔“ وہ ہارے ہوئے انداز میں قبول کر رہا تھا۔

”یعنی اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ میں مصیبت میں گرفتار مدد کیلئے ان کے سامنے تمہیں پکاروں گی تو تم مجھے نظر انداز کر دو گے کیونکہ تم ان کے خلاف جانے کی ہمت نہیں کر سکتے۔“ وہ چبھتے لہجے میں بولی تھی۔

”تم مجھ سے یہ سوال کرنے کے بجائے خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ یقین سے کہو کہ میں ایسا خود غرض انسان ہوں جو کسی کو راضی رکھنے کے لئے تم سے نظریں چرالوں گا۔“ اس کے بے انتہا سنجیدہ لہجے پر وہ پیشانی پر بل ڈالے بس اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں مانتا ہوں کئی بار نظر انداز کرنا پڑتا ہے مگر صرف اس لئے کہ میں معاملات کو مزید الجھانا نہیں چاہتا، اگر مجھ میں ان کے خلاف جانے کی ہمت نہ ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان کچھ نہیں ہوتا، بہت پہلے ہی سب کچھ ختم ہوگیا ہوتا۔“

”بتا تو اس طرح رہے ہو جیسے اپنے بھائی کے سامنے میرے لیے ڈٹ کر تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے۔“ وہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھتی بول اٹھی تھی۔

”بات کو غلط رنگ مت دو سارہ! نہ میں نے کسی پر احسان کیا ہے اور نہ ہی میں تمہیں غلط کہہ رہا ہوں۔“ وہ کچھ ناراضی سے بولا تھا۔

”یہ تم بھی جانتی ہو انہوں نے کبھی اس چیز کو پسند نہیں کیا ہے کہ میرا تم سے کوئی تعلق بھی ہے جبکہ وہ بھی یہ جان چکے ہیں کہ ان کی کوشش کے باوجود میں تم سے لاتعلق نہیں رہ سکا ہوں مگر وہ اس سچ کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، کیا تمہیں یہ بہتر لگتا ہے کہ میں زبردستی ان پر اپنا فیصلہ مسلط کروں، جذباتی ہو کر ان کے سامنے سر اٹھا دوں، سارا لحاظ بھول جاؤں، اُن کے خلاف کھڑا ہو جاؤں پھر تمہیں یقین آجائے گا کہ مجھ میں کتنی ہمت ہے؟“ وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

”تمہیں یہ لگ رہا ہے کہ میں تمہیں اُکسا رہی ہوں کہ میرے لیے تم ان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دو اور دوٹوک

اپنا فیصلہ ان پر تھوپ دو؟“ وہ ناگوار لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”تو پھر تمہارے ان طعنوں سے اور کیا مطلب اخذ کروں میں؟“ وہ جواباً سوال کر رہا تھا۔

”ایسے کتنے طعنے دیئے ہیں میں نے جو تم اس طرح بول رہے ہو؟“ وہ بھڑکنے والے انداز میں بولی تھی۔

”اگر تمہارے چہیتے بھائی کی کسی بات سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے اس کا ذکر میں تم سے کروں تو یہ تمہیں طعنہ لگتا ہے..... ٹھیک ہے پھر مجھے تم سے کوئی بات ہی نہیں کرنی چاہیے ویسے بھی بقول تمہارے بھائی کے میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ مجھ سے کوئی بات کی جائے تو بہتر ہے کہ تم بھی ان کے نقش قدم پر چلو۔“ وہ بگڑے انداز میں بولی تھی۔

”میں نے یہ کب کہا ہے کہ تم مجھ سے کوئی شکایت نہ کرو..... بے شک تم ہر اس بات کا گلہ مجھ سے کرو جس سے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے اسے اپنے دل میں رکھ کر خود کو اذیت نہ دو مگر اس شکایت کو طعنہ بنا کر مجھ تک نہ پہنچایا کرو اس لیے نہیں کہ مجھے برا لگتا ہے بلکہ اس لیے کہ مجھے اپنے آپ سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود میں سب کے سامنے تمہیں اس مقام تک نہیں پہنچا سکا ہوں جس مقام پر تم میرے دل میں موجود ہو۔“ اس کے مدھم گمبھیر لہجے پر وہ چند لمحوں تک خاموشی سے اس کی التجائی نظروں میں دیکھتی رہی تھی۔

”بس یا اور بھی کچھ کہنا ہے؟“ وہ سپاٹ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”سارہ.....!“ وہ زچ ہو جانے والے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

”نہیں واقعی مجھے نیند آ رہی ہے تمہیں مزید کچھ کہنا ہے تو کہو میں سن رہی ہوں۔“ ناگواری چھپائے وہ بولی تھی۔

”معذرت کرنے آیا تھا تم سے۔“ وہ گہری سانس لے کر بولا تھا جبکہ وہ بس سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”صبح تم نے اتنی محنت سے ناشتہ بنایا مگر سب کچھ درہم برہم ہو گیا۔“ وہ بغور اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”تو کیا ہوا..... کون سی قیامت آ گئی یا میں نے تم سے کوئی شکایت کی ہے جو تم معذرت کر رہے ہو؟ کیا میرا دل اور میری سوچ اتنی چھوٹی ہے کہ میں ذرا سی بات کے لیے تمہیں معافی مانگنے پر مجبور کر دوں گی؟“ وہ بگڑے تیوروں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

”مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی جو میں تم سے بات کرنے یہاں آ گیا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم میری ذرا ذرا سی بات کو بھی تنقیدی نظر سے دیکھو گی۔“ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے شکایتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”میں تمہاری باتوں کو پکڑ کے تنقید کرتی ہوں؟“ وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

”اس وقت تو کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

”پہلی بات تو یہ کہ اس طرح مجھ سے بات مت کرو.....“

”میں کسی بھی طرح بات کروں گا تمہیں وہ غلط ہی لگے گی تو یہی بہتر ہے کہ میں خاموش ہو جاؤں۔“ وہ اس کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

”اب دوسری بات بھی کہہ دو۔“ اس کے ناگواری سے دیکھنے پر وہ بولا تھا مگر اس کی مستقل خاموشی پر واپس جانے کیلئے پلٹ گیا تھا۔

”آئی ہیٹ یو.....“ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے وہ پھنکاری تھی جس پر وہ یکدم ہی رُک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”کیا کہا تم نے؟“ وہ دنگ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”آئی..... ہیٹ..... یو۔“ وہ چبا چبا کر بولی تھی۔

”اچھا..... تو پھر سیم ٹو یو۔“ اطمینان سے بولتا وہ کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”جس انسان نے محبت کا اظہار کبھی نہ کیا ہو اُسے نفرت کا اظہار کرنے سے پہلے ڈوب مرنا چاہیے۔“ وہ بری طرح تلملا کر بولی تھی دوسری جانب اپنے کمرے کا دروازہ بند کرنے سے پہلے شیث نے رک کر سامنے کھڑکی میں تمتماتے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

”جا کر ٹھنڈا پانی پیجیے اور تھوڑا سر پر بھی ڈالیئے تا کہ دماغ ٹھنڈا ہو۔“ وہ مسکراہٹ چھپائے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”جو پانی بچ جائے تو تمہیں بھیج دوں.....؟ کافی ہو گا ڈوب جانے کے لیے؟“ پھاڑ کھانے والے انداز میں سارہ نے کہا تھا اور اگلے ہی پل

کھڑکی کا گلاس بند کر کے جھٹکے سے پردہ برابر کر دیا تھا۔

* * *

شمس کے تایا اچانک ہی کل رات طبیعت کے بگڑ جانے کی وجہ سے ہاسپٹلائز ہوئے تھے، ہارٹ پیشنٹ تھے مگر صورتحال بہت زیادہ خطرناک بھی نہیں تھی اس لئے آج شام ہی انہیں ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ سدرہ ان کی عیادت کیلئے اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں اور وہ راضی بھی تھی جانے کیلئے...... ویسے بھی شمس کے یہ بڑے تایا بہت شفیق انسان تھے۔ سدرہ سے ان کے ہاسپٹل جانے کی خبر سن کر وہ بھی افسردہ اور پریشان ہوئی تھی اور دل میں ان کی صحت اور سلامتی کی دعائیں بھی مانگتی رہی تھی۔ پہلی بار سارہ کا ان سے سامنا یہیں ہوا تھا، میدے کی طرح سفید پرنور چہرہ دراز قامت رکھنے والے ایک باریش بزرگ کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کی تو زبان ہی بند ہو گئی تھی، ایک عجیب سا رعب و دبدبہ تھا اُن کی شخصیت میں۔ اس کی تو ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی ان کے سامنے رُکنے کی، مگر سدرہ کی وجہ سے اسے رُکنا پڑا تھا۔ بہت شفقت کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے خیر خیریت دریافت کی تھی اور اس کی ماں کیلئے تعزیت اور معذرت کی تھی کہ وہ طبیعت کی خرابی کے باعث چاہتے ہوئے بھی اس کی والدہ کی آخری رسومات میں شرکت نہیں کر سکے تھے، ان کے اپنائیت کے اس طرح اظہار پر وہ اور بھی زیادہ متاثر ہوئی جب سدرہ نے اسے بتایا کہ خاص طور پر اس سے ملنے ہی وہ آئے تھے ورنہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ خود سے گھر کے کسی دوسرے پورشن میں جائیں۔

گھر کے کام سمیٹتے سمیٹتے رات سر پر آنے لگی تھی، اسے جلدی جلدی کا کہہ کر سدرہ کو خود ہی کوئی نہ کوئی کام یاد آ جاتا۔ شیری کو چینج کروانے کے بعد اس نے ہنی کو بھی ڈریس چینج کروایا تھا اور اسے بالوں میں برش کرنے کی ہدایت کرتی عجلت میں ہی اپنے سلیپرز بدلنے اوپر جا رہی تھی جب ہنی کی دردناک چیخ پر وہ لرز اٹھی تھی، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہنی برش تھامے اس کے پیچھے ہی آ رہی ہے، پتا نہیں وہ کون سے اسٹیپ سے پھسل کر نیچے لڑھک گئی تھی، اس سے پہلے وہ نیچے جاتی شمس سرعت سے آ کر ہنی کو اٹھا چکے تھے۔

"اسے فرصت ہے تمہاری طرف دیکھنے کی جو پاگلوں کی طرح اس کے آگے پیچھے بھاگتی رہتی ہو، دوبارہ مجھے اس کے اردگرد پھٹکتی نظر آؤ تم......" بلند آواز میں ہنی پر برستے ہوئے وہ اسے کندھے سے لگائے کمرے میں جا چکے تھے، دوسری جانب وہ خون کے گھونٹ پیتی اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کرتی واپس لاؤنج میں ہی آ بیٹھی تھی اور اخبار اٹھا کر چہرے کے سامنے کر لیا تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد سدرہ، شیری کو گود میں اٹھائے کمرے سے باہر آئی تھیں۔

"آ جاؤ سارہ۔" ایک پل کو رک کر انہوں نے اسے پکارا تھا۔

"سارہ جلدی آؤ۔" اس کے ٹس سے مس نہ ہونے پر سدرہ نے دوبارہ پکارا تھا، جس پر اخبار پلٹتے ہوئے اس نے ایک جلتی نظر ان پر ڈالی تھی جو ہنی کا ہاتھ پکڑے کمرے سے باہر آ رہے تھے۔

"مجھے کہیں نہیں جانا، آپ چلی جائیں۔" اس کے گستاخانہ لہجے پر شمس نے ناگوار نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"ابھی تو تم جانے کے لیے تیار تھیں، اب اچانک کیا ہوا ہے جو تم منع کر رہی ہو؟" سدرہ نے حیرت سے اس کے بگڑے تیوروں کو دیکھا تھا۔

"کہہ تو رہی ہوں نہیں جانا مجھے کہیں، اتنا کافی نہیں ہے جو بار بار سوال کر رہی ہیں۔" وہ اسی اکھڑ انداز میں بولی تھی۔

"مجھے پتا تو چلے کیوں ارادہ بدل گیا تمہارا؟ یہاں اکیلی کیا کرو گی اور وہاں سب تمہارا پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گی؟" سدرہ نے بہت ناراضی کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

"کہہ دیجیے گا کہ وہ خود بستر مرگ پر پڑی ہے۔"

"کیا فضول بات کر رہی ہو، خاموشی سے اٹھو اور چلو میرے ساتھ۔" سدرہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔

"کیوں منت سماجت میں لگی ہو، اسے راضی کرتے رہنے سے جنت کی کنجی مل جائے گی تمہیں......؟ چھوڑ دو اسے اس کے حال پر، اب ایک لفظ مت کہنا۔" غصیلے انداز میں وہ سدرہ سے مخاطب تھے۔

"کیوں چھوڑیں گی وہ مجھے میرے حال پر، بہن وہ میری پہلے ہیں اور آپ کی بیوی بعد میں، سمجھے آپ یا مزید کچھ کہوں......؟" وہ ہتھے سے اُکھڑ کر بولی تھی۔

”سارہ! اگر تم نہیں جانا چاہتیں تو مت جاؤ مگر اس طرح بدتمیزی کر کے مجھے شرمندہ مت کرو۔“ سدرہ نے سخت لہجے میں اسے ڈانٹا تھا اور پھر فوراً ہی شمس کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

”آپ آیئے۔“ وہ فوری طور پر انہیں یہاں سے لے جانا چاہتی تھیں جو سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔

”تم جاؤ، میں مزید اس کی وہ باتیں سننا چاہتا ہوں جو یہ مجھے سمجھانا چاہتی ہے۔“ بھنچی ہوئی سخت آواز میں بولتے ہوئے انہوں نے ہنی کو ان کی سمت بڑھا کر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

”مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے، آپ بس چلیں میرے ساتھ۔“ بے طرح خوفزدہ ہو کر بولتے ہوئے سدرہ نے ملتجی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

”میں نے تم سے کہا ہے تم جاؤ اور پیچھے پلٹ کر بھی مت دیکھنا۔“ شمس کے یکدم ہی بھڑک اٹھنے پر وہ بری طرح گھبرا کر ہنی کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئی تھیں مگر ان کا دل کانپ رہا تھا، فکر انہیں یہ نہیں تھی کہ وہ سارہ کو یہاں تنہا چھوڑ کر جا رہی ہیں۔ خوف اس چیز کا تھا کہ شمس کو وہ سارہ کے سامنے تنہا چھوڑ کر جا رہی ہیں ان کی موجودگی سے بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑنے والا تھا، مگر وہ کسی نہ کسی طرح سارہ کی زبان کو قابو کرنے میں کامیاب ہو ہی جاتی تھیں۔

”اب کہو مزید کیا کہنا ہے تم نے...... سمجھاؤ مجھے موجود ہوں تمہارے سامنے۔“ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے وہ اس کے مقابل آ کھڑے ہوئے تھے جو اُن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔

”آپ کو کیا لگ رہا ہے اس طرح مجھ پر حاوی ہو کر آپ مجھے ہراساں کر دیں گے، زبان بند کر دیں گے میری۔“ وہ زہرخند لہجے میں بولی تھی۔

”نہیں...... میں تمہاری زبان بند نہیں کروں گا...... کاٹ دوں گا اسے، اگر اس نے میرے گھر کی بنیادیں ہلانے کی کوشش کی۔“ وہ شدید طیش میں بولے تھے۔

”بنیادیں کیا میں تو آپ کو ہلا کر رکھ دوں گی اگر آپ نے مجھے اب اپنے اس گھر میں بے عزت کیا۔“ وہ بھی ان کے ہی لہجے میں بولی تھی۔

”اتنا دم ہے تم میں جو مجھے ہلا کر رکھو گی......؟ اس گھر کے کسی فرد کو عزت دی ہے تم نے جو اپنے لیے عزت چاہتی ہو۔“ وہ بری طرح بھڑکے تھے۔

”کسی ایک بھی رشتے کو عزت و احترام دیا ہے تم نے......؟ تم تو وہ ہو جسے اپنی بہن کی پرواہ ہے نہ اس کے بسے ہوئے گھر کی، یہ روش اپنا کر تم اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ لو گی۔“

”آپ نے جو رنگ چڑھائے ہیں ان پر اب اس کے بعد کسی رنگ کی گنجائش نہیں رہی ہے...... آپ کی بیوی بننے کے بعد وہ میری بہن رہی کہاں ہیں، وہ تو بس ایک کٹھ پتلی ہے جو آپ کے اشاروں پر چلتی ہے......“

”بکواس بند کرو۔“ وہ درمیان میں ہی دھاڑے تھے۔

”اس قابل تو بنو پہلے کہ کوئی تمہارا بن سکے...... اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ تمہاری بہن نہیں رہی تو، سوچو غور کرو اپنی حرکتوں پر، جو ماضی میں کرتی رہی ہو اور اب تک جاری رکھے ہوئے ہو۔“ غصیلی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولے تھے۔

”بات کوئی بھی ہو پردے میں رہ کر آپ نے دل کے پھپھولے ضرور پھوڑنے ہوتے ہیں۔“ وہ بری طرح تپ کر بولی تھی۔

”ارے شمال میں گئی بہن اور جنوب میں گیا بھائی، میں چاہوں تو چٹکیوں میں اسے یہاں سے لے جا سکتی ہوں اور آپ پیٹتے رہئے گا لکیر۔“

”آنکھیں نکال دوں گا تمہاری اگر اُس کی طرف نظر بھی اٹھائی تم نے، چٹکیوں میں لے جانے کی بات کرتی ہو، الو کا پٹھا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے۔“ شمس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا چہرہ تھپڑوں سے لال کر ڈالیں۔ دوسری جانب انہیں جواباً کچھ کہتے کہتے رُک کر اس جانب متوجہ ہوئی تھی جہاں وہ اپنے ایک کزن کے ساتھ ہی اندر داخل ہو رہا تھا، مگر اگلے ہی پل بری طرح ٹھٹک کر لاؤنج کی سمت دیکھا تھا جہاں دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ دور سے ہی اسے ماحول کی کشیدگی کا اندازہ ہو گیا تھا، اپنے کزن کو اوپر اپنے کمرے میں جانے کا کہتا وہ لاؤنج کی سمت بڑھ گیا تھا جہاں ان دونوں کی ہی غصیلی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھ کر اس کا سارا اعتماد زائل ہونے لگا تھا۔

”آؤ...... دیکھو یہاں بیٹھ کر تماشے اور داد دو اپنی کم عقلی کو۔“ وہ خونخوار لہجے میں اس سے مخاطب ہوئے تھے جس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

شیث ساکت نظروں سے انہیں دیکھتا رہ گیا تھا جبکہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے بس ایک پل کو رک کر ان کی حقارت سے لبریز آنکھوں کی جانب دیکھا تھا اور اگلے ہی پل سرخ چہرے کے ساتھ اوپر اپنے کمرے کی سمت بڑھتی چلی گئی تھی، سناٹے میں گھرا وہ چند لمحوں تک انہیں دیکھتا رہا تھا جو اب کڑھتے ہوئے صوفے پر بیٹھ چکے تھے، ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے وہ بغور ان کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”بس اتنی ہی حیثیت ہے اُس کی آپ کی نظر میں؟“ وہ بہت مدھم آواز میں پوچھ رہا تھا۔

”کوئی بھی حیثیت نہیں اُس کی میری نظر میں اور نہ ہی تمہاری زندگی میں، سنا تم نے۔“ بلند آواز میں بھڑکتے ہوئے انہوں نے اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی لمحے اٹھ کر اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے۔

وہ کیا چاہتے تھے اس سے، کیا باور کروانا چاہتے تھے......؟ کیا فیصلہ چاہتے تھے اس سے؟ ان سوالوں کے جواب وہ بہت پہلے سے جانتا تھا مگر وہ کیسے سمجھائے انہیں کہ کتنا مشکل ہے اس کے لیے وہ سب کرنا جو وہ چاہتے ہیں۔

”وہ ہستی جس نے اس کے بکھرے وجود کو جوڑا ہے
جو اندھیروں میں اس کی ہمقدم رہی ہے
جس نے ہر لمحہ سائے کی طرح اس کے ساتھ گزارا ہے
روح کی گہرائی میں اُتر کر اسے نئے سرے سے سنوارا ہے
وہ ہستی جس نے اس کی ذات کو مکمل کیا ہے
جس نے محبت کے جذبے سے اسے روشناس کیا ہے“

⁂

ٹیبل کے گرد بیٹھتے ہوئے شاہ رخ نے کچھ چونک کر ارد گرد نظر دوڑائی تھی اور پھر سدرہ کو دیکھا تھا جو شان کے ساتھ ہی ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھیں۔

”بھابی! سارہ کہاں ہیں؟“ اس کے سوال پر سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

”میرا مطلب ہے......سارہ کہاں ہیں؟“ اس بار منمنائے لہجے میں وہ بولا تھا کہ سوال ایسا تھا ہی نہیں جس میں ردوبدل کیا جاتا۔

”تایا ابو کی طرف گئی ہے، وہاں سب نے اسے کھانے پر روک لیا ہے۔“ سنجیدگی سے بتاتے ہوئے انہوں نے شمس کو دیکھا تھا جو ان کی طرف ہی متوجہ تھے۔

”اب کیوں چلی گئی وہاں؟“ وہ ناگوار لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

”پتا نہیں۔“ ان کی جانب دیکھے بغیر سدرہ بولی تھیں، دوسری جانب وہ کچھ کہتے کہتے رُک کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے جو گہرے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ ٹیبل کے گرد بیٹھ رہا تھا۔

”میرا خیال ہے مجھے بھی تایا ابو کی طرف جانا چاہیے، سارہ کی وجہ سے ضرور کوئی اچھی ڈش بنی ہوگی۔“ دل کی خواہش کو زبان پر لاتے ہوئے شاہ رخ نے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

”کھانا کھاؤ خاموشی سے۔“ شمس کی غصیلی نظروں نے اس کی کوشش ناکام کر دی تھی۔

”اس کے بغیر تو یہ کھانا بھی زہر لگ رہا ہے، مگر ظالم سماج یہ سچ تسلیم نہیں کرے گا۔“ ٹھنڈی آہ بھر کر شاہ رخ نے سرگوشی کی تھی جس پر شیث نے ایک نگاہ اس کے لٹکے ہوئے چہرے پر ڈالی تھی۔

”شاہی...... یہ بات تو بالکل تم نے سچ کی ہے۔“ شان کی بلند آواز پر سب ہی اس کی طرف متوجہ تھے جس نے بُری طرح بوکھلا کر باری باری ہونقوں کی طرح سب کو دیکھا تھا، دوسری جانب شان کو تنبیہی نظروں سے دیکھتے ہوئے شیث کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لہرائی تھی۔

”کون سا سچ کہہ دیا تم نے، میں بھی سننا چاہتا ہوں۔“ شمس نے خشمگیں نظروں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”یہ کہہ رہا تھا بھابی کے ہاتھ میں ذائقہ نہیں رہا، اپنے گناہگار کانوں سے سنا ہے میں نے بھی اور چھوٹے بھائی نے بھی۔“ شان نے مزے سے مسکراتے ہوئے شاہ رخ کے چہرے کو دیکھا تھا۔

“اور تم نے ٹھپہ لگا دیا کہ وہ بالکل سچ کہہ رہا ہے۔” سدرہ نے بگڑ کر ساتھ بیٹھے شان کو دیکھا تھا جو جھٹ سے اٹھ گیا تھا‘ اگلے ہی پل پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے مضحکہ خیز انداز میں ان کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے تھے۔

“اسے کہتے ہیں اپنے پیروں پر خود کلہاڑی دے مارنا۔” شمس نے مسکراتے ہوئے شان کو دیکھا تھا‘ جو سدرہ کی ناگوار نظروں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا‘ دوسری جانب خاموش بیٹھے شیث نے ایک گہری نظر ان کے مسکراتے ہوئے چہرے پر ڈالی تھی جس پر نرم تاثرات اور آنکھوں میں چھوٹے بھائی کیلئے محبت ہی محبت تھی‘ کاش وہ سارہ کے لیے بھی اتنے مہربان اور نرم ہو جائیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔

❀❀❀

ایک طرف ہٹ کر اس نے پہلے شمس کو باہر جانے کا راستہ دیا اور پھر خود اندر داخل ہو گئی تھی۔ لاؤنج میں اسے سدرہ نظر آ گئی تھیں۔

“اتنی دیر لگا دی تم نے؟” بولتے ہوئے انہوں نے بغور اس کے چہرے کے تاثرات کو بھی دیکھا تھا۔

“تو کیا کھانا کھاتے ہی آ جاتی؟” اس نے حیرت سے سدرہ کو دیکھا تھا اور ان کی گود سے شیری کو اٹھا لیا تھا۔

“میں تو آ رہی تھی مگر پھر باہر سب لڑکیوں نے روک لیا‘ باہر موجود ایک ایک بندے کو گھیرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہیں سب کہ کوئی ایک تو آئسکریم کھلانے کے لئے تیار ہو جائے۔” شیری کو پیار کرتے ہوئے وہ بتا رہی تھی جبکہ سدرہ نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ اس کا موڈ بہتر ہے‘ رہ گئے شمس تو ان کا غصہ ختم ہونے میں بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

“پکڑیں اب اسے میں تو اپنا سیل فون لینے آئی تھی۔” یکدم ہی یاد آنے پر اس نے شیری کو واپس ان کے حوالے کیا اور سیڑھیوں کی سمت بھاگی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے رک کر اسے دیکھا تھا جو انتہائی سنجیدہ تاثرات چہرے پر سجائے اپنے کمرے سے باہر آ رہا تھا‘ بس ایک نظر اس نے راستے میں آتی سارہ کے مسکراتے چہرے پر ڈالی تھی اور کترا کر نکلنا ہی چاہتا تھا مگر وہ سرعت سے اس کے بازو کو تھام کر روک گئی تھی۔

“کیا ہوا…… ایسا چہرہ کیوں بنا رکھا ہے؟” وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

“جانے دو سارہ۔” اس کی جانب دیکھے بغیر ہی شیث نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹانا چاہا تھا۔

“نہیں…… پہلے مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟” وہ بولی تھی۔

“یہاں جو نہ ہو وہ کم ہے۔” وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

“کچھ نہیں ہوا ہے‘ کیا میں نے تم سے کوئی شکایت کی ہے؟” وہ سنجیدہ لہجے میں بولی تھی۔

“تمہارے شکایت کرنے سے بھی میری غیرت نہیں جاگ سکتی تھی۔” وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

“کیا بول رہے ہو تم۔” سارہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

“میں اور کیا بول سکتا ہوں‘ میں تو بس اپنی دھجیاں خود اپنی آنکھوں کے سامنے اڑتی دیکھنے کے لئے موجود ہوں‘ جو میرے لئے قیمتی اور قابل عزت ہے اسے میں خاموشی سے گالیاں کھاتے دیکھتا رہوں تو اس سے زیادہ شرمناک حرکت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔” سلگتے لہجے اور چیختی ہوئی آواز میں بولتا وہ جارحانہ انداز میں آگے بڑھ گیا تھا جبکہ وہ عجلت میں سیل فون کمرے سے لے کر اس کے پیچھے ہی باہر نکلی تھی مگر تب تک اسے دیر ہو گئی تھی۔ بوجھل انداز میں ایک طائرانہ نظر اس نے اطراف میں ڈالی تھی اور پھر گہری سانس بھر کر وہیں برآمدے کے اسٹیپس پر بیٹھ گئی تھی۔ دائیں جانب پورشن کے سامنے اسے مومو نظر آئی تھی‘ اپنے بھائی کے سر پر کھڑی شاید اسے ہدایتیں دے رہی تھی جو اپنی بائیک کی دھلائی میں مصروف تھا۔ باقی ساری لڑکیوں کا مجمع اسے گیٹ کی سمت جاتا ہوا دکھائی دیا تھا‘ گراؤنڈ میں باسکٹ بال کا گیم عروج پر تھا‘ شور اور سیٹیوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ گراؤنڈ کی باؤنڈری کے پاس ہی گھر کے بڑے مرد حضرات کرسیوں پر بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔ شمس بھی وہیں بیٹھے اسے نظر آ رہے تھے‘ اِدھر اُدھر بھاگتے بچوں کی تعداد میں چہکتی ہنسی کی آواز یہاں تک اسے سنائی دے رہی تھی۔ ہاتھ میں چہرہ ٹکائے وہ خالی خالی نظروں سے اردگرد پھیلی رونقوں کو دیکھ رہی تھی۔

“زندگی کے میلے میں‘ خواہشوں کے ریلے میں

تم سے کیا کہیں جاناں، اس قدر جھمیلے میں
ہجر کے سمندر میں
تخت اور تختے کی ایک ہی کہانی ہے
تم کو جو سنانی ہے
بات گو ذرا سی ہے بات عمر بھر کی ہے
عمر بھر کی باتیں کب دو گھڑی میں ہوتی ہیں
درد کے سمندر میں
ان گنت جزیرے ہیں، بے شمار موتی ہیں
آنکھ کے جزیرے میں تم نے جو سجایا تھا
بات اس دیے کی ہے، بات اس گلے کی ہے
جو خلوت میں چور بن کر آتا ہے
لفظ کی فصیلوں پر ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے
زندگی سے لمبی ہے بات رتجگے کی ہے
راستے میں کیسے ہو، بات تخلیے کی ہے
تخلیے کی باتوں میں گفتگو اضافی ہے
پیار کرنے والوں کو اک نگاہ کافی ہے
ہو سکے تو سن جاؤ ایک دن اکیلے میں
تم سے کیا کہیں جاناں، اس قدر جھمیلے میں
تم سے کیا کہیں............“

سیل فون کی آواز پر وہ یکدم چونکی تھی اور پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کال ریسیو کی تھی۔

”چاکلیٹ فلیور نہیں ہے سارہ! اس کے علاوہ کوئی فلیور تم کھاؤ گی نہیں، کیا کروں؟“ ابھرتی آواز پر اس نے چونک کر گیٹ پر لگتے جمگھٹے کو دیکھا تھا۔

”ارے......ان سب نے تمہیں ہی گھیر لیا۔“ وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

”تمہیں یاد رہا مجھے چاکلیٹ فلیور پسند ہے؟“

”کیسے یاد نہیں رہے گا......اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر تمہارے لئے آئسکریم خرید تا رہا ہوں۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”جھوٹے انسان......صدیوں پہلے تم نے مجھے آئسکریم کھلائی تھی، وہ بھی صرف تین بار ہی یہ معجزہ ہو سکا تھا، میں نے اخلاقاً تمہیں منع کر دیا تم نے تو دوبارہ آئسکریم کا نام تک نہیں لیا۔“ وہ احتجاجاً بولی تھی۔

”اب تو پوچھ رہا ہوں، بتا رہی ہو یا اس آئسکریم والے کا بستر یہیں گیٹ کے سامنے لگوا دوں؟“ وہ عجلت میں بولا تھا۔

”رہنے دو اور جانے دو اس بے چارے کو کیوں روکا ہوا ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”ٹھیک ہے پھر رکو میں باہر سے تمہارے لئے چاکلیٹ فلیور لے آتا ہوں۔“ وہ بولا تھا۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے......ایسا کرو اپنی پسند سے کوئی بھی فلیور لے لو۔“ وہ فوراً بولی تھی۔

”ٹھیک ہے ہنی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں لے لینا۔“

”ہنی کے ہاتھ سے بچے گی تو ضرور لے لوں گی۔“ مسکراتے ہوئے اس نے لائن ڈسکنیکٹ کی تھی مگر پھر فوراً ہی سنجیدہ ہوتے ہوئے اپنی جگہ

سے اٹھی تھی جبکہ وہ آنکھوں میں شرارت سجائے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

”کس سے بات کر رہی تھیں فون پر؟“ وہ مشکوک لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”دیکھو شاہ رخ......“

”مجھے پیار سے سب شاہی کہتے ہیں۔“ درمیان میں ہی وہ بڑی ترنگ سے بول اٹھا تھا۔

”آپ بھی اگر اسی نام سے پکاریں گی تو دل باغ باغ ہو جائے گا۔“

”اچھا۔“ سارہ نے سلگتی نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔

”ذرا یہی ڈائیلاگ اپنی اس ہمزاد کے سامنے کہو وہ یہیں آ رہی ہے۔“ سارہ کے اشارے پر وہ کرنٹ کھا کر دور ہٹتے ہوئے پلٹا تھا جہاں موموکا نام و نشان تک نہیں تھا' اگلے ہی پل خجل زدہ ہو کر اس نے سارہ کو دیکھا تھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتی آگے بڑھ گئی تھی۔

* * *

”سارہ! کم از کم اس وقت بیٹھ کر تم نیوز چینل نہ دیکھا کرو' فوراً چینج کرو میرا ڈرامہ شروع ہو گیا ہو گا' دیکھ لینے دو ورنہ مجھے نیند بھی نہیں آئے گی۔“ شیری کو کمرے میں سلا کر واپس آتے ہوئے سدرہ نے کہا تھا۔

”پتا نہیں آپ کو کب یہ ساس بہو کے ڈراموں کے روگ لگ گئے۔“ بیزاری کے ساتھ اس نے چینل چینج کیا تھا اور سینٹرل ٹیبل سے شام کا اخبار اٹھا لیا تھا۔

”صرف آج آخری بار جانے دیں بڑے بھائی اس کے بعد کبھی کرکٹ کا نام تک آپ کے سامنے نہیں لوں گا۔“ شان کی لجاجت بھری آواز پہ اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا جو شمس کے پیچھے ہی منت سماجت کرتا آ رہا تھا جبکہ شاہ رخ بھی اس کی تقلید میں ہی تھا۔

”جب میں منع کر چکا ہوں تو کیوں بار بار ایک ہی بات دہرا رہے ہو...... ڈے نائٹ میچز کے علاوہ کوئی اور کام رہ گیا ہے تمہاری زندگی میں۔“ ان کے بری طرح جھڑکنے پر سارہ نے ترحم آمیز نظروں سے شان کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

”چند گھنٹوں کی بات ہے' باقی سب بھی تو جا رہے ہیں۔“ شاہ رخ بھی منمنایا تھا۔

”باقی سب کھائی میں کود یں گے تو کود جاؤ گے تم بھی؟“ شمس نے ناگواری سے اسے گھر کا تھا۔

”چپ چاپ جا کر سو جاؤ۔ گھر سے قدم بھی باہر نکالا تو پھر اپنا حشر بھی دیکھ لینا۔“ غصیلی نظروں سے ان دونوں کو گھورتے وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے۔ شان مایوس ہو کر خاموش بیٹھ گیا تھا مگر شاہ رخ بھناتے ہوئے اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔

”پتا بھی ہے کہ وہ اجازت نہیں دیں گے مگر پھر بھی شوق ہے تم دونوں کو ڈانٹ ڈپٹ سننے کا۔“ سدرہ بولی تھیں۔

”آپ نے تو قسم کھا رکھی ہے کبھی ہماری فیور نہیں لینی۔“ شاہ رخ نے جل کر کہا تھا۔

”کوئی ڈھنگ کا کام کرو تو فیور بھی لوں۔“ سدرہ نے اسے گھورا تھا۔

”بھائی! آپ جا کر بات کریں ان سے...... آج کا میچ اہم ہے' وہ تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔“ شان نے بچوں کی طرح بسورتے ہوئے کہا تھا۔

”پچھلی بار میں نے تم دونوں کے ضد کرنے پر ان سے یہ کہہ کر اجازت لی تھی کہ آخری بار اور اب تم دونوں دوبارہ مجھے یہ کہنے کے لئے بول رہے ہو...... نہ بابا معاف کرو مجھے۔“ سدرہ نے فوراً ہی کہا تھا۔

”کیا مصیبت ہے یار! ایک ایک چیز کے لئے یہاں اجازت لینی پڑتی ہے۔“ شاہ رخ بری طرح جھلا کو بولا تھا۔

”تو کیا شتر بے مہار چھوڑ دیں؟ اچھا ہے انہوں نے منع کر دیا' پچھلی بار گئے تھے تو ہاتھا پائی کر کے آئے تھے اس بار گئے تو جانے کیا ہنگامے کھڑے کر کے آؤ گے۔“ سدرہ نے ڈپٹنے والے انداز میں کہا تھا۔

”سدرہ! تمہیں میری جان کی قسم ہے اجازت دلاؤ جانے کی۔“ شاہ رخ نے جس طرح جذباتی انداز میں کہا تھا سارہ نے بمشکل مسکراہٹ چھپا کر سدرہ کو دیکھا تھا۔

”مجھ پر کسی قسم کا اثر نہیں ہونے والا...... ہمت ہے تو جا کر خود بات کرو۔“ سدرہ نے فوراً ہی انکار کیا تھا۔

"بڑے بھائی کے سامنے جا کر بات کرنے کی ہمت تو صرف سارہ جی میں ہے۔" شاہ رخ نے شرارتی نظروں سے سارہ کی چڑھتی تیوریوں کو دیکھا تھا۔

"پھر تو اسٹیڈیم جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی وہ یہیں بن جائے گا۔" کن انکھیوں سے سارہ کو دیکھتے ہوئے شان بھی بولے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"بہت مار کھاؤ گے۔" سدرہ نے اسے گھورا تھا۔

"میں چھوٹے بھائی سے کہتا ہوں وہی آ کر بات کریں گے...... ہماری تو کوئی ویلیو نہیں ہے۔" سر جھٹکتے ہوئے شان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں بھی آتا ہوں' اتنی آسانی سے وہ نہیں آئیں گے۔" شاہ رخ اس کے پیچھے ہی گیا تھا۔ اگلے چند لمحوں بعد سارہ نے دیکھا تھا وہ دونوں اس کے احتجاج کے باوجود اسے پکڑے زبردستی ساتھ لا رہے تھے۔

"شیث! ان دونوں کی باتوں میں مت آنا' یہ تو ساری رات باہر رہیں گے اور شامت تمہاری آ جائے گی۔" سدرہ نے اسے خبردار کیا تھا۔

"اب یہ تو کوئی بات نہ ہوئی آپ تو مدد کر نہیں رہیں' کسی اور کو تو مدد کرنے دیں۔" شان جھنجھلا کر بولا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں وہ نہیں مانیں گے...... اسٹیڈیم کوئی یہاں رکھا ہے۔" وہ بھی کچھ جھلا کر بولا تھا۔

"پوری ٹیم جا رہی ہے جلوس کے ساتھ' تنہا نہیں جا رہے جو اسٹیڈیم کے دور ہونے کی بات کر رہے ہیں۔" شان عاجز آ جانے والے انداز میں بولا تھا۔

"اب جا کر بات نہیں کروں گا تو دونوں منہ پھلا کر بیٹھ جائیں گے۔" ناراضی سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے وہ سدرہ سے بولا تھا۔

"میں واقعی بات نہیں کروں گا آپ سے۔" شان نے حقیقتاً دھمکی دی تھی۔

"میری بلا سے' نہ کرو۔" اس نے جیسے ناک پر سے مکھی ہٹائی تھی۔

"آپ سب میں کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہے تو چپ کر کے بیٹھ جائیں' ڈسٹرب تو نہ کریں۔" اخبار سے نظر ہٹا کر نخوت سے بولتی وہ خاص طور پر اسے سنا رہی تھی جو چونک اٹھا تھا۔

"بس...... مل گیا سکون...... اپنے ساتھ ساتھ ہماری بھی انسلٹ کروا دی۔" شان نے شکایتی لہجے میں ایک اور وار کیا تھا۔

"اب تو جانا ہی پڑے گا۔" خشمگیں لہجے میں بولتے ہوئے اس نے ایک نگاہ سارہ پر ڈالی تھی جس نے مسکراہٹ چھپانے کے لئے اخبار چہرے کے سامنے کر لیا تھا مگر چور نظروں سے ضرور اسے دیکھا تھا جب وہ شمس کے کمرے کی سمت بڑھ رہا تھا۔ سدرہ مسکراتی نظروں سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھیں جو اب فکر مند چہروں کے ساتھ خاموشی سے بیٹھے شیث کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے اور زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا' بمشکل پانچ منٹ کے بعد ہی وہ انتہائی سنجیدہ چہرے کے ساتھ واپس کمرے سے باہر آ رہا تھا' ایک طائرانہ نظر اس نے سب کی سوالیہ نظروں پر ڈالی تھی اور اسی سنجیدگی کے ساتھ سدرہ کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس کی خاموشی پر سدرہ نے کچھ گھبرا کر پوچھا تھا' جواباً اس نے ایک نظر شان اور شاہ رخ کے چہروں پر ڈالی تھی اور اگلے ہی پل اپنا چہرہ جھکاتے ہوئے بمشکل امڈتی مسکراہٹ کو روکنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"چلو بھئی' یہ ٹھونک کر آ گئے تابوت میں آخری کیل۔" شاہ رخ نے تلملا کر کشن ایک طرف پٹخا تھا جس پر سدرہ بے ساختہ ہنسی تھیں۔ ایک مسکراتی نظر شیث کے جھکے سر پر ڈال کر سارہ نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا تھا جو بگڑے تیوروں کے ساتھ کمرے سے باہر آ چکے تھے۔

"سدرہ! کچن کے دوسرے دروازے کی چابی کہاں ہے لاک لگانا ہے مجھے۔" وہ پوچھ رہے تھے۔

"کچن میں ہی ہے فریج پر۔" انہوں نے فوراً جواب دیا تھا جس پر وہ تیز قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئے تھے۔

"چھوٹے بھائی......" روہانسے انداز میں دہائی دیتے ہوئے شان نے کشن پر ہی ٹکریں برسائی تھیں۔

"کیا بول دیا انہیں...... وہ تو تالوں میں چابیاں فٹ کرنے پر تل گئے ہیں۔" شاہ رخ نے کھا جانے والے انداز میں شیث کو دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل چونک کر سارہ کو دیکھا تھا جس کی کھلکھلاتی ہنسی بے ساختہ تھی مگر وہ فوراً ہی منہ پر ہاتھ رکھے اسے روک گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

”بھابی! کوئی اور سین ہوتا اس وقت تو قسم سے نثار ہو جاتا۔“ سدرہ سے بولتے ہوئے اس نے سارہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”اے...... پاگل۔“ سارہ کو آگ ہی لگ گئی تھی جو آنکھیں نکال کر اسے دیکھا تھا۔

”مذاق کر رہا تھا' خدا کے لئے بھڑکنا نہیں۔“ اس کے تیوروں نے شاہ رخ کو فوراً ہی سیدھا کر دیا تھا جبکہ بگڑے تیوروں کے ساتھ شیث کو دیکھتے ہوئے وہ بل کھا کر رہ گئی تھی جو ہر چیز سے انجان بنا مسکراہٹ چھپانے کی کوششوں میں مگن تھا' تب ہی شمس واپس لاؤنج میں آتے دکھائی دیے تھے اور رُکے بغیر ہی وہ مین گلاس ڈور کی سمت بڑھتے چلے گئے تھے' سب کی نظریں ان کے تعاقب میں تھیں جنہوں نے پہلے باہر کی گرلز کو لاک کیا تھا اور پھر اندر آ کر دروازے کو بھی لاک کر دیا تھا۔

”سخت نفرت ہے مجھے ضدی اور نافرمان باغی انسانوں سے۔“ ان سب کے سروں پر آ کر وہ دھاڑے تھے جس پر سارہ نے تپ کر انہیں دیکھا تھا۔

”اب یہ چابیاں میرے پاس ہیں جس میں ہمت ہے وہ آ کر میرے کمرے سے لے جائے' اس کے بعد جہاں سینگ سمائیں چلا جائے' مجھے کوئی سروکار نہیں' کوئی باز پرس نہیں ہوگی' کرو اپنی من مانی۔“ غصیلی نظروں سے شان اور شاہ رخ کو گھورتے ہوئے انہوں نے لتاڑا تھا۔

”اور تم......“ یکدم ہی وہ جس طرح شیث سے مخاطب ہوئے تھے وہ گڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”بہت شوق ہے تمہیں سفارش کرنے کا' اب بیٹھ کر کرو ان دونوں کی چوکیداری' ان کے قدم گھر سے باہر نکلے تو تمہاری خیر نہیں ہے۔“ بُری طرح اس پر برس کر حکم دیتے وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے۔ تاسف کے ساتھ سارہ نے ان دونوں کو دیکھا تھا جو بڑبڑاتے ہوئے چہرہ سجائے وہاں سے جا رہے تھے۔

”اسی لئے روک رہی تھی تمہیں...... اب نبھاؤ ذمہ داری۔ تمہیں معلوم ہے کہ کرکٹ کے معاملے میں جنونی ہیں' ایک بار کھڑکی کے راستے بھاگ چکے ہیں' اس بار بھی کوئی راستہ ڈھونڈ لیا تو تمہارا کیا ہوگا؟“ سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”اب کیا ہو سکتا ہے' کرنی پڑے گی چوکیداری۔“ وہ گہری سانس بھر کر بولتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

”سارہ! سو جاؤ جا کر بہت وقت ہو گیا ہے۔“ ساری لائٹس آف کرنے کے بعد سدرہ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے ہدایت کر رہی تھی' جسے اَن سنی کئے وہ ٹی وی پر نظر جمائے بیٹھی رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے دیکھا تھا' سیڑھیوں تک آتی مدھم روشنی میں وہ نیچے ہی آ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کے ساتھ والے کمرے کے سامنے ہی اس نے میٹرس لگا کر سونے کے لئے جگہ منتخب کی تھی۔ سارہ نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا جس نے باہر آتے شان کو واپس اندر دھکیل کر دروازہ بند کیا تھا اور پھر وہیں لگائے گئے بستر پر سونے کے لئے لیٹ گیا تھا مگر لیٹنے سے پہلے اس نے ہاتھ کے اشارے سے سارہ کو گڈ نائٹ ضرور کہا تھا۔ صوفے پر نیم دراز وہ مکمل بند والیوم کے ساتھ نیوز چینلز دیکھنے میں مصروف تھی جب کچھ چونک کر اس نے کشن سے سر اٹھایا تھا۔ وہ شان ہی تھا جو دبے قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر نکلا تھا اور سوئے ہوئے شیث کے پاس سے گزرتا سیڑھیوں کے تیسرے اسٹیپ پر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔ چند لمحوں تک تاسف زدہ نظروں سے وہ اسے دیکھتی رہی تھی اور پھر ٹی وی آف کر کے سیڑھیوں کی سمت چلی آئی تھی۔

”کیا ہوا...... اس طرح یہاں کیوں بیٹھے ہو؟“ وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو سر جھکائے اداس بیٹھا تھا۔

”کب تک پہنچنا تھا' اسٹیڈیم؟“ اس کی خاموشی پر سارہ کو مزید ہمدردی ہوئی تھی جو پوچھ رہا تھا۔

”دو بجے میچ شروع ہو جائے گا۔“ وہ بجھے ہوئے لہجے میں بتا رہا تھا۔

”باہر سب جمع ہو رہے ہیں' ہمارے نہ جانے سے ٹیم خراب ہو جائے گی اور شرمندگی الگ اٹھانی پڑے گی۔“

”سنو...... وہ کہہ چکے ہیں میرے کمرے سے چابی لے جاؤ پھر انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا' کوئی باز پرس نہیں کریں گے وہ۔“ ایک نظر سوئے ہوئے شیث کی جانب ڈال کر اس نے اُکسانے والے انداز میں سرگوشی کی تھی۔

”تکیے کے نیچے رکھتے ہیں وہ چابی اور ہمیشہ ہی یہ چیلنج دیتے ہیں مگر کبھی چابی چرانے کی ہمت نہیں ہوئی۔“ وہ خفگی کے ساتھ بتا رہا تھا۔

”سارہ! آپ یہ کام کر سکتی ہیں...... میں وعدہ کرتا ہوں بڑے بھائی کے صبح جاگنے سے پہلے ہم دونوں گھر واپس آ جائیں گے۔“ شان نے جس

طرح پُرامید نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سرگوشی کی تھی، ایک پل کو تو وہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔

”بات صرف چابی لانے کی نہیں ہے، اگر انہیں بھنک بھی پڑ گئی تو...... اور پھر میں کیسے یقین کرلوں تم دونوں ان کے جاگنے سے پہلے لوٹ آؤ گے۔“ وہ تشویش کا اظہار کرتے ہوئے صاف انکار بھی نہیں کرسکی تھی۔

”میں آپ سے وعدہ کررہا ہوں...... پلیز سارہ! ہماری مدد کریں صرف آدھا گھنٹہ رہ گیا ہے ہمارے پاس۔“ شان یقین دلاتے ہوئے التجا کر رہا تھا۔

”اچھا...... پھر میں کوشش کرتی ہوں۔“ نا چاہتے ہوئے بھی وہ راضی ہوگئی تھی۔

”آپ چلیں، میں آتا ہوں۔“ پرجوش ہوکر شان اٹھا تھا جبکہ وہ دبے قدموں کے ساتھ آگے جاچکی تھی۔ بے خبر سوئے ہوئے شیث کے قریب سے گزر کر وہ کمرے میں داخل ہوا تھا جہاں شاہ رخ کرکٹ کے مخصوص لباس میں ملبوس جانے کے لئے بیگ بھی تیار کرچکا تھا۔

”ہوگیا کام...... جیو سارہ۔“ کمرے میں آتے ہی شان نے سرگوشی کے ساتھ ہوا میں مکا مارتے ہوئے اسے اطلاع دی تھی اور شاہ رخ کے اپنی طرف اچھالے گئے کپڑوں کو کیچ کرتا واش روم میں گھس گیا تھا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اَدھ کھلے دروازے کو مزید کھول کر پہلے اندر جھانکا تھا، یہ غیر اخلاقی حرکت کرتے ہوئے اس کے ضمیر نے دس بار ملامت کی تھی جسے تھپک کر سلاتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔ نائٹ بلب کی مدھم روشنی کمرے میں پھیلی تھی، بیڈ کے ایک جانب سدرہ، شیری کو قریب سلائے بے خبر تھیں، تو دوسری جانب شمس اور ہنی گہری نیند میں نظر آئے تھے، بہت احتیاط کے ساتھ بیڈ کے قریب آکر وہ دبک کر بیٹھ گئی تھی اور اسی طرح نیچے بیٹھے سرکتی ہوئی شمس کی سائیڈ پر پہنچ گئی تھی۔ چند لمحوں تک کمرے کی پرسکون خاموشی میں وہ خود بھی شانت بیٹھی رہی تھی اور پھر ذرا سا سر نکال کر انہیں دیکھا تھا جن کا چہرہ دوسری جانب تھا، اس کا سرسراتا ہاتھ ان کے تکیے کے نیچے بڑھتا چلا گیا تھا، زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی تھی، ایک چابی اس کی انگلی سے ٹکرائی تھی اور اس کے پیچھے باقی سارا چابیوں کا گچھا کھنچتا چلا آیا تھا۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ سرکتی ہوئی سدرہ کی سائیڈ پر آکر اٹھتے ہوئے ان پر جھکی تھی اور ان کا شانہ دھیرے سے ہلایا تھا گہری نیند سے آنکھیں کھول کر سدرہ نے اسے دیکھا تھا جو چابیوں کا گچھا ان کے سامنے لہراتے ہوئے بمشکل ہنسی روکتی واپس پیچھے ہٹی تھی۔ تکیے سے سر اٹھا کر سدرہ نے غائب دماغی کے ساتھ ایک نظر سوئے ہوئے شمس کو دیکھا تھا اور پھر کھلے دروازے سے نظر آتے شان کو جو بے آواز بھنگڑا ڈالتے ہوئے انہیں ہی دیکھ رہا تھا جبکہ وہ دروازہ بند کرتی باہر نکل آئی تھی۔ بیگ کندھے پر ڈالے احتیاط سے باہر نکلتے ہوئے شاہ رخ نے ان دونوں کو دیکھا تھا جو ہنسی روکتے ہوئے اسی جانب آرہے تھے۔ آگے بڑھ کر شاہ رخ نے کمبل میں اطمینان سے سوئے ہوئے شیث کا کندھا تھپتھپا کر اسے جگایا تھا اور اگلے ہی پل ان تینوں کی دبی دبی قل قل کرتی ہنسی خاموشی میں ابھر رہی تھی، جب نیند میں ڈولتے ہوئے شیث نے ذرا سا اٹھ کر ان تینوں کو دیکھا تھا۔

”چھوٹے بھائی! خدا حافظ۔“ شان نے ہنسی روکتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ہی شان اور شاہ رخ نے اسپیڈ پکڑ لی تھی۔ ان دونوں کے باہر نکلتے ہی اس نے گرلز پر دوبارہ تالا ڈال کر سامنے دیکھا تھا جہاں گھر کے باقی لڑکے ان کے ہی انتظار میں گیٹ کے پاس کھڑے تھے۔ اندر آتے ہوئے وہ پھر اسے دیکھتے ہوئے ہنسی تھی جو بیزاری کے ساتھ بیٹھا تھا۔

”مجھ سے شان کا اُترا چہرہ نہیں دیکھا گیا تھا اس لیے میں چابیاں چرا لائی تھی۔“ وہ خود ہی بتارہی تھی۔

”ڈرامے باز ہے وہ...... جھانسہ دے گیا ہے تمہیں۔“ وہ ناراضی سے اسے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”اب سو جاؤ جاکر...... مجھے رات خراب کرنی پڑے گی۔“ وہ بولا تھا۔

”وہ دونوں صبح ہوتے ہی آجائیں گے، شان نے وعدہ کیا ہے مجھ سے۔“ چابیاں اچھالتے ہوئے وہ لاپروائی سے بولی تھی۔

”تمہیں ضرورت کیا تھی یہ ہمدردی کرنے کی...... بھائی کو پتا چل جاتا کہ تم چابیاں نکالنے ان کے کمرے میں گئی ہو تو کیا ہوتا؟“ وہ مزید ناراضی سے بولا تھا۔

”نکال لئے کیا...... یہ واپس رکھنے بھی جاؤں گی تو کسی کو خبر نہیں ہوگی، تم جاکر اپنے کمرے میں سو جاؤ میں یہیں لاؤنج میں ہوں۔“ اسے اطمینان دلاتے ہوئے وہ جانے کا اشارہ کررہی تھی، اس کے بعد وہ خاموشی سے تکیہ اور کمبل سنبھالے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

فجر کی اذان پر اس کی آنکھ کھل گئی تھی، نماز بھی اس نے وہیں لاؤنج میں ادا کی تھی اور پھر چائے کا مگ تیار کر کے برآمدے میں آ بیٹھی تھی۔ تقریباً سات بج رہے تھے جب وہ دونوں واپس آئے تھے، اس کا شکریہ ادا کر کے وہ دونوں کمرے میں گھس گئے تھے، جبکہ وہ سدرہ کے بیدار ہو جانے پر چابیاں ان کے حوالے کرتی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

* * *

اپنے ناشتے کے دوران وہ ہنی کو بھی ساتھ بٹھائے ناشتہ کروا رہا تھا جبکہ سدرہ اس وقت عجلت میں ہنی کا لنچ باکس تیار کر رہی تھیں۔

“یہ دونوں واپس کب آئے تھے؟” چائے کے سپ لیتے ہوئے انہوں نے یکدم ہی سوال کیا تھا جس پر سدرہ کے ساتھ ساتھ اس نے بھی چونک کر شمس کو دیکھا تھا جن کی نظریں اخبار پر ہی گردش کر رہی تھیں۔

“کس کی بات کر رہے ہیں؟” سدرہ گڑبڑا کر بولی تھیں۔

“تم اچھی طرح جانتی ہو میں کس کی بات کر رہا ہوں۔” وہ ناگوار نظر ان پر ڈال کر بولے تھے، جواباً وہ انہیں دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

“میرے گھر میں کس وقت کیا ہو رہا ہے سب خبر ہوتی ہے مجھے، آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھا رہتا ہوں، کوئی میری بے خبری میں آئے اور میرے تکیے کے نیچے سے چابیاں لے جائے اور میں انجان بنا رہوں گا۔” وہ طنزیہ لہجے میں بولے تھے اور اخبار ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

“اسے سمجھا دینا..... آئندہ بھی اگر ایسی حرکت کرنے کا ارادہ ہو تو چوڑیاں اتار کر آئے جن کی آوازیں اس سے پہلے ہی مجھ تک آ گئی تھیں۔” سدرہ کو تاکید کرتے ہوئے وہ کچن سے نکل گئے تھے جبکہ سدرہ نے دھیرے سے ہنستے ہوئے شیث کو دیکھا تھا جو رکا ہوا سانس بحال کرتا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

* * *

“ہنی میرے سر میں درد ہو رہا ہے، میں نہیں کھیل سکتی تمہارے ساتھ، اب تنگ مت کرنا۔” آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس نے کوفت کے ساتھ ہنی کو دیکھا تھا۔

“اچھا بس یہ دوپٹہ دے دیں..... ابھی واپس کر دوں گی۔” ہنی کے خوشامدی انداز پر اس نے دوپٹہ اس کے حوالے کر کے جان چھڑائی تھی جبکہ ہنی اس کا دوپٹہ اپنے سر پر لپیٹتی کمرے کی سمت بھاگ گئی تھی۔

اپنے کمرے کی سمت بڑھتے ہوئے وہ یکدم ہی رکے تھے اور اگلے ہی پل چہرے کے بگڑتے تاثرات کے ساتھ انہوں نے بلند آواز میں سدرہ کو پکارا تھا جو ہڑبڑائے انداز میں کمرے سے باہر نکل آئی تھیں۔

“کیا ہے یہ سب..... کچھ نظر آ رہا ہے تمہیں؟” شدید ناگواری کے ساتھ وہ ان کی توجہ اس جانب کروا رہے تھے جہاں وہ کارپٹ پر ہی فلور کشن پر سر رکھے دراز نیم غنودگی میں تھی مگر اب ان کی بلند آواز پر آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتی اٹھ بیٹھی تھی۔

“کوئی طریقہ سلیقہ تو سکھا دو اسے..... یہ کوئی جگہ ہے سونے کی..... دن میں دس بار یہاں سے سب کا آنا جانا ہوتا ہے۔” وہ انتہائی غصیلے انداز میں سدرہ سے مخاطب تھے جو حق دق کھڑی تھیں۔ دوسری جانب اس نے رگوں میں کھولتے خون کے ساتھ قریب آتی ہنی سے دوپٹہ لے کر شانوں پر ڈالا تھا۔

“سمجھاؤ اسے، میرے گھر کا ماحول ایسا آزاد اور بے حجاب نہیں کہ جہاں جس حالت میں دل چاہے لیٹ بیٹھ جائے۔”

“آپ اِدھر آ جائیں..... مجھ سے بات کریں، دوسروں پر رکھ رکھ کر سنانے کے بجائے ڈائریکٹ مجھ سے کیوں بات نہیں کرتے آپ۔” غصے میں بھڑکتی وہ تن فن کرتی ان کی طرف آ ئی تھی۔

“بات کرنے کے لائق تو بن جاؤ تم..... یہ کوئی طریقہ ہے گھر میں رہنے کا۔” وہ مزید بھڑک کر بولے تھے۔

“مجھے نہیں معلوم کوئی طریقہ..... جنگل سے اٹھ کر آئی ہوں لیکن آپ نے کون سے بہت اعلیٰ طریقے اختیار کر رکھے ہیں، یہ کوئی طریقہ ہے گھر میں داخل ہونے کا جس طرح آپ آئے ہیں۔”

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

“اب تم مجھے میرے ہی گھر میں داخل ہونے کے طریقے سکھاؤ گی۔” وہ انتہائی سخت لہجے میں بولے تھے۔

“بالکل سکھاؤں گی' وہ سارے طریقے سکھاؤں گی جس سے آپ سب نابلد ہیں...... وہ دیکھیں ذرا...... ملاحظہ کریں کس طرح منہ اٹھائے اندر گھسے چلے آ رہے ہیں۔” تیز لہجے میں اس نے اندر داخل ہوتے شان اور اس کے پیچھے ہی آتے شیث کی سمت اشارہ کیا تھا۔

“یہ گھر ہے یا سرائے خانہ...... کوئی دستک کوئی آواز نہیں' جس کا جہاں جیسے دل چاہے چلا آتا ہے' مجھے طریقے سکھانے سے پہلے آپ سب اپنے اپنے گریبان میں جھانکیں۔” اس کی بلند آواز پر قریب آتے شیث کا رنگ بھی سدرہ کی طرح اُڑ چکا تھا۔

“اپنی زبان کو لگام دے کر بات کرو۔” وہ دھاڑے تھے۔

“اور آپ نے جو اپنی لگامیں ڈھیلی کر رکھی ہیں انہیں کون کھینچے گا۔” اس کی پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز پر شمس ضبط کی انتہا پر پہنچنے لگے تھے۔

“اپنی آواز ہلکی رکھو ورنہ میں اب لحاظ نہیں رکھوں گا۔” وہ شدید طیش کے عالم میں دھاڑے تھے۔

‘تو مت کریں لحاظ...... نہ میں نے آپ کو پیدا کیا ہے نہ آپ نے مجھے۔” وہ غصے میں پاگل ہو رہی تھی۔

“سارہ! زبان بند کر لو۔” درمیان میں سدرہ دہل کر اس کا ہاتھ جھپٹتی وہاں سے لے جانا چاہتی تھیں مگر شمس ایک ہی جھٹکے میں انہیں واپس پیچھے ہٹا چکے تھے۔

“آج کے بعد میرے گھر کا کوئی فرد تمہارے منہ نہیں لگے گا' کیونکہ تم سے تو صرف وہی کلام کر سکتا ہے جو تمہاری طرح اخلاق سے گرا ہوا ہو اور بے حیائی کی پستیوں میں پہنچا ہوا ہو۔” وہ شدید اشتعال میں دھاڑے تھے۔

“کیا بے حیائی کی ہے میں نے...... کب اخلاق سے گری ہوں جو آپ یہ الزام مجھ پر لگا رہے ہیں؟” ان کے الفاظ نیزے کی طرح چبھے تھے' جو وہ اذیت سے چیخ اٹھی تھی۔

“میں لعنت بھیجتی ہوں آپ کے اس گھر پر' کھلے آسمان تلے مر جاؤں گی مگر اس جہنم میں اب ایک پل بھی نہیں رُکوں گی......”

“تم اس گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالو ٹانگیں توڑ کر ایک طرف بٹھا دوں گا۔” وہ درمیان میں دھاڑے تھے۔

“نکالوں گی قدم باہر' ابھی اور اسی وقت...... کسی میں دم ہے تو روک کر دکھائے مجھے۔” وہ حلق کے بل چیخی تھی۔ دوسری جانب انہوں نے اپنا بازو سدرہ کی گرفت سے نکالا تھا اور غصے میں کانپتی سارہ کا ہاتھ ایک ہی جھٹکے میں کھینچتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے' جبکہ سدرہ انہیں روکنے کی کوشش کر رہی تھیں جو آندھی طوفان کی طرح اسے کھینچتے سیڑھیاں چڑھتے چلے جا رہے تھے دوسری جانب ساکت کھڑا شان یہ منظر دیکھتے ہوئے چونک کر شیث کی طرف متوجہ ہوا تھا جو سرخ چہرے کے ساتھ جارحانہ انداز میں وہاں سے جا رہا تھا۔

ایک جھٹکے سے انہوں نے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا جو وہ منہ کے بل بیڈ پر گری تھی۔

“میں اپنی بیوی سے محبت کرتا ہوں اس لئے نہیں چاہوں گا کہ تمہاری ہٹ دھرمی کے سامنے ہتھیار ڈال کر تمہارے ساتھ ساتھ اسے بھی اس گھر سے جانے کی اجازت مجھے دینی پڑے۔” وہ غصیلی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے غرائے تھے جو اسی طرح گری ساکت تھی۔

“اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ یہ بلیک میلنگ ہے تو ایسا ہی سہی...... دیکھتا ہوں کہ کون کس کی ضد کے آگے گھٹنے ٹیکتا ہے میں یا تم۔” شعلہ بار لہجے میں وہ بولے تھے اور ایک نظر بھی اس کی جانب دیکھے بغیر کمرے سے نکل گئے تھے جو دنگ اور بے یقین نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی تھیں۔

* * *

مستقل بند دروازے پر دستک دیتے ہوئے سدرہ نے رک کر اسے دیکھا تھا جس کے قدموں کی رفتار ان کے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے سست پڑی بھی مگر ایک نگاہ بند دروازے پر ڈال کر وہ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا جبکہ سدرہ بھی چند لمحے رک کر اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

“کہاں گئے تھے تم؟ اتنی رات ہو چکی ہے۔” وہ اس سے پوچھ رہی تھیں' جو خاموشی کے ساتھ بیڈ کے کنارے بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔

“کھانا لے آؤں تمہارے لئے؟” بغور اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا۔

“نہیں...... مجھے بھوک نہیں ہے۔” اس نے جواب دیا تھا اور پھر ریسٹ واچ کھولتا ڈریسنگ کی طرف چلا گیا تھا۔

”کب سے بند ہے کمرے میں، نہ دروازہ کھول رہی ہے نہ کوئی جواب دے رہی ہے، مجھے تو ہول اٹھ رہے ہیں، شمس سے جا کر کچھ کہوں گی تو وہ اور جلال میں آ جائیں گے۔“ وہ شدید پریشان ہو کر بول رہی تھیں۔

”بات سارہ کی ہو اور انہیں جلال نہ آئے ایسا معجزہ کبھی ہو نہیں سکتا۔“ وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

”غلطی اس کی بھی ہے۔“ سدرہ کمزور سے لہجے میں بولی تھیں۔

”اگر غلطی تھی بھی تو اسے تحمل سے بھی سمجھایا جا سکتا تھا، ہر چیز اپنی جگہ مگر انہیں اپنے مقام کا تو خیال رکھنا چاہیے...... کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ہو کر دھجیاں اڑائیں ایک دوسرے کی...... اپنے ساتھ مجھے اور آپ کو ذہنی طور پر ٹارچر کریں...... شان بھی وہاں موجود تھا سب دیکھ سن رہا تھا، کیا امیج بن رہا ہوگا اس کے دماغ میں...... کل پورے گھر کے سامنے بھی یہ سب ہو سکتا ہے، اپنی اَنا کے سامنے کسی اور چیز کے بارے میں سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہیں ہے۔“ سرخ چہرے کے ساتھ بولتے ہوئے وہ جیسے پھٹ پڑا تھا۔

”مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں، وہ دروازہ کھولنے پر تیار نہیں اور شمس اس کے حوالے سے کوئی بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں...... اپنا سر دیوار سے ٹکرانے کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کر سکتی۔“ سدرہ کی بھرائی آواز پر وہ گہری سانس لیتا ان کی طرف بڑھا تھا۔

”وہ ابھی غصے میں ہے، آپ کی کوئی بات نہیں سنے گی اس لئے آپ زیادہ پریشان نہ ہوں، میں دیکھتا ہوں اگر اس نے میری بات مان کر دروازہ کھولا تو میں آپ کو بتاؤں گا۔“ انہیں ساتھ لگائے وہ تسلی دے رہا تھا۔

❋❋❋

بہت دلبرداشتہ ہو کر وہ واپس کمرے میں آیا تھا، رات کے تین بج رہے تھے اور اب تک وہ مستقل اس کے کمرے کے بند دروازے پر دستک دیتا التجائیں کرتا رہا تھا مگر بے سود۔ غصہ یا ناراضی کسی صورت میں بھی اس کا جواب نہیں آیا تھا۔ مایوس ہونے کے باوجود اس نے ایک بار پھر سیل فون پر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی جو اپنی آواز تک سنانے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اس وقت اس کی جان میں جان آئی تھی جب دوسری جانب کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

”سارہ! تم ٹھیک ہو؟“ وہ بے تابی سے بولا تھا۔

”خدا کے لئے کمرے سے باہر آؤ، کم از کم دروازہ ہی کھول دو...... بھابی بھی پریشان ہیں، اب تک جاگ رہی ہیں، ان کی تسلی کے لئے ہی اپنا چہرہ دکھا دو۔“ دوسری جانب جامد خاموشی پر وہ مزید بولا تھا۔

”تم مجھے سزا دینا چاہتی ہو تو ضرور دو مگر بھابی کا کیا قصور ہے، وہ بے بس ہیں، اس وقت تمہیں ان پر تو ترس آنا چاہیے۔“ وہ التجائی لہجے میں بولا تھا۔

”ٹھیک، تم کچھ نہ کہو...... مگر میں بھی یہ ساری رات باہر جاگ کر گزار دوں گا، اور اس وقت تک تمہارا انتظار کرتا رہوں گا جب تک مجھے یقین نہ آ جائے کہ تم میری التجائیں بھی رد کر سکتی ہو، میرے لئے بھی تمہارا دل نہیں پگھل سکتا۔“ بجھے ہوئے لہجے میں وہ بولا تھا اور لائن منقطع کرتے ہوئے دوبارہ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ سیڑھیوں کے اسٹیپس پر بیٹھتے ہوئے اس نے لاؤنج کی سمت دیکھا تھا جہاں سدرہ صوفے پر ہی خاموش بیٹھی تھیں۔ اسی خاموشی میں وقت گزرتا چلا گیا تھا۔ آہٹ پر وہ کچھ چونکتے ہوئے گردن موڑ کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جسے دیکھتے ہوئے اس کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔ اس کی آنکھیں ہی نہیں اس کا چہرہ بھی سوجا ہوا دکھائی دے رہا تھا، تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ سیڑھیوں کی جانب آتے ہوئے اس نے ایک نگاہ بھی شیث پر نہیں ڈالی تھی جو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ایک ٹک اس کی بکھری حالت کو دیکھ رہا تھا دوسری جانب سدرہ بھی سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں جو آستینیں کہنیوں تک کھینچتے ہوئے دھڑ دھڑ سیڑھیاں اتر لی نیچے آ ئی تھی بس ایک نظر سدرہ پر ڈال کر وہ لاؤنج سے نکلتی یقیناً کچن کی سمت ہی گئی تھی، ایک خاموش نظر انہوں نے اوپر شیث پر ڈالی تھی جو اپنی جگہ پر ہی رکا ہوا تھا۔ اگلے چند لمحوں بعد سدرہ نے اسے واپس آتے دیکھا تھا پانی کی بوتل ہاتھ میں پکڑے وہ تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتی اوپر گئی تھی اس بار بھی اس نے اپنی طرف متوجہ شیث پر نگاہ غلط بھی نہ ڈالی تھی۔ اس نے جھٹکے سے دروازہ پھر سے لاک کر لیا تھا۔ ایک گہرا سانس لے کر اس نے سدرہ کو دیکھا تھا جن کے چہرے پر اب اطمینان کے آثار نمایاں تھے، شیث کو سونے کی ہدایت کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

بوتل ایک طرف ڈال کر وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا درد سے پھٹتا سر تھام لیا تھا۔ سیل فون کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر ناگوار نگاہ سیل فون پر ڈالی تھی اور پھر اسکرین پر ابھرتے میسج کو دیکھا تھا۔

”اس پر تو بہت جچتی ہے خوشی
اسے کہنا کہ مسکرایا کرے
اس کی آنکھوں میں نمی اچھی نہیں لگتی
اسے کہنا غم مجھے دے جایا کرے
یہ زندگی بہت طویل سفر ہے
اسے کہنا رستوں سے نہ گھبرایا کرے
اس کی زندگی ہمیں عزیز بہت ہے
اسے کہنا لوگوں سے خود کو بچایا کرے“

* * *

چپس کا بڑا سا پیکٹ کھولتی مومو اپنے پورشن سے باہر آئی تھی اور ایک ناگوار نظر اپنے بھائی پر ڈالی تھی جو اپنی بائیک کے انجر پنجر درست کرنے میں منہمک تھا۔

”سات پھیرے لے لو اس کے ساتھ اور دنیا کو قطعی بھلا کر گم ہو جاؤ اس کے پیچ و خم میں۔“ وہ اپنے مخصوص لہجے میں مشورہ دے رہی تھی۔

”تمہیں کہا تھا کہ اس کا خیال رکھنا میری غیر موجودگی میں مگر پھر بھی نکل گیا اسے کوئی لے کر اس کی حالت سے اندازہ ہو گیا ہے مجھے۔“ ایک بار پھر اس کا بھائی اس پر برسا تھا۔

”بائیک نہ ہو گئی نئی نویلی دلہن ہو گئی جو تمہارے سوا کوئی ہاتھ بھی نہ لگائے اسے۔“

”جاتی ہے یہاں سے یا میں اٹھوں۔“ اس کا بھائی بھنا کر بولا تھا دوسری جانب اس نے اپنا چپس کا پیکٹ اپنے دوسرے بھائی سے بچاتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ جڑا تھا جو ہنستے ہوئے چند قدم دور بھاگا تھا۔

”اندر جاؤ عاطف بھائی چائے مانگ رہے ہیں۔“ وہ دور سے ہی بتا رہا تھا۔

”ان سے کہو بیوی مانگنے کی عمر میں چائے پی پی کر کوئلے کی کان بننے کا ارادہ ہے۔“ جھڑکنے والے انداز میں بولتی وہ اس جانب بڑھ گئی تھی جہاں شان کار کے بونٹ پر نیم دراز تھا جبکہ اس کے پاس ہی شاہ رخ موجود تھا۔

”ہاں بھئی...... وہ جھانپل نکلی کمرے سے باہر یا نہیں......؟ میرے حوالے کر دو دن میں ٹھنڈا کرتی ہوں۔“

پیشانی پر بل ڈالے وہ ان دونوں سے مخاطب تھی۔

”ارے مت پوچھو...... ٹھیک ٹھاک سب کا بینڈ بجا کر رکھا ہوا ہے اس نے۔“ شان نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ لیا تھا۔

”ویسے بات ماننے والی ہے دم ہے بچی میں۔“ شاہ رخ نے متاثر ہونے والے انداز میں کہا تھا۔

”گود میں اٹھا کر کندھے سے لٹکا کر گھوما اس بچی کو۔“ اس نے کھا جانے والی نظروں سے شاہ رخ کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”نہیں...... واقعی خود جا کر دیکھو...... بڑے بھائی فل ٹینشن میں گھوم رہے ہیں، ان کا تو بس نہیں چل رہا ورنہ دروازہ توڑ کر اسے باہر لے آئیں۔“ شان نے بھی تائید کی تھی۔

”ہاں...... جا کر دیکھوں، اور پھر میں بھی بڑے کے غصے کی لپیٹ میں آ جاؤں۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”اسی ڈر کی وجہ سے تو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔“ شان نے کہتے ہوئے چپس کا پیکٹ شاہ رخ کی سمت بڑھایا تھا۔

”چیک تو کر لو...... بند کمرے میں بھوکی پیاسی مر مرا گئی تو اس آدھی گھر والی نے پورے خاندان کو تھانے کے چکر لگوا دینے ہیں۔“ مومو نے کہا تھا۔

’’میرا خیال ہے ایسی بھیانک باتیں نہ کیجیے‘ پہلے ہی گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔‘‘ شاہ رخ نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

’’بھیانک باتیں نہ کیجیے بلکہ سلامی دیجیے اس چھٹکنی کو۔‘‘ وہ طنزاً چبا چبا کر بولی تھی۔

’’گھنے‘ گمبھیر طرح سے فدا ہو بیٹھا ہے اس پنک پینتھری پر‘ بس نہیں چل رہا کہ بانہوں میں لے کر پرستان پہنچ جائے۔‘‘ اس کے کھا جانے والے انداز پر شان قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

’’کچھ بھی بولو...... اپنے کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔‘‘ کالر کو جھٹکتے ہوئے شان اکڑتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

’’غرق ہو۔‘‘ وہ پیچھے سے غرائی تھی۔

’’کیا ہو گیا...... اسے غرق کر رہی ہو تو نکاح کیا میرے ساتھ پڑھواؤ گی۔‘‘ شان سنجیدگی سے بولا مگر اگلے ہی پل کراہ اٹھا تھا جب مومو نے ایک گھونسا اس کے پیٹ پر جڑتے ہوئے چپس کا پیکٹ واپس چھینا تھا۔

’’قطعی کسی گھٹیا فلم کی تڑپتی مچلتی ہیروئن کی طرح رینگ رہا ہے بونٹ پر‘ بس ایک بارش کی کسر رہ گئی ہے۔‘‘ ایک اور ہاتھ اسے جڑتے ہوئے وہ دانت پیستی غرائی تھی جبکہ شان اس کے تبصرہ پر گڑبڑا کر فوراً ہی بونٹ سے اتر گیا تھا اور خشمگیں نظروں سے اسے گھورتا آگے بڑھ گیا تھا جو ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

❋❋❋

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ نے ایک نظر انہیں دیکھا تھا جو بیک کراؤن سے پشت لگائے ٹی وی کے چینلز چینج کر رہے تھے مگر اب ان کی جانب ہی متوجہ تھے۔

’’کھانا کھایا اُس نے؟‘‘ وہ پوچھ رہے تھے۔

’’دروازہ کھول دیا ہے اس نے اتنا کافی ہے۔‘‘ وارڈ روب میں کچھ تلاش کرتے ہوئے وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھیں۔

’’بھوکا مرنے کا ارادہ کر کے بیٹھی ہے کیا وہ؟‘‘ بری طرح کھول کر بولتے ہوئے وہ رک کر ہنی کو دیکھنے لگے تھے جو دروازے پر ڑکی سہی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی‘ کل سے محسوس کر رہے تھے کہ وہ ان سے دور دور اور بالکل خاموش ہے‘ وجہ وہ جانتے تھے۔ کل سارہ کے ساتھ ان کے جارحانہ رویے کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

’’گھر کا سکون برباد کر کے میری اولاد کی نظروں میں مجھے مجرم بنا کر بیٹھی ہے بند کمرے میں۔‘‘ غصیلے اور سخت لہجے میں وہ بولے تھے۔

’’اب میں کیا کروں...... گلا گھونٹ دوں اس کا‘ پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔‘‘ سدرہ ضبط نہیں کر سکی تھیں۔

’’تم کچھ مت کرو مگر پھر بھی میں تم سب کے تیور دیکھ رہا ہوں‘ عقل رکھتا ہوں میں۔‘‘ وہ ناگوار لہجے میں بولے تھے۔

’’کل بھی وہ کھانے کے وقت غائب تھا اور آج بھی اس کا کچھ اتا پتا نہیں...... کیا میں سمجھتا نہیں ہوں‘ خوب یگانگت کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔‘‘ ان کے سلگتے لہجے پر سدرہ خاموشی کے ساتھ واپس کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

❋❋❋

کمرے سے باہر آ کر انہوں نے لاؤنج میں سدرہ کے ساتھ موجود مومو کو پکارا تھا۔

’’کھانا لے کر اوپر سارہ کے پاس جاؤ میں آ رہا ہوں۔‘‘ سنجیدگی کے ساتھ اسے ہدایت کر کے وہ واپس کمرے میں چلے گئے تھے جبکہ مومو ایک حیران نظر سدرہ پر ڈالتی لاؤنج سے نکل گئی تھی۔

شہادت کی انگلی میں بالوں کی لٹ لپیٹتے ہوئے اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو ٹھوکر مار کر دروازہ کھولتی اندر آئی تھی اور کھانے کی ٹرے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پہنچی تھی۔

’’کسی ٹریجڈی فلم کی مظلوم عورت ختم کر یہ ناٹک۔‘‘ جھڑکتے ہوئے اس نے سارہ کو گھورا تھا۔

’’میں اس کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگاؤں گی...... لے جاؤ یہ کھانا۔‘‘ قدرے پیچھے کی طرف سرکتے ہوئے وہ ناگواری سے بولی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ چیخی تھی جب مومو نے جھپٹ کر اس کا بازو دبوچا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"مہارانی! غلام سمجھ رکھا ہے جو کھانا پیش کریں اور تیرے نخرے بھی اٹھائیں۔"

"کیا کر رہی ہو تم......؟" شمس کی آواز پر وہ فوراً ہی سارہ کو چھوڑ کر دور ہٹی تھی۔

"بھوکی شیرنی بنی گھور رہی ہے مجھے...... بیٹا! تو باہر نکل پھر نبٹ لوں گی۔" وہ سارہ کو دھمکاتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی' دوسری جانب اس نے چہرے کے بگڑے تاثرات کے ساتھ نظر اٹھا کر بھی شمس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"چند گھنٹے بھوکا رہنے سے موت واقع نہیں ہو جاتی' مگر تمہاری بہن کو یہ بات سمجھانا مشکل ہے ویسے بھی اس کی طبیعت ناساز ہے اگر تم اسے مزید پریشان رکھنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی' اپنے آپ کو قابل رحم ثابت کرنے کا یہ بہت کمزور ہتھیار ہے اور مجھ پر ان ہتھکنڈوں کا کوئی اثر نہیں ہونے والا' تو بہتر ہے کھانا کھالو۔" سرد لہجے میں بول کر وہ کمرے سے باہر نکلے تھے اور باہر موجود ہنی کو اندر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

دوسری جانب وہ خون کے گھونٹ پیتی رہی تھی' کتنی ہوشیاری سے کام لیا تھا انہوں نے......اس کے کمرے میں آ کر انہوں نے سب کی نظروں میں خود کو "کلیئر" کر دیا تھا تو پھر وہ کیوں ان کے سامنے ڈٹنے کے بجائے یہ کمزور احتجاج کر رہی ہے' اس نے سوچا تھا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں گی۔" ہنی نے بیڈ پر چڑھتے ہوئے اس کی گردن میں بانہیں ڈالی تھیں۔ اپنی فیورٹ چکن بریانی اور دیگر لوازمات کو اس نے دیکھا تھا اور پھر ہنی کو گود میں بٹھا کر کھانا سامنے رکھ لیا تھا۔

* * *

"کبھی کچھ سوچ کے لکھنا' کبھی کچھ سوچ کے پڑھنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کے کرنا
کسی کا دلربا چہرہ اور اس پر دلنشیں آنکھیں
کہ جس کو دیکھ کے جینا اُسی کے نام پر مرنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کے کرنا"

کشن کے سہارے نیم دراز وہ اس وقت بند والیوم کے ساتھ ایک ڈاکیومینٹری فلم دیکھ رہی تھی' قدموں کی آہٹ پر اس نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا تھا جو اس کی جانب ہی متوجہ دائیں جانب کچھ فاصلے پر موجود صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ خاموشی کے ساتھ ٹھیک طرح بیٹھتے ہوئے اس نے کشن گود میں رکھ کر نظریں دوبارہ ٹی وی اسکرین پر مرکوز کر دی تھیں۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"کیوں...... کیا ہوا ہے مجھے' ٹھیک تو ہوں۔" وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔

"کیا واقعی تم سچ کہہ رہی ہو؟" وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے تمہیں اس وقت یہاں نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ میرے اندر ابھی اتنا اسٹیمنا نہیں کہ تمہارے بھائی کو یقین دلا سکوں کہ میں بے حیائی کی پستیوں میں نہیں گری ہوں۔" وہ مدھم مگر تیز لہجے میں بولی تھی۔

"میں نے جو سوال کیا ہے پہلے مجھے اس کا جواب دو۔" وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا تھا۔

"تمہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے شیث! تم بس آنکھیں بند کر کے سب ٹھیک ہے' سب ٹھیک ہے کا وِرد کرتے رہو۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

"سارہ! اس تمام صورتحال میں میری کسی مداخلت کا موقع ہی کہاں آیا تھا۔" اس کے کچھ شرمندہ لہجے پر سارہ نے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے......اب یہاں بیٹھ کر اس صورتحال کے بارے میں کوئی بھی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے' بھیجو سب کچھ جہنم میں۔"

"میں جانتا ہوں ان کے سمجھانے کا طریقہ غلط تھا لیکن اگر تم اس وقت کچھ ضبط کر کے ان کی بات سمجھنے کی کوشش کرتیں تو بات......"

"شیث! مزید کچھ مت کہنا ورنہ میں بھول جاؤں گی کہ میرے سامنے تم ہو۔" اس کے یکدم ہی بگڑنے پر وہ مزید کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا۔

"غلط اور صحیح کو تو رہنے دو مگر یہ کوئی طریقہ ہوتا ہے اپنی بات منوانے کا۔" مدھم مگر تیز لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اپنی کلائی سامنے کی تھی جس

پرانگلیوں کے نشان ٹی وی اسکرین کی ہلکی روشنی میں بھی واضح ہو رہے تھے۔

”اپنی اولاد اپنے خون کے ساتھ یہ سلوک کر سکتے ہیں وہ چار لوگوں کے سامنے...... لے کر جائیں انہیں اس طرح کھینچتے ہوئے کوئی جانور سمجھ کر' جس طرح مجھے سمجھ رکھا ہے۔“ وہ غصیلے لہجے میں بول رہی تھی۔

”کیا قصور ہے میرا......؟ کیا یہی کہ میں غلط بات برداشت نہیں کر سکتی' ان کے منہ پر انہیں غلط کہہ دیتی ہوں' اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے یہ کام تو میں آج بھی بھرے مجمع میں کر سکتی ہوں' کر لو جو کرنا ہے آپ اپنی اصلیت خود دنیا کو بتاؤ گے۔“ سر جھٹکتی وہ خاموش ہو کر ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی تھی' مگر چند لمحوں بعد دوبارہ اسے دیکھا تھا جو بہت خاموشی کے ساتھ کسی سوچ میں گم تھا۔

”تم نے کھانا کھایا تھا؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”ہاں...... تم نے بھوک ہڑتال ختم کر دی تھی تو پھر میرے کھانا نہ کھانے کی کوئی وجہ نہیں رہ گئی تھی۔“ وہ بولا تھا۔

”مجھے یہ سن کر اطمینان ہوا تھا کہ وہ خود تمہارے پاس گئے تھے......“

”تم بس اپنے اطمینان کو قائم رکھنا ورنہ سچائی کیا ہے یہ مجھے ہی معلوم ہے اور معاف کرنا مجھے کینچلی بدلنے کا ہنر نہیں آتا۔“ وہ سلگ کر بولی تھی جس پر وہ چند لمحوں تک تو اس کا چہرہ ہی دیکھتا رہ گیا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ یقیناً چاہتے تھے کہ تم کھانا کھا لو' انہیں معلوم تھا کہ تم نے کئی گھنٹوں سے کچھ نہیں کھایا تھا اور کینچلی بدلنے کا ہنر سانپ کے پاس ہی رہنے دو' وہ میرے بھائی ہیں میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں' وہ تمہارے پاس گئے تھے ساری ناچاقیاں اگر کچھ لمحوں کے لئے بھلا کر تو میں تم سے بھی امید رکھوں گا کہ ان کے اس اچھے قدم کو غلط معنوں میں لینے کے بجائے تم اسے مثبت انداز سے سوچو۔“ ہلکے سے شکایتی لہجے میں وہ اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”ہاں...... بالکل میں مثبت انداز سے سوچ رہی ہوں' وہ میرے پاس اس لئے آئے تھے کہ میں کھانا کھا لوں' مگر اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میرے بھوکا رہنے سے انہیں کوئی پریشانی تھی' وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ تمہاری بھوک ہڑتال برداشت نہیں کر سکے تھے' وہ تمہیں بھوکا نہیں دیکھ سکتے تھے۔“ اس کے جتانے پر وہ فوری طور پر کچھ نہیں بول سکا تھا۔ نہ ہی اس نے موقع دیا تھا۔

”جس طرح بھی انہوں نے میری بھوک ہڑتال کو ختم کیا اس کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ تمہارے بائیکاٹ کا اختتام ہو جائے' اگر تم اپنے بھائی کو جاننے کا دعویٰ کرتے ہو تو یہ بھی یاد رکھو کہ ان کے ایک ہی رخ کو تم بہت اچھی طرح جانتے ہو' مگر ان کے دوسرے رخ کو صرف میں بہت اچھی طرح جانتی پہچانتی ہوں' یہ بات میں دعوے سے کر رہی ہوں۔“ بنا رُکے وہ قطعی لہجے میں بولتی دوبارہ ٹی وی کی سمت متوجہ ہو گئی تھی' دوسری جانب وہ کچھ دیر تک اس کی پیشانی پر موجود ناگواری کے بل دیکھتا رہا تھا۔

”تمہیں کیا لگتا ہے کہ ان کے تمہارے پاس جانے کی وجوہات وہی ہیں جو تم بتا چکی ہو؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”ظاہر ہے سب سے نازک وجہ تو یہی ہے کہ شیث ان کی کمزوری ہے۔“ وہ تیکھے لہجے میں بولی تھی۔

”ہاں' مگر اس سے بھی بڑی اور نازک وجہ ایک اور بھی ہے۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر سارہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”یہی کہ شیث کی کمزوری سارہ ہے۔“ وہ اسی سنجیدگی سے بولا تھا۔

”میں نے کبھی تمہاری کمزوری بننے کی کوشش نہیں کی' ہمیشہ تمہیں مضبوط دیکھنا چاہا ہے۔“ وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”میں کسی دوسرے معنوں میں یہ سچ بیان کر رہا تھا' اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو تو......“ وہ کچھ خفت زدہ لہجے میں بولا تھا۔

”سنو...... رات کے دو بجے مجھ سے کسی ایسے ویسے معنوں میں بات مت کرنا نہیں تو شور مچا دوں گی۔“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”توبہ استغفار......“ کانوں کو ہاتھ لگاتا وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا جو کھل کر مسکرائی تھی۔

”کافی کا موڈ ہو رہا ہے بنا کر لاتا ہوں۔“

”ہرگز نہیں' میں نہیں پیوں گی۔“ وہ دہل کر انکار کر گئی تھی۔

”اس طرح انکار تو نہ کرو' اپنے ہاتھوں سے تمہارے لئے بناؤں گا تو یقیناً بدذائقہ نہیں ہو گی۔“ جاتے جاتے رک کر وہ کچھ ناراضی سے بولا تھا۔

”اتنے اصرار کے ساتھ کبھی ڈیٹ پر بھی لے جاؤ۔“ وہ اسے گھور کر بولی تھی‘ جواباً وہ جس طرح ہاتھ جوڑ کر وہاں سے گیا تھا سارہ نے دھیرے سے ہنستے ہوئے اسے دیکھا تھا اور پھر ایک گہرا سانس بھر کر صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا تھا دوسری جانب کمرے سے باہر آتیں سدرہ نے ایک نظر لاؤنج سے نکلتے شیث کو دیکھا تھا اور پھر اس کی طرف چلی آئی تھیں جو ان کی آمد سے باخبر ہونے کے بعد بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

”تم جاگ رہی ہو اب تک...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری؟“ وہ اس سے پوچھ رہی تھیں جو سپاٹ چہرے کے ساتھ ٹی وی پر نظریں جمائے اس طرح لاتعلق بیٹھی تھی جیسے اس کے علاوہ کوئی دوسرا موجود ہی نہیں ہے۔ چند لمحوں تک وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھیں اور پھر واپس پلٹ کر کچن کی سمت جانے کا ارادہ کیا تھا۔

”کیا کہہ رہی تھی وہ...... بات کی اس نے تم سے؟“ کچن میں آتے ہی انہوں نے اس سے سوال کیا جو کافی میکر کے پاس موجود تھا۔

”جو ہوا بہت غلط ہوا تھا...... غلطیاں دونوں طرف سے ہوئی ہیں مگر زیادتی کس طرف سے ہوئی آپ جانتی ہیں۔“ وہ بہت ہلکی آواز میں بول رہا تھا۔

”دیکھا جائے تو وہ بہت اچھی بات اسے بتا رہے تھے۔“ کاؤنٹر سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ اس سے تائید چاہ رہی تھیں۔

”بے شک بہت اچھی بات سمجھا رہے تھے مگر جس طرح سمجھایا وہ اچھی بات بھی غلط تاثر لے کر اس تک پہنچی‘ اگر اس کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو اس کا بھی تقریباً وہی ری ایکشن ہوتا...... ان کے لہجے میں جو حقارت تھی اسے محسوس کرنا مشکل نہیں تھا‘ میں یا آپ بھی اس طرح کسی کے سامنے خاموشی سے بے عزت نہیں ہوں گے...... آپ سمجھ سکتی ہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔“ وہ بتا رہا تھا۔

”جب ایک تنہا ہو جانے والے انسان کو آپ اپنے بھرے پرے گھر میں لے کر آتے ہیں تو گھر کے طور طریقے بھی ایک طریقے سے بتائے سمجھائے جاتے ہیں اور سارہ تو ویسے بھی بہت سمجھدار ہے‘ میں نے دیکھا ہے کہ سب کی موجودگی میں وہ کتنی احتیاط کے ساتھ رہتی ہے جبکہ گھر ایک واحد جگہ ہے جہاں انسان آرام سے آزادانہ گھوم پھر سکتا ہے۔“

”شیث! اس وقت تو گھر میں کوئی نہیں تھا بس یہ ہوا تھا کہ اس کا دوپٹہ ہنی کے پاس تھا اور وہ لاؤنج میں ہی انہیں لیٹی ہوئی نظر آ گئی تھی۔“ سدرہ تاسف کے ساتھ بتا رہی تھیں۔

”اگر انہوں نے ایک سے زائد بار یہ سب دیکھا ہوتا تو وہ آپ کے ذریعے اسے یہ بات سمجھا سکتے تھے‘ مگر انہوں نے کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر اس کی غلطی کا احساس دلانا شروع کر دیا‘ کیا فائدہ ہوا...... الٹا اس نے انہیں ہی غلط قرار دے دیا‘ اور ٹھیک کہا تھا اس نے‘ مجھ پر بھی یہ لازم ہے کہ اپنے ہی گھر میں مجھے بے دھڑک داخل نہیں ہونا چاہئے۔“ وہ بولا تھا۔

”یہ بات تو بعد میں‘ میں نے بھی شمس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اچانک اور بے وقت ہی گھر آ گئے تھے...... مگر تم جانتے ہو غصے میں کبھی وہ اتنی بات بھی نہیں سن سکتے‘ میں تو اس بری طرح پھنسی ہوئی ہوں کہ سمجھ ہی نہیں آتا کس طرف بولوں۔“ وہ بے بسی سے بولی تھیں۔

”وہ بالکل بھی بات نہیں کر رہی ہے‘ ابھی بات کی تو کوئی جواب نہیں دیا۔“

”ایسا صرف اس لئے ہے کہ آپ ہر بار اسے غلط کہتی ہیں‘ اگر کسی جگہ وہ ٹھیک ہے اس بات کو بھی اُس کے سامنے مانا کریں‘ اور جہاں بھائی درست لگتے ہیں اس بات کو بھی اُس کے سامنے دہرایا کریں۔“ وہ انہیں سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

”جبکہ میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا‘ اگر میں نے اسے غلط نہیں کہا تو یہ بھی نہیں کہا کہ تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہو‘ مجھے معلوم تھا معاملہ ابھی گرم ہے وہ بہت کچھ بولے گی اور کہا بھی اس نے‘ مگر میں نے اس کے سامنے یہ بھی نہیں کہا کہ بھائی غلط ہیں‘ میں نے یہ ضرور کیا کہ ان کی ایک دو باتوں کو مثبت انداز میں اس کے سامنے رکھوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ہرگز قائل نہیں ہو گی۔“

”دونوں ہی قائل نہیں ہوتے‘ شمس اس کے معاملے میں جتنے سخت ہوتے جا رہے ہیں وہ بھی اتنی ہی ضدی ہوتی جا رہی ہے‘ دونوں کسی بھی جگہ ایک دوسرے کو صحیح ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔“ سدرہ تشویش کے ساتھ بولی تھیں۔

”یہ دونوں اپنی اپنی اَنا کو ایک طرف رکھ دیں تو اس گھر میں ان دونوں سے اچھا کوئی نہیں ہے اور صرف یہی نہیں یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے بھی بہت اچھے ثابت ہوں گے۔“ وہ پُر یقین لہجے میں بولا تھا۔

”کس خواب نگر کی بات کر رہے ہو شیث! یہ انہونی وہیں ہو سکتی ہے۔“ سدرہ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولی تھیں۔

چونک کر اس نے کمرے میں جاتیں سدرہ کو دیکھا تھا اور پھر ایک نظر شیث کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کافی کا مگ لے لیا تھا۔

”ہو گیا ڈسکشن؟“ وہ طنزیہ لہجے میں بول رہی تھی۔

”ہاں...... کوئی اعتراض؟“ وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تھا۔

”میں...... کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی...... ہر عورت اپنے شوہر کے لئے حساس ہوتی ہے۔“ وہ سر جھٹک کر بولی تھی۔

”تم جانتی ہو وہ کسی کے فیور میں کچھ بھی کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔“ وہ بولا تھا۔

”یہاں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو‘ وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی فیور کرتی ہیں سمجھے۔“ وہ جل کر بولی تھی۔

”ٹیسٹ کرو‘ تم مان جاؤ گی کہ میں بہت اچھی کافی بنا سکتا ہوں۔“ وہ موضوع بدلنے کے لئے بولا تھا۔ دوسری جانب وہ بھی خاموش ہو کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

اگرچہ تجھ سے بہت اختلاف بھی نہ ہوا
مگر یہ دل تیری جانب سے صاف بھی نہ ہوا
تعلقات کے برزخ میں ہی رکھا مجھ کو
وہ میرے حق میں نہ تھا اور خلاف بھی نہ ہوا
عجب تھا جرم محبت کہ جس پہ دل نے میرے
سزا بھی پائی نہیں اور معاف بھی نہ ہوا

⁂

خلاف معمول آج اسے بیدار ہوتے ہوئے کافی دن چڑھ آیا تھا‘ اس لیے سر اور طبیعت دونوں ہی بوجھل ہو رہے تھے۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے حیرانی کے ساتھ شان کو دیکھا تھا جو شمس کے کمرے سے باہر نکل رہا تھا ورنہ عموماً اس وقت وہ اور شاہ رخ یا تو اکیڈمی گئے ہوتے تھے یا پھر یونیورسٹی۔

”خوشخبری ہے آپ کے لئے۔“ اس کی طرف آتے ہوئے شان نے کہا تھا جبکہ وہ رک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

”بڑے بھائی آج گھر میں ہی ہیں اور ہو سکتا ہے کچھ ان کا رخِ روشن آپ کو ہر وقت گھر میں ہی دکھائی دیتا رہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

”کیا مطلب؟“ وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

”طبیعت ٹھیک نہیں ہے ان کی‘ ڈاکٹر نے آرام کی تلقین کی ہے۔“ اس نے مزید بتایا تھا۔

”اچھا...... مجھے تو معلوم ہی نہیں...... کیا زیادہ طبیعت خراب ہو گئی ہے؟“ اس نے کچھ تشویش سے پوچھا تھا۔

”نہیں...... اب تو بہتر ہے طبیعت...... آپ بھی اپنی طبیعت بہتر رکھیے گا ورنہ مسئلہ ہو جائے گا۔“ وہ شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا جواباً وہ دھیرے سے ہنستی کچن کی سمت بڑھ آئی تھی جہاں سدرہ پہلے سے موجود تھیں۔

”میں صرف چائے لوں گی اور وہ میں خود بنا لوں گی آپ جو کام کر رہی ہیں وہ کریں۔“ سدرہ نے اس سے ناشتے کا پوچھا تھا جو وہ بولی تھی۔

”بس یہ سوپ بنا رہی ہوں ابھی شمس کے لیے تاکہ پھر انہیں ٹیبلٹس دوں‘ وہ تو کچھ بھی کھانے کے لئے راضی نہیں ہو رہے۔“ وہ بتا رہی تھیں۔

”رات تک تو وہ ٹھیک تھے پھر کیا ہوا اچانک؟“ پانی کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

”رات میں انہیں ٹمپریچر ہو رہا تھا مگر صبح اتنا تیز بخار تھا کہ میں خود بھی گھبرا گئی تھی۔ سینے میں درد کی بھی شکایت کر رہے تھے پھر تو شیث نے ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں لگائی‘ صبح ہی صبح انہیں ساتھ لے کر چلا گیا ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے کے لئے۔“

”کیا بتایا ڈاکٹر نے؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”شدید تھکن کا ردعمل اور کیا......“ سدرہ بولی تھیں۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

”ڈاکٹر نے مکمل آرام کی ہدایت کی ہے مگر وہ تو اس کنڈیشن میں بھی آفس جانے کو تیار تھے‘ مگر شیث نے ان کی ایک بھی نہیں سنی‘ اب کم از کم تین چار دن تک تو میری یہی کوشش ہوگی کہ وہ گھر پر ہی آرام کریں‘ ان کی صحت سے بڑھ کر تو کچھ نہیں ہے۔“ سدرہ بول رہی تھیں۔

”آپ مجھے بتا دیجیے کہ دوپہر میں ان کے لئے کھانے میں کیا بنانا ہے‘ میں بناؤں گی اور آپ باقی سارے کام بھی چھوڑیں بس ان کا خیال رکھیں‘ گھر کے سارے کام میں دیکھ لوں گی‘ آپ کو کسی کام کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے پوری سنجیدگی کے ساتھ انہیں ہدایت دی تھی۔

اور پھر واقعی اس نے گھر کے سارے کاموں کے ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے ڈالی تھی۔ گھر کی صفائی ستھرائی سے لے کر کچن میں بھی وہ گھن چکر سی بن گئی تھی‘ کھانا بنانے میں بھی اس نے سدرہ کی مدد نہیں لی تھی۔ ویسے بھی ہر تھوڑی دیر بعد شمس کے چچا‘ تایا کی فیملی سے کسی نہ کسی کی آمد مستقل ہو رہی تھی جو شمس کی عیادت کے لئے آ رہے تھے‘ تو ظاہر ہے سدرہ ان کے پاس بیٹھتیں یا کچن دیکھتیں۔ عیادت کے لئے آنے والوں کی خاطر مدارات بھی وہ پھرتی سے کر رہی تھی‘ ہر دو گھنٹے بعد جوس یا سوپ شمس کے لئے تیار کر کے ان کے کمرے میں بھیج رہی تھی یہاں تک کہ ان کے لئے پرہیزی کھانا بھی وہ خود ہی بنا رہی تھی۔

سدرہ جہاں حیران تھیں وہیں اس کی بہت شکر گزار بھی تھیں کہ اس کی وجہ سے انہیں بہت ڈھارس مل گی تھی‘ انہیں تو ہنی اور شیری کی طرف سے بھی اطمینان تھا کہ وہ ان دونوں کو بھی بہت اچھی طرح سنبھال رہی تھی۔

⁂

اس وقت وہ شیری کو کندھے سے لگائے تھپکتے ہوئے اسے سلانے کے لئے اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی‘ ڈرائنگ روم میں سدرہ‘ مومو کی والدہ کے ساتھ موجود تھیں‘ جو شمس کو دیکھنے ہی آئی تھیں مگر وہ سو رہے تھے اس لئے وہ ان کے کمرے میں نہیں گئی تھیں۔ وہ بھی ڈرائنگ روم میں ہی ان کے ساتھ بیٹھی ہنی کو ہوم ورک کروا رہی تھی‘ شیری سونے کے لئے رو رہا تھا اس لئے اسے اور ہنی کو لے کر لاؤنج میں آ گئی تھی۔ تب ہی وہ کچھ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو سنجیدہ چہرے کے ساتھ اسے ہی دیکھتا قریب آ گیا تھا۔

”ایک بات کرنی تھی تم سے۔“ وہ اسی سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

”ہاں...... کہو کیا بات ہے؟“ وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”کسی بیمار کی عیادت کرنے سے انسان چھوٹا ہو جاتا ہے کیا؟“ وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا جو اس کی بات کا مقصد سمجھتے ہوئے نظر چرا گئی تھی۔

”آج دو دن گزر چکے ہیں ان کی طبیعت اتنی خراب ہے کہ وہ اپنے کمرے سے بھی باہر نہیں نکلے ہیں‘ تم نے ایک بار بھی ان کے پاس جا کر سرسری انداز میں بھی ان کی خیر خیریت دریافت کی ہے؟“ وہ پوچھ رہا تھا جبکہ وہ اس سوال سے بچنا چاہ رہی تھی۔

”مجھے وقت نہیں ملا تھا‘ کوئی نہ کوئی ان کے پاس موجود ہوتا ہے مگر میں جاؤں گی ان کی طبیعت کے بارے میں پوچھنے۔“ نا چاہتے ہوئے بھی اسے بالآخر یہ کہنا پڑا تھا۔

”ابھی تو کوئی نہیں ہے ان کے پاس‘ میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی ان کے پاس جاؤ‘ یقیناً تمہارا جانا انہیں اچھا لگے گا‘ ہو سکتا ہے وہ انتظار بھی کر رہے ہوں کہ تم ان کے پاس جاؤ گی۔“ وہ کچھ سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

”ابھی جاؤں......؟“ وہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔ یہ سچ تھا کہ اس کا دل بالکل اس چیز کے لئے راضی نہیں تھا مگر شیث کی سنجیدگی اور پُر امید نظروں کو دیکھتے ہوئے وہ انکار نہیں کر سکی تھی۔

”جاؤ۔“ مدھم آواز میں بولتے ہوئے شیث نے ہاتھ بڑھا کر شیری کو اس سے لے لیا تھا۔ ایک نظر اس پر ڈال کر وہ سست روی کے ساتھ شمس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

سوئے ہوئے شیری کو احتیاط سے صوفے پر لٹا کر وہ ہنی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو اپنی بک ہاتھوں میں اٹھائے اس کے قریب آ گئی تھی۔

دبے قدموں وہ بیڈ کے قریب آ رکی تھی جہاں وہ بے خبر سو رہے تھے۔ گردن موڑ کر اس نے ایک نظر دروازے پر ڈالی تھی اور پھر ایک طائرانہ نظر

کمرے میں دوڑائی تھی' اب چند منٹ یہاں رکنے کے لئے اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ ناخن کترتے ہوئے اس کی نظریں دوبارہ ان پر آ ٹھہری تھیں' سینے تک موجود ڈارک میرون کمبل میں اس وقت ان کی رنگت برف جیسی ہی دکھائی دے رہی تھی۔ نڈھال سے تاثرات ان کے چہرے پر پھیلے ہوئے تھے۔

''ہائے توبہ سوتے ہوئے کتنے معصوم دکھائی دیتے ہیں۔'' رخسار پر ہاتھ رکھے وہ پلکیں جھپکتی حیرت سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی جو ارد گرد سے مکمل غافل تھے۔ اگلے چند منٹوں میں کمرے سے باہر نکلتے ہوئے سارہ نے لاؤنج کی جانب دیکھا تھا جہاں وہ اس کا منتظر بیٹھا تھا' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتی وہ اِس کی طرف آنے کے بجائے کچن کی سمت چلی گئی تھی جبکہ اس کی مسکراہٹ نے ایک پل میں شیث کی بے چینی کو ختم کر دیا تھا' گہری پر سکون سانس لے کر وہ اس کے پیچھے ہی جانا چاہ رہا تھا جب سدرہ کے پکارنے پر وہ رک کر ان کی سمت بڑھ گیا تھا جو ڈرائنگ روم سے باہر آئی تھیں۔

''ذرا شمس کو جگا دینا وہ کافی دیر سے سو رہے ہیں' انہیں کھانے سے پہلے ایک ٹیبلٹ لینی ہے۔'' سدرہ کے کہنے پر وہ بھک سے اڑ گیا تھا۔

''وہ سو رہے ہیں؟'' اس نے دنگ نظروں سے سدرہ کو دیکھا تھا۔

''ہاں...... تم جگاؤ انہیں' میں آ رہی ہوں۔'' اسے ہدایت دے کر وہ واپس ڈرائنگ روم میں چلی گئی تھیں جبکہ وہ تیز قدموں کے ساتھ شمس کے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا جہاں شمس واقعی اسے گہری نیند میں سوئے نظر آئے تھے۔

❖❖❖

کچن میں برتن دھوتے ہوئے وہ یکدم ہی کچھ چونک کر پلٹی تھی اور فق چہرے کے ساتھ دہل کر اس سے دور ہوئی تھی جو چہرے پر معصومیت سجائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا حرکت ہے' بے نتھے بیل کی طرح یہاں گھسے چلے آئے ہو کہ اچانک دیکھ کر ہی بندے کا ہارٹ فیل ہو جائے۔'' وہ ناگواری سے اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

''اب کیا کچن میں بھی دستک دے کر آتا۔'' وہ روٹھنے والے انداز میں بولا تھا۔

''اور بے نتھے بیل سے نہ ملائیں مجھے' اس نے میری طرح شرافت سے نہیں کھڑا ہونا تھا' ایک ہی ٹکر مارنی تھی اس نے اور ہو گیا تھا آپ کا کام۔''

''فوراً نکلو باہر...... مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' وہ اسے جانے کا اشارہ بھی کر رہی تھی۔

''چار پانچ افراد کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کر دیں پھر چلا جاؤں گا۔'' وہ اکڑ کے بولا تھا۔

''میں کیوں بناؤں...... نوکر ہوں کیا تمہاری جو حکم دے رہے ہو۔'' وہ بگڑ کر بولی تھی۔

''چائے تو آپ کو بنانی پڑے گی۔'' وہ مزید اکڑ کے بولا تھا۔

''ایسے کیسے بنانی پڑے گی...... باپ کا راج ہے کیا؟'' وہ بھڑک کے بولی تھی۔

''میرے باپ کو درمیان میں مت لانا سارہ جی۔'' بس ایک مولا بخش کی کمی تھی جس طرح پنجابی فلم کے ولن کی طرح دھاڑتا اس کے قریب آیا تھا چہرے پر لگتے سارہ کے تھپڑ پر وہ بری طرح کراہتا ہوا پلٹتا ٹیبل پر اوندھا جا گرا تھا۔ کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے سارہ اس کی جانب بڑھی تھی مگر اگلے ہی پل رک کر اسے دیکھا جو چیونگم چباتے ہوئے آنکھیں پھیلائے سارہ کی اڑی ہوئی رنگت کو دیکھنے کے بعد اس کی طرف بڑھی تھی جس نے ایک پل کے لیے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور اس بار شاید حقیقتاً بے ہوش ہوا تھا۔ واپس سنک کی طرف جا کر سارہ نے اسے دیکھا تھا جس نے شاہ رخ کا کالر پکڑتے ہوئے ایک جھٹکے سے اٹھایا تھا اور کچھ بھی کہے بغیر ایک ٹھوکر اس کے پیر پر رسید کر کے اسے باہر دوڑا دیا تھا اور پھر سر سے پیر تک اسے گھورتے ہوئے قریب آئی تھی جو سہمی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''بیٹا! اگر میں اس کے کرتوتوں سے واقف نہ ہوتی تو آج تو نے اوپر آسمانوں کی سیر کیلئے نکل جانا تھا...... ارے کسی کے باپ میں بھی ہمت نہ ہو ہماری نظروں کے سامنے منہ تھپڑا دے اس کا۔'' کھا جانے والی نظروں سے اس نے سارہ کو گھورا تھا۔

”میں اسے مارنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ بھی تو......“

”بس کر..... ساری ہسٹری معلوم ہے تیری بھی‘ مارنا نہیں چاہتی تھی۔“ درمیان میں جھڑکتے ہوئے اس نے سارہ کے الفاظ دہرائے تھے۔

”سارہ!“ عقب سے ابھرتی پکار پر وہ چونک کر پلٹی۔

”یہاں سے فراغت کے بعد رات میں جب اوپر آؤ تو بتا دینا‘ مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے۔“ سنجیدگی کے ساتھ اس نے بات مکمل کی تھی اور اس کے کوئی سوال کرنے سے پہلے ہی واپس چلا گیا تھا‘ دوسری جانب وہ الجھ کر یہی سوچتی رہی تھی کہ کیا بات ہو سکتی ہے۔

❀❀❀

جماہیاں روکتی وہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ رہی تھی اور کچھ چونک کر اسے دیکھا تھا جو اپنے کمرے کے دروازے پر رُکا خشمگیں نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا‘ اگلے ہی پل کچھ یاد آنے پر سارہ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔

”میں یہاں انتظار کر رہا ہوں اور آپ کو ٹی وی سے فرصت نہیں مل رہی..... کیا بے وقوف نظر آتا ہوں میں۔“ اس کے کہنے پر سارہ نے بے ساختہ پھوٹتی ہنسی کو روکنے کیلئے منہ پر ہاتھ رکھ لئے تھے۔

”اب ہنسی آ رہی ہے..... ٹائم دیکھو کیا ہو رہا ہے‘ صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے مجھے‘ آپ تو رہیں گی گھر میں آرام سے۔“ اس کے ہنسنے پر وہ ناراضی سے بولا تھا۔

”میرے ذہن سے ہی نکل گیا تھا اور تم مجھے یاد نہیں دلا سکتے تھے۔“

”میں کیوں یاد دلاتا..... تم میری بات بھول بھی کیسے سکتی ہو؟“ وہ مزید ناراضی سے بولا تھا۔

”ٹھیک ہے مجھ سے غلطی ہو گئی‘ مجھے معاف کر دو۔“ وہ چہرے پر معصومیت سجائے بولی تھی اور پھر باہر ہال میں ہی گلاس ونڈو کے قریب رکھے کاؤچ پر جا بیٹھی تھی۔

”اب بتاؤ تم کیا.....“ بولتے ہوئے اس نے یکدم ہی رُک کر حیرانی سے اسے دیکھا تھا جو صوفے پر بیٹھنے کے بجائے اس کے ساتھ کاؤچ پر تھوڑا فاصلے پر بیٹھ رہا تھا۔

”جانتی ہو مجھے بہت اچھا لگا تھا کہ تم میرے کہنے پر بھائی کے پاس گئیں‘ ان کی طبیعت کے بارے میں پوچھا ورنہ مجھے بہت زیادہ امید نہیں تھی کہ تم میرے کہنے پر ان کے پاس جاؤ گی۔“ بولتے ہوئے وہ بغور اس کے چہرے کے تاثرات بھی دیکھ رہا تھا جو یکدم ہی سنجیدہ ہوتے چلے تھے۔

”تم نے مجھ سے کیا بات کرنی تھی وہ کہو۔“ نظر چراتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”اسی بارے میں بات کرنی تھی تم سے..... تم نے بتایا نہیں مجھے کہ ان سے تمہاری کیا بات ہوئی؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”کیا بات ہونی تھی..... میں نے ان سے اُن کی طبیعت کے بارے میں پوچھا‘ انہوں نے جواب دے دیا اور کیا ہونا تھا‘ بمشکل یہ کہتے ہوئے اس کی پیشانی پر بل پڑنے لگے تھے‘ دوسری جانب وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا تھا اور اگلے ہی پل اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔

”اب تم یہی بات پھر دہراؤ۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا جو ساکت بیٹھی کبھی اسے دیکھ رہی تھی اور کبھی اس کے سنہری بالوں پر دھرے اپنے ہاتھ کو۔

”اتنی سی بات کے لیے تم مجھ سے اتنی بڑی قسم اٹھوانا چاہتے ہو۔“ لرزتی آواز میں بولتے ہوئے اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگی تھیں۔

”تم جانتی ہو میرے لئے یہ اتنی سی بات ہرگز نہیں ہے۔“ وہ بولا تھا‘ دوسری جانب وہ سرعت سے اپنا ہاتھ واپس کھینچتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”سارہ! میری بات سنو۔“ شیث نے اسے روکنا چاہا تھا جو بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

زیرو پاور کی مدھم سرخ روشنی میں پتا نہیں کتنی دیر سے وہ چہرہ چھپائے پڑی تھی مگر اس کا وجود دھیرے دھیرے لرز رہا تھا..... ونڈو کے گلاس پر مستقل ہوتی مخصوص دستک پر بالآخر وہ اٹھ کر بیٹھی تھی اور دھندلائی آنکھوں سے ونڈو کی سمت دیکھا تھا جہاں پردہ ایک جانب سرکا ہوا تھا گلاس کے دوسری جانب وہ التجائی انداز میں اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا تھا‘ یہ پہلا موقع تھا ورنہ اس سے پہلے ہر بار ایک طرف ہٹ کر ہی دستک دیتا تھا۔

دوپٹہ کندھے پر ڈالتی وہ بھیگا چہرہ ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی آگے بڑھی تھی، گلاس ایک طرف ہٹاتے ہوئے بھی اس نے شیث کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

”سارہ! میں واقعی بہت برا انسان ہوں، میری وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے۔“ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ شدید ندامت سے بولا تھا۔
دوسری جانب سارہ کو شدت کے ساتھ مزید رونا آیا تھا۔

”تم اندازہ کر سکتی ہو کہ میں تمہیں کیوں ان کے پاس بھیجنا چاہتا تھا، میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا کہ ان کے سامنے تمہیں جھکا دوں۔“ وہ پریشان نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا جس کی جھکی آنکھوں سے ایک تواتر سے آنسو پھسل رہے تھے۔

”یہ سچ ہے میں تمہاری طرف سے تھوڑا مایوس ہوا تھا کہ تم نے ایسا ظاہر کیا کہ واقعی تمہاری ان سے بات ہوئی ہے مگر جب میرا اطمینان ختم ہوا تو میں جاننا چاہتا تھا تم سے کہ کیوں......؟“ وہ اسی ندامت کے ساتھ بولا تھا۔

”تم نے اتنی امید کے ساتھ مجھ سے ان کے پاس جانے کے لئے کہا تھا کہ میں تمہیں مایوس کر کے تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی، مگر مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ ان کی حالت بیداری میں ان کے پاس جاؤں نہ ہی میں اتنا حوصلہ خود میں پاتی تھی کہ تمہارے دوبارہ کہنے پر ان کے پاس جاتی۔“ بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔

”تمہارے پاس مجھ سے زیادہ ہمت اور حوصلہ ہے اس لئے یہ بات رہنے دو...... ہر تھوڑی دیر کے بعد تم کچن میں ان کے لئے کچھ نہ کچھ بنا رہی ہوتی ہو ان کے لئے کھانا تم بنا رہی ہوتی ہو سب کچھ خود سنبھال کر تم نے بھابی کو ان کی دیکھ بھال میں مصروف کر دیا ہے، سب کا اتنا خیال رکھ رہی ہو، یہ بات تو وہ بھی جانتے ہوں گے پھر کیا جھجک ہے ان کے سامنے، ان کا حال احوال پوچھنے میں؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”مجھے نہیں پتا...... مجھے نہ اب تم سے کوئی بات کرنی ہے اور نہ ہی کسی ایسے سوال کا جواب دینا ہے جس کے لئے مجھے تمہارے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنی سچائی کا یقین دلانا پڑے۔“ وہ اسی طرح روتے ہوئے سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

”غلط...... تم نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں تھا تو پھر سچ اور جھوٹ کا سوال ہی نہیں اٹھتا، مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ تم خاموش رہیں، ہمارے درمیان کوئی بات چھپی نہیں اس لیے میں نے تمہارا ہاتھ اپنے سر پر رکھا تھا کہ ہر رکاوٹ سے نظر چرا کر تم مجھ سے صاف بات کرو، مگر اس حرکت کے بعد میں خود پچھتا رہا ہوں، خدا کے لیے اب اور یہ آنسو تو ضائع مت کرو۔“ وہ التجائی لہجے میں بولا تھا۔

”اور مطمئن رہو میں بالکل بھی تمہیں دوبارہ ان کے پاس جانے کے لیے نہیں کہوں گا، ہر انسان کا اپنا اپنا طریقہ ہے، تم بھی زبان کے بجائے اپنے عمل سے یہ ثابت کر چکی ہو کہ تمہیں بھی ہم سب کی طرح ان کی بہت فکر ہے...... ضروری نہیں ہے کہ تم ان کے سامنے جا کر بھی اس چیز کا اظہار کرو، انہیں بس احساس ہو جائے اتنا کافی ہے۔“ وہ ہلکے پھلکے انداز میں اس کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا جس کا چہرہ آنسو بہا بہا کر نڈھال ہو چکا تھا، مدھم روشنی میں اس کی جھکی پلکوں پر اٹکے آنسوؤں کے قطرے اس لمحے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے مگر دل کی اذیت سے رخسار دہک رہے تھے تو پیشانی کے وسط میں ہلکی سی سبز رنگ کی رگ ابھری ہوئی تھی، پھول کی پتیوں جیسے لبوں پر ایک آنسو شبنم کے قطرے جیسا دکھائی دے رہا تھا، چہرے پر تکی تین بے ترتیب لٹیں اس کے حزن و ملال کو نمایاں کر رہی تھیں، اسے دیکھتے ہوئے شیث کو اپنے دل کی دھڑکن رکتی محسوس ہو رہی تھی اور اس لمحے تو سانس بھی رک گئی تھی جب سارہ نے اس معنی خیز خاموشی پر کچھ چونک کر پلکیں اس کی جانب اٹھائی تھیں، جس کے سنجیدہ چہرے اور آنکھوں میں کچھ تھا جو اس کا دل بے تحاشا دھڑک اٹھا تھا۔

”تم تو جم کر ہی کھڑے ہو گئے......اب سو جاؤ جا کر۔“ یکدم ہی ناگواری سے بولتے ہوئے اس نے گلاس واپس کھسکایا تھا اور ایک جھٹکے سے پردہ پھیلا دیا تھا، دوسری جانب وہ کچھ خجل سی مسکراہٹ کے ساتھ بالوں پر ہاتھ پھیرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

❋❋❋

لاؤنج کے گلاس ڈور کے دوسری جانب نظر آتے منظر کو اس نے دیکھا تھا جہاں شمس شیث کے ہمراہ باتوں میں مصروف ٹہل رہے تھے۔ آج ان کی طبیعت قدرے بہتر تھی اس لئے وہ کمرے سے باہر دکھائی دے رہے تھے۔ اس جانب سے نظر ہٹا کر وہ سدرہ کی طرف چلی آئی تھی جو ٹیبل پر کھانا چن رہی تھیں، شیری کو گود میں سنبھالے وہ خود بھی ان کی مدد کرنے لگی تھی۔

خاموشی کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے وہ شمس کی باتیں ہی سن رہی تھی جو شیث سے اپنی فیکٹری کے متعلق ہی ڈسکشن میں مصروف تھے۔

''شاہی! میں نے ایک کام دیا تھا تمہیں' ہو گیا وہ؟'' وہ یکدم شاہ رخ سے مخاطب ہوئے تھے۔

''جی..... آپ نے چیک نہیں کیا؟'' مختصراً جواب دے کر شاہ رخ نے پوچھا تھا جس کا جواب دینا انہوں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔

''میں آپ سب کو دوبارہ یہ یاد دلا رہا ہوں کہ.....'' بات شروع کرتے ہوئے انہوں نے ایک نظر سارہ کے جھکے ہوئے سر پر بھی ڈالی تھی۔

''اب کوئی مجھے اس گھر کے اندر دندناتا ہوا اندر داخل ہوتا دکھائی نہ دے' باہر موجود ڈور بیل کو استعمال کرنے کی عادت بنالو کیونکہ جتنے طعنے میں سن چکا ہوں وہ کافی ہیں' اب آگے مزید میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی بھی منہ اٹھا کر مجھ پر یا میرے گھر کے کسی فرد پر انگلی اٹھا دے۔'' ان کے لہجے سے چھلکتی سختی اور ناگواری پر سدرہ کے ساتھ ساتھ باقی سب کی بھی نظریں اس کی جانب اُٹھی تھیں جس کے چہرے کے تاثرات یکدم ہی تنے ہوئے دکھائی دینے لگے تھے۔

''اور میں چاہوں گا کہ گھر کے اندر رہنے والے بھی تمیز و تہذیب کے دائرے میں خود کو رکھنا سیکھیں۔'' کسی بھی جانب دیکھے بغیر انہوں نے مزید کہا تھا۔

''کون سے اور کتنے تمیز و تہذیب کے دائرے یہاں ٹوٹے ہیں میں بھی پہلے یہ جاننا چاہوں گی؟'' اس کے سرد لہجے پر شمس نے ایک کڑی نظر اس پر ڈالی تھی۔

''مجھے جو کہنا تھا وہ میں کہہ چکا ہوں اور کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولے تھے جبکہ اس نے سلگ کر شاہ رخ کو دیکھا تھا جو مسکراہٹ دبا کے ٹھنڈے پانی کا گلاس اس کے سامنے رکھ رہا تھا' دوسری سلگتی نظر اس نے شیث پر ڈالی تھی جو ہر بات سے لاتعلق اب خاموشی کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

''مجھے ابھی پھپھو کی طرف جانا ہے' کچھ دن وہاں رُکوں گی۔'' اس کے یکدم ہی کہنے پر سدرہ نے بری طرح گڑبڑا کر پہلے شمس کو دیکھا تھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں شمس بول اٹھے تھے۔

''یہ تم پوچھ رہی ہو یا بتا رہی ہو؟'' شمس نے ناگوار نظر اس پر ڈالی تھی۔

''آپی کو بتا رہی ہوں' باقی سب کو جو سمجھنا ہے سمجھیں' میں کسی سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔'' اس کے لاپروائی سے کہنے پر شیث نے انہیں دیکھا تھا جن کے تاثرات حسب توقع بگڑنے لگے تھے۔

''میں بھی چاہ رہی تھی کہ کچھ دن وہاں چلی جائے' کافی دن سے پھپھو بھی اسے بلا رہی ہیں۔'' سدرہ نے سرعت سے درمیان میں کہا تھا۔

''شان کے ساتھ بھیج دو اسے مگر کل شام یہ گھر میں نظر آئے مجھے۔'' قطعی لہجے میں انہوں نے سدرہ سے کہا تھا دوسری جانب شاہ رخ نے کینہ توز نظروں سے شان کی فخریہ مسکراہٹ کو گھورا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں بیگ تیار کرنے کا' وہ کل ہی تمہیں واپس بلا لیں گے۔'' ابھرتی آواز پر اس نے تلملا کر پلٹتے ہوئے کھلے دروازے کی سمت دیکھا تھا جہاں سے شیث رُکے بغیر اسے سناتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

باہر آتے ہوئے اس نے کچھ چونک کر بائیک کے قریب ہیلمٹ میں چھپے چہرے کو دیکھا تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو..... شان کہاں ہے؟'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''اسے ایک کام یاد آ گیا تھا اس لیے اس کی ذمہ داری میں نے لے لی۔'' ہیلمٹ اتارتے ہوئے وہ خطرناک سنجیدگی سے بولا تھا۔

''میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی..... شان کو بلاؤ۔'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔

''اگر آپ اس کے انتظار میں رہیں گی تو پھر کہیں نہیں جا سکیں گی۔'' وہ مزے سے بولا تھا۔

''ٹھیک ہے' تمہارے ساتھ جانے سے بہتر ہے کہ میں کہیں نہ جاؤں۔'' بھڑک کر بولتے ہوئے وہ جانے کے لیے پلٹی تھی مگر اگلے ہی پل رک کر اسے دیکھا تھا جو شان کا بازو پکڑے زبردستی اسے اِسی جانب لا رہا تھا۔

''کہاں تھے تم.....؟ نہیں لے کر جانا تھا تو صاف منع کر دیتے مگر یہ ڈرامہ تو نہ کرو۔'' اس نے ناگواری کے ساتھ شان سے کہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"شان! تمہیں شرم آنی چاہیے، تم نے مجھ سے جھوٹ کہا کہ تم کسی کام سے جا رہے ہو، سارہ جی کی یہ اہمیت ہے تمہاری نظر میں...... ایسا کون سا کام ہے جو ان سے زیادہ اہم ہے۔" شاہ رخ کے جذباتی انداز پر وہ تو دنگ کھڑی تھی جب کہ شیث نے اطمینان کے ساتھ شان کو سارہ کے سامنے کر دیا تھا۔

"بتاؤ کس کام سے کہاں گئے تھے؟" وہ شان سے مخاطب تھا جس نے بے بس ہو کر پہلے شاہ رخ کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"ڈرو مت بتاؤ میں ہوں یہاں۔" اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے شیث نے ہمت بڑھائی تھی۔

"اس نے مجھے رشوت دی تھی جا کر چھپنے کے لیے۔" بمشکل ہنسی روکتے ہوئے شان نے شاہ رخ کی طرف اشارہ کیا تھا اور اگلے ہی پل اس کے حملے سے بچنے کے لیے بدک کر شیث کے عقب میں ہوا تھا۔

"رشوت دی تھی مگر کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"تاکہ میں بائیک اس کے حوالے کر دوں اور یہ آپ کو اپنے ساتھ لے جائے۔" شان نے ہنستے ہوئے بھانڈا پھوڑا تھا۔

"کیا بول رہا ہے یہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" سارہ نے جھنجھلا کر شیث کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"سب کچھ پوچھو گی، کچھ خود بھی سمجھنے کی زحمت کر لو۔" شاہ رخ کے تلملانے پر وہ مزید حیران ہوئی تھی۔

"کبھی کوئی رومینٹک ناول یا فلم نہیں دیکھی، کس طرح ہیرو اپنی ہیروئن کے قریب جانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے، اب ایسا پاگل تو ہوں نہیں کہ اپنی جیب سے نوٹ نکال کر اس مفت خورے اور دھوکے باز کے حوالے کر دوں۔" جوش کے ساتھ بولتے ہوئے اس نے پھر شان کو گھورا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اس ساری بکواس سے، حشر بگاڑ دوں گی جو مزید میرا دماغ خراب کیا تو۔" وہ بری طرح بھڑک اٹھی تھی۔

"سو باتوں کی ایک بات، آپ کو میرے ساتھ ہی جانا ہے۔" شاہ رخ ڈھٹائی سے بولتے ہوئے یکدم ہی رکا تھا، اگلے ہی پل سارہ نے حیرت سے شیث کو دیکھا تھا جو اچانک ان کے درمیان سے نکلتا چلا گیا تھا اور اس کے پیچھے ہی شاہ رخ تقریباً دوڑتا ہوا گیا تھا، ان دونوں پر سے نظر ہٹا کر سارہ نے پلٹ کر دیکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے لاتعلق ہو جانے کی وجہ بھی سمجھ آ گئی تھی۔

"شان...... کیا مسئلہ ہے؟" برآمدے میں رک کے وہ برہمی سے پوچھ رہے تھے جس پر شان نے سرعت سے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

✿✿✿

نائٹ شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے وہ بیڈ تک آیا تھا اور آنے والی کال ریسیو کر لی تھی۔

"میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔" بیک کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"خیریت...... کیا ہوا؟" وہ چونکنے والے انداز میں بولی تھی۔

"کیا مطلب...... یاد کرنے کے لیے خیریت نہ ہونا ضروری ہے۔" وہ بولا تھا۔

"نہیں ضروری تو نہیں مگر یہاں بات تمہاری ہو رہی ہے۔" وہ نخوت سے بولی تھی۔

"سارہ! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

"ابھی تمہارے کمرے کے سامنے سے گزرا تو وحشت سی ہو رہی تھی، تم یقین کرو گھر میں اتنا سناٹا مجھے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا۔" وہ پوری سچائی کے ساتھ بولا تھا۔

"بول تو اس طرح رہے ہو جیسے گھر میں تم ہر وقت مجھے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہو۔" وہ شکایتی لہجے میں بولی تھی۔

"ہاں...... میں ایسا کر بھی نہیں سکتا، مگر دل میں اطمینان تو ہوتا ہے کہ جس وقت بھی گھر جاؤں گا تمہارا چہرہ تو وہاں موجود ہو گا۔" وہ رسان سے بولا تھا۔

"سنو...... میرے جانے کے بعد انہوں نے کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں کی میرے بارے میں؟" اس کے یکدم ہی پوچھنے پر شیث کے چہرے

پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

''میں کیا بات کرر ہا ہوں اور تم کہاں پہنچ گئی ہو۔''

''تو تم کون سی بڑی رومینٹک اور آسمان تک پہنچا دینے والی بات کرر ہے ہو جو میں سب کچھ بھول کر وہیں بسیرا کرلوں۔'' وہ جل کر بولی تھی۔

''جس قسم کے بھائی تم رکھتے ہو وہاں میں ایسی ہی دل دہلا دینے والی باتیں کر سکتی ہوں۔''

''بخش دو میرے بھائی کو۔'' وہ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔

''یہ شور کی آواز کیسی آ رہی ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''سب گھر والے جمع ہیں خوش گپیاں چل رہی ہیں بلکہ ابھی تو میں مانی کے ساتھ باہر جا رہی ہوں۔'' اس نے اپنی پھپھوزاد کا نام لیا تھا' شیث کو چونکانے کیلیئے اتنا کافی تھا۔

''اس کے ساتھ اتنی رات میں کہاں جا رہی ہو تم؟'' حیرت سے پوچھتے ہوئے اس نے وال کلاک پر بھی نظر ڈالی تھی۔

''اتنی رات ہو گئی ہے اس لیے تو اسے تنہا بھیجنے کے بجائے خود اس کے ساتھ جا رہی ہوں۔'' وہ بولی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو اور کیوں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''میں نے پزا کی فرمائش کی تو ساتھ میں دوسری فرمائشیں بھی آ گئیں۔'' وہ بتا رہی تھی۔

''ٹھیک ہے تو پھر جاؤ اپنا وقت کیوں ضائع کر رہی ہو' وہ انتظار کر رہا ہوگا۔'' وہ سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔

''کرنے دو انتظار' میں پہلے تم سے تو بات کرلوں۔''

''مجھ سے بات کرنی ضروری نہیں ہے۔'' وہ درمیان میں ہی بولا تھا۔

''تم اس طرح کیوں بول رہے ہو...... اگر بات نہیں کرنی تو ویسے ہی بول دو۔'' وہ ناراضی سے بولی تھی۔

''میں اب تک بات ہی کر رہا ہوں...... مگر آپ کو جانے کی جلدی ہوگی اس لیے کہہ رہا تھا۔'' اس کے بھی ناراضی سے کہنے پر وہ ایک پل کو خاموش ہوئی تھی اور پھر دھیرے سے ہنسی تھی۔

''یہ کہتے ہوئے کیا آفت پڑ رہی ہے کہ نہیں سارہ تم ہرگز کسی کے ساتھ اتنی رات میں باہر نہیں جاؤ گی...... کیوں نہیں بولتے یہ؟'' وہ مسکراتی آواز میں پوچھ رہی تھی۔

''جب تم جانتی ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں تو میرے کچھ کہنے کا انتظار کیوں کر رہی ہو؟'' وہ مدھم آواز میں بولا تھا۔

''اسی لیے تو نہیں جا رہی' مجھے معلوم ہے تمہیں اچھا نہیں لگے گا اور میں بھی کہاں جا رہی تھی حالانکہ مانی کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ چلو مگر میرے منع کرنے سے پہلے ہی پھپھو نے منع کر دیا' وہ اکیلا ہی چلا گیا سب کی فرمائشوں کا بندوبست کرنے۔'' وہ بتا رہی تھی۔

''پھر مجھے کیوں پریشان کرنے کا شوق چڑھا ہے تمہیں۔'' وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔

''ایسے ہی...... دل چاہ رہا تھا۔'' وہ ہنسی تھی۔

''کل واپس آؤ پھر دیکھتا ہوں تمہیں۔'' وہ کچھ دھمکانے والے لہجے میں بولا تھا۔

''میں نہیں آ رہی کل' جب دل چاہے گا تب ہی آؤں گی۔'' وہ نخوت سے بولی تھی۔

''ایسا غضب مت کرو سارہ! بھائی نے تمہیں کل ہی واپس آنے کا کہا تھا۔'' کچھ پریشان ہو کر وہ بولا تھا۔

''اسی لیے تو واپس نہیں آ رہی' وہ کون ہوتے ہیں مجھے حکم دینے والے' میں اپنی مرضی سے آؤں گی۔'' وہ فیصلہ سنا رہی تھی۔

''سارہ! خدا کے لیے...... پھر کوئی مسئلہ نہ بن جائے' تم میرے کہنے سے بھی کل نہیں آؤ گی۔'' وہ پُر امید انداز میں بولا تھا۔

''یہ اگر تمہارا فرمان ہوتا تو ضرور کل آ جاتی' بھائی کے چمچے نہ بنو۔'' وہ ڈپٹنے والے انداز میں بولی تھی۔

''جاؤ سو جاؤ' خدا حافظ......''

''سارہ! تم نے کل واپس آنا ہے' سمجھنے کی کوشش کرو۔'' وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

''تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو شیث! کل تو میں ہرگز نہیں آؤں گی' شب بخیر' خدا حافظ۔'' مزے سے وہ بولی تھی اور اس کے روکتے روکتے بھی لائن ڈسکنیکٹ کر گئی تھی۔

❋❋❋

باؤنڈری کے پاس وہ مسکراتے ہوئے شاہ رخ کو دیکھ رہا تھا اور اس کے اردگرد پاگلوں کی طرح بھاگتے اچھلتے اپنے دوسرے کزنز کو بھی جنہیں شاہ رخ نے خوار کر رکھا تھا' بڑی ہوشیاری اور پھرتی کے ساتھ پورے گراؤنڈ میں گھومتے ہوئے اس نے بال کسی کے ہاتھ نہ لگنے دینے کی قسم کھا رکھی تھی' ایک پل کو تو اس نے خود گراؤنڈ میں اترنے کا سوچا تھا' شاہ رخ سے بال لے کر اپنے قبضے میں باسکٹ تک پہنچانا اس کے لیے مشکل نہ تھا مگر اس وقت وہ کسی اور ہی موڈ میں تھا۔ آواز دے کر اس نے باؤنڈری پر بیٹھی مومو کو اپنی طرف بلایا تھا اور اس کے کان میں کچھ کہا تھا جسے سنتے ہوئے اس نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ پرجوش نظر آتے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

''دھیان سے۔'' باؤنڈری پھلانگتے ہوئے اس نے شیث کی ہدایت سنی تھی۔

''چھوٹے بھائی! یہ کیا' کیا آپ نے' شاہی بہت غصہ کرے گا۔'' باؤنڈری کے پاس موجود لڑکیوں نے ساری کارروائی کا مقصد بھانپ کر خبردار کیا تھا مگر ان کی طرف توجہ دینے کے بجائے وہ مومو کو ہی دیکھ رہا تھا جو تیر کی طرح بھاگتی ہوئی شاہ رخ کی طرف گئی تھی اور رکے بغیر گھٹنوں کے بل پھسلتی اس کی ٹانگوں کے بیچ سے نکلتی بے قابو ہوتی بال اپنے ہی بھائی کے حوالے کرتی بگٹٹ بھاگتی ہوئی باؤنڈری کی طرف آئی تھی جہاں اس کی کزنز کے ساتھ شیث بھی کھل کر ہنستے ہوئے شاہ رخ کو ہی دیکھ رہا تھا جو اس مداخلت پر پشت کے بل گرنے کے بعد سرعت سے مومو کے پیچھے ہی آ رہا تھا۔

''بھاگ جاؤ' رُکنا مت۔'' مومو کا ہاتھ پکڑ کر باؤنڈری کے پار کھینچتے ہوئے اس نے ہدایت کی تھی۔

''دیکھ لوں گا تم سب کو۔'' شاہ رخ ان ہنستی ہوئی لڑکیوں پر چیخا تھا۔

''خوامخواہ...... ہم نے کیا کیا ہے؟'' وہ سب احتجاجاً بولی تھیں جبکہ شیث مسکراہٹ چھپاتے ہوئے گیٹ کی سمت متوجہ ہوا تھا جہاں سے ریڈ سوک اندر داخل ہو رہی تھی' شمس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر ہنی موجود تھی جبکہ پچھلی سیٹ پر نظر آتے چہرے نے اس کی ساری شوخی ہوا میں اڑا دی تھی۔ اپنے پورشن کی جانب بڑھتے ہوئے اس کی نظریں پارکنگ کی جانب ہی تھیں جہاں وہ بگڑے تیوروں کے ساتھ ایک جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ بند کرتی تیز قدموں کے ساتھ گھر کے اندر جا چکی تھی۔ دوسری جانب اس نے شکر کا سانس لیا تھا جب شمس گھر کی سمت جانے کے بجائے مومو کے پورشن کی طرف بڑھ گئے تھے جہاں ان کے چچا منتظر کھڑے تھے۔

''ان کے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے؟ حد ہوتی ہے کسی چیز کی' چینج تک نہیں کرنے دیا مجھے' جس طرح بیٹھی تھی اسی طرح ساتھ لے آئے' میں کہہ کر گئی تھی کل کہ میں کچھ دن بعد آؤں گی تو پھر کیوں آ پہنچے ہوا کے گھوڑے پر سوار۔'' سدرہ کے کمرے سے ابھرتی اس کی بلند آواز وہ باآسانی سن سکتا تھا۔

''میرا یہاں دماغ خراب ہو رہا ہے اور آپ کو ہنسی آ رہی ہے' آپ سب نے کیا پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے۔'' وہ یقیناً سدرہ پر بھڑکی تھی۔

''مجھ پر کیوں غصہ کر رہی ہو' مجھے تو پتا بھی نہیں وہ کب تمہیں لینے جا پہنچے۔'' سدرہ کی مسکراتی آواز سنائی دی تھی۔

''یہی تو مسئلہ ہے آپ کو کچھ پتا ہی نہیں ہوتا' ایک شوہر نہیں سنبھالا جاتا' چھوڑ دیتی ہیں انہیں میرے پیچھے اور انجوائے کرتی ہیں' ساری غلطی آپ کی ہے' آپ ہی ٹھیک ہوتیں تو یہ حشر نہ ہو رہا ہوتا میرا۔'' شدید غصے میں بکتی جھکتی وہ کمرے سے باہر آئی تھی اور کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا جو چہرے پر شرمندگی کے تاثرات سجائے کچھ جھجکتے ہوئے اس کی جانب بڑھ آیا تھا۔

''میں ان کے لیے تم سے معافی مانگتا ہوں۔'' سنجیدہ لہجے میں وہ اتنا ہی بولا تھا' دوسری جانب سارہ نے ایک تیکھی نظر اس پر ڈالی تھی اور اگلے ہی لمحے شیث دنگ ہوا تھا جب وہ اسے دیکھتے ہوئے بے ساختہ ہنستی چلی گئی تھی' دوسری جانب سدرہ اس کی آواز پر کمرے سے باہر آتے ہوئے حیران ہوئی تھیں۔

''کیا ہوا ہے اسے؟'' شیث سے سوال کرتے ہوئے ان کی نظر سارہ پر ہی تھی' جو ہنسی سے بے حال ہوتی ان کے شانے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔

”کیا حقیقت میں پاگل ہوگئی ہو؟“ اسے گھر کتے ہوئے انہوں نے شیث کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر ناراضی کے تاثرات پھیلتے جا رہے تھے۔

”ذرا غور سے دیکھیں آپی! ایسا لگ رہا ہے ابلے ہوئے انڈے میں سے زردی جھانک رہی ہے۔“ بمشکل ہنسی روک کر شیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے پھر کھلکھلانا شروع کر دیا تھا جبکہ سدرہ نے چونک کر شیث کو دیکھا تھا وائٹ ٹراؤزر کے ساتھ بہت ہلکے زرد رنگ کی خوبصورت سی ٹی شرٹ میں اس وقت سورج مکھی کے پھول جیسا ہی دکھائی دے رہا تھا۔

”آپ نے مجھے یقین دلایا تھا کہ یہ رنگ مجھ پر اچھا لگ رہا ہے۔“ اس نے ناراضی کے ساتھ سدرہ کو دیکھا تھا۔

”ہاں تو ٹھیک ہی تو کہا تھا میں نے‘ تم کہاں اس کی باتوں میں آ رہے ہو۔“ گڑبڑا کر بولتے ہوئے انہوں نے سارہ کو گھورا تھا جو منہ پر دونوں ہاتھ رکھے ہنسی روک رہی تھی۔

”اب یقین ہو رہا ہے مجھے کتنا ٹھیک کہا تھا آپ نے۔“ شدید ناراضی کے ساتھ بولتا وہ جانے کیلئے پلٹ گیا تھا۔

”بلاوجہ شرمندہ کر دیا ہے تم نے مجھے بھی‘ اتنا کھل رہا تھا زرد رنگ اس پر بدتمیز۔“ سدرہ کے مزید گھرکنے کی پرواہ کئے بغیر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔ سارہ نے اسے حیرت سے دیکھا تھا جو چینج کرنے کے بعد اب بالکل وائٹ ٹی شرٹ زیب تن کئے ناراضی سے اسے دیکھتا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

”اب بھی کوئی بہت زیادہ فرق نہیں پڑا ہے۔“ وہ مسکراہٹ چھپائے بولی تھی مگر اس بار وہ بالکل اَن سنی کر گیا تھا۔

”اتنی بے نیازی...... مغرور انسان۔“ اس کی پشت کو گھورتے وہ مزید تنگ کرنا نہیں بھولی تھی۔

ذات بن کے میری ذات میں رہا کرتا ہے
اک شخص ہے جو مجھ میں بسا کرتا ہے
میرے چہرے میں نظر آتا ہے چہرہ اس کا
اس کا تبسم میرے ہونٹوں پہ کھلا کرتا ہے
میرے لفظوں سے ادا ہوتی ہیں باتیں اس کی
میرے لہجے سے غرور اس کا چھلکا کرتا ہے
میری نیندوں پہ ہے برسوں سے حکومت اس کی
خواب بن کے وہ میری پلکوں پہ سجا کرتا ہے
اس حد تک میری ہستی میں موجود ہے وہ
میرے ہر نقش میں عکس اس کا ملا کرتا ہے

* * *

کمرے میں آ کر اس نے اپنے بیگ میں رکھے کپڑے نکالے تھے‘ اپنی طرف سے تو وہ تین چار دن پھپھو کے گھر رہنے کا پروگرام بنا کر گئی تھی‘ وارڈروب میں کپڑے واپس رکھتے ہوئے اسے ایک بار پھر شمس پر غصہ آیا تھا‘ اس وقت وہ پودوں کو پانی ڈال رہی تھی جب شمس نے اچانک آ کر اس کی واپسی کی رٹ لگا دی تھی اور وہ خون کے گھونٹ پیتی ایسے ہی گیلے کپڑوں کے ساتھ آ گئی تھی۔ سادہ انگوری رنگ کا جارجٹ کا لباس اور اس کا ہم رنگ مگر پرنٹڈ بڑا سا دوپٹہ نکال کر وہ واش روم میں گھس گئی تھی۔ چہرے پر پانی ڈال کر اس نے اپنا فیس واش اٹھانا چاہا تھا مگر اس وقت وہ حیران ہوئی تھی جب فیس واش کا کہیں نام ونشان نہیں تھا‘ مزید چند لمحوں میں اس پر انکشاف ہوا تھا کہ اس کا شیمپو‘ صابن اور کنڈیشنر بھی سب غائب تھے حیران پریشان وہ واش روم سے اس امید کے ساتھ باہر آئی تھی کہ ہوسکتا ہے سدرہ نے اس کی غیر موجودگی میں چیزیں ڈریسنگ کی درازوں میں رکھ دی ہوں مگر...... ایک کے بعد اس نے ساری درازیں کھنگال ڈالی تھیں‘ مایوس ہو کر وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اور اوپر سے ہی سدرہ کو آوازیں لگانی شروع کر دی تھیں۔

”آپ میرے کمرے میں آئی تھیں کیا؟ میرا شیمپو وغیرہ سب آپ نے کہیں رکھا ہے' کچھ بھی نہیں مل رہا' فیس واش تک غائب ہے۔“ وہ جھنجھلائے انداز میں بولی تھی۔

”میں صبح تمہارے کمرے کی صفائی کرنے خود گئی تھی' ماسی تو آئی نہیں تھی آج' اچھی طرح دیکھو کل جاتے ہوئے تم نے اٹھا کر کہیں اور نہ رکھ دیا ہو۔“ سدرہ نے کہا تھا۔

”اب یہ چیزیں اٹھا کر میں وارڈروب میں رکھوں گی کیا۔ سب کچھ اپنی جگہ پر رکھ کر گئی تھی۔“ مزید جھنجھلا کر بولتی وہ واپس کمرے کی طرف گئی تھی۔

* * *

خراماں خراماں اپنے پورشن کی سمت جاتے ہوئے اس نے شان اور شاہ رخ کو دیکھا تھا جو کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے کوئی مداخلت کیے بغیر ان دونوں کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ یکدم ہی رُکا تھا اور حیرت کے ساتھ ہوا میں گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو اَب اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔

”آج کل تم کون سا پرفیوم استعمال کر رہے ہو؟“ مشکوک نظروں سے اس نے دونوں کو ہی دیکھا تھا۔

”جو بھی استعمال کر رہا ہوں مطمئن رہیں وہ آپ کا ہرگز نہیں۔“ شاہ رخ نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

”میرا ہو بھی نہیں سکتا' ابھی اتنا برا وقت بھی نہیں آیا ہے کہ لیڈیز پرفیوم استعمال کروں۔“ وہ بھی اسی کے لہجے میں بولا تھا۔

”یہ آپ اتنے ایکسپرٹ کیسے ہو گئے کہ سونگھ کر ہی اندازہ لگا لیا میں نے لیڈیز پرفیوم لگایا ہے۔“ اس بار شاہ رخ کے مشکوک انداز پر شان بے ساختہ ہنسا تھا۔

”بھابی کو اگر معلوم ہو گیا کہ تم نے ان کی بہن کے کمرے سے پرفیوم چرا کر استعمال کیا ہے تو کیا ہو گا۔“ وہ ناگوار لہجے میں بولا تھا۔

”انہیں جب معلوم ہو گا تب دیکھا جائے گا مگر آپ پہلے میرے سوالوں کا جواب دیں۔“ شاہ رخ بری طرح جل کر اس سے مخاطب ہوا تھا۔

”پہلا تو یہ کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے بھابی کی بہن صاحبہ کا پرفیوم استعمال کیا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ آپ نے کب سے ان محترمہ کی خوشبو سانسوں میں اتارنی شروع کر دی جو......“

”فضول بکواس مت کیا کرو' کس کے بارے میں کس سے کیا کہہ رہے ہو سوچ لیا کرو پہلے۔“ یکدم ہی اس کے ناگواری سے گھورنے پر شاہ رخ کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

”سوری۔“ شرمندہ ہو کر معذرت کرتے ہوئے اس نے شیث کو دیکھا تھا جو مزید کچھ بھی کہے بغیر اپنے پورشن کی طرف بڑھ گیا تھا جہاں شمس پہلے ہی ڈور بیل پر ہاتھ رکھ چکے تھے۔

شمس کے ساتھ لاؤنج میں آتے ہوئے وہ بھی چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو سدرہ کو اپنی طرف متوجہ کرتی تیزی سے سیڑھیاں اترتی نیچے آئی تھی۔

”میرے کمرے سے میرا پرفیوم' لوشن' ہیئر ڈرائیر بھی یہاں تک کہ نائٹ کریم تک غائب ہے' میری اتنی مہنگی چیزیں کہاں غائب ہو سکتی ہیں گھر سے۔“ وہ شدید غصیلے انداز میں بتا رہی تھی' دوسری جانب شیث کا دل چاہا تھا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جائے۔

”اب کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟“ شمس نے زچ ہو جانے والے انداز میں سدرہ کو دیکھا تھا۔

”اس کے کمرے سے کچھ چیزیں غائب ہو گئی ہیں' کاسمیٹکس وغیرہ۔“ سدرہ نے بتایا تھا۔

”تو کون سی قیامت آ گئی' چیخ و پکار مچانے کے بجائے ڈھونڈو' گھر سے چیزیں کہاں جائیں گی۔“ ناگواری سے بولتے ہوئے وہ شیث کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

”تمہارا یہاں موجود رہنا ضروری ہے کیا؟“ ان کے سخت لہجے پر وہ ایک پل کو دنگ ہوا تھا مگر اگلے ہی پل سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ پلٹ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

”مجھے ابھی اور اسی وقت میری چیزیں واپس چاہئیں، مجھے نہیں پتا کہیں سے بھی ڈھونڈ کر لائیں۔“ وہ ہٹ دھرمی کے ساتھ سدرہ سے مخاطب ہوئی تھی۔

”بات سنو...... اپنی دو ٹکوں کی چیزوں کیلئے میرے گھر کا سکون برباد مت کرو، جا کر ڈھونڈو اپنے کمرے میں۔“ وہ بری طرح جھڑکنے والے انداز میں بولے تھے۔

”میری چیزیں دو ٹکوں کی نہیں ساری امپورٹڈ تھیں، میرا ہزاروں کا سامان چوری ہو گیا اور آپ کو سکون کی پڑی ہے۔“ وہ تلملا کر بولی تھی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا......؟ چور اچکے نظر آتے ہیں ہم سب جو یہ الزام لگا رہی ہو۔“ وہ بھڑک کر بولے تھے۔

”اس کا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں، اس نے الزام نہیں لگایا ہے۔“ سدرہ نے بگڑتی صورتحال سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

”تمہارے سامنے وہ چوری کی بات کر رہی ہے اور تم کہہ رہی ہو الزام نہیں لگا رہی، نیند میں ہو کیا......؟“ شمس ان پر ہی برس پڑے تھے۔

”تو کیا غلط کہا ہے میں نے، میرے کمرے سے چیزیں غائب ہو گئی ہیں، کہیں مل نہیں رہیں اس کا مطلب چوری نہیں تو اور کیا ہے، میں بھی جب تک ایک ایک کمرہ نہیں چھان لوں گی چین سے نہیں بیٹھوں گی۔“ وہ اسی اشتعال میں بولی تھی۔

”سارہ! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے، کوئی ایسی نایاب چیزیں نہیں ہیں وہ جن کے لیے تم الٹی سیدھی ہانک رہی ہو۔“ سدرہ کو بھی شدید غصہ آیا تھا اس کے جملوں پر۔

”میرے لیے نایاب ہی ہیں، میرا کون سا باپ بیٹھا ہے یہاں جو چیزوں کے ڈھیر لگا دے میرے قدموں میں۔“ وہ بھڑک کر بولی تھی۔

”باپ نہیں تو کیا ہوا میں بیٹھا تو ہوں یہاں تمہیں جھیلنے کے لئے اور جھیل رہا ہوں جب تک برداشت ہے۔“ وہ بھی طیش میں بولے تھے۔

”آپ نہیں...... میں جھیل رہی ہوں یہاں سب کو اور میں کوئی الزام نہیں لگا رہی، ابھی ثابت کر دیتی ہوں کہ میں ٹھیک ہوں یا غلط۔“

”ٹھیک ہے جاؤ ثابت کرو لیکن اگر تم میرے یا میرے بھائیوں کے کمرے میں تلاشی کے لئے گئیں یا انہیں شک کی نظر سے دیکھا تو انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔“ انتہائی سخت لہجے میں فیصلہ سنا کر وہ ٹی وی کے سامنے جا بیٹھے تھے، دوسری جانب وہ ایک کھولتی نظر سدرہ پر ڈالتی پیر پٹختی سیڑھیوں کی طرف گئی تھی۔

”آپ بھی اس سے الجھنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے، اگر میں بھی ضرورت کی کوئی چیز استعمال کے لئے کمرے میں لے جاتی ہوں تو کیا یہ چوری ہے؟“ سدرہ نے ناراضی سے کہا تھا۔

”یہ بات جا کر اپنی بہن کو سمجھاؤ۔“ وہ اسی طرح بھڑکنے والے انداز میں بولے تھے۔

”وہ پریشان تھی مگر آپ نے کوئی اہمیت نہیں دی اسی لئے وہ غصے میں اتنی بڑی بات کہہ گئی۔“

”زیادہ اس کی طرفداریاں مت کرو میرے سامنے، میرے گھر کے افراد اسے چور نظر آتے ہیں اور میں اطمینان سے ہاتھ باندھ کر یہ بات قبول کر لوں گا......؟ زبان نہ کاٹ کر پھینک دوں اس کی۔“ ان کے غصیلے انداز پر سدرہ مزید کچھ نہ کہہ سکی تھیں، مگر اب وہ سارہ کی طرف سے خوف میں مبتلا ہونے لگی تھی، جانتی تھیں کہ اپنی چیزوں کو ڈھونڈنے کے لئے وہ گھر کا ایک ایک کونا چھان مارے گی، شروع سے ہی وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی بہت سنبھال کر رکھنے کی عادی رہی تھی، اس کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرنا کسی طوفان کو دعوت دینے کے مترادف تھا، نہ ہی وہ اپنی کوئی چیز کسی سے شیئر کرنے پر تیار ہوتی تھی اور جو چیزیں اس کی گم ہوئی تھیں وہ اس کے روزمرہ استعمال کی چیزیں تھیں۔ دن میں دس بار تو اسے لوشن کی ضرورت پڑتی تھی، کاسمیٹکس کی چند چیزوں کے علاوہ وہ کسی اور چیز کو ہاتھ تک نہیں لگاتی تھی یہاں تک کہ لپ اسٹک بھی نہیں۔

”تم کس سوچ میں گم ہو گئی ہو...... تمہیں بھی اگر یقین ہے اپنی بہن پر تو جاؤ چھان لو میرے بھائیوں کے کمرے۔“ ان کی خاموشی پر وہ بھڑکے تھے۔

”یہ کیا بات کی آپ نے...... لڑکے ہیں بے دھیانی میں کئی چیزیں اِدھر سے اُدھر کر دیتے ہیں، کتنی بار میں ان کے کمرے چھاننے گئی ہوں۔“ شدید ناراضی سے بولتے ہوئے وہ ان کے سامنے سے ہی ہٹ گئی تھیں۔

⁂

دھیرے سے دروازہ تھوڑا کھول کر انہوں نے دیکھا' بالآخر وہ اب ٹی وی آف کرتی لاؤنج سے جا رہی تھی۔ اس وقت وہ کمرے سے باہر آئے تھے جب سارہ نے اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا تھا' تیز قدموں کے ساتھ وہ سامنے کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے۔ دو تین بار انہوں نے بند دروازے پر دستک دی تھی اور پھر کسی بھی جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ لائٹ آن کر کے انہوں نے ایک نظر بیڈ پر سوئے ہوئے شاہ رخ اور کارپٹ پر اوندھے لیٹے شان کو دیکھا تھا۔ ان کی سخت آواز پر وہ دونوں ہی ہڑبڑاتے اٹھ بیٹھے تھے۔

”اس سے پہلے کہ میں کوئی سوال کروں وہ ساری چیزیں میرے سامنے لا کر رکھو جو میرا سر اُس بدلحاظ لڑکی کے سامنے جھکا دینے کے لیے کافی ہیں۔“ ان کی بھینچی ہوئی سخت آواز پر شان نے چور نگاہوں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو خاموشی کے ساتھ ڈریسنگ کی سمت گیا تھا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پاؤچ تھا جو اس نے نظر ملائے بغیر شمس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ ایک ایک چیز نکال کر بیڈ پر ڈالتے ہوئے وہ کڑی نظروں سے ان دونوں کو بھی دیکھ رہے تھے جو فق چہرے کے ساتھ سر جھکائے کھڑے تھے۔

”کیا یہ سب...... ہے کیا یہ سب۔“ خالی پاؤچ بیڈ پر پھینکتے ہوئے وہ بپھر کر بولے تھے۔

”میں سینہ تان کر جن کا دفاع کر رہا تھا...... یہ ہے ان کی اوقات......“ وہ شعلہ بار نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے بولے تھے۔

”اب کیا منہ لے کر جاؤں میں باہر...... بتاؤ مجھے' جا کر اقرار کر لوں کہ یہ ہیں میرے بھائی...... اور کیا جواب دوں گا سدرہ کو...... جسے میں نے باور کروا دیا تھا کہ اس کی بہن غلط ہے۔“ وہ شدید غصے میں بولے تھے۔

”کس نے کی ہے یہ گھٹیا اور گری ہوئی حرکت؟“

”میں صرف شیمپو لینے گیا تھا......“

”اور باقی چیزیں خود تمہارے پیچھے چل کر آ گئیں۔“ وہ بھڑک کر شاہ رخ کی بات کاٹ گئے تھے۔

”شرم نہیں آئی تمہیں اس کے کمرے میں جا کر چیزیں اٹھاتے ہوئے...... کیا تم جانتے نہیں ہو کہ کس قسم کی زبان رکھتی ہے وہ' بھرے ہجوم میں تمہیں بے عزت کرنے کی جرات رکھتی ہے وہ' پھر بھی تم نے یہ حرکت کر ڈالی اور آخر ضرورت ہی کیا تھی یہ فضول کام کرنے کی' تمہارے چمڑے جیسی کھال پر یہ چیزیں اثر انداز ہو سکتی ہیں بھی؟“ بری طرح گھرکتے ہوئے انہوں نے مزید شرمندہ کیا تھا۔

”بڑے بھائی......! آپ میری بات سن لیں۔“ شان نے بمشکل درمیان میں کہا تھا۔

”آج اکیڈمی میں سارے اسٹاف کی ایک گیٹ ٹو گیدر تھی' ہم وہیں جانے کیلئے تیار ہو رہے تھے۔ اس سب میں' میں بھی شاہی کے ساتھ شامل تھا' اسے شیمپو چاہیئے تھا اور میری ڈرائیر مشین خراب ہو گئی تھی تو میں نے کہا تھا سارہ کی ہیئر ڈرائیر مشین لے آئے' وہ ایک بار پہلے بھی مجھے استعمال کرنے کیلئے دے چکی تھی تو......“

”تو پھر تم نے سوچا کہ اسے اپنا ہی مال سمجھ لوں۔“ شمس نے جھڑکنے والے انداز میں اس کی بات کاٹ کر شاہ رخ کو گھورا تھا۔

”شیمپو اور ہیئر ڈرائیر تک سمجھ آ گیا مگر یہ باقی چیزیں یہاں کیا کر رہی ہیں؟“ وہ پوچھ رہے تھے۔

”وہ...... اچھی لگ رہی تھیں تو ساتھ لے آیا......“

”جوتے اتار کر دن میں دس بار تمہارے سر پر مارنے چاہئیں۔“ شمس دوبارہ بھڑکے تھے۔

”جاؤ...... سنو جا کر اس کی زبان سے اگلتے لقب...... آج چوری کا الزام لگا رہی ہے کل کوئی اس سے بھی بڑا تمغہ تمہارے ذریعے مجھے مل جائے گا...... مزید کرو ایسی گھٹیا حرکتیں تاکہ میری ناک مکمل کٹ جائے اس کے سامنے۔“ بمشکل ضبط کے باوجود ان کا طیش بڑھ رہا تھا۔

”میں یہ چیزیں ہمیشہ اپنے پاس رکھنے نہیں لایا تھا' مجھے وقت نہیں ملا ورنہ استعمال کے بعد ہی یہ چیزیں واپس رکھ آتا' مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ آج ہی آ جائے گی کیونکہ اس نے بھابی سے کہا تھا کہ وہ کچھ دن رک کر آئے گی' اس لئے میں مطمئن تھا' میں رات تک ضرور یہ چیزیں اس کے کمرے تک پہنچا دیتا مگر اس کی اچانک آمد پر میں فوری طور پر کچھ نہیں کر سکا تھا...... مجھے معاف کر دیں میری غلطی کی وجہ سے آپ کو باتیں سننی پڑیں' میں شرمندہ ہوں۔“ ہمت کر کے اپنی صفائی عجلت میں بیان کرتے ہوئے شاہ رخ نے واقعی ندامت کے ساتھ معافی مانگی تھی۔

”میں یہ پاؤچ بھابی کے حوالے کر کے ان کو سب سچ بتا دوں گا' وہ سارہ سے بات کر لیں گی۔“ شان نے درمیان میں معاملے کا حل بتایا تھا۔

”چپ رہو تم…… مجھے میری بیوی کے سامنے شرمندہ کرنے کے سارے راستے معلوم ہوتے ہیں تم سب کو۔“ شمس نے ناگواری کے ساتھ اسے ڈپٹا تھا۔

”اسی پاؤچ میں واپس ڈالو یہ سامان۔“ ان کی ہدایت پر شان نے سرعت سے ساری چیزیں پاؤچ میں رکھی تھیں اور پھر بیڈ کے نیچے سے ہیئر ڈرائیر کا پیکٹ نکال کر وہ بھی شمس کے حوالے کر دیا تھا۔

”شان! میں یہ سب اپنے کمرے میں لے جا رہا ہوں مگر کل یہ چیزیں سدرہ کی نظر میں آئیں گی تو مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوگا لیکن وہ تمہارے سامنے ذکر کرے یا نہ کرے تم نے اسے بتا دینا ہے کہ تم نے احتیاطاً یہ چیزیں سمیٹ کر کمرے میں رکھ دی تھیں مگر بتانا بھول گئے تھے حالانکہ ضرورت نہیں ہے یہ سب کرنے کی‘ تم دونوں کی فطرت جانتی ہے وہ مگر یہاں میری عزت کا بھی سوال ہے۔“ شان کو ہدایت کرتے ہوئے آخر وہ پھر بھڑکنے والے انداز میں بولے تھے۔

”سمجھ گئے ہو کیا کہا ہے میں نے؟“ دروازے کی سمت جاتے جاتے وہ رک کر خونخوار انداز میں پوچھ رہے تھے جس پر شان نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

”آپ فکر نہ کریں میں ویسا ہی کروں گا جیسا آپ نے کہا ہے۔“

”ہاں…… تم تو ماہر ہو ایسے کاموں میں‘ میری بیوی معصوم سی تو ہے آ جائے گی تمہارے جھانسے میں۔“ کھا جانے والی نظروں سے ان دونوں کو گھورتے وہ باہر نکل گئے تھے۔

”اس بار تو خود ہی ہدایت دے گئے ہیں جھانسہ دینے پر۔“ لٹکے چہرے کے ساتھ شان بڑبڑایا تھا۔

”سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے‘ غلطی ہو گئی جو گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پس گیا‘ مجھے بتا دینا چاہیے تھا بڑے بھائی کو کہ تم نے سارہ کو تنگ کرنے کیلئے یہ حرکت کی تھی۔“ شان نے اسے گھورا تھا جو خلاصی ہو جانے پر اطمینان سے بیڈ پر گر گیا تھا تب ہی شاہ رخ کا سیل فون چیخا تھا۔

”ساری چیزیں بھائی کے حوالے کر دی ہیں یا سارہ سے لسٹ بنوا کر بھائی تک پہنچاؤں۔“ مسکراتی آواز پر شاہ رخ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

”آپ کو بڑی انجوائے منٹ ملتی ہے ہماری بے عزتی پر۔“ وہ تپ کر بولا تھا۔

”پکا یقین ہے مجھے تم باہر کھڑے ضرور کن سوئیاں لے رہے ہو گے‘ اتنا نہ ہوا کہ مدد کیلئے اندر آ جاتے۔“

”چوری تم کرو باتیں ہم سنیں…… پاگل سمجھ رکھا ہے۔“ شیث نے اسے مزید جلایا تھا۔

”اچھا…… بھائی کے ساتھ طعنے بازی…… کل بھابی کی بہن کے کمرے سے کچھ اور چرا کر تمہارے کمرے میں منتقل کر دوں گا اور نشاندہی بھی خود کروں گا۔“ شاہ رخ نے بدلا لیا تھا۔

”کل کی کل دیکھیں گے…… ابھی تو حالیہ پڑنے والی پھٹکاریں انجوائے کرو…… گڈ نائٹ۔“ جواباً کہتے ہوئے اس نے لائن منقطع کر دی تھی۔

* * *

ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے وہ بجتے ہوئے انٹرکام کی سمت گیا تھا‘ دوسری جانب سدرہ تھیں‘ انہیں دو منٹ میں اپنے آنے کی اطلاع دے کر اس نے سیاہ ہینڈ بیگ اٹھایا تھا اور ڈریسنگ سے سیل فون‘ والٹ اور سن گلاسز سمیٹتا دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔ ٹاول سے چہرہ صاف کرتی وہ اچانک ہی باہر نکلی تھی مگر اگلے ہی پل بدک کر پیچھے ہٹتے ہوئے اسے دیکھا تھا جو بروقت ہی رکا تھا۔

”ابھی تک گئے نہیں تم دونوں…… جلدی جاؤ۔“ وہ کچھ حیرانی سے بولی تھی۔

”خیریت تو ہے؟“ شیث نے جواباً حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

”میں آج اپنے گھر کی طرف جاؤں گی۔“ وہ بتا رہی تھی۔

”وہاں جا کر کیا کرو گی‘ وہ تو رینٹ پر جا چکا ہے۔“ وہ مزید حیرانی سے بولا تھا۔

”تم بھول رہے ہو‘ جو فیملی ہمارے فلیٹ میں ہے وہ میری دوست کے بھائی کی ہے‘ ہمارے فلیٹ کے سامنے والے فلیٹ میں میری دوست رہتی ہے۔“ اس نے تفصیل بتائی۔

”واپس تنہا مت آ جانا، شان سے کہہ دینا تمہیں واپس بھی لے آئے گا۔“ وہ تاکید کر رہا تھا۔

”اب میں اور اس بے چارے کو پریشان نہیں کرنے والی، خود ہی آ جاؤں گی۔“ وہ فوراً ہی بولی تھی۔

”ہرگز نہیں...... اتنی دور سے تم تنہا ہرگز نہیں آؤ گی۔“ وہ ناراضی کے ساتھ ہدایت کر رہا تھا۔

”شیث! وہ باہر ہارن پہ ہارن دے رہے ہیں۔“ سدرہ کی بلند آواز پر وہ ہڑبڑا کر سیڑھیوں کی جانب گیا تھا۔

* * *

شعور آنے کے ایک عرصے بعد تک اندر ہی اندر یہ غم ضرور سر اٹھاتا تھا کہ ایک خالی پن اس کی زندگی میں بھی موجود ہے، کبھی کبھی وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی تھی کہ کہیں نہ کہیں اس میں ہی کچھ کمی ہے جو دنیا کے اس ہجوم میں کوئی ایسا انسان نہیں جسے وہ اپنا دوست کہہ سکے، وہ دوست جو بہت خالص ہوتا ہے جو صرف اپنا ہوتا ہے، جس کی آنکھیں ہماری ذات کی تمام بھول بھلیوں میں اتر جائیں...... اسکول اور کالج میں اس کی دوستوں کا ایک گروپ رہا تھا مگر وہ ان سب میں ایڈجسٹ کبھی نہ ہو سکی تھی۔ فیشن، جیولری، افیئرز، لڑکے یہ موضوعات اسے اکتا دیتے تھے مگر پھر بھی وہ مجبوراً زبان بند کیے ٹکر ٹکر ان سب کے چہرے دیکھتی اور چلتی زبانیں سنتی رہی تھی...... یہ اور بات کہ اپنے گروپ کے ساتھ ہونے والی کسی زیادتی پر سامنے والے گروپ سے جھگڑا کرنے میں وہ سب سے آگے ہوتی تھی، اپنے گروپ سے اس کا تعلق محدود تھا مگر اس کے دفاع میں وہ حد سے بڑھنے پر تیار رہتی تھی اور اس کی یہی ایک خصوصیت تھی جس کی وجہ سے اسکول، کالج کے ادوار میں اس کا گروپ اسے اپنے ساتھ رکھنے میں بہت سنجیدہ رہا تھا مگر وہ جانتی تھی کہ اگر وہ کسی مشکل میں گرفتار ہوگی تو اس کی نام نہاد دوستوں نے کبھی اس کی افسردگی کا کھوج لگانے میں وقت ضائع نہیں کرنا ہے، یہ سچ اسے افسردہ اور مزید تنہا کر ڈالتا تھا۔ شیث کی آمد نے اس کے غم کو کسی حد تک کم کر دیا تھا پر بالکل نہیں۔ وہ ہر بات اس سے شیئر نہیں کر سکتی تھی، اپنا دل اس کے سامنے اس طرح کھول نہیں سکتی تھی جس طرح اپنی دوست کے سامنے کھول کر رکھ سکتی تھی اور پھر جب اس نے اس حقیقت سے سمجھوتہ کر لیا کہ دوست جیسا نایاب تحفہ اس کی زندگی میں نہیں مل سکتا، یہ بات اس وقت غلط ثابت ہوئی جب اس کے سامنے والے فلیٹ میں زینب کی فیملی آ کر آباد ہوئی۔ وہ ایک عام سی گھریلو لڑکی تھی پڑھائی لکھائی اور کتابوں سے دور بھاگنے والی، گھر کے کاموں میں گم رہنے والی۔ اس کا دل رکھنے کیلئے اس نے دوستی کا ہاتھ تھام لیا تھا مگر اس سے زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کی تھیں مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ آگے جا کر زینب اس کیلئے اہم ہو جائے گی۔ زینب اسے بہت اچھی طرح نہیں سمجھ سکتی تھی نہ ہی اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے دل کا حال جان لیتی تھی مگر وہ اسے خوش کرنے کیلئے ہر کام کر سکتی تھی۔ زینب اس کی خالص دوست تھی یا نہیں اس چیز پر غور کرنے کے بجائے وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتی رہی، اپنی گفتگو اپنے اخلاق سے کہ زینب اسے اپنی سب سے قریب ترین بیسٹ فرینڈ آنکھیں بند کر کے کہہ سکے۔

واپسی کیلئے جب اس نے زینب کو الوداع کہا اس وقت دوپہر ہو چکی تھی، شام سے پہلے وہ گھر پہنچنا چاہتی تھی اس لیے شارٹ کٹ کے طور پر اس نے دوسرا راستہ استعمال کیا تھا جو فلیٹ کی عمارت کے عقبی حصے سے شروع ہوتا تھا۔ فلیٹس کی عمارتوں کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد اس کے قدم مزید تیز ہو گئے تھے، یہ جگہ اس کیلئے نئی نہیں تھی اس لیے اسے کسی قسم کی دقت نہیں تھی حالانکہ شان نے آفر کی تھی کہ جب واپسی کا ارادہ ہو تو بس ایک فون کر دے وہ اسے لینے آ جائے گا مگر خود اسے یہ مناسب نہیں لگا تھا۔ یونیورسٹی اور اکیڈمی کی مصروفیات کے دوران یہ ایکسٹرا ٹائم نکالنا اس کیلئے مشکل تھا اس لیے وہ انکار کر گئی تھی۔ کاٹن کی سفید چادر سر اور وجود کے گرد لپیٹے شانے پر لٹکے بیگ کا اسٹریپ تھامے وہ دھوپ سے بچنے میں ناکام تھی کہ سورج اس وقت بالکل سر پر موجود تھا۔ چلتے چلتے اس کی نظریں اردگرد کا جائزہ بھی لیتی جا رہی تھیں، اس کے دائیں جانب رہائشی حصہ تھا جہاں متوسط طبقے کے افراد رہائش پذیر تھے جبکہ بائیں جانب ایک وسیع کھلا میدان تھا، ہر سمت سناٹے اور ویرانی کا راج تھا، میدان میں بہت دور اسے کچھ بچے کرکٹ کھیلتے دکھائی دے رہے تھے، جس رہائشی حصے کے ساتھ ساتھ وہ چل رہی تھی ہر تھوڑے فاصلے پر ایک طویل گلی موجود تھی وہاں بھی اسے اِکا دُکا بچے کھیلتے دکھائی دیئے تھے۔

”کیسے لاپرواہ والدین ہیں، اتنی دوپہر میں بچے گھر سے باہر ہیں انہیں کوئی فکر ہی نہیں، معلوم بھی ہے کہ حالات کتنے خراب ہوتے جا رہے ہیں۔“ تاسف کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے وہ سوچ کر رہ گئی تھی۔ ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے اس نے راستے میں آتی ایک اور گلی پر نظر دوڑائی اور اگلے ہی پل وہ بری طرح چونکی تھی، ایک وجہ تو وہ بچی تھی جو بمشکل تین سال کی ہوگی اپنے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ لڑکھڑائے انداز

میں چل رہی تھی جبکہ چونکنے کی دوسری وجہ وہ مشکوک سا شخص تھا جس کی پشت ہی وہ دیکھ سکتی تھی۔ اتنی گرمی میں وہ سرخ مفلر اپنے سر اور گردن کے گرد لپیٹے ارد گرد کے گھروں کے بند دروازوں پر نظر ڈالتا اس بچی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سرعت سے بھاگ کر وہ دیوار کی اوٹ میں ہو گئی تھی' ذرا رک کر اس نے جھانکا تھا اگلے ہی پل اس کا دل نوے کی اسپیڈ سے بھاگنے لگا تھا جب اس شخص نے بہت آرام سے بچی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھا لیا تھا۔ دیوار سے پشت لگائے وہ ساکت کھڑی تھی' اسے کوئی بچاؤ کا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بچی کی گھٹی گھٹی چیخیں اسے اب سنائی دے رہی تھیں' وہ جانتی تھی کہ وہ شخص یہیں سے باہر آئے گا' اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا' تیز قدموں کے ساتھ بچی کو بازوؤں میں چھپائے وہ شخص گلی سے باہر آیا تھا' دوسری جانب آزادی کے لیے ہاتھ پیر مارتی اس بچی کی گھٹی چیخوں نے اس کا سارا خوف ختم کر دیا تھا' اس شخص کی پشت کو گھورتے ہوئے اس نے جھک کر دو بڑے سائز کے پتھر اٹھائے تھے اور وقت ضائع کیے بغیر ایک پتھر پوری قوت کے ساتھ اس شخص کے سر پر دے مارا تھا جس کے بعد اس شخص کی بلند کراہ ابھری تھی اور بچی اس کے بازوؤں سے نکل کر نیچے گر پڑی تھی' بچی کی دھاڑوں پر توجہ دینے کے بجائے اس نے وہ دوسرا پتھر بڑی دلیری سے آگے بڑھ کر سیدھا اس شخص کی کنپٹی پر مارا تھا سر پر مفلر ہونے کی وجہ سے شاید وار اتنا کاری نہ ہو مگر اچانک اس حملے نے اس شخص کو پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ پلک جھپکتے میں اس نے بچی کو جھپٹ کر گود میں اٹھایا تھا اور اندھا دھند اسی گلی کے اندر بھاگی تھی۔ بچی کو سنبھالتی وہ گرتی پڑتی ایک گھر کے سامنے رکی تھی' دروازہ بری طرح دھڑ دھڑاتے ہوئے اس نے دائیں جانب اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی تھی جو اب وہاں موجود نہیں تھا۔

''کون ہیں آپ؟'' اس کے وحشت زدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ عورت حیرت سے سوال کر رہی تھی جبکہ اس کے عقب میں ایک لڑکا بھی آ چکا تھا۔

''آپ اس بچی کو جانتی ہیں اس کا گھر کہاں ہے؟ مجھے وہاں جانا ہے۔'' پھولی سانسوں کے درمیان اس نے روتی مچلتی بچی کا چہرہ سامنے کیا تھا۔

''ارے یہ تو سمیہ کی بیٹی ہے مگر تم کون ہو اس کی؟ پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔'' وہ عورت تعجب سے بولی تھی۔

''اگر میں اس کی کچھ ہوتی تو آپ سے اس کے گھر کا پتہ نہ پوچھ رہی ہوتی...... اغوا ہو جانے والی تھی یہ۔'' ایک تو خوف کا حملہ اوپر سے اس عورت کے سوالات' وہ یکدم ہی غصے میں آنے لگی تھی۔

''ہائے میں مر گئی۔'' وہ عورت آنکھیں پھاڑے کلیجہ تھام کر بولی تھی اور اگلے ہی پل وہ اپنے بیٹے کے ساتھ سارہ کو کچھ فاصلے پر موجود گھر کی طرف لے گئی تھی۔ اس عورت نے گھر کے کھلے دروازے میں منہ ڈال کر جو پکاریں لگائی تھیں آس پاس کے دروازے بھی کھل گئے تھے۔ گھر میں سے پہلے ایک عورت نکلی تھی جس نے چھیننے والے انداز میں روتی چیختی بچی کو سارہ سے لیا تھا' اس کے پیچھے کچھ اور بچے اور ایک مرد بھی حیران پریشان باہر نکل آیا تھا۔ اس عورت کی زبانی ساری بات سن کر بچی کی ماں کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ بچی کو بار بار چومتے ہوئے وہ عورت بے تحاشا آنسو بہاتے سارہ کو ممنون نظروں سے دیکھ رہی تھی جبکہ اس کا شوہر کبھی سارہ کا شکریہ ادا کرتا کبھی اپنی بیوی کی لاپروائی پر اسے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ آس پاس کے کچھ لوگ اس شخص کو ڈھونڈنے نکل گئے تھے' دوسری جانب بچی کو اس کی ماں کی گود میں دیکھ کر جہاں اسے اطمینان ہوا تھا وہیں اس کی اپنی حالت ڈاؤن ہو گئی تھی۔ کانپ تو پہلے ہی رہی تھی اب تو پیروں سے بھی جان نکل گئی تھی' ارد گرد جمع لوگ کبھی اس بچی کے ماں باپ پر غصہ کر رہے تھے کچھ اس اغوا کرنے والے پر لعنت بھیج رہے تھے' کبھی اس کی تعریفوں میں حد سے تجاوز کر رہے تھے۔

''بہن اب رونا چھوڑ و خدا کا شکر ادا کرو اور اس لڑکی کا بھی' ورنہ آج تو نکل جانی تھی بچی ہاتھ سے۔'' ایک عورت نے بیزاری سے بچی کی ماں سے کہا تھا۔

''بیٹا اللہ اجر دے گا تجھے' ایک ماں کی گود اجڑنے سے بچا لی۔ ویسے آئی کہاں ہو اور اکیلی یہاں کیسے آ نکلیں؟'' ایک بڑی بی دعا دیتے ہوئے کھوجنے بھی لگی تھیں۔

''ارے...... اماں بعد میں سوال کر لینا' اس بے چاری کی حالت تو دیکھو' کوئی ایک گلاس پانی ہی پلا دو اسے۔'' ایک دوسری عورت اماں جی کو پرے ہٹاتے ہوئے بولی تھی۔

”آپ گھر میں آ جائیں...... پانی وغیرہ پی لیں۔“ بچی کے باپ نے اسے مخاطب کیا تھا۔

”نہیں شکریہ...... بس ایک گلاس پانی لا دیں یہیں۔“ حلق میں چبھتے کانٹوں کے درمیان وہ بولی تھی۔ اس کے انکار پر جھٹ پٹ ایک کرسی باہر لائی گئی تھی جس پر بیٹھنے میں اس نے دیر نہیں لگائی تھی۔ ٹھنڈے پانی کے تین گلاس پینے کے بعد اس کے حواس ٹھکانے پر آئے تھے۔

”اس علاقے میں پچھلے کچھ عرصے میں دو بچے اغوا ہو چکے ہیں' تمہاری ہمت کی داد دینی چاہیے جو اس خبیث کے پنجے سے معصوم بچی کو چھین لائیں۔“ وہی عورت بول رہی تھی جس کا دروازہ اس نے دھڑ دھڑایا تھا۔

”ویسے معاف کرنا عمر بھائی! تمہاری بیوی کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ بچے کہاں آ جا رہے ہیں' کس سے مار کٹائی کر رہے ہیں' جب دروازے پر جاؤ اماں سو رہی ہیں بچے اودھم مچا رہے ہیں' پل گئے اس طرح بچے۔“ وہی عورت اٹھلا کر اس بچی کے باپ کو بھڑکا رہی تھی۔

”ہائے آپا! خدا کا خوف کرو' ایک تو مجھ پر قیامت گزری ہے اوپر سے تم انگارے برسا رہی ہو سب کے سامنے' میرے گھر آ کر جھانکتی تک نہیں ہو مگر تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ میں سو رہی ہوں یا جاگ رہی ہوں۔“ بچی کی ماں اس بار برداشت نہیں کر سکی تھی۔

”میں تو خدا لگتی کہتی ہوں عمر بھائی! مگر تمہاری بیوی کی بھلائی کی بات کرو تو بھی آگ لگ جاتی ہے۔“ منہ بناتے ہوئے اس عورت نے دوبارہ بچی کے باپ کو بھڑکایا تھا مگر شکر تھا کہ سب کے سامنے بھڑکا نہیں تھا بیوی پر' مگر غصے میں اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو گھر کے اندر چل پھر خبر لیتا ہوں۔ دوسری جانب اس ساری گفتگو کے دوران وہ بالکل نارمل ہو چکی تھی اس لیے اب وہاں رک کر معاملے کو مزید گرم اور وہاں موجود عورتوں کیلئے چٹخارے دار نہیں بنا سکتی تھی اور جس کی وجہ سے یہ ہنگامہ کھڑا ہوا تھا وہ اب اپنے باپ کی گود میں اطمینان سے سو رہی تھی۔

”ہم ان کو ان کے گھر تک چھوڑ آتے ہیں' کہیں وہ خبیث نقصان پہنچانے کیلئے تاک میں نہ بیٹھا ہو۔“ بچی کی ماں نے کچھ تشویش کے ساتھ اپنے شوہر سے کہا تھا جس پر باقی لوگوں نے بھی اس کی تائید کی تھی جس پر وہ بمشکل ہی انہیں یہ کہہ کر روک سکی تھی کہ اس کی ضرورت نہیں ہے' مگر وہ اس چھوٹے سے جلوس کو نہیں روک سکی تھی جو اسے مین روڈ تک ساتھ لایا تھا۔ وہ رکشے میں بیٹھی تھی جب بچی کے باپ نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ گھر آنے تک وہ اس واقعے کے بارے میں سوچتی رہی تھی' اسے اپنے آپ پر بھی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کس خطرناک صورتحال سے گزر کر آئی ہے' جو بھی تھا اپنا یہ کارنامہ اس نے سدرہ کے سامنے بیان نہیں کرنا تھا ورنہ انہوں نے تو واویلا ہی مچا دینا تھا۔

❀❀❀

رات گئے اپنے پورشن میں آتے ہوئے اس نے گرلز اور گیٹ کو لاک کیا تھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ سامنے ہی وہ سیڑھیوں پر بیٹھی سیل فون پر گفتگو میں مصروف تھی۔ اس پر سے نظر ہٹا کر شیث نے پہلے شمس کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا اور پھر احتیاطاً شان اور شاہ رخ کے کمرے میں جھانک کر مطمئن ہوتا خود بھی سیڑھیوں پر اس سے ذرا نیچے والے اسٹیپس پر بیٹھ گیا تھا' دوسری جانب وہ جو پہلے ہی زینب کو اپنے کارنامے کے بارے میں بتا چکی تھی اب اس کی ڈانٹ سن رہی تھی مگر شیث کی آمد پر عجلت میں زینب کو الوداعی کلمات کہتے ہوئے اس نے جلانے کیلئے خود ہی اپنی تعریف میں کچھ ایسے جملے کہے تھے کہ وہ جواب تک خاموشی سے اپنا سیل فون چیک کرتے ہوئے اس کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا تھا چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا جو اپنی دوست کو خدا حافظ کہہ چکی تھی۔

”آج میں جس دوست سے ملنے گئی تھی اسی سے بات کر رہی تھی۔“ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے شیث کے سوالیہ نشان بنے چہرے کو دیکھا تھا۔

”تم اس سے جس بارے میں بات کر رہی تھیں مجھے وہ جاننا ہے' کیا ہوا تھا آج؟“ وہ مشکوک نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ دوسری جانب وہ ایک پل کو رکی تھی اور پھر ساری داستان اس کے سامنے بیان کر گئی تھی۔ چہرے پر بلا کی معصومیت سجائے وہ اسے دیکھ رہی تھی جو دنگ نظروں سے اِسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”تمہیں اپنی پرواہ ہے بھی یا نہیں؟ بغیر کچھ سوچے سمجھے تم نے خطرہ مول لے لیا۔“ وہ یکدم ہی خفگی کے ساتھ بول اٹھا تھا۔

”سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کرتی تو وہ غنڈہ بچی کو لے کر کب کا رفو چکر ہو گیا ہوتا۔“ وہ فوراً ہی بولی تھی۔

”اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچتا تو کیا ہوتا؟ تمہارا نشانہ خطا ہو سکتا تھا' وہ شخص جوابی کارروائی بھی کر سکتا تھا' ہو سکتا ہے وہ شخص تنہا نہ ہو اس نے اپنے

چیلے اردگرد چھپا رکھے ہوں جو تم پر حملہ بھی کر سکتے تھے، بجائے وہاں کے لوگوں کو خبر دینے کے تم تنہا اس سے بھڑ گئیں۔" وہ شدید ناراضی کے ساتھ بولا تھا۔

"بات سنو...... لوگوں کے انتظار میں رہتی تو تب تک وہ بچی کو لے کر فرار بھی ہو سکتا تھا' اگر اس کے پاس کوئی ہتھیار ہوتا تو وہ اسے بھی مجھ پر استعمال کر سکتا تھا...... تم بجائے خوش ہونے کے مجھے خوفزدہ کر رہے ہو کہ یہ ہو سکتا تھا وہ بھی ہو سکتا تھا۔" وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"ہاں...... میں بہت خوش ہو رہا ہوں تمہاری اس احمقانہ دلیری پر' دیکھو کیسی خوشی پھوٹی پڑ رہی ہے میرے چہرے سے تمہاری کامیابی پر۔" وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"گو ٹو ہیل مین۔" اس کے سر جھٹکنے پر شیث نے پھر دنگ نظروں سے اسے دیکھا جو منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی روک رہی تھی۔

"سوری......" ہنسی کے درمیان اس نے شیث کے ناراض چہرے کو دیکھا تھا اور پھر فوراً ہی سنجیدہ ہونے کی کوشش کی تھی' دوسری جانب وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

"تم یہاں سے گئے تو اچھا نہیں ہوگا۔" اسے وارن کرتے ہوئے اس نے سرعت سے اس کے پیر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے روکا تھا۔

"کیا کر رہی ہو......؟" وہ اس کی حرکت پر بری طرح شرمندہ ہوا تھا۔

"کہیں نہیں جا رہا اب تو پیر چھوڑ دو۔" اس کے زچ ہو جانے پر سارہ نے دھیرے سے ہنستے ہوئے اسے دیکھا تھا جو شرمندہ چہرے کے ساتھ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ رہا تھا۔

"کیوں...... میں تمہارے پیروں کو ہاتھ نہیں لگا سکتی؟" وہ دلچسپی کے ساتھ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہرگز نہیں۔" وہ فوراً ہی بولا تھا۔

"کیا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتی۔" سارہ نے ابرو چڑھا کر اسے گھورا تھا۔

"کیوں پکڑو گی؟ میں نے کبھی تمہارا ہاتھ پکڑا ہے۔" وہ بولا تھا۔

"ارے تو پکڑو ناں...... کس کمبخت نے روکا ہے۔" اس کے کھا جانے والے انداز پر وہ بمشکل ہی مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔

"رہنے دو' کوئی بھروسہ نہیں...... میں تمہارا ہاتھ پکڑوں اور تم وہی ہاتھ میرے چہرے پر مار دو۔" شیث نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

"کیا بول رہے ہو تم؟" وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میری کوئی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی' صبح بھی میں تاکید کر کے گیا تھا کہ تنہا واپس مت آنا' شان کے ساتھ آنا مگر تم نے اپنی مرضی کا ہی کام کیا۔" ایک بار پھر وہی موضوع شروع کرتے ہوئے وہ ناراضی سے بولا تھا۔

"اچھا بس ہو گیا' اب ختم کرو اس بات کو۔" وہ بیزاری سے بولی تھی۔

"تمہیں بالکل احساس نہیں کہ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو......؟ میرا تو اب تک دماغ ہی ماؤف ہے۔" وہ بولا تھا۔

"اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو کیا ہوتا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"تو کوئی جیتے جی مر جاتا' مگر تمہیں اپنے ساتھ ساتھ خود سے وابستہ کسی دوسرے انسان کی بھی پرواہ نہیں۔" وہ سنجیدگی کے ساتھ شکایت بھی کر رہا تھا۔

"وہ صورتحال ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھے واقعی اپنا آپ بھی بھول گیا تھا' بس یہی احساس تھا کہ اللہ نے مجھے یہ ظلم روکنے کیلئے منتخب کیا ہے اور اس کی مدد سے ہی میں اس بچی کو بچا سکی ورنہ مجھ میں اتنی جرات کہاں تھی کہ کسی ہٹے کٹے آدمی کو روک سکوں۔" اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے وہ خود بھی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"میں اب احتیاط کروں گی اور تنہا کہیں نہیں جاؤں گی۔" اس کی خاموشی پر وہ یقین دلا رہی تھی۔

"بہت وقت ہو گیا ہے اب سونا چاہیے۔" رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے سارہ کو دیکھا تھا جس پر وہ بھی تائید میں سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”سارہ!“ اس کی پکار پر وہ اپنے کمرے میں جاتے جاتے رکی تھی۔

”مجھے ہمیشہ تم پر فخر رہے گا۔“ سنجیدہ لہجے میں کہتا وہ آگے بڑھ گیا تھا مگر پھر رک کر سارہ کو دیکھا تھا۔

”ویسے ہوسکتا ہے آج رات خواب میں وہ شخص تم سے اپنی ناکامی کا بدلہ لینے آ جائے۔“ وہ مسکراتی آواز میں اس کا دم خشک کرتا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ پیچھے سے سارہ نے تلملا کر ضرور کچھ کہا تھا جسے سننے کی اس نے کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

تکیے پر سر رکھتے ہوئے وہ ایک بار پھر سارہ کیلئے فکر مند ہونے لگا تھا' ایک ہی سوال ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو......؟ وہ جانتا تھا کہ شاید وہ کبھی سارہ کو یہ نہ سمجھا سکے کہ وہ اس کیلئے کیا ہے۔ بے شک اس نے بہت اچھا کام کیا ہے' اللہ نے اگر آگے بھی اسے منتخب کیا تب بھی وہ اسے روکنے کا گناہ نہیں کرے گا' اسے کم از کم یہ حق نہیں تھا کہ اسے یہ یاد تھا ایک بار وہ اس کیلئے بھی خطرے میں کود چکی تھی مگر دل کی تھوڑی سی خودغرضی جو صرف سارہ کیلئے تھی اسے وہ دل سے نکالنے سے قاصر تھا۔ سارہ کی جگہ اگر وہ خود ہوتا تو اس بچی کو بچانے کیلئے اپنی جان پر کھیل سکتا تھا کہ وہ ایک مضبوط مرد ہے مگر سارہ...... وہ تو ایک دھان پان سی نازک لڑکی تھی۔

”بس یہی احساس تھا کہ اللہ نے مجھے یہ ظلم روکنے کیلئے منتخب کیا ہے۔“ سارہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔

”ہاں یہ سچ ہی ہے مگر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ آگے تمہارے ساتھ مجھے بھی منتخب کرے...... صرف تنہا تمہیں نہیں۔“ بند آنکھوں کے ساتھ اس نے دعا کی تھی۔

⁂

برآمدے میں رکتے ہوئے شان نے اسے جلدی آنے کا اشارہ کیا تھا جو اب تیز قدموں کے ساتھ قریب آ رہی تھی۔

”بڑے بھائی کب سے بلا رہے ہیں اور تم اب آ رہی ہو' بار بار تو مجھے آنا پڑ رہا ہے ناں۔“ شان نے کچھ بگڑتے ہوئے اسے گھورا تھا۔

”کیوں بلایا ہے مجھے؟ یاد آ گیا ہوگا کوئی کام۔“ جھنجھلائے انداز میں بولتی وہ شان کے ساتھ ہی لاؤنج تک آ گئی تھی۔

”ارے...... باپ رے......“ چونک کر رکتے ہوئے شان نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تھا جس پر مومو بھی اس کی طرف متوجہ ہوئی' فوراً اس کی طرف بڑھی تھی جہاں وہ صوفے پر پیر چڑھائے بیٹھی تھی مگر اس کا سر ساتھ رکھے کشن کے انبار پر ٹکا ہوا تھا' کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

”ڈھٹائی دیکھو ٹارزن کی بیٹی کی' ابھی زیادہ دن نہیں گزرے ہیں جو یہیں صوفے پر لوہے کے چنے چبوا دیئے تھے سب کو مگر دیکھو سو رہی ہے لمبی تان کر سلیپنگ بیوٹی بنی۔“ کھا جانے والی نظروں سے سارہ کو دیکھتے ہوئے وہ شان سے مخاطب ہوئی تھی۔

”اب آواز دے کر جگا بھی دو اسے' بڑے بھائی کمرے سے باہر آ گئے تو بے چاری کی خیر نہیں۔“ شان کو گھبراہٹ ہوئی تھی۔

”او...... بے چاری کے پاپا۔“ شان کو جھڑکتے ہوئے وہ سدرہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”بھابی...... قیامت توڑ ڈالی۔“ حسب توقع شان نے سجی سنوری سدرہ کو چھیڑا تھا۔

”ابھی تو میرا میک اپ بھی مکمل نہیں ہوا' شیری کو پکڑو ذرا۔“ عجلت میں قریب آتے ہوئے سدرہ نے شیری کو شان کے ہاتھوں میں تھمایا تھا۔

”اور تمہارے بڑے نخرے ہو گئے ہیں' کب سے شمس بلا رہے تھے۔“ وہ اسے گھرک رہی تھیں جو انہیں ہی گھور رہی تھی۔

”کیا کام پڑ گیا؟ ویسے تو ان کو میری یاد آتی نہیں۔“ وہ تپ کر بولی تھی۔

”ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو' آج بھی تم سے یہ کام ہے کہ شمس کے دوست کے بھائی کی شادی ہے اور ہم وہاں جا رہے ہیں' تم یہیں سارہ کے پاس رہنا۔“ مسکراتے ہوئے سدرہ نے اسے اطلاع دی تھی۔

”ایک گن تھما کر باڈی گارڈ بنا ڈالو مجھے۔“ وہ تلملا کر بولی تھی جبکہ سدرہ کی نظر سارہ پر پڑی تھی۔

”اسے کیا ہوا؟“ انہوں نے حیرت سے کہا تھا۔

”اتری ہوئی ہے نیند کی وادیوں میں' آبِ حیات نوش فرما کر۔“ اسی تپے انداز میں بولتے ہوئے وہ شمس کے کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی جہاں وہ اسے ہی پکار رہے تھے۔ ڈریسنگ کے سامنے وہ ٹائی میں الجھے ہوئے تھے جب وہ پیر پٹختی ان کی طرف آئی تھی۔

”ویسے تو خبر نہیں لیتا کوئی میری مگر کام کے وقت سب کو یاد آ جاتی ہوں، میں نے کیا ٹھیکہ لے رکھا ہے سب کی دیکھ بھال کا۔“ اس کے بگڑے تیوروں پر شمس نے حیرت سے اس کے ناراض چہرے کو دیکھا تھا اور پھر ہنستے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

”کیا لڑائی کر کے آ رہی ہو کسی سے یا مجھ سے ہی ناراض ہو؟“ اس کا سر سینے سے لگائے وہ پوچھ رہے تھے۔

”تو آپ کو کون سا فرق پڑے گا میری ناراضی سے، یہاں تو جس کو دیکھو سب کو ایک ہی نام یاد ہے، سارہ...... سارہ...... سارہ۔“ ہاتھ ہلاتے ہوئے وہ منہ بگاڑ کر بولی تھی۔

”اچھا اب فضول باتیں ختم کرو اور یہ ٹائی شان کے پاس لے جاؤ، کہنا باندھ کر مجھے دے جائے۔“ ٹائی اسے تھما کر وہ حکم دے رہے تھے۔

”میں پہرے داری نہیں کرنے والی اس چڑیل کی۔“ ٹائی جھٹکتے ہوئے وہ تڑخ کر بولی تھی۔

”آ جاؤں گا دو گھنٹے میں، اگر نہیں رک سکتیں اس کے پاس تو پھر ابھی واپس چلی جاؤ۔“ کچھ ناراضی کے ساتھ وہ بولے تھے۔

”دو گھنٹے سے زیادہ دیر ہوئی تو گردن دبا دوں گی اس چڑیل کی۔“ بگڑے انداز میں فیصلہ سناتی وہ باہر نکل گئی تھی۔

آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس نے سدرہ کو دیکھا تھا۔

”اٹھ جاؤ...... ہم جلدی واپس آ جائیں گے، مومو رہے گی تمہارے پاس۔“ سدرہ نے کہا تھا جبکہ ان کے آخری جملے پر اس کی ساری غنودگی اڑن چھو ہو گئی تھی۔

”اسے کیوں میرے سر پر چھوڑ کر جا رہی ہیں؟“ وہ حق دق ہوئی تھی۔

”کمپنی کیلئے، اکیلی بور نہ ہو جاؤ اس لیے۔“ قریب آتی ہنی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”ارے جہنم میں گئی کمپنی، کھا جائے گی وہ مجھے۔“ اس کے ہراساں انداز پر سدرہ بے ساختہ ہنستے ہوئے شمس کی جانب بڑھ گئی تھیں جو مومو کے ساتھ ہی خوشبوئیں لٹاتے لاؤنج میں آ رہے تھے۔ کوفت زدہ نظروں سے سارہ نے اسے دیکھا تھا جو سیڑھیاں اترتا اس پر ہی نظر جمائے آ رہا تھا۔

”سارہ جی! لگتا ہے سب چلے گئے ہیں پھر کیا خیال ہے ایک کینڈل لائٹ ڈنر ہو جائے۔“ وہ بڑے مزے سے اسے آفر کر رہا تھا جو سر پر ہاتھ رکھے بیزار بیٹھی تھی۔

”یہیں ہے وہ تمہاری کچھ لگتی۔“ اس نے تلملا کر مومو کی طرف اشارہ کیا تھا جو ٹن کے سپ لیتی لاؤنج میں نمودار ہو رہی تھی۔ شاہ رخ پر نظر پڑتے ہی وہ بجلی کی سرعت سے دوڑی آئی تھی۔

”اب کیا گردنیں پکڑ کے باہر نکالوں؟“ اس نے کھا جانے والے انداز میں شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”شرافت کے ساتھ باہر نکل جاؤ تفریح کیلئے، اور تب تک قدم نہ رکھنا جب تک بڑے بھیا نہ آ جائیں۔“

”میری مرضی نہیں جاتا، نہیں جاتا...... یہیں بیٹھوں گا کر لو جو کرنا ہے۔“ وہ ڈھٹائی سے بولتا وہیں سارہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا تھا، دوسری جانب سارہ اسے گھورتے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”میں یہاں بیٹھنے کے بجائے باہر جانا چاہتی ہوں۔“ ناگواری سے ان دونوں کو دیکھتی وہ بولی تھی، اس سے پہلے کہ آگے بڑھتی، مومو نے سرعت سے اسے واپس پیچھے دھکیلا تھا۔

”بیٹا! ہماری اجازت کے بغیر تو نے سانس بھی نہیں لینا، چل بیٹھ جا چپ چاپ۔“ سارہ کو جھڑکتے ہوئے اس نے مزید اسے صوفے کی جانب دھکیلا تھا، بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے اس نے ایک غصیلی نظر بلند آواز میں ہنستے شاہ رخ پر ڈالی تھی اور اگلے ہی پل آگے بڑھ کر مومو کو اس طرح دور دھکیلا تھا کہ وہ بگڑے توازن کے ساتھ دھڑام سے نیچے گری تھی جبکہ اسے گرتے دیکھ کر سارہ کی ہوائیاں اُڑ گئی تھیں۔

”بھاگو سارہ!“ چھت پھاڑ قہقہوں کے ساتھ بھاگتے ہوئے شاہ رخ نے اسے آواز لگائی تھی۔

”آج تو زندہ نہیں چھوڑوں گی تجھے۔“ اپنا سر سہلاتے ہوئے مومو اس پر دھاڑی تھی جو بگٹٹ شاہ رخ کے پیچھے بھاگی تھی۔ باہر آ کر اس نے شاہ رخ کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھولی سانسوں کے ساتھ وہ تقریباً بھاگتی اس جانب لگے لڑکیوں اور بچوں کے رش کی طرف بڑھ گئی تھی۔

”سارہ! یہاں آ جاؤ۔“ ایک لڑکی کے پکارنے پر اس کی طرف چلی آئی تھی، کچھ حیرانی کے ساتھ اس نے سب کے دائرے کے درمیان بیٹھے

شخص کو دیکھا تھا جو یقیناً ایک سپیرا تھا۔

”رات کے وقت یہ سپیرا کہاں سے یہاں آ گیا؟“ اس نے حیرت کے ساتھ اپنے اردگرد کھڑی لڑکیوں سے پوچھا تھا۔

”پتا نہیں...... بچوں نے باہر سے بین کی آواز سنی تو شور مچا دیا۔“ جواب ملا تھا۔ باتوں اور بچوں کے شور شرابے کے درمیان وہ بھی دلچسپی کے ساتھ بین کی آواز پر پٹاری میں لہراتے عجیب سے مگر خوبصورت گولڈن رنگ کے سانپ کو دیکھ رہی تھی۔ یکدم ہی اس کی نظر سامنے اٹھی تھی جہاں موموتپے ہوئے چہرے کے ساتھ خونخوار نظروں سے اسے گھور رہی تھی مگر اس نے صرف گھورنے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا جو حرکت اس نے کی تھی اس کی توقع شاید کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پلک جھپکتے ہوئے اس نے سانپ کی گردن پکڑتے ہوئے اسے دوسرے ہاتھ میں سنبھالا تھا‘ بچے بری طرح چیخنے چلانے لگے تھے جبکہ لڑکیاں حلق کے بل چیختے ہوئے موموکو سانپ چھوڑنے کی ہدایت کر رہی تھیں مگر وہ کان بند کیے تیر کی طرح سارہ کی طرف بڑھی تھی جس کی آنکھیں بھی پھٹ گئی تھیں‘ اس سے پہلے کہ اس کے حلق سے چیخ برآمد ہوتی کچھ لڑکوں نے درمیان میں آ کر موموکو گھیر لیا تھا۔

”تم ٹھیک ہو؟“ مدھم سرگوشی پر سارہ نے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

”مجھے اپنی نہیں اس کی فکر ہے‘ مجھے سانپ سے ڈر نہیں لگتا۔“ بمشکل اپنا خوف چھپاتے ہوئے وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی تھی‘ جبکہ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتا موموکی طرف بڑھ گیا تھا جس نے سانپ کسی کے حوالے نہ کرنے کی قسم کھالی تھی۔

”چھوٹے بھائی! قریب مت آنا‘ یہ کاٹ لے گا۔“ وہ خوفزدہ انداز میں چیخی تھی۔

”یہ بے چارہ کہہ تو رہا ہے تم سے سانپ کو نیچے چھوڑ دو‘ مگر اس پر بھی نہیں راضی ہو رہی ہو۔“ سپیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ رخ بتا رہا تھا۔

”نہیں...... میں اسے چھوڑوں گی تو یہ مجھے کاٹ لے گا سانپ کا بچہ۔“ سانپ کو خود سے دور رکھے ایک ہی پوزیشن میں کھڑی وہ روہانسی ہو کر چیخی تھی جس پر ہنسنے کی آوازیں ابھری تھیں۔

”اس میں زہر نہیں ہے۔“ سانپ کی واپسی کے انتظار میں پٹاری کھولے کھڑے سپیرے نے عاجز آ کر کہا تھا۔ دوسری جانب وہ پھر چیخی تھی سانپ کے بل کھانے پر‘ شیث نے کوشش کی تھی سانپ اس سے لے کر خود پکڑے مگر اس کی چیخوں پر کوئی کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

”اچھا ہے کھڑی رہو اسی طرح‘ جیسی حرکتیں ہیں تمہاری اس کی یہی سزا ہونی چاہیے۔“ یہ موموکا بھائی تھا جو شدید بھڑکا ہوا تھا۔

”یہ سانپ میرے ہاتھ سے نکلنے دو بھائی! اس کے بعد تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچو گے۔“ وہ سانپ پر پھٹی آنکھیں جمائے چیخی تھی۔

”تمہیں ضرورت کیا تھی اس سانپ کو اٹھا کر بہادری کے مظاہرے کرنے کی۔“ شیث نے اسے گھر کا تھا۔

”میں تو بس تفریح لے رہی تھی۔“ وہ بسورتی آواز میں بولی تھی۔

”کوئی اس کے ہاتھ پکڑ لے اور سانپ کھینچ لے۔“ یہ موموکی چچازاد بہن تھی۔

”تم آ جاؤ سانپ کھینچنے۔“ شاہ رخ نے اپنی اسی کزن کو خشمگیں نظروں سے دیکھا تھا جو کھلکھلائی تھی۔

”اتنی مضبوطی سے سانپ پکڑا ہوا ہے تم نے‘ یہ مر گیا تو کہاں سے لا کر دیں گے۔“ مومو کے دوسرے بھائی نے اسے گھر کا تھا۔

”لانے کی ضرورت نہیں ہے تم ہی اس کی جگہ پُر کر دینا پٹاری میں بیٹھ کر۔“ وہ بھنا کر بولی تھی۔

”چھوٹے! آستینیں کیوں چڑھا رہے ہو؟“ مومو نے مزید دہل کر شیث کو دیکھا تھا۔

”میں اسے پکڑ رہا ہوں اس کے بعد تم اسے چھوڑ دینا۔“ نرمی کے ساتھ سمجھانے والے انداز میں اس نے کہا تھا اور سانپ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا‘ دوسری جانب سانپ کو چھوڑ کر موموایک چیخ کے ساتھ دور ہٹی تھی‘ اس کے بھائی نے اس کی پونی پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس پر غصہ اتارا تھا‘ جبکہ وہ سانپ کو سنبھالے سپیرے کی جانب بڑھ گیا تھا جو بے چارہ اپنے سانپ کے انتظار میں پریشان بیٹھا تھا۔ معاملہ رفع دفع ہو جانے پر سب تتر بتر ہونے لگے تھے ایک نظر سارہ نے مومو کے پورشن کی جانب دیکھا تھا جہاں اس کے بھائیوں کے علاوہ اس کے والد بھی موجود تھے اور اس سے سرزد ہونے والی حرکت پر باز پرس کر رہے تھے جبکہ وہ ناخن چباتی دور سے ہی سارہ کو گھور رہی تھی۔ باقی لڑکیوں کے ہمراہ گراؤنڈ کی باؤنڈری کے پاس

رکھی کرسیوں کی جانب بڑھتے ہوئے وہ یکدم ہی رک کر اسے دیکھنے لگی تھی جو بیپیرے کو رخصت کرنے کے بعد اب اسی کی جانب آ رہا تھا۔

”میں اس کے ساتھ تنہا گھر میں نہیں رہوں گی' جب تک آپی واپس نہیں آ جاتیں باہر ہی رہوں گی مگر جو اسے میرا پہرے دار بنا کر گئے ہیں ان کی وجہ سے وہ دوبارہ میرے پاس آئے گی' اپنی زبان میں سمجھا دو اسے ورنہ تیزاب پھینک دوں گی اس پر۔“ وہ ناگواری کے ساتھ بولی تھی۔

”سمجھا دوں گا اور کوئی حکم۔“ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا جواباً وہ اسی ناگواری سے سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی تھی۔

”ہٹا بھی لو نظریں اب جو قطعی الجھ کر رہ گئیں اس کی کمر سے لٹکتی زلفوں پر۔“ موموکی تیز آواز پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”دو باتیں کیا کر لیں اس پھٹکنی نے' فیس ٹو فیس بالکل ہی پٹری سے اتر کر کنارے لگ گئے' کیا بول رہی تھی وہ؟“ ابرو چڑھائے وہ مشکوک نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

”اس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ یہیں ان سب کے پاس بیٹھنا چاہتی ہے۔“ بولتے ہوئے شیث نے باؤنڈری کے پاس موجود لڑکیوں کی سمت اشارہ کیا تھا۔

”صرف آپ سے ہی اس نے دل کا یہ ارمان کہا ہے تو کیوں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔“ ہاتھ باندھتے ہوئے وہ خشمگیں نظروں سے اسے گھورتی اپنی ایڑیوں پر اوپر نیچے ہو رہی تھی جبکہ اس کے چہرے کے سنجیدہ مگر مضحکہ خیز تاثرات پر وہ اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکا تھا۔

”ارے...... میں تو پہلے ہی جانتی تھی شان اور شاہی تو مفت میں بدنام ہیں...... آپ نے تو ان دونوں کو بھی ٹیک اوور کر لیا ہے۔“ وہ ہاتھ پر ہاتھ مارتی حتمی انداز میں بولی تھی۔

’میرے سامنے فضول گوئی سے پرہیز کیا کرو سمجھیں۔“ کچھ سنجیدگی کے ساتھ اسے ڈپٹتے ہوئے وہ سامنے سے ہٹ گیا تھا' جبکہ اس کی پشت کو زبان دکھاتی وہ قریب سے گزرتے شاہ رخ کی طرف متوجہ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل اس کا کالر پکڑ کے واپس پیچھے کھینچا تھا۔

”ایک قدم بھی اس جھانپل کی طرف بڑھایا ناں تو بچھا دوں گی یہیں چادر کی طرح۔“ کھا جانے والے انداز میں وہ بولی تھی۔

❀❀❀

سدرہ کی مسلسل پکار پر اس نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں' کل شام سے زکام اور بخار کے حملے نے اسے بیڈ سے اٹھنے ہی نہیں دیا تھا۔

”میں یہیں ناشتہ لے آئی ہوں اور ساتھ ہی ٹیبلٹ بھی۔“ اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھنے میں مدد دیتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”کل ہی میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلتیں تو یہ حالت نہ ہو رہی ہوتی' مگر آج تم نے لازمی چیک اپ کیلئے چلنا ہے۔“ تاکید کرتے ہوئے وہ اس کے پاس سے اٹھ گئی تھیں۔

”میں رات میں اتنی جلدی سو گئی کب بارہ بج گئے کوئی ہوش نہیں' میں نے اسے وِش بھی نہیں کیا۔“ سر ہاتھوں میں پکڑے وہ روہانسے انداز میں بولی تھی۔

”کوئی بات نہیں آج کا سارا دن پڑا ہے' ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ سدرہ نے اسے تسلی دی تھی جو گھٹنوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ سدرہ کے جانے کے بعد اس نے سیل فون چیک کیا تھا حسب توقع شیث کا میسج موجود تھا جس میں اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ ایک بار پھر اسے اپنی نیند پر غصہ آیا تھا' معذرت کے ساتھ اس نے برتھ ڈے وش کا رپلائی شیث کو دیا تھا اور تکیے پر ڈھے گئی تھی۔ چند لمحے ہی گزرے تھے جب اسے دوبارہ سیل فون چیک کرنا پڑا تھا۔

”شام کو مجھے تمہارا چہرہ مسکراتا ہوا نظر آئے' تمہاری طبیعت خراب ہے مگر کل سے اب تک آدھا بیمار میں ہو چکا ہوں۔“ اس کے میسج کو پڑھتے ہوئے ایک مضمحل سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔

❀❀❀

کچن میں آتے ہوئے سدرہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو سر پکڑے بیٹھی تھی اور پھر اس کے سامنے رکھے کیک کی بگڑی حالت کو جس نے انہیں مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

”اتنی محنت کی میں نے مگر یہ ٹھیک طرح بیک ہی نہیں ہوا' ہاتھ لگاتے ہی پھٹ گیا۔“ وہ اترے ہوئے چہرے کے ساتھ بتا رہی تھی۔

”میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ باہر سے کیک آ جائے گا پہلے ہی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، چہرہ دیکھو اور بھی زرد ہو گیا ہے۔“ سدرہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

”دوبارہ بناؤں گی ابھی تھوڑا وقت اور ہے۔“ حتمی انداز میں بولتی وہ نئے عزم کے ساتھ اٹھی تھی جبکہ سدرہ چاہتے ہوئے بھی اسے مزید نہیں روک سکی تھیں۔

بڑے سے کیک کو کریم کے ساتھ خوبصورتی سے سجاتے ہوئے اس کے چہرے کی زردی میں سرخیاں گھلتی جا رہی تھیں۔

”آپی! شیث آ گیا ہے کیا؟“ کچن میں آتی آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر پوچھا تھا مگر عقب میں طاری خطرناک خاموشی پر اسے پلٹ کر دیکھنا پڑا تھا۔ سامنے کھڑے شمس کے چہرے کے سخت تاثرات اور غصیلی نظروں نے ایک پل کو اسے واقعی سہما دیا تھا۔

”زہر میں بھیگے تیر کی طرح لگتا ہے مجھے تمہاری فحش زبان پہ آتا اس کا نام۔“ بھنچی ہوئی مگر شعلہ بار آواز میں وہ بولے تھے۔

”تو پھر قیامت تک ان تیروں کو برداشت کرنے کی تاکید خود کو کرتے رہیں۔“ وہ سرد نظروں سے انہیں دیکھتی بولی تھی۔

”تمہیں لگتا ہے کہ قیامت تک میں تمہیں اپنے اور اس کے سر پر سوار رہنے دوں گا؟“ ان کے انتہائی حقارت بھرے لہجے پر سارہ کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری تھی۔

”مجھے لگتا نہیں ہے بلکہ پورا یقین ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”ٹوٹے گا بہت جلد تمہارا یہ یقین، جب میں تمہارا نام و نشان اس کی زندگی سے مٹا دوں گا۔“ وہ بری طرح بھڑکتے دو قدم اس کی جانب بڑھے تھے۔

”وہی ہو تم...... جس کے نزدیک اس کی حیثیت سڑک پر پڑی چیز سے زیادہ نہیں تھی اور تم...... تمہاری اوقات بھی نہیں کہ اس کے قدموں کی خاک تک پہنچ سکو۔“ وہ شدید طیش میں بولے تھے۔

”مت اکسائیں مجھے کہ میں آپ کی اوقات بھی دنیا کو بتا دوں۔“ وہ غصیلے انداز میں چیخی تھی۔

”تم بتاؤ گی میری اوقات......“

”میں آج کے دن آپ کے منہ نہیں لگنا چاہتی۔“ ان کی بلند آواز کو وہ درمیان میں ہی کاٹ گئی تھی۔

”تمہارا منہ اس قابل ہے بھی نہیں کہ اس کی خوشی یا غم میں شامل ہو سکو۔“

”مگر میں آپ کو آج اس کی خوشی میں شامل ہو کر دکھاؤں گی۔“ نخوت سے بولتی وہ اپنے کیک کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”اور آج میں یقیناً تمہیں روک کر دکھاؤں گا، اس کی خوشیوں پر تمہارا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا میں۔“ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے وہ خونخوار لہجے میں بولے تھے۔

”میرا بنایا ہوا یہ کیک آپ کو ضرور پسند آئے گا۔“ کیک کا جائزہ لیتے ہوئے وہ سرسری انداز میں بولی تھی۔

”اٹھا کر پھینک دو اس کو ڈسٹ بن میں۔“ ان کی بلند آواز پر سارہ نے انہیں دیکھا تھا جو کچن سے جا رہے تھے جبکہ وہ کچھ چونک کر روندو کی سمت بڑھی تھی، اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ سب نے شیث کو باہر ہی روک لیا ہے وہ سب گراؤنڈ میں جمع ہو رہے تھے شور و غل کی آوازوں کے ساتھ، اسے مومو نظر آئی تھی جس نے کیک ہاتھوں میں سنبھالا ہوا تھا۔ اپنے کیک کو بھلائے وہ تیز قدموں کے ساتھ کچن سے نکلی تھی۔

گھر میں اسے کوئی دکھائی نہیں دیا تھا، کچھ حیرانی کے ساتھ وہ گلاس ڈور کی سمت تقریباً بھاگی تھی جہاں شمس اسی وقت باہر نکلتے دکھائی دیئے تھے۔ گلاس ڈور کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے زبردست شاک لگا تھا۔

”لاک کھولیں مجھے باہر آنا ہے۔“ گلاس پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ شدید غصے میں چیخی تھی۔

”آپ بہت غلط کر رہے ہیں، آپ اس طرح مجھے نہیں روک سکتے۔“

برآمدے کے اسٹیپس اترتے ہوئے انہوں نے رک کر سامنے سے آتے شیث کو دیکھا تھا جو انہیں اور گلاس کے پیچھے موجود سارہ کو دیکھتے ہوئے دنگ ہوا تھا۔

”یہاں کیوں آ گئے چلو واپس۔“ وہ سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

”بھابی نے سارہ کو بلایا ہے۔“ بمشکل یہ کہتے ہوئے اس نے مقفل گلاس ڈور کی جانب دیکھا تھا جہاں وہ شدید غصے میں کچھ کہہ رہی تھی مگر گلاس کی وجہ سے اس کی آواز دب رہی تھی۔

”چلو میرے ساتھ...... وہاں سب انتظار کر رہے ہیں۔“ سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے شمس اس کے شانوں کے گرد ہاتھ مضبوطی سے رکھے آگے بڑھتے چلے گئے تھے نہ تو وہ اس کی مزید کوئی بات سننا چاہتے تھے نہ ہی انہوں نے موقع دیا تھا شیث کو بند گلاس ڈور کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا۔ وجود کے اندر تک اترتے گمبھیر سناٹے میں غوطے لگاتی وہ دھندلی نظروں سے گلاس پر ہاتھ ٹکائے باہر کی رونق چند لمحوں تک دیکھتی رہی تھی اور پھر پلٹ کر دھیرے دھیرے چلتی واپس اندر آ گئی تھی۔ نڈھال انداز میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں آئی تھی اور اپنا چہرہ تکیے پر رکھ کر آنکھیں موند لی تھیں، اس کا ذہن اس وقت بالکل خالی تھا کوئی سوچ دل و دماغ پر حاوی نہیں تھی، چند لمحوں میں ہی وہ ارد گرد سے غافل ہو چکی تھی۔

❋❋❋

بند دروازے کے سامنے اس کے قدم رُکے تھے۔ ایک بے بس کیفیت اس کی روح تک میں اترتی چلی گئی تھی۔ اسے یہ حق حاصل نہیں تھا کہ بے دھڑک اس بند دروازے کو کھول دے، اس کے چہرے کو صرف نگاہوں سے چھو لے جو اس کی متاع حیات تھی۔ جلتی آنکھوں اور بوجھل قدموں کے ساتھ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

بیڈ پر پھیلے گفٹس کے درمیان بیٹھی ہنی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”چاچو! جلدی آئیں ہم یہ گفٹس کھولتے ہیں۔“ وہ ایکسائیٹڈ ہو کر بولی تھی۔

”اس وقت نہیں ہنی! مجھے نیند آ رہی ہے۔“ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے وہ تھکے تھکے انداز میں بولا تھا۔

”مگر میں تو آپ کا انتظار کر رہی تھی، ابھی دیکھیں ناں۔“ اس کی گردن میں بانہیں ڈالتی وہ لاڈ سے بولی تھی۔

”اچھا تم کھولو گفٹس میں دیکھتا ہوں۔“ گفٹس ایک طرف ہٹا کر اپنے لئے جگہ بناتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”آپ کو پتا ہے ابھی پاپا نے ماما کو اتنا ڈانٹا تھا اور وہ ان سے ناراض بھی ہو گئے۔“ ہنی کے معصومیت سے کہنے پر وہ چونکا تھا۔

”کیوں ڈانٹا تھا پاپا نے؟“ وہ چونکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”آنی نے آپ کے لیے جو کیک بنایا تھا ماما وہ لے کر آپ کے کمرے میں آ رہی تھیں تو وہ روک رہے تھے۔“ ہنی بتا رہی تھی جبکہ وہ سرعت سے اٹھ کر اسٹڈی ٹیبل کی طرف گیا تھا اور کیک کے ساتھ رکھے سرخ اور سفید گلاب کے پھولوں کو اٹھا لیا تھا۔ پھولوں کے درمیان اٹکا خوبصورت سا گلابی کارڈ اس نے عجلت میں کھولا تھا۔

”کتنے برس لگے یہ جاننے میں
کہ میرے اندر تیرا ہونا کیا ہے
ایسا ہونا بھی چاہیے تھا
شام ہوتے ہی
چاند میں روشنی نہیں آ جاتی
رات ہوتے ہی
رات کی رانی مہک نہیں اٹھتی
شام اور روشنی کے بیچ
رات اور خوشبو کے بیچ
ایک ایسا لمحہ ہوتا ہے
جس کا ہماری زمین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا

اس آسمانی لمحے نے
اب ہمیں چھولیا ہے"

پتا نہیں کتنے لمحوں تک وہ کارڈ پر موجود خوبصورت لفظوں میں کھویا رہا تھا اور پھر ہنی کو دیکھا تھا جو قریب ہی کرسی پر چڑھی کیک سے کریم انگلی پر اٹھاتے ہوئے اسے کھانے میں مگن تھی۔

"ہنی! تم سارہ کے پاس گئی تھیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"ماما نے منع کیا تھا کہ انہیں تنگ نہ کروں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں، مگر میں نے ان کے کمرے میں جھانکا تھا تب وہ سو رہی تھیں۔" کیک سے توجہ ہٹائے بغیر وہ بتا رہی تھی۔

"تو پھر یہ فلاورز کہاں سے آئے؟" اس نے پوچھا تھا۔ جواباً ہنی نے لاعلمی سے شانے اچکائے تھے۔ چند لمحوں تک وہ ان تر و تازہ پھولوں کو دیکھتا رہا تھا اور پھر ان کی دلفریب مہک سانسوں میں اتارتا ٹیبل کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔ ایک اضطراب کی سی کیفیت اس کے دل میں بڑھتی جا رہی تھی، اس کیلئے یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ سارہ کو اس طرح بھی ڈی گریڈ کرنے کی کوشش کریں گے، اسے اس حد تک زِچ کریں گے کہ خود وہ بھی اپنے آپ سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح سارہ کا سامنا کرے گا اور سامنا ہو جانے پر کیا اس سے معذرت کے دو لفظ بھی کہہ سکے گا......؟

❀❀❀

لاؤنج میں آتے ہوئے شمس نے ایک نگاہ اسے دیکھا تھا جو صوفے پر ہی بیٹھی گود میں موجود شیری سے کھیلنے میں مصروف تھی جبکہ خلاف معمول حیرت انگیز طور پر شیری کی کھلکھلاہٹیں بار بار ابھر رہی تھیں۔ ٹی وی آن کر کے وہ بھی وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے۔ سارہ نے اپنی توجہ شیری پر ہی مرکوز رکھی تھی تب ہی سدرہ بھی وہاں آ گئی تھیں۔ چائے کا مگ شمس کو دینے کے بعد دوسرا مگ انہوں نے سارہ کو تھمایا تھا۔

"یہ کیوں لے آئیں آپ؟" چائے کی جگہ دودھ اور اس میں موجود چاکلیٹ کی خوشبو نے اسے بیزار کیا تھا۔

"خاموشی سے پی لو ٹھیک طرح سے کچھ کھا رہی ہو نہ پی رہی ہو اس طرح تو اور ویک ہو جاؤ گی۔" اس کے قریب ہی بیٹھتے ہوئے وہ اسے گھرک رہی تھیں۔

"اتنا کہنے کے باوجود تم نے ڈاکٹر کے پاس نہ جانے کی ضد نہیں چھوڑی، کم از کم اب ڈھنگ سے اتنا تو کھا لو کہ جسم میں کچھ طاقت آئے، فروٹس کاٹ کر میں نے فریج میں ہی رکھ دیئے ہیں رات میں ضرور کھا لینا اور پوری پلیٹ صاف کرنا۔" وہ مدھم آواز میں مزید اسے گھرکتے ہوئے تاکید کر رہی تھیں جو شیری کے ہاتھوں سے اپنا مگ دور رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کال بیل کی آواز پر سدرہ اٹھ کر گیٹ کھولنے چلی گئی تھیں۔ ان کے دروازہ کھولتے ہی شاہ رخ شدید بدحواسی میں گرنے والے انداز میں اندر آ کر اپنے کمرے کی سمت بھاگا تھا جبکہ اس کے پیچھے ہی تیز قدموں کے ساتھ موموسیدھی لاؤنج میں شمس کی طرف آئی تھی۔

"کیا ہوا، اب کیا کر دیا شاہی نے؟" سدرہ نے مسکراتے ہوئے اس کے بگڑے تیوروں کو دیکھا تھا۔

"آپ نے ہی بگاڑ کر رکھا ہے ان لفنگوں کو، قطعی نکل گئے ہیں ہاتھوں سے مگر کوئی ہوش ہی نہیں لاڈلے کیا گل کھلاتے پھر رہے ہیں، کالے کرتوتوں کے باوجود سینے سے لگا کر رکھا ہوا ہے۔" سدرہ پر آنکھیں نکالتے ہوئے وہ ہاتھ جھلاتی بولتی چلی گئی تھی۔

"اب ہوا کیا ہے وہ بھی بتا دو؟" شمس نے کچھ ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"پوچھیں بلا کر اپنے لختِ جگر نورِ نظر کو۔" کمر کے گرد ہاتھ رکھے وہ لٹھ مارنے والے انداز میں بولی تھی۔ جس پر شمس نے بلند آواز میں شاہ رخ کو پکارا تھا، چہرے پر مسکینی سجائے شاہ رخ ایک آواز پر مؤدب انداز میں شمس کے سامنے آ رکا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے، سیدھی طرح بتاؤ مجھے؟" شمس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"میں کچھ کروں یا نہ کروں ویسے ہی بدنام ہوں۔" شاہ رخ کی معصومیت دیکھنے والی تھی جس پر سدرہ نے مسکراتے ہوئے قریب آتے شان کو دیکھا تھا۔

’’او...... میسنے! پالنے سے اتر کر اصلیت کھول اپنی۔ اس سے پہلے کہ میں کچے چھٹے کھولوں۔‘‘ موموں نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

’’وہ تو کچھ کرتا بھی نہیں ہے تم تو خوامخواہ میرے بھائی کو بدنام کرتی ہو۔‘‘ شان کے خفت زدہ انداز پر سدرہ نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کی پشت کو تھپتھپایا تھا۔

’’ایسا تھپڑ پڑے گا الٹے ہاتھ کا‘ بھول جائے گا اگلے پچھلے سارے بھائیوں کی محبتیں۔‘‘ شان کو گھورتے ہوئے موموں نے اسے مارنے کے لئے بھی ہاتھ اٹھایا تھا مگر وہ بدک کر دور ہو گیا تھا۔

’’ذرا ہاتھ پیر سنبھال کر بات کیا کرو اور معاملہ کیا ہے اس پر آؤ۔‘‘ وہ سخت آواز میں بولے تھے۔

’’میں اپنی دوست کو گیٹ تک چھوڑنے جا رہی تھی اور اس خبطی نے پیچھے سے سیٹیاں ماری ہیں۔‘‘ بولتے ہوئے موموں نے خونخوار نظروں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

’’یہ جھوٹ ہے‘ وہاں اکیلا میں نہیں تھا سب ہی کھڑے تھے‘ ان کے اپنے بھائی بھی وہاں موجود تھے‘ اب آپ ان سے پوچھیں صرف مجھ پر ہی شک کرنے کی وجہ کیا ہے؟‘‘ شاہ رخ فوراً ہی شمس سے مخاطب ہوا تھا۔

’’کیا واقعی تم نے یہ حرکت کی ہے سچ بتاؤ مجھے۔‘‘ سخت لہجے میں باز پرس کرتے ہوئے وہ شیث کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو اسی جانب آ رہا تھا۔ بس ایک نگاہ اس نے سارہ پر ڈالی تھی جو سپاٹ چہرے کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھتی لاؤنج سے نکل گئی تھی۔ ایک دھچکا سا اسے لگا تھا مگر خود کو کمپوز کرنے کی اس نے کوشش کی تھی۔

ٹی وی دیکھنے کے ارادے سے وہ نیچے آئی تھی جب باہر کی طرف سے آتی سدرہ کی آواز پر وہ خود بھی ادھ کھلے گلاس ڈور سے برآمدے میں آ گئی تھی اور حیرانی کے ساتھ فرش پر رکھے جوتوں کے انبار کو دیکھا تھا۔

’’سارہ! آپ بھی کچھ جوتے لے آئیے شاہی بہت اچھی پالش کرے گا۔‘‘ شان کی آواز پر سارہ نے حیرت سے پہلے اسے دیکھا تھا جو وہیں کرسی پر بیٹھا تھا اور پھر شاہ رخ کو دیکھا تھا جو فرش پر بیٹھا سر جھکائے جوتے پالش کرتا جا رہا تھا۔

’’اس موموں کو تو اچھی طرح بتاؤں گی میں۔‘‘ سدرہ بڑبڑاتے ہوئے سارہ کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

’’تمہارے سامنے موموں جو شکایت کر رہی تھی اس پر ہی سزا ملی ہے‘ شمس نے سب سے کہہ کر جوتے منگوائے ہیں کہ شاہ رخ پالش کرے گا‘ چیک بھی کریں گے صبح‘ کم از کم سو تو ہونے چاہئیں۔‘‘

’’لیکن یہ دونوں تو انکار کر رہے تھے کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔‘‘ بولتے ہوئے اس نے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو خطرناک سنجیدگی اور خاموشی کے ساتھ سزا بھگت رہا تھا۔

’’ان دونوں کے کہنے سے کیا ہوتا ہے‘ شمس نے شیث سے پوچھا اُس نے موموں کے الزام کی تصدیق کر دی۔‘‘ سدرہ مسکراہٹ چھپائے بولی تھیں۔

’’شان کو بھی پالش کرنے دو‘ کیسے کرو گے تم اتنا ڈھیر‘ پورے سو جوڑے ہیں جوتوں کے۔‘‘ سدرہ نے ایک بار پھر شاہ رخ کو راضی کرنے کی کوشش کی تھی جو یقیناً غصے میں کچھ کہنے سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

’’ٹھیک ہے لگے رہو اکیلے‘ شان! تم بھی جا کر سو جاؤ۔‘‘ سدرہ کچھ جھنجھلا کر بولتیں وہاں سے چلی گئی تھیں۔

’’تمہیں سزا نہیں ملی ملزم کے بچاؤ پر؟‘‘ جوتوں کے درمیان راستہ بنا کر آگے بڑھتے ہوئے وہ شان سے پوچھ رہی تھی۔

’’بالکل ملی ہے‘ بڑے بھائی کوئی چھوڑنے والے تھے‘ ذرا جا کر کچن کا دیدار کریں چکا چک بلکہ چکا چوند ہو رہا ہے۔‘‘ وہ فخر سے بتا رہا تھا۔

’’تم نے برتن دھوئے تھے؟‘‘ وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

’’جی بالکل دھوئے تھے‘ بڑے بھائی نے خود آ کر کچن کا جائزہ لیا تھا‘ ایسی سزائیں تو ہم اکثر برداشت کرتے ہیں‘ ایکسپرٹ ہیں مگر یہ جوتے پالش کرنے کی نئی سزا کافی ٹیڑھی ہے۔‘‘ شان نے شرارتی نظروں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”میں کچھ مدد کردوں؟“ سارہ کو اس پر ترس آیا تھا۔

”کوئی جواب نہیں ملے گا۔“ شان کے کہنے پر وہ مسکرائی تھی، جبکہ وہ جمائی لیتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”آخری بار پوچھ رہا ہوں جوتے پالش کرواؤں یا جاؤں؟“ شان نے پوچھا تھا مگر اس بار بھی جواب ندارد۔

”جہنم میں جاؤ یار!“ غصے میں برآمدے کی لائٹس بھی آف کرتا اندر چلا گیا تھا۔ کچھ حیرت کے ساتھ سارہ نے گرلز کی جانب آ کر آسمان کو دیکھا تھا جہاں پورا چاند چمک رہا تھا، باہر بھی کافی رات ہو جانے کی وجہ سے گراؤنڈ کی لائٹس آف تھیں، ہر سمت چاند کی تیز ٹھنڈی روشنی پھیلی بہت خوبصورت اور پراسرار لگ رہی تھی۔ بمشکل ہی وہ چمکتے چاند سے بے تحاشا روشن آسمان سے نظر ہٹا سکی تھی۔ گراؤنڈ کی باؤنڈری کے قریب دو ہیولے اسے ٹہلتے دکھائی دے رہے تھے، پہچاننا مشکل نہیں تھا۔ وہ شیث ہی تھا جو اپنے کسی کزن کے ساتھ وہاں باتوں میں مصروف تھا۔ ایک نظر اس نے شاہ رخ پر ڈالی تھی اور اس کے پاس ہی رکھا دوسرا برش اٹھایا تھا اور جوتوں کے ڈھیر سے ایک جوتا اٹھاتے ہوئے احتیاطاً اس کو دیکھا تھا کہ کہیں اسے اس کام سے روک نہ دے، مگر وہ ہر چیز کو نظر انداز کیے بجلی کی سی تیزی سے جوتوں پر برش پھیرتا جا رہا تھا۔

”لائٹ آف کردوں کیا؟“ اس کی سنجیدگی کو دیکھتے وہ کچھ بولنا تو نہیں چاہ رہی تھی مگر کچھ دیر بعد یہ پوچھ ہی لیا تھا مگر اس نے جیسے سوال سنا ہی نہ تھا۔ دوسری جانب وہ بھی خاموشی کے ساتھ جوتے پالش کرنے لگی تھی، ابھی کچھ ہی دیر گزری جب اس نے چونک کر شاہ رخ کو دیکھا تھا جس نے ہاتھ میں پکڑا برش جوتوں کے ڈھیر پر پٹخا تھا اور اگلے ہی پل اٹھ کر یہ جا وہ جا۔

”ارے...... رکو یہ سب کون کرے گا؟“ وہ جو حق دق بیٹھی تھی ہوش میں آ کر اسے آواز لگائی تھی۔

”ہائے اسے کیا ہوا......؟“ حیرانی کے ساتھ جوتوں کے ڈھیر پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے شاید اپنے فرشتوں کو مخاطب کیا تھا اور پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا جو اسی جانب آتا دکھائی دے رہا تھا۔ برآمدے کے اسٹیپس پر وہ یکدم رکا تھا، نظریں اس پر ساکت ہو گئی تھیں جو چہرہ اٹھائے شاکڈ اس کی ہی منتظر تھی۔ چاند کی تیز روشنی میں بھیگا اس کا چہرہ دنگ کر دینے والا تھا، وہ کوئی حسن و دلکشی کا شاہکار نہیں تھی مگر اس وقت اس کی پیشانی پر جذب ہوتیں چاند کی دودھیا لکیریں اس کے چہرے کے ہر نقش کو ملکوتی حسن بخش رہی تھیں۔ پھیلی آنکھوں میں حیرانی لیے وہ اسے دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی جبکہ وہ کسی ٹرانس سے باہر نکلتا آگے بڑھ آیا تھا۔

”وہ تو یہ سب چھوڑ کر چلا گیا۔“ وہ اسے بتا رہی تھی۔

”تم نے برش کیوں پکڑ رکھا ہے، ادھر دو۔“ شیث نے فوراً ہی اس سے برش لیا تھا۔

”اتنے سارے جوتے ہیں، وہ ناراض اور غصے میں نظر آ رہا تھا، میں نے سوچا اس کی کچھ مدد ہی کر دوں۔“ وہ بولی تھی۔

”اور یہ ہمدردی کتنی مہنگی پڑی ہے اب پتا لگ رہا ہے؟“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

”مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اس طرح سب کچھ چھوڑ کر چلا جائے گا۔“ وہ خفت سے بولی تھی۔

”ویسے اچھا ہوا وہ بھاگ گیا اس بہانے تم مجھ سے بات تو کر رہی ہو۔“ وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”ورنہ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ اب تم کبھی میری شکل تک نہیں دیکھو گی۔“

”کیوں، تمہیں ایسا کیوں لگا تھا؟“ وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

”کیونکہ تم مجھ سے ناراض ہو۔“ وہ بولا تھا۔

”میں تم سے ناراض نہیں تھی شیث!“ وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

”تم مجھ سے ناراض تھیں سارہ!“ وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔

”جب کہہ رہی ہوں نہیں تھی ناراض تو مانتے کیوں نہیں۔“ وہ ابرو چڑھا کر بولی تھی۔

”تو پھر میرے سامنے کیوں نہیں آئیں دو دن سے اور میری کال بھی ریسیو نہیں کر رہی تھیں۔“ وہ شکایتی لہجے میں بولا تھا۔

”بات سنو، اگر میں سر درد کی ٹیبلٹ بھی لے لوں تو آنکھ ہی نہیں کھلتی ہے، دو دن میں نے خوب سو سو کر گزارے ہیں تو کیسے کال ریسیو کر لیتی، بیماری کے دوران کسی اور کی تو چھوڑو اپنی شکل تک دیکھنے کا دل نہیں چاہتا۔“

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

‘‘تمہارے اس تفصیلی جواب پر میں بہت پرسکون ہوا ہوں، بتا نہیں سکتا کتنا اطمینان ہوا ہے۔’’ اس کے خشمگیں انداز پر وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

‘‘یہ سب چھوڑ دو، رکھ دو ایسے ہی وہ کون سا دیکھنے آ رہے ہیں۔’’ سارہ نے کہا تھا۔

‘‘صبح اٹھ کر وہ سب سے پہلے یہیں آ کر چیک کریں گے، کیا سمجھ رہی ہیں آپ......’’ جوتے چمکاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

‘‘میں بھی تمہارے ساتھ پالش کروں؟ اکیلے تھک جاؤ گے۔’’ وہ بولی تھی۔

‘‘ہاتھ بھی مت لگانا ان جوتوں کو۔’’ ہاتھ روکے بغیر وہ فوراً بولا تھا۔

‘‘ویسے کتنی غلط بات ہے، اس بے چارے کو سزا کیا ملی سب نے اپنے نئے پرانے جوتے یہاں لا کر سجا دیئے، نکمے کام چور۔’’ ناگواری سے بولتے ہوئے وہ چونکی تھی۔

‘‘تم جوگرز پر بھی براؤن پالش کر رہے ہو۔’’ سارہ نے اس کی توجہ دلائی تھی۔

‘‘اچھا ہے ناں، ان سست لوگوں کو بھی تو سبق ملنا چاہیے، جو موقع کا ناجائز فائدہ اٹھا کر خوش ہوتے ہیں۔’’ وائٹ جوگرز کا حشر بگاڑتے ہوئے وہ بولا تھا۔

‘‘وہ لوگ تو سر پکڑ لیں گے جن کے جوگرز ہیں۔’’ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

‘‘ایسا نہ ہو تمہیں بھی سزا مل جائے۔’’

‘‘ایسا بالکل نہیں ہوگا، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ بلیک اور براؤن کے علاوہ کوئی پالش ہے نہیں، سزا صرف یہ ملی ہے کہ پالش کرنی ہے، اس کے علاوہ کوئی ہدایت یا پابندی نہیں ہے، بالفرض اگر کوئی مسئلہ ہوا بھی تو شاہی صاحب بھگتیں گے۔’’ وہ اطمینان سے بولا تھا۔

‘‘تم جا کر سو جاؤ، مجھے تو یہاں کچھ وقت لگے گا۔’’ کچھ دیر بعد وہ اس سے مخاطب ہوا تھا جو گرلز سے شانہ ٹکائے آسمان کا جائزہ لے رہی تھی۔

‘‘تم دیکھ رہے ہو شیث! آسمان کتنا خوبصورت اور روشن نظر آ رہا ہے۔’’ آسمان پر ٹکٹکی باندھے وہ جذب کے عالم میں بولی تھی، جس پر شیث نے چونک کر پہلے آسمان کو اور پھر اسے دیکھا تھا جو برآمدے کے اسٹیپس کے پاس دودھیا روشنی میں موجود اس پُرفسوں رات کی چاندنی کا ہی ایک حصہ لگ رہی تھی۔

‘‘میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ زندگی میں ایک ایسی رات بھی آئے گی جب میں تمہارے گھر میں تمہارے ساتھ اس چاند کو دیکھوں گی۔’’ وہ مزید بولی تھی۔

‘‘مگر میں نے ایسا ضرور سوچا تھا۔’’ اس کے کہنے پر سارہ نے خشمگیں نظر اس پر ڈالی تھی۔

‘‘یہ بھی سوچا تھا کہ اس وقت تم جوتے پالش کر رہے ہو گے، کیسے خشک انسان سے واسطہ پڑا ہے۔’’ زیرِ لب خود پر افسوس کرتی وہ اسٹیپس اتر گئی تھی۔

‘‘ویسے مجھے حیرت ہوتی ہے ان پر، کبھی وہ اتنے پیار کا مظاہرہ کرتے ہیں اپنے بھائیوں سے جیسے تم تینوں چھوٹے سے بچے ہو۔’’ اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے وہ اس سے مخاطب تھی۔

‘‘ابھی کچھ دن پہلے شان کے سر میں شدید درد ہوا تھا تو پتا نہیں کتنی دیر تک لاؤنج میں بیٹھے اس کا سر دباتے رہے تھے، میں نے باہا اکثر دیکھا ہے کہ وہ شان یا شاہ رخ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بالکل دوستوں کی طرح بات کر رہے ہوتے ہیں مگر ان کے ذرا سے غصے پر وہ دونوں الرٹ ہو جاتے ہیں سارے کام چھوڑ کر، مجھے یہ چیز اچھی لگتی ہے اور بہت خوبصورت بھی۔’’ وہ پتا نہیں کس موڈ میں یہ سب کہہ رہی تھی مگر شیث کو حیرت ہوئی کہ آج شمس کے خلاف اس نے کوئی بات نہیں کی۔

‘‘یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں مجھے کہ ایک بڑا بھائی ہونے کے ناتے انہوں نے ہر طرح سے اپنی ذمہ داری کو نبھایا ہے۔’’ وہ بولی تھی۔

‘‘تم نے ٹھیک کہا، میرے لیے اور میرے دوسرے بھائیوں کیلئے وہ ایک باپ کی سی محبت اور شفقت کا بیش بہا خزانہ رکھتے ہیں، والدین کے نہ ہونے کا خلا ان کی زندگی میں بھی موجود ہے لیکن انہوں نے ہماری زندگی میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔’’ وہ عقیدت بھرے لہجے

میں بولا تھا۔

”ہاں ...... میں سمجھ سکتی ہوں کہ تمہاری زندگی میں ان کا کیا مقام اور اہمیت ہے' اگر تمہاری جگہ میں ہوتی تو ان کے لیے کسی اور انسان کو نظر انداز کرنا مجھ پر فرض ہوتا۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ دنگ ہوا تھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ وہ بولا تھا۔

”مطلب یہ کہ بہت لمبی عمر ہے ان کی یا شاید الہام ہو چکا ہے جو وہ یہیں آ رہے ہیں۔“ گلاس ڈور کی جانب دیکھتے ہوئے وہ اطمینان سے بولی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ خبردار ہوتا شمس کی آمد ہو چکی تھی۔ سامنے کھڑی سارہ پر سے نظر ہٹا کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا کہ جوتے پالش کرنے کے علاوہ وہ کوئی اور چیز اس کے لیے اہم نہیں۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ ان کے لہجے میں ناگواری تھی۔

”شاہی کہاں ہے؟“

”وہ یہیں تھا' ابھی کچھ دیر پہلے ہی گیا ہے۔“ وہ کچھ گڑبڑا کر بولا تھا۔

”رکھو یہ سب اور جا کر سو جاؤ' وقت دیکھا ہے کیا ہو چکا ہے۔“ ان کے ڈپٹنے والے انداز پر وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا' دوسری جانب وہ گرلز کی جانب بڑھے تھے۔

”اندر آنے کا ارادہ ہے یا مزید چہل قدمی کرنی ہے؟“ وہ اس سے پوچھ رہے تھے جو انجان بنی ٹہلنے میں مگن تھی۔

”میں ابھی یہیں ٹہلنا چاہتی ہوں۔“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”پھر ٹہلتی رہو صبح تک۔“ بولتے ہوئے انہوں نے گرلز بند کرنی شروع کر دی تھیں جس پر وہ ایک پل کو دنگ ہوئی تھی مگر پھر سرعت سے اندر بھاگ آئی تھی۔

”دل تو چاہتا ہے اس دنیا سے ہی ٹہل جاؤں۔“ ایک جھٹکے سے گلاس ڈور کو دھکیل کر اندر داخل ہوتی وہ باآواز بلند تلملائی تھی اور کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

⁂

یہاں آ کر اخبار پڑھنے کی ایسی لت لگ گئی تھی کہ اخبار دیکھے بغیر چین نہیں ملتا تھا۔ گھر میں اس نے شمس کو ہی پابندی سے اخبار پڑھتے دیکھا تھا' بہت زیادہ فراغت کی وجہ سے اسے بھی اخبار میں بہت دلچسپی ہو گئی تھی۔ آج اسے اخبار کہیں نظر نہیں آیا تھا' اس نے سدرہ سے بھی پوچھا تھا مگر انہیں بھی کوئی خبر نہیں تھی۔ ابھی وہ شیری کو سلانے سدرہ کے کمرے میں گئی تھی تو اتفاق سے اسے تکیے کے نیچے سے اخبار مل گیا تھا جسے لے کر وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے اخبار کے فرنٹ پیج پر نظر دوڑائی تھی اور پھر یکدم اس کے قدم رکنے لگے تھے۔

سیڑھیاں اترتے ہوئے شیث نے حیرت سے اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا تھا جو اخبار پڑھتے ہوئے ارد گرد سے ہی غافل تھی۔

”لگتا ہے کوئی بہت ہی خاص خبر ہے۔“ شیث کی آواز پر بری طرح چونکتے ہوئے اس کے چہرے کا رنگ اُڑا تھا' اس سے پہلے کہ سنبھلتی وہ اخبار اس سے لے چکا تھا۔ سن کھڑی وہ اسے دیکھ رہی تھی جس کے چہرے کے تاثرات اس خبر کو دیکھتے ہوئے بالکل بدل گئے تھے' اگلے چند لمحوں بعد اخبار اسے واپس دیتے ہوئے شیث نے اس کی جھکی نظروں کو دیکھا تھا اور پھر خاموشی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔ تاسف کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے پتا نہیں کیوں اپنا آپ مجرم سا لگنے لگا تھا۔

”اسی لیے میں نے تمہیں اخبار کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ شمس کبھی ایسی خبریں اس کی نظروں کے سامنے نہیں آنے دیتے۔“ سدرہ یقیناً سب دیکھ چکی تھیں اسی لیے کچھ ناراضی کے ساتھ بولی تھیں جس پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ شدید پشیمانی اور بوجھل دل کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں آئی تھی اور ایک بار پھر اس خبر کو پڑھا تھا جس میں ایک بارہ سالہ بچے کے ساتھ زیادتی کے بعد انتہائی وحشیانہ طریقے سے اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس سے آگے وہ تفصیل نہیں پڑھ سکی تھی' بس نم آنکھوں کے ساتھ اس بچے کی اسکول یونیفارم میں مسکراتی تصویر کو دیکھتی رہی تھی۔

⁂

وال کلاک میں اس نے وقت دیکھا تھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ٹی وی آف کر کے وہ کچھ دیر وہیں لاؤنج میں بیٹھی ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں کو سنتی رہی تھی۔ شمس کے چھوٹے تایا اپنی بیوی کے ساتھ آئے ہوئے تھے، کل چھٹی کا دن تھا اسی لئے شاید نشست طویل ہوگئی تھی۔ بوریت محسوس کرتے ہوئے اس نے باہر کا رخ کیا تھا کہ شاید لڑکیوں کی ٹولی دکھائی دے جائے، مگر باہر آ کر اسے حیرت ہوئی تھی کہ ہر طرف سناٹا تھا البتہ گراؤنڈ میں چند بچے اسے بھاگتے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ ویسے اسے بہت زیادہ حیرت بھی نہیں ہوئی تھی، اسے معلوم تھا کہ سارے لڑکوں کی تعداد کسی پورشن میں جمع ہوئی ہے موویز وغیرہ دیکھنے کا پروگرام تھا۔ شاید لڑکیاں بھی وہیں موجود ہوں اس بارے میں وہ کنفرم نہیں تھی۔ واپس جانے کیلئے پلٹتے ہوئے وہ کچھ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو سیل فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے دھیرے دھیرے باؤنڈری کی سمت بڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اسے دیکھتی رہی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر اس کی جانب بڑھ گئی تھی جو اب سیل فون پر بات ختم کر کے اسے چیک کرتا باؤنڈری کے کنارے بیٹھ رہا تھا۔

''میں آ جاؤں؟'' کچھ فاصلے پر رک کر اس نے احتیاطاً پوچھا تھا۔

''ہاں ضرور۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

''یہاں تنہا کیوں بیٹھے ہو؟'' کچھ فاصلے پر سمٹ کر بیٹھتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

''میں سب کے ساتھ ہی تایا کے پورشن میں تھا ایک دوست کا فون آ گیا، اندر بہت شور ہو رہا تھا تو بات کرنے کے لیے باہر آ گیا۔'' وہ بتا رہا تھا۔

''خیریت، کوئی ضروری بات تھی؟'' اس کے سنجیدہ تاثرات کو سارہ نے بغور دیکھا تھا۔

''نہیں، دراصل ویک اینڈ کی وجہ سے وہ سب باہر کھانے کا پروگرام بنا رہے تھے اس لیے فون کیا تھا اس نے مگر یہاں سب جانے نہیں دیں گے اس لیے معذرت کر لی اور اب دیکھنی پڑیں گی اوٹ پٹانگ موویز۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

''تم یقیناً بور ہو رہی ہو گی، لڑکیاں بھی سب تایا کی طرف ہی جمع ہیں مگر ان کی محفل الگ جمی ہوئی ہے۔'' سرسری انداز میں اس نے کہا تھا اور پھر گردن موڑ کر گراؤنڈ میں دوڑتی ہنی کو دیکھا تھا جو اپنی ہم عمر دوست سے بچنے کے لیے اسے پکار رہی تھی جبکہ سارہ خاموشی کے ساتھ بس اسے ہی دیکھے گئی تھی۔ گراؤنڈ کی تیز لائٹس میں اس کے ابرو اور پلکیں کچھ اور زیادہ سنہری دکھائی دے رہی تھیں، نظر اٹھا کر وہ اب اس کے سنہری بالوں میں کہیں کہیں نمایاں ہوتے لائٹ براؤن اسٹیپس کو دیکھ رہی تھی۔ ہنی کو تاکید کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''کیا ہوا اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟'' حیرانی کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے وہ مسکرایا بھی تھا جس پر وہ اس کے چہرے سے نظر ہٹا گئی تھی۔

''تایا جان اور تائی جان ابھی گھر میں ہی ہیں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''ظاہر ہے ورنہ تمہارے بھائی نے مجھے یہاں ٹک کر بیٹھنے دینا تھا۔'' وہ خشمگیں لہجے میں بولی تھی۔

''وہ مصروف ہیں لیکن ان کے مخبر کی طرف سے خبردار رہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''مومو کی بات کر رہا ہوں، چچی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں تو وہ اپنے پورشن میں ہی قید ہے۔'' اس کی سوالیہ نظروں پر وہ مزید بولا تھا۔

''تم جانتے ہو مجھے بہت زیادہ شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔'' سارہ کے سنجیدہ لہجے پر وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا کہ میری وجہ سے تم ڈسٹرب ہوئے، مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اچانک آ کر اخبار مجھ سے لے لو گے۔'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی تھی۔

''ایسا مت کہو سارہ! اور نہ ہی تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے، اس اخبار کو دیکھنے یا نہ دیکھنے سے کیا فرق پڑ سکتا ہے، یہاں تو ہر روز ایسی خبریں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں، میں اسی دنیا میں رہتا ہوں، نہ میں اپنی آنکھیں بند رکھ سکتا ہوں اور نہ ہی اپنی سماعتوں پر پہرے لگا سکتا ہوں، ہر دن ایسے حادثات رونما ہوتے ہیں، ہر دن ان تلخ سچائیوں کا سامنا ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے، ایسا کون سا دن ہوتا ہے جب کسی معصوم کو درندگی کا نشانہ نہیں بنایا جاتا، بربریت کی مثالیں کھلی پڑی ہیں۔'' وہ شدید تاسف زدہ لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا کہ انسانیت کو روندنے والے کس طرح یہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں ایک دن موت کا مزہ بھی چکھنا ہے، کس عذاب کا انہیں

سامنا کرنا ہوگا' وہ نہیں جانتے کہ اس دنیا میں تو معافی کی گنجائش ہے' اس دنیا میں انسان کو اللہ اتنی ہی سزا دے گا جسے وہ برداشت کر لے مگر اس سزا کی سختی سوچ سے بھی باہر ہے جو دوسرے جہاں میں منتظر ہوگی۔" خوفزدہ لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو بالکل خاموش خلا میں نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

"جانتے ہو' تمہیں کامیاب زندگی گزارتے دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوتا ہے' میں خدا کی بہت شکر گزار ہوں۔" وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میں بھی اللہ کا شکر گزار ہوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اس قابل بھی نہیں کہ اس کی لاتعداد نعمتوں پر اس کا شکر بھی ادا کر سکوں۔" وہ گہری سانس بھر کر بولا تھا۔

"سب کچھ قبول کرنے کے باوجود میں آج بھی ایک Survivor ہوں' ایک وقت تھا جب میرے لیے بہت مشکل تھا' اپنے اضطراب اپنے محسوسات کو چھپا کر زندہ رہنے کیلئے' زندگی کی طرف آنے کیلئے جدوجہد کرنا۔ اب اپنے اردگرد نظر ڈالتا ہوں تو اس سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں دیکھتا ہوں جنہیں ماضی میں' میں برداشت کر چکا ہوں۔" اس کی مدھم آواز پر وہ خاموش رہی تھی تب ہی وہ دونوں اس جانب متوجہ ہوئے تھے جہاں سے شیث کو پکارا گیا تھا۔

"جاؤ تمہارا بلاوا تو آ گیا۔" بولتے ہوئے وہ اٹھی تھی جبکہ شیث بھی رسٹ واچ پر نظر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہنی کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔" اسے تاکید کرتے ہوئے وہ اب ہنی کو اپنی طرف بلا رہا تھا۔

"میں بھی چلوں تمہارے ساتھ وہاں؟" وہ کچھ جھجک کر بولی تھی۔

"ہرگز نہیں۔" اس نے فوراً ہی انکار کیا تھا۔

"میں تم سب کے ساتھ بیٹھ کر مووی تھوڑا ہی دیکھوں گی' تمہاری کزنز وہاں ہیں ان کے پاس بیٹھوں گی' ویسے بھی جب وہ مجھے بلانے آئی تھیں تو میں تمہارے تایا تائی کی خاطر مدارت میں لگی تھی۔" وہ کچھ ناراضی سے جتا رہی تھی۔

"میں منع کر چکا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم سب کی نظروں میں آؤ۔" اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب جاننا ضروری نہیں۔" باؤنڈری کے پاس آتی ہنی کو اٹھا کر سارہ کے قریب کھڑا کرتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"کسی کی پراپرٹی نہیں ہوں میں جو یہ پابندیاں برداشت کروں گی' تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے......؟" شدید ناگواری کے ساتھ بولتے ہوئے ہنی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو میں ہوتا کون ہوں؟" اس کی مسکراتی آواز پر رُکے بغیر ہی سارہ نے اسے گھورا تھا جو تایا کے پورشن کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔

"یاد رکھنا سارہ! تم نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے۔" مسکراہٹ چھپاتے وہ کچھ دھمکانے والے انداز میں بولا تھا جبکہ وہ نخوت سے سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی تھی۔

* * *

رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر جو خوشی کی لہر اس گھر میں دوڑی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی' گھر کے سب چھوٹے بڑے ہم عمر افراد ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کیلئے پرجوش تھے' سدرہ بھی شمس کے ساتھ ان کے تایا چچا کی طرف گئی تھیں' جبکہ وہ لڑکیوں کے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی اردگرد بکھری رونق کا جائزہ لینے کیلئے۔

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر نئے سرے سے بیدار ہو رہے تھے۔ مغفرت کے مہینے کی اس آمد نے اسے بہت کچھ یاد دلا دیا تھا۔ اتنے سارے مسکراتے چہروں کے درمیان اسے اپنی ذات ایکدم تن تنہا محسوس ہوئی تھی' اس وقت شدت کے ساتھ اپنے ماں باپ یاد آ رہے تھے جو اس سے بہت دور جا چکے تھے مگر ان کی آوازیں اسے سنائی دے رہی تھیں۔ بمشکل ضبط کیے وہ ان سب لڑکیوں کے درمیان رکنے کی کوشش کرتی رہی تھی مگر کب تک......

بہت خاموشی کے ساتھ سب کی نظروں سے بچتی وہ تیزی سے اپنے پورشن کی سمت بڑھی تھی۔ اس بات سے انجان کہ ایک نگاہ وہاں ایسی تھی جس سے وہ اپنا درد چھپا کر بھی نہیں چھپا سکتی تھی۔ لاؤنج میں آتے ہوئے شیث نے اسے دیکھا تھا جو صوفے پر ہی موجود گھٹنوں میں چہرہ چھپائے لرز رہی تھی۔ گھٹی گھٹی سسکیوں کے درمیان اسے اپنے سر پر ایک ہاتھ کا لمس محسوس ہوا تھا' جو اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا' جبکہ اس کی سرخ آنکھوں میں تیرتے درد کو محسوس کرتے ہوئے شیث کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس کے سسکتے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا دل چاہا تھا کہ سب کچھ بھلا کر اسے اس کے ہر درد کو اپنے سینے میں چھپا لے۔

"سارہ! اس طرح رو کر تم اپنے ماں باپ کو تکلیف نہ پہنچاؤ' وہ تم سے دور نہیں ہیں' تمہارے دل میں زندہ ہیں۔" اس کے سامنے نیچے کارپٹ پر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا سمجھانے والے انداز میں بولا تھا مگر اس وقت وہ کچھ سننے کی حالت میں نہیں تھی' چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ مزید شدت سے رو رہی تھی اور وہ پریشان نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔

"میں بھابی کو بلاؤں؟" وہ سوال کر رہا تھا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر تیزی سے وہاں سے جانا چاہا تھا مگر اس وقت رکنا پڑا تھا جب سدرہ اسے آتی دکھائی دی تھیں۔

"سارہ!" لاؤنج میں آتے ہوئے سدرہ نے ہول کر اسے دیکھا تھا جو اُن کی آواز پر ایک جھٹکے سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی ان کے گلے سے جا لگی تھی اور اس طرح بے تابی سے روئی تھی کہ سدرہ بھی اسے سنبھالنے کے بجائے ضبط کھو بیٹھی تھیں۔ دوسری جانب شیث نے اس صورتحال میں جبکہ شمس بھی وہاں موجود تھے کہیں جانے کی کوشش نہیں کی تھی نہ ہی ان کی تیز اور کڑی نظروں سے چھپنے کی کوشش کی تھی' تب ہی وہاں مومو کی والدہ نے آگے بڑھ کر ان دونوں بہنوں کو سنبھالا تھا' کچھ دیر میں صورتحال سنبھل گئی تھی۔ سارہ کے چہرے پر نظر ڈال کر اس نے سکون کا سانس لیا تھا اور پھر وہاں سے جاتے ہوئے ایک تاسف بھری نظر شمس پر ڈالی تھی جو اپنے چچا سے باتوں میں مصروف تھے' ان کے رویئے کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے دل پر بوجھ آ گرا تھا۔

کیا ہو جاتا اگر وہ سدرہ کو تسلی دیتے ہوئے ذرا سی ہمدردی کا مظاہرہ سارہ کے ساتھ بھی کر لیتے' یا کچھ بھی نہیں کرتے بس اس کے سر پر ہاتھ ہی رکھ دیتے مگر وہ منتظر ہی رہا تھا' اس کے چچا نے سدرہ اور سارہ دونوں کے ہی سر پر ہاتھ رکھ کر یہ کام کر دیا تھا مگر جو امید اسے اپنے بڑے بھائی سے تھی وہ ایک لمحے میں ہی ناامیدی میں بدل گئی تھی۔ کم از کم سارہ کی ایسی ٹوٹی بکھری حالت میں وہ توقع نہیں رکھتا تھا کہ شمس اس کیلئے اس وقت سخت اور کٹر رہیں گے۔

* * *

عصر کی نماز کے بعد کچن کی سمت آتے ہوئے اسے ڈور بیل نے متوجہ کیا تھا۔ گلاس ڈور کے پیچھے اسے شان اور شاہ رخ کے چہرے نظر آ رہے تھے۔

"روزے دار واللہ کو مانو کیوں یہ ادائیں دِکھا کر ایمان خراب کرتے ہو۔" شاہ رخ کی چہکتی آواز پر وہ بمشکل خاموشی اختیار کرتی واپس کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"آپی! آپ نماز پڑھ لیں میں جب تک یہاں سب دیکھ لیتی ہوں۔" اس نے کہا تھا۔

"ہاں بس یہ بیسن تیار کر لوں تاکہ نماز کے بعد فوراً ہی پکوڑوں کی تیاری شروع ہو جائے۔" وہ مصروف انداز میں بولی تھیں۔

"اتنا بیسن آپی! بہت ہو جائے گا یہ۔" اس نے حیرت سے کہا تھا۔

"تمہارے سامنے کل ہی دو تین طرف سے پکوڑوں کی فرمائش آ گئی تھی' میرے ہاتھ کے بنے پکوڑے یہاں سب کو بہت پسند ہیں تو ظاہر ہے سارے پورشنز میں پکوڑوں کی اور فروٹ چاٹ کی کافی مقدار جائے گی اور پھر یہ ہے بھی پہلا روزہ۔" سدرہ نے تفصیل بتائی تھی۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں ابھی سے فروٹس کاٹ لیتی ہوں۔" ٹیبل پر رکھے فروٹس کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بولی تھی۔

"یہ زیادہ اچھا ہوگا۔" وہ بولی تھیں۔

"ویسے روزہ تو ٹھیک سے گزر رہا ہے ناں' کوئی مسئلہ ہے تو جا کر آرام کرو۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے اس کے سفید دوپٹے میں قید چہرے کو

دیکھا تھا۔

”روزہ میرا بالکل ٹھیک گزر رہا ہے اور کتنا آرام کروں' آپ نے کوئی کام کرنے ہی کب دیا ہے حالانکہ روزہ آپ کا بھی ہے مگر لگی ہیں مسلسل۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”یہ دونوں بھی آچکے ہیں' افطار کے لئے کوئی نہ کوئی فرمائش ضرور آئے گی۔“ وہ شاید خود سے ہی مخاطب تھیں اس لیے وہ خاموشی سے فروٹ کاٹنا شروع کر چکی تھی۔

”میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں اور شاہی کو یاد دلا دوں کہ اس نے شکنجبین بنانی ہے۔“

”وہ کیسے بنائے گا' میں بنالیتی ہوں۔“ سارہ نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔

”بنانے کو تو میں بھی بنالوں مگر رمضانوں میں ایک یہی کام وہ بہت دل سے کرتا ہے' اسے شوق بھی ہے ویسے آج ٹیسٹ کرنا بہت زبردست شکنجبین بناتا ہے' شمس کو اتنی پسند ہے کہ عام دنوں میں بھی اکثر اس سے فرمائش کرکے بنواتے ہیں۔“ سدرہ اس پر انکشاف کرتیں کچن سے نکل گئی تھیں جبکہ وہ ہنی کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

”میں بھی آپ کے ساتھ فروٹس کاٹوں۔“ وہ اپنی خدمات پیش کر رہی تھی۔

”نہیں تم صرف کھاؤ' کیا لوگی انگور یا کچھ اور؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”پاپا کہتے ہیں روزے کا احترام کرنا چاہیے اور روزے دار کے سامنے کچھ نہیں کھانا چاہیے' آپ کا روزہ ہے تو پھر میں آپ کے سامنے کیسے کھاؤں۔“ اس کے معصومیت سے کہنے پر سارہ نے دھیرے سے ہنستے ہوئے اس کے سر کو چوما تھا۔

”کوئی بات نہیں' میں اجازت دے رہی ہوں تم دوسری طرف منہ کرکے کھالوں۔“ کیلا چھیل کر اسے تھماتے ہوئے اس نے خود ہی ہنی کا رخ شانوں سے پکڑ کر دوسری جانب کر دیا تھا۔

”ہاہ..... ہنی! تم نے روزہ نہیں رکھا......؟“ کچن میں آتے شاہ رخ نے مصنوعی حیرانی کے ساتھ ہنی کو گھورا تھا۔

”میں جب بڑی ہوں گی تب ہی تو روزہ رکھوں گی۔“ وہ اٹھلا کر بولی تھی۔

”چھوٹی ہو مگر باتیں خوب بڑی بڑی کرنی آتی ہیں' پوری کی پوری اپنی خالہ پر چلی گئیں تم۔“ ہنی کو گھرکتے ہوئے وہ سارہ کے سامنے ہی ٹیبل کے دوسری جانب بیٹھ گیا تھا۔

”چلو بھاگو اب یہاں سے' ظالم سماج کبھی تو تنہا چھوڑ دیا کرو۔“ ہنی کی پونی پکڑ کر دروازے کی طرف اسے بھیجتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو تنے ہوئے چہرے کے ساتھ فروٹ کاٹنے میں مگن تھی۔

”محترمہ! نظر اٹھا کر دیکھ بھی لیجیے ایسا پُرنور چہرہ پورے گھر میں کہیں دکھائی نہیں دے گا۔“ وہ لہک کر بولتے ہوئے اسے اُکسا رہا تھا جو بمشکل خود پر قابو رکھے ہوئے تھی۔

”اجی کچھ تو بولیے' کیا چپ کا روزہ بھی رکھ لیا ہے۔“ وہ اسی انداز میں بولا تھا جبکہ اس بار سارہ نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے پر چمکتی شرارت کو دیکھا تھا۔

”شرم نہیں آتی تمہیں...... روزے میں فضول گوئی کرتے ہوئے' شرافت کے ساتھ چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں اپنا اور تمہارا روزہ ایک کر ڈالوں گی۔“ چھری پٹختے ہوئے وہ غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔

””اجی محترمہ! جب آپ اور ہم ایک ہیں تو ہمارے عمل بھی ایک ہیں۔“ بڑی لگاوٹ سے بولتے ہوئے وہ سرعت سے اس کے سامنے آیا تھا جو وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی مگر اس غیر متوقع اچانک تصادم پر جہاں شاہ رخ کے ہوش اڑے تھے وہیں اس کی غصیلی چیخ پر کچن میں آتا شان گھبرا اٹھا تھا۔

”معاف کر دیں' غلطی ہوگئی۔“ ہاتھ جوڑتے شاہ رخ بڑی لجاجت کے ساتھ اس کے سامنے جھکا تھا جو غصے میں بالکل بھڑک رہی تھی۔

”کیا ہوا سارہ......؟“ شان تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

”شان! اسے یہاں سے لے کر جاؤ ورنہ میں اس.....“ شدید غصے میں شاہ رخ کو گھورتے ہوئے وہ جملہ مکمل نہیں کر پا رہی تھی۔

”مجھے گالی مت دینا خدا کے لئے ورنہ واقعی آپ کا روزہ خراب ہو جائے گا۔“ اس کی حالت پر بمشکل ہنسی روکے وہ اسی لجاجت کے ساتھ سارہ کو خبردار کر رہا تھا۔

”شاہی! باہر چلو، خوامخواہ تنگ مت کرو۔“ روزے کی وجہ سے شان پر کچھ زیادہ ہی سنجیدگی طاری تھی۔

”تمہارے حکم کا غلام نہیں ہوں، جہاں چاہوں بیٹھوں گا۔“ ہٹ دھرمی سے بولتا واپس ٹیبل کے گرد جا بیٹھا تھا، تب ہی کال بیل کی آواز پر شان ناگواری سے اسے دیکھتا کچن سے نکل گیا تھا۔

”آپ آ کر اپنا کام کریں، میں اب کوئی بات بھی نہیں کروں گا، ٹائم گزارنے یہاں آیا تھا اتنا وقت باقی ہے ابھی افطار میں۔“ اس کے مظلوم انداز پر سارہ نے بس خونخوار نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

⁂

”سارہ! میرے بلیک سلیپرز دیکھے ہیں تم نے، مل نہیں رہے۔“ لاؤنج میں اس وقت وہ شمس کی چچازاد بہن کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی جب سدرہ نے آ کر سوال کیا تھا۔

”آپ کے کمرے میں ہی ہوں گے اور نہیں مل رہے تو کوئی دوسرے پہن لیں، شیری کا بخار تیز ہو رہا ہے اسے جلدی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔“

”ہاں.....اب یہی کرنا پڑے گا، شمس بھی باہر انتظار کر رہے ہیں۔“ خود کلامی کرتے ہوئے وہ واپس کمرے میں چلی گئی تھیں۔

”بھابی! جلدی چلی جائیں بھائی بلا رہے ہیں۔“ لاؤنج میں آتے ہوئے شیث نے سدرہ کو آواز لگائی تھی۔

”اسے مجھے دے دیں۔“ اس نے سارہ کی گود میں سوئے شیری کی طرف اشارہ کیا تھا جو اس نے شیری کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔

”اسے تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔“ تشویش کے ساتھ اس نے گرم کپڑوں میں قید شیری کو دیکھا تھا جو بالکل چھوٹے سے گڈے کی طرح لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے کو چومتے ہوئے وہ لاؤنج سے نکل گیا تھا، چند لمحے مزید گزر رہے تھے جب اس نے شمس کو لاؤنج میں آتے ہوئے دیکھا تھا۔

”تم یہاں اپنی تیاریوں میں لگی ہو وہاں میں انتظار کر رہا ہوں، دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تمہارا۔“ کمرے سے آتی شمس کی غصیلی آواز پر باہر سارہ کھول کر رہ گئی تھی کہ انہیں یہ تو خیال رکھنا چاہیے گھر میں کوئی آ کر بیٹھا ہوا ہے۔ غصے میں برس کر وہ دوبارہ باہر چلے گئے تھے اور چند منٹوں بعد سدرہ بھی شرمندہ چہرے کے ساتھ کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔

⁂

لاؤنج کی نیم تاریکی میں وہ صوفے پر پیر چڑھائے سدرہ کی طرف رخ کیے بیٹھی تھی جو گود میں سوئے شیری کو ہولے ہولے تھپکتیں کسی سوچ میں گم تھیں۔

”میں سو فیصد یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اگر آپ کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو اس بے چاری کا ہزاروں بار نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہوتا، یہ ان کی خوش نصیبی ہے کہ آپ جیسی عورت ان کی زندگی میں موجود ہے۔“ وہ مدھم مگر ناگوار لہجے میں بول رہی تھی۔

”مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ آپ کس طرح انہیں برداشت کرتی ہیں، انہیں تو یہ تک نہیں معلوم کہ چار لوگوں کے سامنے کس طرح اپنی بیوی کو مخاطب کرنا چاہیے، مجھے تو کبھی محسوس تک نہیں ہوا کہ آپ سے بھی بات کرتے ہوئے ان کے لہجے میں کوئی نرمی یا مٹھاس ہو، کبھی ایسا ہوا ہے کہ اپنے خاندان والوں کے سامنے بیٹھ کر انہوں نے آپ کی تعریف کی ہو یا آپ کی کوئی اچھائی بیان کی ہو؟“ اس کے سوال پر سدرہ نے اسے دیکھا تھا۔

”شاید اس کی ضرورت ہی نہیں تھی، سب مجھے جانتے ہیں، میں جانتی ہوں کہ سب میرے سامنے اور پیچھے بھی میرے لیے اچھا ہی بولتے ہیں۔“ وہ مدھم آواز میں بولی تھی۔

”کیوں ضرورت نہیں ہے بالکل ضرورت ہوتی ہے، ساری دنیا آپ کے بارے میں اچھا سوچے یا بُرا کہے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا ہے لیکن ایک بیوی کیلئے اس کے شوہر کا صرف ایک تعریفی جملہ کیا حیثیت رکھتا ہے، کیا آپ نہیں جانتیں، یا جاننا نہیں چاہتیں؟“ وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر

پوچھ رہی تھی۔

''اتنی ذرا ذرا سی باتوں کو محسوس نہیں کرنا چاہئے سارا!''

''اتنی ذرا ذرا سی باتیں جو میں محسوس کرتی ہوں وہ میرے لئے ذرا سی ہو سکتی ہیں مگر آپ کیلئے اہم ہیں' آپ ان کیلئے اپنے آپ کو بھی نظر انداز کر دیتی ہیں' ٹھیک ہے وہ آپ کے شوہر ہیں آپ ان کی فرمانبردار رہیں لیکن اپنی فرمانبرداری کا ناجائز استعمال آپ انہیں کیوں کرنے دیتی ہیں' سب کو یہ نظر آتا ہے کہ اس گھر میں آنے کے بعد کس طرح آپ نے اس گھر کو سنبھالا ہے مگر کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس گھر کیلئے کسی بھی قسم کے فیصلے کا اختیار آپ کو حاصل ہی نہیں ہے' یہاں تک کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لیے بھی ہر فیصلہ کرنے کا حق صرف اپنے پاس محفوظ رکھا ہے...... ابھی کچھ دن پہلے کھانے کے دوران انہوں نے اچانک آپ کو اطلاع دی تھی کہ وہ ہنی کا اسکول چینج کر دیں گے...... اپنا فیصلہ سنا کر نہ انہوں نے آپ کی کوئی رائے مانگی اور نہ ہی سوال کرنے کا وقت دیا' ایسا ہی ہوا تھا ناں؟'' اس کے سوال پر سدرہ نے اسے دیکھا ضرور تھا مگر کچھ بول نہیں سکی تھیں کہ وہ درست کہہ رہی تھی۔

''سب کچھ چھوڑیں آپ تو اپنی مرضی اپنے لیے بھی استعمال کرنے کی جرات نہیں رکھتیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں آپ کے شوہر ناراض نہ ہو جائیں۔ ساری خواتین گھر کے کاموں سے فراغت کے بعد باہر واک کر رہی ہوتی ہیں یا مل بیٹھ کر باتیں کر رہی ہوتی ہیں مگر ان سب میں آپ نہیں ہوتیں' کبھی ان کے صبح آفس جانے کیلئے کپڑے تیار کر رہی ہوتی ہیں یا ان کے بچوں کی خدمت کر رہی ہوتی ہیں یا بھاگ دوڑ کر ان کے ہی کسی حکم کی تعمیل میں لگی ہوتی ہیں۔ سب کچھ اپنی جگہ پرفیکٹ رکھنے میں' سب کو خوش رکھنے کے جتن کرنے میں آپ اپنی ذات کو ہی بھول گئی ہیں' کبھی سوچا ہے آپ نے کہ آپ خود کہاں موجود ہیں' ان کیلئے آپ نے اپنی خواہشات کو اپنے دل کو بالکل ہی مار دیا ہے بدلے میں آپ کے ساتھ وہ کیا کرتے ہیں...... دومنٹ میں آپ کی ساری خدمت گزاریاں بھول کر لتاڑ دیتے ہیں۔'' وہ شدید ناگوار لہجے میں بول رہی تھی۔

''ذرا سی دیر یا کوئی بھول چوک ہو جائے تو وہ آپ کیلئے بھی اپنا غصہ نہیں پی سکتے' آج بھی غصے میں برسنے سے پہلے انہوں نے یہ لحاظ رکھنے کی کوشش نہیں کی کہ ان کی ہی چچا زاد بہن گھر میں موجود ہے' غصہ اتارنا ہی ہے تو ذرا آواز ہی ہلکی کر لیتے مگر نہیں......'' تلخی سے سر جھٹک کر وہ چند لمحوں کیلئے خاموش ہوئی تھی۔

''ہو سکتا ہے ان کے خاندان والے اس چیز کے عادی ہوں مگر میں نے کیسے یہ برداشت کیا ہے یہ میں ہی جانتی ہوں۔ میں آپ کو اس طرح کسی کے سامنے شرمندہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی کیونکہ میں ہر وقت یہ دیکھتی ہوں کہ کس طرح آپ نے ان کیلئے' ان کے گھر کیلئے' ان کے خاندان کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔''

''وہ اس چیز کو مانتے ہیں مگر......''

''مانتے ہیں تو اپنے کسی عمل سے ظاہر بھی تو کریں۔'' اس نے ناگواری سے سدرہ کی بات کاٹی تھی۔

''حد ہوتی ہے کسی پر اپنی مرضی ٹھونسنے کی' بیوی کو باندی بنا کر رکھا ہوا ہے' آپ کو اجازت ہی نہیں کوئی احتجاج یا اختلاف کرنے کی۔ وہ جو کہتے ہیں آپ بس اس بات پر سر جھکا دیتی ہیں' انہوں نے کہا کہ دن ہے تو آپ رات کو بھی دن کہنے سے نہیں جھجک سکتیں کیونکہ آپ کے سرتاج کی ہر بات آپ کیلئے پتھر کی لکیر جیسی ہوتی ہے۔'' وہ انتہائی تلخ لہجے میں بولی تھی۔

''اتنے دن سے یہاں ہوں' کبھی میں نے دیکھا ہی نہیں کہ وہ آپ کیلئے کسی بات پر پریشان یا فکر مند ہوئے ہوں' البتہ آپ کی بھوک پیاس اڑ جاتی ہے اگر انہیں سر درد بھی ہو جائے۔ ان کے خاندان میں کوئی بیمار ہو جائے تو آپ پر فرض ہے اس کی خیر و عافیت دریافت کرنا مگر جب پھپھو کی بیماری کی خبر ان تک پہنچی تو ایک بار بھی انہوں نے کہا کہ چلو ان کی عیادت کیلئے ساتھ چلتے ہیں؟'' وہ ان سے پوچھ رہی تھی جن کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

''ایک وقت فون تک کرنے کی زحمت نہیں کی انہوں نے' ان کے رشتے داروں کیلئے آپ اپنے رشتے دار بھول گئیں مگر انہیں کوئی پرواہ نہیں' کیا ساری ذمہ داریاں آپ کی ہیں۔ ان پر یہ فرض نہیں کہ میری بیوی کے چند گنے چنے رشتے دار ہیں ان سے تو سیدھے منہ بات کر لیا کروں مگر ویسا تو تب ہو جب انہیں آپ کی اہمیت کا احساس ہو اور آپ بھی سب سے کٹ کر ان کے خاندان کی ہی ہو کر رہ گئی ہیں' اس میں غلطی بھی آپ کی ہے

آپ کو چاہیے تھا کہ اپنے آپ کو منواتیں، اپنے رشتے داروں کو اس گھر میں مقام دلواتیں مگر آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" اس نے تاسف زدہ نظروں سے سدرہ کو دیکھا تھا۔

"اب انہوں نے تو سمجھ لیا ہے لاوارث کہ میری بیوی کے آگے پیچھے کوئی بولنے والا تو ہے نہیں تو جو چاہے سلوک کروں، جیسے چاہوں استعمال کروں، اس کی تو جرات نہیں ہے میرے سامنے زبان کھولنے کی تو اس کے رشتے داروں کو کون خاطر میں لاتا ہے۔" خاموش ہو کر وہ انہیں دیکھنے لگی تھی جو بے آواز بہتے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"ان کی جی حضوری کرتے ہوئے اگر ایک لمحہ بھی ملے تو ذرا سوچیں اپنے بارے میں۔ آپ کی اپنی بھی ایک زندگی ہے جسے اپنی طرز سے گزارنے کا تھوڑا بہت حق آپ کے پاس بھی ہونا چاہیے، غور کریں آپ کیا تھیں اور کیا ہو چکی ہیں۔ اس شخص کی وجہ سے آپ کا خواب ادھورا رہ گیا، آپ ایم اے کی ڈگری لینا چاہتی تھیں، لیکچرار بننا چاہتی تھیں مگر ایسا جادو چلایا اس شخص نے کہ آپ کو سب کچھ بھلا کر ہانکتا ہوا لے آیا بھیڑ بکری کی طرح اور لگا دیا عمر بھر کی مزدوری پر۔" وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔

"اس وقت اگر میری بات پر ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ سوچ کر عمل کرتیں تو آج کسی کالج میں لیکچرر ہوتیں اور کسی ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوتیں جسے آپ کی قدر ہوتی، جو آپ کو آپ کے پورے حقوق دیتا، آپ کی رائے آپ کے فیصلوں کو اہمیت دیتا، محفل میں تنہائی میں آپ کی عزت کرتا، اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتا کہ آپ اس کے لئے کتنی اہم ہیں۔ مگر آپ نے اپنے لیے کیا چنا؟ یہ زندگی جس میں آپ کی حیثیت زرخرید غلام کی سی ہے، یہ شخص اس قابل نہیں تھا کہ آپ جیسی عورت اسے ملتی، سب کچھ دیکھ دیکھ کر خون جلتا ہے میرا۔" سر جھٹکتی وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"اب اس طرح خاموش بیٹھ کر اپنا حشر ہوتا نہ دیکھیں، ابھی وقت ہے ذرا اپنی بات میں وزن پیدا کریں، ستی ساوتری قسم کی بیوی بن کر جتنا عرصہ گزار لیا آپ نے وہ کافی ہے، کیا آیا ہاتھ میں؟ زندگی کے قیمتی سال گم ہوئے سو ہوئے اپنی ذات کو بھی گم کر دیا۔ ڈھونڈیں خود کو، بتائیں اس شخص کو کہ آپ کا کیا مقام ہے۔" سرد لہجے میں بولتی وہ اٹھی تھی اور ان کی جانب دیکھے بغیر وہاں سے چلی گئی تھی اور سدرہ ساکت بیٹھی سوچتی رہی تھیں کہ وہ کتنی گہری نظر رکھتی ہے ان پر، ان کی زندگی پر۔ جو باتیں وہ کہہ گئی تھی ان کے بارے میں کبھی سوچنے کا انہیں وقت ہی نہیں ملا تھا اور اب جب وہ سوچنا چاہ رہی تھیں تو دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ پتا نہیں کتنی دیر بعد وہ اس قابل ہوئی تھیں کہ اٹھ کر کمرے کی سمت جا سکیں۔

⁂

دروازے پر ہوتی بلند دستک نے اسے بیدار کیا، وال کلاک میں وقت دیکھتے ہوئے وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی کہ سحری کا وقت ہو گیا تھا اور آج بھی وہ الارم آف کر کے پھر بے خبر ہو گئی تھی۔

"میں اٹھ گئی ہوں، آتی ہوں دو منٹ میں۔" بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے سدرہ کو آواز دی تھی جو آج بھی اسے بیدار کرنے اوپر آئی تھیں۔ واش روم کی طرف جاتے ہوئے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ اب شیث کے کمرے کا دروازہ تھپتھپا رہی تھیں۔ کچن میں آتے ہوئے اسے مزید شرمندگی ہوئی تھی کہ سحری کا سارا اہتمام وہ تنہا ہی کر چکی تھیں، بس ٹیبل پر سب کچھ رکھنا تھا جو کہ یہ کام اس نے سرعت سے کرنا شروع کر دیا تھا مگر ایک چیز نے اسے بری طرح چونکایا تھا کہ سدرہ بالکل خاموش تھیں، ان کے چہرے کے تاثرات اس قدر سنجیدہ تھے کہ وہ خود سے انہیں مخاطب کرنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی، کچھ ہی دیر میں سب سحری کے لیے جمع ہو چکے تھے اور حسب معمول ہلکی پھلکی باتوں کے دوران سحری کھانا شروع کر دی تھی جبکہ وہ خاموشی کے ساتھ چوری چوری سدرہ کو دیکھ رہی تھی جو بے چین ہوتے شیری کو سنبھالتے ہوئے بمشکل ہی کچھ کھا پا رہی تھیں۔

"شیری کو مجھے دے دیں۔" اس نے مدھم آواز میں انہیں مخاطب کیا تھا۔

"نہیں رہنے دو، اس نے بھی قسم کھائی ہوئی ہے مجھے بے سکون کرنے کی۔" سدرہ کے تلخ لہجے پر جہاں وہ دنگ ہوئی تھی وہاں باقی سب بھی چونک اٹھے تھے۔

"سارہ اور شیث تم دونوں اپنے کمرے سے انٹرکام نکال کر پھینک دو، مجال ہے جو اس کی آواز سے نیند ٹوٹ جائے، جب مجھے ہی اوپر جا کر دروازے پیٹنے ہیں تو ضرورت کیا انٹرکام کے بکھیڑوں کی۔" یکدم ہی وہ جس طرح بولی تھیں اس بار سب ہی دنگ رہ گئے تھے ان کے تیور دیکھ کر۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”سوری...... میں کل سے احتیاط کروں گا۔“ شیث نے شرمندگی کے ساتھ کہا تھا جبکہ شمس نے ایک بار پھر انہیں دیکھا تھا جنہوں نے شیث کی معذرت پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

”بھابی! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ مجھے تو لگ رہا ہے آپ رات میں سوئی بھی نہیں۔“ کچھ دیر بعد شاہ رخ نے سنجیدگی سے ان سے سوال کیا تھا۔

”کمال ہے تمہیں یہ کیسے محسوس ہو گیا' کسی اور نے تو یہ محسوس کرنے کی زحمت نہیں کی۔“ سدرہ کے طنزیہ لہجے پر سارہ نے کن انکھیوں سے شمس کو دیکھا تھا جو چونک اٹھے تھے۔

”ویسے کل سے لے کر آخری روزے تک میرا ابھی ارادہ ہے کہ سحری تک جاگتی رہوں' یہاں تو سب کی منتیں کر کے جگانے کیلئے دو گھنٹے چاہئے ہوتے ہیں' سحری بنانے کیلئے بھی وقت درکار ہے تو بہتر ہے کہ سب سوئیں اور میں جاگوں...... ورنہ سحری میں بھی دیر ہو جائے تو سب کا عتاب مجھ پر نازل ہوگا۔“ کسی بھی جانب دیکھے بغیر وہ تلخ لہجے میں بولی تھیں۔ جواباً کسی نے کچھ نہیں کہا تھا کہ سب ہی حیران پریشان تھے سدرہ کے بگڑے تیوروں پر' سارہ خود بھی کچھ حیران تھی کہ اس نے کبھی سدرہ کو اس طرح بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر وہ اندر ہی اندر مطمئن تھی۔ سدرہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں کہہ رہی تھیں' یہ سب جانتے بھی تھے سو خاموش تھے۔ سارہ منتظر رہی تھی کہ شمس کچھ کہیں گے مگر وہ بھی چپ تھے البتہ ان کے چہرے پر کچھ تفکرات پھیلے صاف نظر آ رہے تھے۔ بہت خاموشی کے ساتھ سحری ختم ہوئی تھی' ماحول میں موجود تناؤ کو سب ہی محسوس کر رہے تھے۔

❀❀❀

”ٹھیک طرح کھڑی ہو ورنہ تھپڑ ماروں گی۔“ سدرہ کی تیز آواز پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگے تھے جو ہنی کو جھڑکتے ہوئے دوبارہ اسے قریب کر چکی تھیں اس وقت وہ اسے اسکول کے لئے تیار کر رہی تھیں۔ ڈریسنگ کے سامنے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہ آئینے میں ان کے عکس کو دیکھ رہے تھے' ان کے تنے ہوئے چہرے اور تیور دیکھ کر وہ مزید الجھنے لگے تھے سمجھ سے باہر تھا کہ سدرہ کو ہوا کیا ہے؟ مگر یہ سوال وہ اس وقت کرنا نہیں چاہتے تھے کہ جانتے تھے کہ وہ کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیں گی۔

بیگ لٹکائے ہنی کمرے سے باہر بھاگ گئی تھی جبکہ وہ بھی بریف کیس اٹھائے دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے مگر پھر رک کر انہیں دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ خود پر کمبل ڈال رہی تھیں۔

”میں جا رہا ہوں۔“ بالآخر خود انہیں یاد دلانا پڑا تھا۔

”خدا حافظ۔“ ان کی جانب دیکھے بغیر بولتے ہوئے انہوں نے چہرے پر بھی کمبل ڈال لیا تھا جس پر شمس کو دھچکا سا لگا تھا کہ ہر کام چھوڑ کر وہ انہیں آفس کے لئے دروازے تک خدا حافظ کہنے ساتھ آتی تھیں مگر آج...... ایک گہری سانس لے کر وہ چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

❀❀❀

شان کے ہمراہ کچن میں وہ افطار کیلئے فروٹ کاٹتے ہوئے اس سے بہت متاثر ہوئی تھی کہ کتنی نفاست کے ساتھ وہ فروٹ کاٹ رہا تھا' ویسے اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ کچن کے کاموں میں وہ بہت سگھڑ تھا۔

”شان! تمہاری بیوی تم سے بہت خوش رہے گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا لیکن اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی جب شاہ رخ کچن میں داخل ہوا تھا۔

”بھابی! میں آ گیا۔“ وہ چہکتے ہوئے سدرہ کی طرف بڑھا تھا جو دوپٹہ کمر سے باندھے پکوڑے بنانے میں مصروف تھیں۔

”کمبخت...... روزہ رکھ کر بھی کتنا فریش رہتا ہے۔“ بیزاری کے ساتھ سوچتے ہوئے اس نے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو سدرہ کے کان کھانے میں مگن تھا۔

”مت تنگ کرو شاہی! تم دیکھ رہے میں کیا کر رہی ہوں۔“ سدرہ کے ناگواری سے جھڑکنے پر شاہ رخ کا چہرہ لٹک گیا تھا۔

”غصہ کسی پر ہوتا ہے اتارتے سب مجھ پر ہیں۔“ وہ منہ پھلا کر بولا تھا اور پھر پلٹ کر سارہ کی طرف دیکھا تھا۔

”تمہاری بہن کا بدلہ تم سے لوں گا۔“ سارہ کو للکارتے ہوئے وہ کچن سے باہر نکل گیا تھا جبکہ اس نے کھا جانے والی نظروں سے شان کو دیکھا تھا

جو ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

”السلام علیکم!“ شیث کی آواز پر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جبکہ سدرہ نے مدھم آواز میں سلام کا جواب دیا تھا مگر اس کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

”ڈینجرس۔“ اسے سدرہ کی طرف بڑھتے دیکھ کر شان نے گنگناتے ہوئے خبردار کیا تھا جبکہ وہ اَن سنی کر گیا تھا۔

”کیا ہوا ہے آپ کو؟ مجھے بھی نہیں بتائیں گی؟“ ان کے شانوں کے گرد ہاتھ رکھ کر سر جھکاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”کچھ نہیں ہوا مجھے تو کیا بتاؤں تمہیں۔“ پکوڑے ڈیپ فرائی کرتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”میں نہیں مانتا‘ آپ ضرور کسی بات پر ناراض ہیں۔“ وہ مزید بولا تھا۔

”پیچھے ہٹ جاؤ شیث ورنہ چھینٹے لگ جائیں گے آئل کے۔“ بولتے ہوئے انہوں نے شیث کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹایا تھا جس پر وہ خاموشی کے ساتھ پلٹتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوا تھا جو ہلکا سا گلا کھنکھارتے ہوئے کچن میں داخل ہوئے تھے اور منتظر ہی رہے تھے کہ سدرہ پلٹ کر انہیں دیکھتیں یا سلام کرتیں مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ سارہ نے نگاہ اٹھا کر بھی انہیں نہیں دیکھا تھا جو شان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے سدرہ کی طرف ہی متوجہ ہوئے تھے۔

”طبیعت بہتر نہیں تھی تو تمہیں آرام کرنا چاہیے تھا‘ سب کچھ باہر سے آ جاتا۔“ پشت پر ہاتھ باندھے وہ سنجیدہ لہجے میں ان سے مخاطب ہوئے تھے جو کان بند کیے اپنے کام میں مصروف تھیں۔

”افطار کے بعد تم میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلنا‘ تیار ہو جانا۔“

”مجھے کچھ نہیں ہوا ہے جو ڈاکٹر کے پاس جاؤں‘ آپ فکر مت کریں۔“ ان کی جانب دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولی تھیں۔

”تو پھر ہوا کیا ہے تمہیں؟“ اس بار وہ ضبط نہ کر سکے تھے جو کچھ ناگواری سے ان کی پشت کو دیکھا تھا۔

”کچھ نہیں ہوا مجھے‘ یہ کتنی بار دہراؤں؟“ پکوڑے کڑاھی سے نکالتے ہوئے وہ جس طرح بولی تھیں شمس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا‘ انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ وہ ان کے بھائیوں کے سامنے اس لہجے میں بات کر رہی ہیں۔ ایک نظر انہوں نے حیران کھڑے شیث پر ڈالی تھی اور خاموشی کے ساتھ کچن سے باہر نکل گئے تھے۔ دوسری جانب شان کی نظر سے بچتے ہوئے اس نے اشارے سے اس صورتحال کی وجہ سارہ سے پوچھی تھی جس پر وہ بس شانے اچکا کر رہ گئی تھی۔ مگر اس وقت اُسے ہنسی آئی تھی شیث پر جب وہ حیرانی کے ساتھ سدرہ کو دیکھتا کچن سے باہر جا رہا تھا۔

⁂

رات کا وقت تھا جب وہ لاؤنج میں ہنی کو ہوم ورک کروا رہی تھی‘ سدرہ بھی وہیں شیری کو گود میں بٹھائے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھیں‘ تب ہی شمس کمرے سے باہر آئے تھے‘ ایک نظر لاؤنج کی سمت ڈال کر انہوں نے سیڑھیاں اترتے شان کو آواز دے کر بلایا تھا۔

”جہاں بھی جا رہے ہو بعد میں جانا‘ پہلے مجھے ایک کپ چائے بنا کر دو۔“ اسے حکم دے کر وہ واپس کمرے میں چلے گئے تھے جس پر شان نے پہلے سدرہ کو دیکھا تھا کہ اس وقت وہ شمس کے لئے چائے بناتی ہیں مگر ظاہر ہے اس وقت صورتحال معمول کی طرح نہیں تھی۔ سو اس نے کچھ مدد طلب نظروں سے سارہ کی جانب دیکھا تھا کہ پہلی بات تو یہ کہ چائے بنانا اس کے لئے مشکل کام تھا دوسرے یہ کہ اگر بنا بھی لیتا تو شمس نے پہلا گھونٹ لے کر ہی کپ اس کے سر پر پھوڑ دینا تھا۔ اس کی مشکل آسان ہو گئی تھی جب سارہ اسے اشارے سے روکتی خود کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔

آئی تو شمس بھی وہیں لاؤنج میں بیٹھے نظر آئے تھے‘ انہیں مخاطب کرنے کی زحمت تو وہ اٹھا نہیں سکتی تھی اسی لئے ان کا مگ ان کے قریب ہی صوفے کی سائیڈ میں رکھی چھوٹی سی گلاس ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ ایک مگ سدرہ کو دے کر وہ اپنا مگ پکڑے واپس ہنی کے پاس کارپٹ پر آ بیٹھی تھی۔

”پاپا! میرے ایگزامز کے بعد آپ میرا اسکول چینج کر دیں گے؟“ ہنی نے بہت وقت پر یہ سوال اٹھایا تھا‘ اس نے دل ہی دل میں ہنی کو شاباش دی تھی۔

”کوئی اسکول چینج نہیں ہو رہا تمہارا‘ ابھی اسی اسکول میں پڑھنا ہے تمہیں۔“ سدرہ نے پہلے اسے گھر کا تھا جس پر شمس ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں اس کا ایڈمیشن کسی اور بہتر اسکول میں کروانا چاہتا ہوں۔“ وہ یاد دلا رہے تھے۔

”آپ نے کہا ہوگا مجھے یاد نہیں، میں چاہتی ہوں ابھی وہ اسی اسکول میں رہے۔“ وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھیں۔

”تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے اس کی بہتر ایجوکیشن کا معاملہ ہے۔“ وہ ناگوار لہجے میں بولے تھے۔

”وہ میری اولاد بھی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اس کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں...... اس اسکول میں بھی آپ کی مرضی سے اِس کا ایڈمیشن ہوا تھا۔“

”مگر اب جس اسکول میں اسے میں بھیجنا چاہتا ہوں اس کا معیار زیادہ بہتر ہے پہلے بھی یہ بتا چکا ہوں تو اب کیا ضرورت ہے بحث کرنے کی۔“ ان کی بات کاٹتے ہوئے وہ بولے تھے۔

”میں آپ سے کوئی بحث نہیں کر رہی صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ہنی ابھی بہت چھوٹی ہے، جس اسکول میں آپ بھیجنا چاہ رہے ہیں وہ گھر سے بہت دور ہے۔ مشکل ہوگا اس کے لیے وین سے آنا جانا۔ گھبرا جائے گی وہ۔ اس کی تعلیم پر اثر پڑے گا، ابھی جس اسکول میں ہے وہ قریب ہے آپ کے ساتھ جاتی ہے اور واپس گھر کے ہی کسی بندے کے ساتھ آتی ہے، میں بھی مطمئن رہتی ہوں۔“

”دنیا کے بچے وین میں اسکول آتے جاتے ہیں تمہاری بیٹی کیا اور بچوں سے الگ ہے۔“ وہ ایک بار پھر ناگواری سے ان کی بات کاٹ گئے تھے۔

”ہمیشہ آپ اپنی مرضی کرتے ہیں تو اس بار بھی وہی کریں جو چاہتے ہیں۔ اس شہر کی سڑکوں کا حشر دیکھا ہے آپ نے، اتنی سی بچی کس طرح روز میلوں دور آئے گی جائے گی؟ اس بارے میں نہیں سوچنا تو مت سوچیں مگر میری بیٹی کو ایک خراش بھی آئی تو کسی کو نہیں بخشوں گی۔“ شدید غصیلے انداز میں بات مکمل کر کے وہ انہیں حق دق چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔ چائے کے سپ لیتے ہوئے انہوں نے بغور سارہ کو دیکھا جس کے چہرے پر مکمل اطمینان پھیلا تھا جسے دیکھتے ہوئے ان کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔ ہنی کو ہوم ورک سمجھاتے ہوئے سارہ کو ان کی کڑی نظریں اپنے چہرے پر محسوس ہو گئی تھیں مگر اس نے غلطی سے بھی ان کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

⁂

اسٹڈی روم سے باہر آتے ہوئے وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو کاٹ میں سوئے شیری کو اٹھا رہی تھیں۔ بیڈ پر شیری کو احتیاط سے لٹاتے ہوئے سدرہ نے ایک نظر بھی ان پر نہیں ڈالی تھی جو بیک کراؤن سے پشت لگا کر بیٹھے بغور ان کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔ خاموشی کے ساتھ سدرہ نے لائٹ آف کی تھی اور واپس بیڈ کی سمت آ گئی تھیں۔

”کتنی دیر پہلے میں نے تم سے کہا تھا کہ کمرے میں آؤ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“ وہ پوچھ رہے تھے۔

”آپ دیکھ رہے تھے کہ میں سارہ سے بات کر رہی تھی۔“ ان کی جانب دیکھتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”صدیوں بعد اس سے ملی ہو جو باتیں ختم نہیں ہو رہی تھیں۔“

”اب اپنی بہن سے مجھے کتنی دیر تک بات کرنی ہے اس کے لیے بھی کیا مجھے آپ کی مرضی معلوم کرنی ہوگی؟“ وہ سرد لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

”اس سے پہلے کتنی بار اس سے بات کرنے کیلئے میں نے تمہیں وقت معین کر کے دیا ہے؟“ وہ حیران لہجے میں بولے تھے۔

”وہ امریکا سے آج ہی آئی ہے کیا جو اس کے پاس سے اٹھ کر تم میری بات سننے نہیں آ سکتی تھیں؟“

”کیوں بات کو بڑھا رہے ہیں، اب آ تو گئی ہوں کریں جو بات کرنی ہے۔“ وہ جھنجلائے انداز میں بولی تھیں۔

”سدرہ! پہلے تم مجھے یہ بتا دو کہ آخر اچانک تمہیں ہوا کیا ہے؟ کس قسم کا رویہ تم نے اختیار کر رکھا ہے کچھ اندازہ ہے تمہیں؟“ وہ مدھم مگر سخت لہجے میں بولے تھے۔

”نہ تم ڈھنگ سے کوئی بات کرتی ہو کسی سے، میں اگر کوئی بات کرتا ہوں تو مجبوراً کوئی جواب تم سے مل جاتا ہے۔ تمہارے اچانک اس طرح کے رویئے کی وجہ جاننا چاہتا ہوں تو کترا جاتی ہو، ہزاروں کام تمہیں یاد آ جاتے ہیں، کمرے میں آنے کے لیے تم میرے سو جانے کا انتظار کرتی ہو۔ کیا ہے یہ سب؟ کوئی وجہ تو بتاؤ، میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں کہ مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے جو تم اس طرح مجھے نظر انداز کر رہی ہو۔“ وہ

حیران پریشان لہجے میں بولے تھے۔

”کسی کی کوئی غلطی نہیں ہے ساری غلطیاں میری ہیں، سر جھکا کر سب کی ہاں میں ہاں ملاتے رہو تو سب ٹھیک ہے جہاں اپنی مرضی استعمال کی وہاں سوالات شروع ہو جاتے ہیں۔“ کمبل جھٹک کر ایک طرف ہٹاتیں وہ کچھ بگڑے انداز میں اپنی جگہ پر لیٹ گئی تھیں۔ دوسری جانب وہ حیرت سے انہیں دیکھتے رہے تھے جو کروٹ دوسری جانب کر چکی تھیں۔

”کس نے تمہیں تمہاری مرضی کو استعمال کرنے سے روکا ہے؟ ہنی کے اسکول کا جو معاملہ ہے تو ٹھیک ہے وہی ہوگا جو تمہیں بہتر لگتا ہے۔ اگر تم پہلے اپنے اندیشوں کا اظہار کرتیں تو میں بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتا مگر اس وقت تم مجھ سے متفق رہی تھیں، میں یہی سمجھا تھا کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور اب تم مجھے یہ بتانا چاہ رہی ہو کہ میں اپنی مرضی تم پر مسلط کرتا ہوں۔“ وہ کچھ گرم ہو کر بولے تھے۔

”مجھے سحری کے لئے اٹھنا ہے اگر آپ خاموش نہیں ہونا چاہتے تو بتا دیں میں کمرے سے باہر چلی جاتی ہوں۔“ ان کی جانب دیکھے بغیر وہ جس لہجے میں بولی تھیں شمس شدید بے یقینی کے ساتھ کچھ بول نہیں سکے تھے۔ اتنے سالوں میں یہ پہلا موقع تھا جو وہ اس طرح کمرہ چھوڑ کر جانے کی بات کر رہی تھیں۔ ان کا تو یہ روپ بھی وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ پہلے کبھی کوئی جھڑپ ان کے درمیان نہیں ہوئی مگر اس کا اثر کبھی گھر کے باقی افراد پر نہیں پڑا تھا۔ ہر بار غلطی کسی طرف سے ہو ہمیشہ سدرہ ہی بات ختم کر کے ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ یا وقتی طور پر خاموش ہو جایا کرتی تھیں۔ شمس کے غصے کے سامنے وہ اپنے غصے کو بھول کر نرم پڑ جاتی تھیں لیکن اس بار وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہے تھے کہ ان سے کب اور کہاں غلطی ہوئی ہے جس کی بنیاد پر سدرہ اس قدر ان سے متنفر ہو چکی ہیں کہ بات کرنے یا ان کا چہرہ دیکھنے تک کی روادار نہیں تھیں۔ اس وقت بھی سوچتے سوچتے ان کا دماغ جس طرف جا رہا تھا وہ انہیں شک اور یقین کے درمیان ڈانواں ڈول کر رہا تھا، ان کا دل چاہا تھا کہ وہ سارہ کے پاس جائیں اور باز پرس کریں اور اگر ان کا شک یقین میں بدل گیا تو وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اس کا کیا حشر کریں گے...... لیکن وہ ابھی فوری طور پر کچھ کرنا نہیں چاہتے تھے کہ سدرہ پہلے ہی ان سے بدگمان ہو رہی ہیں۔ وہ پہلے ان کی سوچ تک پہنچنا چاہتے تھے اس کے بعد ہی وہ ان کے کان بھرنے والے انسان کی خبر لینا چاہتے تھے جس نے ان کی نیندیں اڑا دی تھیں۔

❀❀❀

ونڈو گلاس ایک طرف ہٹاتے ہوئے سارہ نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

”تم سو تو نہیں رہی تھیں؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”نہیں سو رہی تب ہی تو تمہارے سامنے موجود ہوں۔“ سارہ نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”کیا ہوا...... خیریت، کچھ پریشان لگ رہے ہو؟“ اس کی خاموشی پر وہ بولی تھی۔

”گھر کے ماحول سے تم واقف ہو بھابی کو دیکھ کر میں واقعی پریشان ہو رہا ہوں۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری بہن کی وجہ سے اس گھر کا ماحول بگڑا ہوا ہے؟“ وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

”میں ایسا ہرگز بھی نہیں سوچ سکتا۔“ وہ ناراضی سے بولا تھا۔

”مگر میں نے پہلے اس طرح انہیں کبھی نہیں دیکھا، اگر بھائی سے ان کی کبھی کوئی جھڑپ ہوتی ہے تو وہ ان کے کمرے تک ہی رہتی ہے، اگر کبھی ان کا موڈ خراب ہوتا ہے تو میرے پوچھنے پر وہ مجھے بتا بھی دیتی ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان دونوں کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دے سکتا لیکن اس بار میں نے بھابی کے کچھ نہ بتانے کے باوجود سرسری طور پر ہی بھائی سے بات کی تھی مگر وہ خود لاعلم ہیں۔ مجھے اندازہ ہوا ہے کہ وہ بہت پریشان ہیں، ہم سب کے سامنے بھابی نے کبھی ان سے اس طرح تلخی سے بات نہیں کی ہے جس طرح وہ اب کرنے لگی ہیں۔ اس سے پہلے بھائی کبھی ان کی طرف سے اتنے ہرٹ اور مایوس نہیں ہوئے ہیں، میں اس بارے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔“ وہ پریشان انداز سے بولا تھا۔

”دیکھو...... یہ ان دونوں میاں بیوی کا معاملہ ہے مجھے یا تمہیں درمیان میں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دونوں خود اپنے مسئلے سلجھائیں یہ بہتر ہے، کبھی کبھی میاں بیوی کے درمیان ایسی صورتحال ہو جانا ایک نارمل بات ہے۔ ایک دوسرے کو مزید سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔“ وہ اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ایسا تو تب ہوگا جب وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنا موقف رکھیں گے مگر بھابی تو کچھ کہنے سننے کے لیے تیار نظر نہیں آتیں، میں نے آج بھی ان کے پاس جا کر ان کی ناراضی کی وجہ جاننی چاہی تو انہوں نے مجھ سے بھی سخت لہجے میں بات کی اور بھائی کے بارے میں کوئی بھی بات کرنے سے انکار کر دیا۔" اس کے افسردہ لہجے پر سارہ ایک پل کو حیران ہوئی تھی۔

"آپی کی یہ جرات کے انہوں نے تم سے سخت لہجے میں بات کی، صبح خبر لیتی ہوں ان کی۔" وہ مسکراہٹ چھپائے بولی تھی۔

"میں سنجیدہ ہوں سارہ!" وہ کچھ جھنجھلا کر بولا تھا۔

"اور تمہارے بھائی رنجیدہ۔" وہ بولتے ہوئے ہنسی تھی۔

"سارہ! یہ سب نارمل نہیں ہے، تم نہیں سمجھ رہی ہو جو میں کہنا چاہتا ہوں۔" وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

"تو اب میں کیا کروں بتاؤ مجھے؟" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ بھابی نے تم سے ضرور اپنی پرابلم شیئر کی ہوگی، کیا تم مجھے بتاؤ گی اس بارے میں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہ میں نے ان سے کچھ پوچھا نہ انہوں نے مجھے کچھ بتایا ہے۔ وہ میری بہن ہیں مگر ان کے پرسنلز میں مجھے بھی دخل دینے کی ضرورت نہیں۔" وہ بولی تھی۔

"ویسے بھی اگر میں نے درمیان میں آنے کی کوشش کی تو تم جانتے ہو صورتحال مزید بگڑے گی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم خود کو الگ رکھتے ہوئے بھی ان کے درمیان میں آ چکی ہو۔" اس کے کہنے پر سارہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کل سے نوٹ کر رہا ہوں بھائی جن نظروں سے تمہیں دیکھ رہے ہیں وہ مجھے پریشان کرنے کے لیے کافی ہیں۔" اس کی سوالیہ نظروں پر وہ مزید بولا تھا۔

"مجھے پورا یقین ہو چکا ہے کہ وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ بھابی کے بدلے رویئے میں تمہارا ہاتھ ہے۔ جب میں نے ان سے بھابی کے بارے میں بات کی تھی تو انہوں نے آخر میں صرف یہ کہا تھا کہ جو کان بھر رہا ہے میری بیوی کے میں اچھی طرح جانتا ہوں مگر کسی مصلحت کے تحت خاموش ہوں۔" اس کے بتانے پر سارہ کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی تھی۔

"تم بھی سمجھ گئی ہوگی ان کا اشارہ تمہاری طرف ہی تھا، اس کے بعد میں بھی ان سے کوئی بات نہیں کر سکا تھا۔" وہ بولا تھا۔

"وہ جو سمجھتے ہیں انہیں سمجھنے دو اور میں نے کوئی کان نہیں بھرے ان کی بیوی کے، جو سچ تھا میں نے وہی کہا تھا۔" اس کے جلے بھنے لہجے پر شیث نے ایک گہری سانس بھر کر اسے دیکھا تھا۔

"تو وہی ہوا جس کا ڈر تھا مجھے۔" وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔

"اب بتا دو مجھے کیا کہہ دیا ہے تم نے بھابی سے جو وہ اپنے شوہر کو بھی بھلا بیٹھی ہیں۔" اس کے زچ ہونے والے لہجے پر سارہ نے خائف ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"میں نے انہیں صرف یہ یاد دلایا ہے کہ وہ بھی ایک جیتی جاگتی انسان ہیں، ان کی اپنی بھی ایک زندگی ہے۔ انہیں حق ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں، ان کے فیصلے میں بھی اتنا ہی وزن ہونا چاہیے جتنا وزن ان کے شوہر کے فیصلوں میں ہوتا ہے۔ ارے اس شخص نے اپنی بیوی کی زندگی کیا ان کی شخصیت پر اپنا ہولڈ جما کر رکھا ہوا ہے۔" آخر میں وہ جس طرح جھلا کر بولی تھی شیث نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

"میرے خدا! میں کس دیوار سے اپنا سر ٹکرا دوں...... بے وقوف وہ بھابی کے شوہر ہیں ان کا ہولڈ نہیں ہوگا تو اور کس کا ہولڈ ہوگا ان کی زندگی پر۔" وہ عاجز آ کر بولا تھا۔

"ہاں تو میں کب انکار کر رہی ہوں اس بات سے مگر ایک حد تک رہیں وہ اپنی بیوی کی شخصیت کو تو تباہ نہ کریں۔" ناگواری سے بولتے ہوئے وہ اسے گھور رہی تھی جو سینے پر ہاتھ باندھے اس طرح اسے دیکھ رہا تھا جیسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ اس سے کیا کہے۔

"کیا ہوا......؟" اس کے خاموشی سے دیکھنے پر سارہ کو ہنسی آئی تھی۔

"اگر بھائی کا شک یقین میں بدل گیا کہ تم نے ہی بھابی کو ٹریک سے ہٹایا ہے تو کیا ہوگا، کچھ سوچا ہے تم نے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

''بات سنو...... انہیں شک نہیں پورا یقین ہے' مجھے پتا ہے وہ مجھے کچھ کہہ نہیں پاتے مگر جس طرح تم نے کہا کہ مجھے دیکھتے ہیں یا گھورتے ہیں تو گھورنے دو انہیں' اس کے علاوہ ابھی وہ کچھ نہیں کر سکتے' کیونکہ ابھی ان کی بیگم آپے میں نہیں ہیں۔'' وہ اطمینان سے بولی تھی۔

''سارہ! سچ کہوں تو واقعی مجھے یہ سب پسند نہیں آیا جو تم کر چکی ہو۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''میں نے جو کیا مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں ہے' میں نے تمہاری بھابی کو صرف یہ احساس دلایا ہے کہ وہ بے زبان گائے نہیں ہے۔'' وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

''کیا بات کر رہی ہو سارہ! یہاں کسی نے انہیں بے زبان گائے کی طرح ٹریٹ نہیں کیا ہے......''

''مگر تمہارے بھائی نے ضرور انہیں ایسا سمجھ رکھا ہے۔'' سارہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔

''ایسا بالکل نہیں ہے غلط بات مت کرو۔''

''تم غلط بات مت کرو' تمہیں صرف اپنے بھائی کی پرواہ ہے۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے کہ میں اپنے بھائی کو بے سکون نہیں دیکھ سکتا مگر بھابی ان سے زیادہ ڈسٹرب ہیں۔ اگر تم غور کرو تو محسوس کر سکتی ہو۔ سب سے زیادہ وہ متاثر ہو رہی ہیں' ان کی وجہ سے ہم سب بے فکر اور مطمئن رہتے ہیں' ان کی وجہ سے یہ گھر واقعی ایک گھر ہے' ہم بھائیوں کیلئے ان کی ذات بہت اہم ہے۔ ان کی کسی پریشانی کا اثر سیدھے ہم سب پر ہوتا ہے' ہماری وجہ سے بھائی کبھی ان سے کسی قسم کا جھگڑا مول لینے سے بچتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم نے بھابی کا ہی ساتھ دینا ہے' تم جانتی ہو کہ وہ کس قدر غصیلے انسان ہیں؟ مگر بھابی کے سامنے وہ اپنے غصے کا دو فیصد اظہار ہی کرتے ہوں گے مگر کچھ دیر بعد ہی وہ ان کے ساتھ بہت اچھے ہو جاتے ہیں' کیونکہ انہیں احساس ہے کہ کبھی کبھی وہ بلاوجہ ہی بھابی پر گرم ہو جاتے ہیں۔'' وہ سنجیدگی کے ساتھ بولتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو خاموش کھڑی تھی۔

''تمہیں لگتا ہے کہ بھابی کی رائے یا فیصلوں کو وہ اہمیت نہیں دیتے تو یہ غلط ہے۔ انہوں نے کبھی بھابی کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے اور بھابی کو بھی ہماری طرح ان کے فیصلوں پر اعتبار ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ میرے چچا تایا تک انہیں اپنے مسائل میں شامل کرتے ہیں' ان کے مشورے چاہتے ہیں کیونکہ انہیں اعتبار ہے میرے بھائی پر۔ میں جانتا ہوں تم نے کچھ محسوس کیا ہے تب ہی بھابی سے اتنی بات کی ہے انہیں سمجھایا کہ انہیں بھی اپنے فیصلے اور رائے کا استعمال کرنا چاہیے۔ تمہیں حق ہے وہ تمہاری بہن ہیں اگر تمہیں ان کی زندگی میں کچھ غلط ہوتا دکھائی دیتا ہے تو اس جانب تم ان کی توجہ دلاؤ...... تم نے ایسا کیا مگر انہیں بھڑکانے والے انداز میں۔'' یہ بات کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے منتظر رہا مگر سارہ بس خاموش تھی۔

''اور معاف کرنا...... بھابی ماشاءاللہ دو بچوں کی والدہ محترمہ ہیں۔ مگر خود بھی کسی بچے جیسی ہی ہیں' شاہ رخ کئی بار انہیں بھائی کے خلاف بلاوجہ بھڑکا کر بھائی سے ان کی جھڑپیں کروا چکا ہے' بعد میں وہ خود ہی اپنا سر پکڑ کے بیٹھ جاتی ہیں یا پھر شاہ رخ کو ہی بُرا بھلا کہتی ہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ حیرت سے بولی تھی۔

''ٹھیک کہہ رہا ہوں' لڑ جھگڑ کر وہ تو دونوں پھر ایک ہو جاتے ہیں مگر بعد میں جھگڑا کروانے والے فتنے کی شامت آ جاتی ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا...... یہ فتنہ کسے کہہ رہے ہو تم؟'' وہ فوراً ہی بگڑ کر بولی تھی۔

''میرا اشارہ کسی طرف بھی نہیں' ہو بھی نہیں سکتا' میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔'' وہ مسکراہٹ چھپائے بولا تھا۔

''سب سمجھ رہی ہوں میں۔'' ناگواری سے اسے گھورتے ہوئے وہ کچھ پریشان بھی ہوئی تھی۔

''مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اتنی سنجیدہ ہو جائیں گی حالانکہ میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی اصلاح کریں اپنے آپ کو مضبوط رکھیں...... اور ذرا اپنے شوہر کو بھی سدھاریں مگر وہ تو پتا نہیں کیا سوچ رہی ہیں۔'' وہ فکرمند انداز میں بولی تھی۔

''کیا کرنا ہے اب سب کچھ ٹھیک کرنے کیلئے؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

''میں کیا کروں؟'' وہ الٹا اس سے پوچھ رہی تھی۔

''کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا' ابھی بھابی جس موڈ میں ہیں اس میں ان سے تم ہی بات کر سکتی ہو' انہیں بتاؤ کہ تم کیا چاہتی تھیں اور وہ کیا کر رہی

ہیں۔'' وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا جواباً وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا تمہیں دادی اماں بننے کی ضرورت کیا تھی' اپنے آپ پر ہی رحم کر لیا کرو۔'' وہ کچھ گھر کنے والے انداز میں بولا تھا۔

''اب سوچو جا کر کس طرح بات سنبھالنی ہے تم نے' رمضان کا اتنا پاکیزہ مہینہ ہے' اچھا نہیں ہے اس طرح گھر میں تناؤ پھیلا ہو اور سب گناہ گار الگ ہوں۔ میں بتا رہا ہوں تمہیں روزہ رکھ کر بھائی فل ٹائم طیش میں رہتے ہیں' بات اگر کوئی غلط رخ اختیار کر گئی تو بھابی برداشت نہیں کریں گی' تم ذمہ دار ٹھہرائی جاؤ گی' سب بُری ہو جائیں گے۔'' وہ مزید اسے ڈرا رہا تھا۔

''خدا نہ کرے کچھ ایسا ویسا ہو' میں آپی سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' وہ کچھ ہول کر بولی تھی۔

''ٹھیک ہے۔ اب زیادہ پریشان مت ہو' سو جاؤ' سحری میں ملاقات ہوگی۔''

''پریشان کر کے کہتے ہو پریشان نہ ہو' مجھے کھڑکی کھولنی ہی نہیں چاہیے تھی۔'' وہ یکدم بگڑ کر بولی تھی۔

''یہ سارا کھڑاگ بھی آپ کا پھیلایا ہوا ہے۔'' واپسی کیلئے پلٹتے ہوئے وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔

''میری تو قسمت ہی پھوٹ گئی ہے' جب بھی میرے پاس آتے ہو ہمیشہ تیسرے بندے کی بات کو لے کر وقت کو آگے کھینچ دیتے ہو۔'' وہ بُری طرح جل کر بولی تھی۔

''اب احساس ہو رہا ہے ناں' جب یہی شکایت میں کرتا ہوں تو باتوں میں اُڑا دیتی ہو' تم قسمت پھوٹنے کی بات کرتی ہو اور میرا دل اس وقت اپنا سر پھوڑ لینے کو چاہتا ہے جب تمہارے ہونٹوں پر مستقل میرے بھائی کا ذکر رہتا ہے۔'' اس کے شکایتی انداز پر سارہ نے گھور کر بس اسے دیکھا تھا۔

* * *

نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ نے ایک نگاہ بیڈ کی سمت ڈالی تھی جہاں وہ دراز تھے مگر اب ان کی طرف ہی متوجہ ہو چکے تھے' شیری کو کاٹ سے نکال کر وہ بیڈ کی طرف آ گئی تھیں۔

''کل کیا ارادہ ہے چلنا ہے اسد کی طرف افطار پر؟'' وہ ان سے آج آنے والے انویٹیشن کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ جس کے لئے ان کے دوست اپنی وائف کے ساتھ آئے تھے۔

''میں نہیں جانا چاہتی۔'' ان کے سپاٹ لہجے پر وہ چند لمحوں تک انہیں دیکھتے رہے تھے اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

''وہ اور اس کی بیوی کتنا اصرار کر کے گئے ہیں' ہر سال ہم اس کے ہاں افطار پارٹی اٹینڈ کرتے ہیں پھر اس بار کیا مسئلہ ہے؟'' وہ جرح کر رہے تھے۔

''کوئی مسئلہ نہیں ہے بس میں نہیں جانا چاہتی تو نہیں جانا چاہتی۔'' وہ اسی لہجے میں بولی تھیں۔

''تمہارے سامنے میں ان دونوں سے کہہ چکا ہوں کہ ہم ضرور آئیں گے اور اب تم کہہ رہی ہو میں جانا نہیں چاہتی۔'' وہ کچھ بگڑ کر بولے تھے۔

''آپ نے ان کے سامنے حامی بھری تھی تو آپ چلے جایئے' میں آپ کو تو جانے سے منع نہیں کر رہی۔'' وہ بھی کچھ تیز لہجے میں بولی تھیں۔

''سارے کپلز انوائٹ ہوں گے وہاں' میں اکیلا جا کر کیا خاک چھانوں گا' دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تمہارا...... ہر بات پر نہیں' ہر بات پر انکار' آخر تم چاہتی کیا ہو؟ قسم کھالی ہے کیا تم نے میری ہر بات کے خلاف جانے کی؟'' ان کی بلند غصیلی آواز پر قریب سوئی ہنی بیدار ہو گئی تھی۔

''جو مجھے ٹھیک لگے گا میں وہی کروں گی اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کے خلاف جاتی ہوں تو یہی سمجھ لیں۔'' وہ بھی ان کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر ناگواری سے بولی تھیں۔

''تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں جو کرتا ہوں غلط کرتا ہوں اور تمہیں بھی غلط کرنے پر مجبور کرتا ہوں اس لیے اب تم وہ کرو گی جو تمہیں ٹھیک لگے گا۔''

''آپ کو جتنی بحث کرنی ہے صبح کر لیجیے گا مگر ابھی خاموش ہو جائیں' وہ ڈر رہی ہے نیند خراب ہو گئی ہے اس کی۔'' ان کی بات کاٹتے ہوئے انہوں نے ہنی کی طرف دیکھا تھا جو سہمی نظروں سے ماں باپ کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ بحث ہو گی اور ابھی ہو گی' آج تو تمہاری اپنی کیا پورے گھر کی رات ایک کر دوں گا' آج مجھے بتا ہی دو کس نے تمہیں میرے خلاف اکسایا ہے'

کس نے تمہیں ورغلا کر میرا سکون' میرے گھر کا سکون غارت کر رکھا ہے۔" بلند آواز میں بولتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"کسی نے نہیں ورغلایا مجھے' میں بھی انسان ہوں محسوس کر سکتی ہوں۔" وہ بھی غصیلے انداز میں بولی تھیں۔

"تمہاری اولاد کو سہولتیں دینے کیلئے سارا دن باہر خوار ہوتا ہوں' گھر آتا ہوں تو تمہارے پیچھے پیچھے پھرتا ہوں کہ صرف اتنا بتا دو کیا گناہ سرزد ہوا ہے مجھ سے جو میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی ہو اور وجہ بتانے کے بجائے الٹا مجھ سے فضول بکواس کرتی ہو۔" وہ شدید اشتعال میں گرجے تھے۔

"آپ کی ہر بات خاموشی سے مانتی رہوں' ہر فیصلے پر سر جھکاتی رہوں' آپ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاروں تب سب ٹھیک ہے اور جب ایسا نہ کروں تو میری باتیں آپ کو بکواس لگتی ہیں...... میرا دماغ خراب لگتا ہے آپ کو۔" دھندلائی آنکھوں کے ساتھ وہ بولی تھیں۔

"میں نے کب تم پر اپنی مرضی مسلط کی ہے' ایسے کون سے فیصلے کر ڈالے ہیں میں نے جن کے آگے سر تک نہیں اٹھانے دیا ہے میں نے تمہیں' بتاؤ مجھے؟" وہ دھاڑے تھے۔

"ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے آپ کیا کیا یاد رکھیں گے...... ہزاروں ایسے معاملات ہوئے جن میں کبھی آپ کو میری ذات نظر نہیں آئی یا آپ مجھے ہی بھول گئے' میری یاد تب آتی ہے جب ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے تو آپ کے لیے اپنا خواب اپنا کیریئر ادھورا چھوڑا' سب کچھ بھلا کر آپ کے پیچھے بھاگی چلی آئی اور آپ نے کیا کیا' اپنی مرضی کے مطابق مجھے استعمال کرتے رہے۔"

"کیا کہا تم نے میں تمہیں استعمال کرتا رہا ہوں' تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ شدید دنگ ہو جانے والے انداز میں بولے تھے۔

"تمہیں یہ یاد رہا کہ میرے لیے تم نے کیا کچھ چھوڑا مگر وہ سب یاد نہیں جو میں نے تمہیں دیا ہے۔"

"کیا دیا ہے آپ نے...... اپنا نام' یہ گھر' اولاد' اگر یہ سب میرے نصیب میں تھا تو مجھے ہر صورت ملنا تھا چاہے میرا آپ سے کوئی تعلق بنتا یا نہ بنتا۔"

"اب اتنے عرصے بعد تمہیں پچھتاوا ہو رہا ہے مجھ سے تعلق جوڑنے پر...... نام' اولاد' گھر کیا یہی سب کچھ دیا ہے میں نے تمہیں......؟ تم وہ عورت ہو جسے میرا قتل بھی معاف ہے' اپنی ذات' اپنے وجود' اپنی زندگی کو میں نے تمہاری دسترس میں دے رکھا ہے اور تمہارے نزدیک یہ حیثیت ہے میری کہ آج تمہیں میری زندگی میں موجود ہونے پر پچھتاوا ہو رہا ہے۔" وہ شدید تاسف کے ساتھ بولے تھے۔

"آپ کے نزدیک میری حیثیت کتنی ہے اس کا اندازہ مجھے بھی اُس دن ہو گیا تھا جب سارہ کے پیچھے آپ نے مجھے اس گھر سے نکال دینے کی بات کی تھی۔" وہ شدید غصے میں لرزتے ہوئے بولی تھیں۔

"بے وقوف عورت! اگر میں ایسا نہ کہتا تو تمہاری بہن نے نکل جانا تھا اسی وقت اس گھر سے' اس کے پیروں سے بندھے پہیے نکالنے کیلئے میں مجبور ہو رہا تھا یہ کہنے پر۔" وہ بلند آواز میں بولے تھے دوسری جانب وہ مزید کچھ بھی کہے سنے بغیر تیز قدموں کے ساتھ دروازے کی سمت بڑھی تھیں۔

"سدرہ! اگر تم کمرے سے باہر گئیں تو میں اس گھر سے باہر نکل جاؤں گا۔" وہ دھاڑے تھے جواباً ایک دھماکے سے دروازہ بند ہوا تھا' بیڈ پر سہمی بیٹھی ہنی نے ایک خوفزدہ نظر غصے میں بے حال ہوتے باپ پر ڈالی تھی اور پھر بھاگتی ہوئی سدرہ کے پیچھے گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ رُکے تھے اور پھر بیڈ پر روتے چنگھاڑتے بچے کو اٹھا کر خود بھی کمرے سے باہر نکل آئے تھے' ایک غصیلی نگاہ انہوں نے سدرہ پر ڈالی تھی جو لاؤنج میں صوفے پر گھٹنوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھیں جبکہ ہنی ان سے لپٹی بیٹھی تھی۔

"شان...... شاہ رخ۔" وہ وہیں سے بلند آواز میں ان دونوں کو پکار رہے تھے جو شمس اور سدرہ کی آوازوں پر پہلے ہی اوپر شیث کے کمرے میں جھگڑے کی اطلاع دینے پہنچ گئے تھے مگر اب شمس کی پکار پر شیث کے ہمراہ ہی کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔

"اوپر کیا کر رہے ہو الو کے پٹھو' نیچے آؤ۔" ان کے طیش میں دھاڑنے پر شاہ رخ نے ہڑبڑا کر اوپر سے ہی نیچے آنے کے لیے چھلانگ لگانی چاہی تھی جب شیث نے بروقت ہی اسے کالر سے پکڑ کر واپس پیچھے کھینچا تھا جبکہ ان دونوں سے پہلے شان سرعت سے سیڑھیاں اترتا نیچے پہنچ گیا تھا۔

”پکڑو اسے، سنبھال سکتے ہو تو سنبھالو ورنہ باہر پھینک دو، جب اس کی ماں کو اس کی پرواہ نہیں ہے تو مجھے بھی پرواہ نہیں۔“ بچے کو شان کے حوالے کرتے ہوئے وہ بولے تھے اور پھر واپس پلٹتے پلٹتے رک کر غصیلی نظروں سے اوپر موجود سارہ کو دیکھا تھا جو کمرے سے باہر نکلنے سے خود کو روک نہیں سکی تھی۔

”تم اوپر سے کیا نظارے کر رہی ہو؟ نیچے آؤ..... فوراً نیچے آؤ۔“ وہ جس طرح سارہ پر دھاڑے تھے اور وہ جس طرح تیزی سے سیڑھیاں اترتی نیچے آئی تھی شیث کو یقین ہو گیا تھا کہ اب معاملے کو بگڑنا ہی بگڑنا ہے، اس کا درمیان میں کچھ بولنا بھی قیامت کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔

”آؤ اور دیکھو کیسا میلہ لگایا ہے تم نے میرے گھر میں، اپنا رنگ، اپنی اصلیت دکھا ہی دی تم نے، کون سی پٹیاں پڑھائی ہیں تم نے اپنی بہن کو، کون کون سی بکواس کر کے ورغلایا ہے اسے؟“ شدید اشتعال میں دھاڑتے ہوئے وہ جس طرح سارہ کی طرف بڑھے تھے شیث کو خود معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ کس طرح درمیان میں آ کر انہیں روک گیا تھا، ایک جھٹکے سے شمس نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے علیحدہ کیا تھا جبکہ ان کی شعلہ بار آنکھوں سے نظر چراتا وہ سر جھکائے واپس قدم پیچھے ہٹا گیا تھا۔

”جاؤ خوشیاں مناؤ میرے گھر میں آگ لگا کر سکون مل گیا تمہیں..... ایک دیو نے تمہاری بہن کو قید کر رکھا تھا مگر اب آزاد کر دیا ہے، جا کر ڈھونڈو اب اس کے لیے کوئی راجہ مہاراجہ جو ساری دنیا اس کے قدموں میں لا کر رکھ دے۔“ وہ بری طرح گرجے تھے جواباً وہ چند لمحوں تک ان کے غصے میں سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتی رہی تھی اور پھر خاموشی کے ساتھ سدرہ کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ شمس خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے واپس اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

سب کو اپنی جگہ پر جیسے سانپ سونگھ گیا تھا مگر شیث پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سارہ کتنی خاموشی کے ساتھ شمس کے سامنے سے ہٹ گئی تھی، وہ اب سدرہ کو ساتھ لگائے انہیں خاموش کروا رہی تھی تب ہی شمس واپس کمرے سے نکلے تھے اور جارحانہ انداز میں گلاس ڈور کی سمت بڑھتے چلے گئے تھے۔

”فوراً جا کر روکو انہیں۔“ سرعت سے شیری کو شان سے لے کر وہ بولا تھا۔

”آپ جاتے تو زیادہ اچھا تھا، ہم کیسے روکیں گے؟“ شان کے پیچھے ہی جاتے شاہ رخ نے اس سے کہا تھا لیکن وہ کیا کہتا اس سے، اگر درمیان میں سارہ نہ ہوتی تو وہ انہیں یہیں روک لیتا بات بڑھنے ہی نہیں دیتا مگر سارہ کی وجہ سے وہ اس کا چہرہ دیکھ کر اور آپے سے باہر ہو سکتے تھے۔ وہ دونوں بھاگتے ہوئے ان کی طرف گئے تھے جو گاڑی میں بیٹھ رہے تھے، وقت ضائع کیے بغیر شاہ رخ فرنٹ سیٹ پر جبکہ شان پچھلی سیٹ میں گھس گیا تھا۔

”جا کر گیٹ کھولو۔“ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ شاہ رخ پر دھاڑے تھے جو وہ ہڑبڑا کر واپس باہر نکلا تھا۔ پوری اسپیڈ کے ساتھ گیٹ کراس کرتی گاڑی کو احمقوں کی طرح شاہ رخ نے دیکھا تھا اور پھر دوبارہ گیٹ بند کر کے بھاگتا ہوا واپس آیا تھا، جہاں شیث برآمدے میں ہی اس کے استقبال کیلئے موجود تھا۔

”احمقوں کے سردار! میں نے تم دونوں کو انہیں واپس لانے کے لیے بھیجا تھا اور تم نے گیٹ کھول کر ان کا راستہ صاف کر دیا۔“ وہ غصیلی نظروں سے اسے دیکھتا بولا تھا۔

”انہوں نے کہا گیٹ کھولو تو میں نے کھولا۔“ شاہ رخ کے ہونق انداز پر اس نے اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ لیا تھا۔

❀❀❀

”آگے آ کر بیٹھو میں ڈرائیور نہیں ہوں تمہارا۔“ سگنل پر گاڑی روکتے ہوئے وہ سخت لہجے میں شان سے مخاطب ہوئے تھے جس پر اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی تھی۔

فرنٹ سیٹ پر بالکل ساکت بیٹھے شان کی ہمت نہیں ہوئی تھی انہیں مخاطب کرنے کی، مگر بیک ویو مرر سے وہ ان کے چہرے کے سخت پتھریلے تاثرات دیکھ سکتا تھا۔ ان کے رحم و کرم پر حرکت کرتا اسٹیئرنگ بھی یقیناً پناہ مانگ رہا ہوگا۔ رات کا یہ وقت تھا کہ سڑکیں صاف تھیں، گاڑی کی بڑھتی اسپیڈ کو دیکھتے ہوئے شان نے واقعی کلمہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

”تم شادی کرو گے؟“ وہ سخت لہجے میں شان سے مخاطب تھے جو ان کے سوال پر حواس باختہ ہوا تھا۔

”جی...... وہ ویسے تو نہیں...... مگر آپ کہیں گے تو...... مطلب آپ......؟“

”گدھے! سیدھی طرح جواب دے شادی کرے گا یا نہیں؟“ وہ دھاڑے تھے۔

”کروں گا...... کروں گا۔“ شان بوکھلا کر بولا تھا۔

”شادی کے بعد اپنی بیوی سے اتنی ہی محبت کرنا جتنی وہ ہضم کر سکے اسے اتنی ہی اہمیت دینا جتنی اسے راس آئے ورنہ سر پر چڑھ جائے گی اور تم میری طرح خوار ہو رہے ہو گے۔“ ان کے غصیلے لہجے پر شان حق دق بیٹھا انہیں تک رہا تھا۔

”سمجھے یا نہیں؟“ وہ پھر دھاڑے تھے۔

”جی...... سمجھ گیا۔“ شان گڑبڑا کر بولا تھا۔

”سمجھ گئے ہو تو عمل بھی کرنا۔“ وہ سخت لہجے میں اسے تاکید کر رہے تھے جو سانس روکے بیٹھا تھا۔

⁂

سدرہ کے کمرے میں وہ ان کے سامنے شرمندہ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

”مجھے معاف کر دیں میری وجہ سے ہی یہ سب ہوا ہے مگر میرا مقصد آپ کو ان حالات سے دوچار کرنا نہیں تھا میں بس یہ چاہتی تھی کہ آپ اپنی اصلاح کریں خود کو تھوڑا چینج کریں میں آج اسی بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتی تھی مگر موقع نہیں ملا۔“ بولتے ہوئے اس نے رک کر سدرہ کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا جو بالکل خاموش تھیں۔ گردن موڑ کر اس نے کمرے میں آئے شیث کو دیکھا تھا اور سدرہ کے پاس سے اٹھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی تھی۔

”ساری غلطی آپ کی نہیں ہے میں جانتا ہوں مگر آپ زیادہ قصوروار ہیں آپ نے ہمیشہ ان کی بات کو اہمیت دی ہے کبھی انہیں یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ آپ کیا چاہتی ہیں کبھی کسی بات پر آپ نے احتجاج نہیں کیا ہر معاملے میں انہیں اہمیت دی خود کو پیچھے رکھا انہیں آسمان تک پہنچانے کے بعد اب آپ انہیں نیچے لانے کی کوشش کریں تو ان کا پارہ تو ہائی ہونا ہے انہیں عادت جو نہیں ہے آپ کا انکار یا ناراضی سہنے کی۔“ ان کے سامنے بیٹھا وہ بول رہا تھا۔

”سب کچھ اچانک بدلنے کی کوشش میں ایسے ہی بگاڑ پیدا ہوتے ہیں آپ انہیں جو سمجھانا چاہتی ہیں وہ کسی اور طریقے سے بھی سمجھا سکتی ہیں اس طرح اجنبی بن کر غصے کا اظہار کر کے تو آپ خود کو بھی الجھا دیں گی۔“

”پتا نہیں مجھے کیا ہوا تھا شاید واقعی میرا دماغ خراب ہو گیا تھا...... فون کر کے معلوم تو کرو وہ کہاں نکل گئے اتنی رات میں میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔“ سدرہ کے روہانسے انداز پر سارہ نے گہری سانس لے کر کچھ بیزاری سے انہیں دیکھا تھا اسے اندازہ ہوا تھا کہ سدرہ کبھی نہیں بدل سکتیں کم از کم اپنے شوہر کے لیے تو ہرگز بھی نہیں ان کے ساتھ وہ جیسی زندگی گزار رہی ہیں وہی ٹھیک ہے ذرا بھی اس میں ردوبدل کی کوشش کی گئی تو ایسے ہی حالات درپیش ہوں گے جیسے اس وقت ہو چکے ہیں۔

”شاہی۔“ شیث کی ناگوار آواز پر شاہ رخ کرنٹ کھا کر فوراً ہی آگے بڑھ آیا تھا۔

”سیل فون دو اپنا۔“ ناگوار نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے شیث نے کہا تھا۔

”آپ ان سے بات کریں۔“ سیل فون سدرہ کو دیتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”بھابی! ذرا مختصر بات کیجیے گا ویسے تو وہ آپ سے کوئی بات کریں گے نہیں مگر ان کے کال ریسیو کرنے پر رونا اسٹارٹ مت کیجیے گا کیونکہ آپ کے آنسو میرے کریڈٹ پر بہت بھاری پڑیں گے۔“

”مسخرہ اس وقت بھی باز نہیں آئے گا۔“ شاہ رخ کو گھورتے ہوئے وہ کلس کر سوچ رہی تھی۔

”باہر چلو۔“ شیث اس کا بازو پکڑے باہر نکل گیا تھا۔

”کال ریسیو ہی نہیں کر رہے۔“ سدرہ نے اسے بتایا تھا۔

”آپ ایک بار اور ٹرائی کریں میں شیث سے کہتی ہوں وہ شان سے رابطہ کرے آپ پریشان نہ ہوں شان ان کے ساتھ ہی تو ہے۔“ کچھ

کوفت کے ساتھ انہیں تسلی دیتی وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ شیث لاؤنج میں ہی موجود تھا جبکہ اسے دیکھ کر شاہ رخ باہر کی طرف جاتے جاتے رکا تھا۔

"اجی سنئے...... میرے بھائی نے تو برداشت کرلیا مگر میں یہ سب برداشت نہیں کروں گا' ابھی بتائے دیتا ہوں بعد میں شکایت مت کرنا۔" اسے تاکید کرتا وہ چلا گیا تھا۔

"دفع ہو۔" تلملا کر بڑبڑاتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی جو سنجیدہ چہرے کے ساتھ اس کی طرف آیا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ تم سے معذرت کروں یا شکریہ ادا کروں۔"

"ان دونوں چیزوں کی ہی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"وہ کال ریسیو نہیں کررہے تم شان سے بات کرو۔"

"ہاں یہی کرنا پڑے گا بھائی تو میری کال بھی شاید ریسیو نہ کریں۔" وہ کچھ پریشان لہجے میں بولا تھا۔

❖❖❖

ایک گھنٹے سے زیادہ کا وقت گزر گیا تھا شان نے یقیناً شمس کے خوف سے کسی کی کال ریسیو نہیں کی تھی البتہ اس کا میسج ضرور مل گیا تھا جو اطمینان کا باعث تھا' ان کے ساتھ شان کی موجودگی ویسے بھی اطمینان کے لیے کافی تھی۔ اب اسے شان کا دوسرا میسج ملا تھا کہ وہ گھر کی طرف ہی آرہے ہیں تو اس نے پہلے ہی شاہ رخ کو گیٹ کی طرف بھیج دیا تھا۔

تیز قدموں کے ساتھ وہ ان کی طرف آیا تھا جو ڈرائیونگ سیٹ سے اترے تھے' چہرے کے تاثرات ان کے حسب توقع بگڑے ہوئے ہی تھے' خاموشی کے ساتھ انہوں نے گاڑی کی چابی شیث کے حوالے کرکے اپنا رخ گھر کی طرف کرلیا تھا۔ لاؤنج میں شاہ رخ ان کے پیچھے ہی آیا تھا جبکہ سارہ تو ان کی آمد کی اطلاع ملنے پر پہلے ہی اپنے کمرے میں جاچکی تھی۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے' بھابی بہت رو رہی تھیں۔" شاہ رخ سرعت سے ان تک پہنچ کر بولا تھا۔

"کیوں...... میں مر گیا تھا جو رونا پیٹنا مچادیا تھا۔" رکے بغیر ہی وہ شاہ رخ پر دھاڑے تھے جبکہ ان کی آواز پر کمرے میں موجود سدرہ کانپ ہی اٹھی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوکر انہوں نے ایک نگاہ سدرہ کے جھکے سر پر ڈالی تھی جو ساکت بیٹھی تھیں۔ کچھ دیر بعد بہت ہمت کرکے سدرہ نے ان کی جانب دیکھا تھا' چینج کرنے کے بعد انہوں نے لائٹ آف کی تھی اور بیڈ پر سے اپنا تکیہ اٹھا کر صوفے کی جانب بڑھ گئے تھے۔

❖❖❖

سکون کا سانس لے کر وہ اپنے کمرے میں آیا تھا جہاں شان اور شاہ رخ موجود تھے۔

"My breath goes where you breathe" اس کے خشمگیں نظروں سے گھورنے پر بیڈ پر اوندھا لیٹا شان گنگنایا تھا۔

"یہاں دماغ چکرا کر رہ گیا اور تم اطمینان سے سیر سپاٹے کررہے تھے۔" وہ بولا تھا۔

"خوب کباب پراٹھے اڑا کر آرہا ہے یہ اور ہم یہاں پریشان گھوم رہے تھے۔" شاہ رخ نے بھی کینہ توز نظروں سے شان کو گھورا تھا۔

"اور میرا دم خشک ہورہا تھا ان کے ساتھ' وہ تو شکر ہے سڑکوں پر ادھر اُدھر گھومنے کے بعد ان کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوگیا تھا' انہوں نے مجھ سے پوچھا کچھ کھاؤ گے اب نہیں کہہ کر مجھے مرنا تھا کیا...... اور صرف کباب پراٹھے نہیں اور بھی بہت کچھ کھایا پیا...... کاش ان کا دوبارہ بھابی سے جھگڑا ہو میرے تو عیش ہوجائیں گے۔" شان حسرت زدہ انداز میں بولا تھا۔

"شاہی تم موموکی غیر موجودگی میں اس کی ڈیوٹی نبھا سکتے ہو؟" شیث کے سنجیدہ لہجے پر جلے بیٹھے شاہ رخ نے ایک جھٹکے میں ہی حیران بیٹھے شان کی گردن بازو میں جکڑلی تھی۔

❖❖❖

کچن میں وہ افطار کی تیاری کررہی تھی جب سدرہ وہاں آئی تھیں۔

"تیار ہوگئیں آپ؟" پوچھتے ہوئے اس نے سدرہ کو دیکھا بھی تھا۔ رائل بلیو جارجٹ کے پلین لباس کے ساتھ انہوں نے بڑا سا پرنٹڈ دوپٹہ

شانوں پر سلیقے سے پھیلا رکھا تھا' کلائیوں میں بھر بھر کر انہوں نے لباس کے ہم رنگ چوڑیاں پہن رکھی تھیں' ایک تو چہرے پر پچھلی روزے کی پاکیزگی اور دوسرے فکر و سوگواری کے تاثرات' اسے بے اختیار ہی ان پر پیار آیا تھا۔

''میں کیسے کہوں گی ان سے جانے کیلئے جبکہ کل منع کر دیا تھا' اب تو وہ بالکل بھی میری بات نہیں سنیں گے پہلے ہی غصے میں ہیں۔'' وہ بے طرح فکر مند ہو کر بولی تھیں۔

''اس وقت آپ کو دیکھ کر وہ یقیناً اپنا غصہ بھلا دیں گے' آپ ان سے کہہ کر دیکھئے گا' غصے کا اظہار کریں تو بیٹھ جایئے گا اطمینان سے' کوئی ضرورت نہیں ہے ان کی منتیں کرنے کی۔'' وہ سر جھٹک کر دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی تھی۔

''یا تو وہ منع کر دیں گے یا جواب ہی نہیں دیں گے۔'' سدرہ بولی تھیں تب ہی کال بیل کی آواز نے انہیں اور خوفزدہ کر دیا تھا۔

''وہ آ گئے ہیں' اب جلدی جا کر بات کریں۔'' سارہ نے عجلت میں کہا تھا' جس پر وہ کچھ ہڑبڑائے انداز میں کچن سے نکل گئی تھیں۔

منتظر کھڑی سدرہ کو مکمل نظر انداز کیے وہ آگے بڑھ گئے تھے جب سدرہ بھی ان کے پیچھے ہی تیز قدموں کے ساتھ کمرے کی جانب بڑھ گئی تھیں تب ہی شمس یکدم ہی رک کر پلٹے تھے' سدرہ خبردار نہیں تھیں اس لیے لڑکھڑائے انداز میں پیچھے ہٹی تھیں قریب موجود ہنی یہ منظر دیکھ کر منہ پر ہاتھ رکھے قل قل کرتی ہنسی تھی جبکہ ایک نگاہ سدرہ کے شرمندہ چہرے پر ڈال کر وہ واپس کمرے میں چلے گئے تھے۔ تنبیہی نظروں سے ہنی کو دیکھتیں وہ خود بھی شمس کے پیچھے گئی تھیں۔

''میں نے آپ کے کپڑے پریس کر دیئے ہیں چینج کر لیجیے گا' کب تک چلیں گے اسد بھائی کی طرف؟'' وہ بمشکل ہی پوچھتے ہوئے ان سے نظر چرا گئی تھیں جو ڈریسنگ کے پاس رُک کے ان کی طرف ہی متوجہ تھے۔

''دوبارہ مجھ پر یہ مہربانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے' میں اپنے کپڑے خود پریس کر سکتا ہوں اور اب جہاں بھی جانا ہے انہیں ساتھ لے کر جایئے جو آپ کے کان بھرتے ہیں' جن کے دماغ سے آپ سوچتی ہیں ان تک ہی خود کو محدود رکھیں۔'' کچھ سخت لہجے میں بولتے وہ اب صوفے پر بیٹھے جوتے اتار رہے تھے۔

''میرے پاس اسی وقت آئیں جب آپ کو اپنے یا بچوں کیلئے کسی چیز کی ضرورت ہو' کام کے علاوہ آپ مجھے مخاطب نہ کریں تو بہتر ہے......اور آپ کو ایسا بہت پہلے سے ہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ میں بھی تو آپ کو ضرورت کے وقت یاد کرتا ہوں۔'' طنزیہ لہجے میں بولتے وہ اب وارڈروب کھول رہے تھے' ہینگ کیے کپڑے نکال کر وہ دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو اترے ہوئے چہرے کے ساتھ انہیں دیکھ رہی تھیں۔

''کل کی رات مجھے ہمیشہ یاد رہے گی' آپ نے بہت گہرا تبصرہ کیا تھا مجھ پر' جس کے بعد انکشاف مجھ پر ہوا ہے کہ میں اس دنیا کا سب سے گھٹیا انسان ہوں۔'' کاٹ دار لہجے میں بول کر وہ واش روم کی سمت بڑھ گئے تھے جبکہ سدرہ خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

''تم باہر چلی جاؤ اب باقی سب میں کر لوں گی۔'' سدرہ کچن میں آتے ہوئے بولیں تھیں۔

''نہیں جا رہے؟'' وہ ان کے بجھے ہوئے چہرے کو دیکھنے کے بعد کسی سوال کی ضرورت نہیں تھی مگر پھر بھی اس نے پوچھ لیا تھا لیکن اگلے ہی پل اسے پچھتاوا ہوا تھا کہ جواباً سدرہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

''کوئی بات نہیں' آپ سے ناراض ہو کر انہوں نے کہاں جانا ہے۔'' اس سے پہلے کہ ان کے آنسوؤں کی برسات تیز ہوتی وہ ان کے شانے کو تھپک کر تسلی دیتی عجلت میں کچھ دیر بعد واپس آنے کا کہتی کچن سے نکل گئی تھی۔

* * *

رات کی خاموشی میں کروٹ بدلتے ہوئے ان کی نظریں صوفے کی جانب مرکوز ہو گئی تھیں جہاں پتا نہیں وہ سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے' جانتی تھیں کہ وہ آج بھی ٹھیک طرح سو نہیں پائیں گے۔ چھ فٹ کے بندے کیلئے ایک نارمل صوفے کا سائز ناکافی تھا مگر ان کی بے آرامی کو محسوس کرنے کے باوجود وہ ہمت نہیں کر سکتی تھیں کہ انہیں بیڈ پر آ کر سونے کے لیے منا سکیں حالانکہ انہیں منانا ان کیلئے کبھی مشکل نہیں رہا تھا لیکن اس بار جس شرمندگی کا سامنا انہیں تھا اس کی وجہ سے وہ خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ وہ نہیں جان سکتی تھیں کہ یہ کون سا غبار تھا جو جانے کب سے ان کے اندر بھرتا جا رہا تھا اور پھر اتنے سالوں بعد اس غبار کو نکالنے کا ذریعہ سارہ سے ہونے والی گفتگو بن گئی' شاید ہر انسان کی زندگی

میں ایسا وقت آتا ہے جب گزرا وقت اپنے حصار میں کھینچنے لگتا ہے، پیچھے پلٹ کر دیکھنے کا وقت نہ ہونے کے باوجود ماضی دل و دماغ میں گھس کر حال میں شامل ہونے کی کوشش کرتا ہے اور ماضی بھی وہ جس میں کچھ ادھورے خواب کرلا رہے ہوں جس میں موجود کچھ سائبان جیسے انسانوں کی پرچھائیاں ہوں جنہیں اپنے حال اپنے مستقبل میں دیکھنا، چھونا ناگزیر ہو...... بہت بھاری ہوتا ہے یہ مرحلہ جب ماضی اور حال کا تصادم ہوتا ہے، حال میں بہت کچھ حاصل ہونے کے باوجود ماضی ایک پھانس کی طرح وجود میں اتر کر یہ احساس دلاتا ہے کہ مجھے ادھورا کیوں چھوڑا، مجھ میں بسنے والے تمہارے پیارے اب تمہاری پہنچ سے بہت دور ہو چکے ہیں۔

یہ سچ تھا کہ وہ شادی کے بعد اپنی مصروفیات کے باعث اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت زیادہ وقت نہیں گزار سکی تھیں مگر اس چیز کا ذمہ دار وہ شمس کو سمجھ کر ان پر کیوں اپنا غبار نکال گئی تھیں، انہوں نے تو کبھی انہیں ان کے ماں باپ سے دور رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی، اپنے ماں باپ کے آخری وقتوں میں وہ ان دونوں کے بہت قریب رہی تھیں، ان کی خدمت میں ان کی دیکھ بھال میں وہ شمس کو کیا اپنی اولاد تک کو بھول گئی تھیں مگر انہوں نے کبھی اس چیز کی شکایت نہیں کی بلکہ ان کی یہی کوشش رہی تھی کہ سدرہ زیادہ سے زیادہ اپنے ماں باپ کے قریب رہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سدرہ سے ان کے ماں باپ کی محبت والہانہ تھی۔

اب جب وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچ رہی تھیں تو انہیں یاد آ رہا تھا کہ وہ دونوں ان سے بہت خوش اور راضی ہو کر اس دنیا سے گئے تھے، ان کی ماں بہت پرسکون تھیں، بیٹی سے زیادہ داماد کی طرف سے کہ انہوں نے سارہ کی طرف سے بالکل مطمئن کر دیا تھا۔

بھیگتی آنکھوں کو خشک کرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی تھیں، انہیں یاد آ رہا تھا کہ وہ ڈگری لینا چاہتی تھیں کہ یہ خواب ان کے والد کا بھی تھا، وہ سیلف میڈ بننا چاہتی تھیں یہ ان کا خواب تھا جو کہ یہ بھی پہلے خواب کی طرح پورا نہ ہو سکا تھا مگر کیا واقعی اس میں شمس کا قصور تھا؟ وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔

ان کی رضامندی کے ساتھ شمس نے اپنے گھر والوں کو بھیجا تھا رشتے کیلئے، انہیں یاد آ رہا تھا کہ ان کے والد کچھ تذبذب کا شکار ہو گئے تھے کہ سدرہ کی اسٹڈیز مکمل نہیں ہوئی تھی مگر ان کی والدہ کو اس چیز کی فکر نہیں تھی روایتی ماؤں کی طرح وہ بھی بیٹی کو جلد از جلد رخصت ہوتا دیکھنا چاہتی تھیں کیونکہ شمس کے گھر والے بھی جلدی یہ کام کرنا چاہتے تھے، وجہ یہی تھی کہ اس وقت شمس کی والدہ بہو کیلئے مزید صبر نہیں کر سکتی تھیں۔ خود سدرہ کو بھی اس وقت شمس کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہا تھا حالانکہ فون پر شمس سے جب ان کی بات ہوئی تھی تو انہوں نے سدرہ سے کہا تھا کہ وہ ان کی اسٹڈیز مکمل ہونے تک انتظار کر لیں گے، اپنے گھر والوں کو بھی روک دیں گے مگر سدرہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا، انہیں خوف تھا اس چیز کا کہ آگے جا کر حالات بدل گئے اور شمس کے علاوہ انہیں کسی دوسرے شخص کی زندگی میں جانا پڑا تو وہ کس طرح سمجھوتہ کریں گی اس زندگی سے، ان ہی اندیشوں کی وجہ سے انہوں نے ہر چیز پر شمس کو اہمیت دی تھی، انہوں نے شمس سے کہا تھا کہ وہ کسی بات کیلئے انہیں ذمہ دار نہیں ٹھہرائیں گی۔ اور اب اتنے عرصے بعد کیا کیا انہوں نے اس شخص کے ساتھ...... سر ہاتھوں میں پکڑے وہ سوچ رہی تھیں۔

وہ اتنی خود غرضی کا مظاہرہ کیسے کر گئیں اس شخص کے ساتھ جس کے ماضی میں بھی بہت کچھ ادھورا تھا، اپنے اندر کا غبار نکالتے ہوئے انہوں نے ایک بار بھی اس شخص کے بارے میں نہیں سوچا تھا، سر اٹھا کر وہ ان کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو کچھ بے چین ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

وہ کبھی ان کے سامنے ماضی کو لے کر نہیں بیٹھے نہ ہی اپنی کسی محرومی کا ذکر کیا مگر سدرہ سب کچھ جانتی تھیں، بہت کم عمری میں اپنے والد کی وفات کے بعد شمس کو ایکدم سے بہت ساری ذمہ داریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا گھر میں اپنے سب بھائیوں میں وہ بڑے تھے، سدرہ کی طرح وہ بھی اپنے باپ کے بہت قریب تھے ان کی جدائی شمس کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھی، اردگرد بہت سے محبت کرنے والے رشتوں کے باوجود انہوں نے کسی سے مدد کی درخواست کی نہ ہی خود کو کمزور ہونے دیا، اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر انہیں اپنے والد کے کاروبار کو سنبھالنا پڑا تھا کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنی ماں اور چھوٹے بھائیوں کو رشتے داروں کے رحم و کرم پر نہیں دیکھ سکتے تھے، سالوں کی انتھک محنت کے دوران وہ اپنی ذات اپنے خواب سب کچھ بھول گئے تھے، یاد تھا تو صرف اپنی ماں اور بھائی جو ان پر انحصار کرتے تھے۔ ان کی محنت کا ہی نتیجہ تھا کہ آج وہ اپنے والد کی چھوٹے پیمانے پر شروع کی گئی لیدر گڈز کی فیکٹری کو اس مقام تک لے جا سکے تھے کہ آج ان کی فیکٹری کو باہر کے ممالک تک رسائی حاصل تھی، اس دوران انہیں اپنی ماں کی جدائی کا غم بھی سہنا پڑا تھا اس وقت سدرہ ان کے ساتھ تھیں، وہ دنگ ہو جاتی تھیں کہ کس طرح وہ خود کو مضبوط کر کے اپنے بھائیوں کو سنبھالتے رہے تھے۔ شمس اور ان کے باقی تینوں بھائیوں کے درمیان عمر کا فرق اتنا تھا کہ وہ خود بخود ان کیلئے ایک باپ کے مقام پر پہنچ گئے تھے، دل کے زخم

چھپا کر انہیں اپنے بھائیوں کو مضبوط رکھنے کیلئے خود کو بکھرنے سے روکنا پڑتا تھا' ان کی اب تک کی زندگی میں جتنے اتار چڑھاؤ اور غم آئے ان میں دل کو جھنجھوڑ دینے والا غم ایک ایسا بھی تھا جس کی تکلیف واذیت آج بھی ان کے دل میں روزِ اول کی طرح قائم تھی' وہ جانتی تھیں شیث کی زندگی میں رونما ہونے والا حادثہ ایک ایسا صدمہ تھا جس نے انہیں اندر سے پوری طرح توڑ کر رکھ دیا تھا۔ شیث کے لیے انہیں واقعی پل صراط پر سے گزرنا پڑا تھا۔

شمس کی والدہ نے اسے بتایا تھا کہ جب شمس کے بعد شیث کی اس دنیا میں آمد ہوئی تو اس وقت اکلوتے ہونے کے باعث شمس حد سے زیادہ لاڈ پیار کے حقدار رہے تھے ظاہر ہے اپنے اور اپنے والدین کے درمیان کسی دوسرے بچے کو برداشت نہیں کر سکتے تھے' ان کے والدین کو یہی خدشہ تھا کہ کہیں شیث کا آنا ان کی طبیعت کی خودسری اور غصے کو مزید نہ بڑھا دے مگر ان کا یہ خدشہ بس خدشہ ہی رہا تھا۔

اپنے ہاتھوں میں ننھے سے وجود نے انہیں خوشی سے پاگل کر دیا تھا' ایک پل کیلئے بھی وہ اس سے الگ ہونے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ کھانا پینا' کھیلنا کودنا' اسکول' دوست وہ سب کچھ بھول گئے تھے' کوئی دوسرا بچہ ان کے بھائی کو ہاتھ لگائے تو وہ اس سے لڑ پڑتے تھے' اپنے ننھے بھائی کے کئی کام وہ خود کرنے کی کوشش کرتے تھے' اتنی سی عمر میں شیث کیلئے ان کی محبت دیکھ کر گھر کے سب ہی افراد حیران ہوتے تھے' رات میں کئی بار وہ اٹھ اٹھ کر یہ دیکھتے تھے کہ ان کا یہ قیمتی کھلونا کہیں غائب تو نہیں ہو گیا۔ اپنے خدشے کا اظہار وہ جب اپنے باپ کے سامنے کرتے تو ان کے بہت سمجھانے پر انہیں یقین آیا تھا کہ ان کا بھائی کبھی ان سے دور نہیں جائے گا۔ شیث سے ان کی یہ محبت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی چلی گئی تھی اور یہ تو ہمیشہ ہی ہوتا آیا ہے کہ انسان جس سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہے اس سے کم از کم ایک گھاؤ تو ایسا ملتا ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا' اس گھاؤ کے نشان خود شیث کی زندگی میں کتنے گہرے تھے اس کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا مگر جو لوگ اس سے متاثر ہوئے ان میں سرفہرست شمس ہی تھے جن کے دل کو آخری سانس تک اپنے بھائی کی اذیت پر گھائل رہنا تھا۔ اب ایسے انسان کو کسی چیز کیلئے موردِ الزام ٹھہرانا یقیناً زیادتی تھی' اس کی کسی غلطی کو یا تھوڑی سی بے نیازی کو نظر انداز کر دینا کم از کم ان کی بیوی پر تو فرض ہونا چاہیے تھا جو ان کے دل کے ہر کونے سے واقف تھیں۔ کچھ چونک کر وہ ہنی کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو آنکھ کھلنے پر شمس کو قریب نہ پا کر آنکھیں ملتی اٹھ بیٹھی تھی' سر رکھ کر سونے کے لیے اسے باپ کا بازو چاہیے ہوتا تھا۔

شمس آج بھی اسے سلا کر خود بیڈ سے اٹھ گئے تھے مگر آج ہنی نیند ٹوٹنے پر باپ کی غیر موجودگی پر ہراساں ہوئی تھی' اگر کبھی موڈ ہوتا تو وہ اپنی مرضی سے شیث کے پاس یا سارہ کے پاس سونے چلی جاتی تھی ورنہ عادت اسے شروع سے اپنے باپ کی تھی۔ سدرہ کے پاس وہ تب ہی آتی تھی جب شمس سے اسے کسی بات پر ڈانٹ پڑتی تھی' بسورتے چہرے کے ساتھ ہنی نے سدرہ کو دیکھا تھا جو اس کے متوجہ ہونے سے پہلے ہی اس طرح لیٹ گئی تھیں جیسے سو رہی ہوں مگر دیکھ اسے رہی تھیں جو بیڈ سے اتر کر شمس کی طرف جا رہی تھی' سدرہ کو معلوم تھا کہ وہ انہیں ساتھ لے کر بیڈ تک ضرور آئے گی' نیند میں اسے ان کی کوئی بات سمجھ نہیں آئے گی اور ایسا ہی ہوا تھا' تھوڑی سی ضد کے بعد وہ انہیں بیڈ تک لانے میں کامیاب ہو گئی تھی' جبکہ بند آنکھوں کے ساتھ سدرہ مطمئن ہوئی تھیں کہ کم از کم سحری تک تو شمس آرام سے سو جائیں گے۔

⁂

برآمدے میں آتے ہوئے اس نے شمس کو دیکھا تھا جو سست روی کے ساتھ سامنے ہی چہل قدمی کرتے دکھائی دیئے تھے مگر اب رُک کر اسے دیکھ رہے جو ان کی سمت ہی آ رہا تھا۔

”سوئے نہیں تم اب تک؟“ وہ اس سے پوچھ رہے تھے جو ان کے ساتھ ہی قدم ملا کر چل رہا تھا۔

”آپ پریشان ہیں تو میں کیسے آرام سے سو سکتا ہوں؟“ وہ جواباً سوال کر رہا تھا۔

”نہیں...... میں پریشان نہیں ہوں۔“ وہ بولے تھے۔

”آپ مجھ سے چھپا نہیں سکتے۔ میں جانتا ہوں آپ بھابی سے ناراض بھی ہیں۔“

”میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔“ وہ درمیان میں ہی کچھ ناگواری سے بولے تھے۔

”ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو مگر ہم سب کو تو ایسا ہی لگتا ہے۔“ وہ فوراً ہی بولا تھا۔

”اب تم سب کی تسلی کے لیے مجھے کیا کرنا پڑے گا؟“ وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

”آپ جانتے ہیں کہ ہم سب کی تسلی بھابی کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر ہی ہو سکتی ہے۔“ وہ بولا تھا۔

”تمہیں سدرہ نے میرے پاس بھیجا ہے؟“ شمس نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”نہیں...... مگر میں ان کی وجہ سے ہی آپ کے پاس آیا ہوں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

”تم سب کے سب اس کے ہی سپورٹر ہو اور تمہیں تو کچھ زیادہ ہی وکالت کا شوق ہے۔“ شمس نے کچھ ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

”اب کیا کریں...... ہمیں بھابی کا سپورٹر بن کر رہنا پڑتا ہے‘ ان کے پاس ہمیں زیر کرنے کے لیے ہتھیار جو اتنے خطرناک ہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

”وہ بات کرنا بند کر دیں تو ہم پر عذاب‘ وہ آنسو بہائیں یہ اس سے بھی بڑا عذاب...... اور آپ جانتے ہیں کہ انہیں روتا دیکھ کر سب سے پہلے شان کا بی پی لو ہو جاتا ہے۔“ اس کے کہنے پر وہ بے ساختہ مسکرائے تھے۔

”میں واقعی اس سے ناراض نہیں ہوں‘ میں جانتا ہوں کہ وہ کچھ ڈسٹرب ہو گئی تھی میں بس اس لئے خاموش ہوں کہ اسے نارمل ہونے کا وقت ملے اس کے بعد اگر وہ مجھ سے اپنی شکایتوں کا ذکر کرے گی تو میں سننے سے انکار نہیں کروں گا۔“ وہ گہری سنجیدگی سے بولے تھے۔

”میں بھی آپ سے یہی کہنے والا تھا‘ شاید وہ واقعی اب تک ذہنی طور پر ڈسٹرب ہیں‘ پہلے ان کے ابو کی ڈیتھ اور پھر ان کی امی کی بھی ڈیتھ نے انہیں نفسیاتی دباؤ کا شکار کیا ہے‘ ایک بڑا تہوار قریب آ رہا ہے‘ جس کی آمد ان کے غم میں اضافہ کر رہی ہے اور یقیناً وہ جس گھٹن میں ہیں اس میں وہ خود کو ان سیکیور فیل کر رہی ہیں‘ شاید انہیں بھی اندازہ نہیں ہے کہ انہیں کس طرح اپنی گھٹن کو باہر نکالنا ہے۔ والدین کا سایہ سر پر ہونا کیا معنی رکھتا ہے یہ آپ بھی بہتر جانتے ہیں اور آپ کو تو معلوم ہے کہ بھابی ذرا ذرا سی بات کو دل پر لے کر بیٹھ جاتی ہیں‘ آپ سمجھ سکتے ہیں میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ وہ اتنا ہی بولے تھے۔

”وہ آپ سے شرمندہ ہیں آپ کو راضی کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے یا انہیں آپ سے معذرت بھی کرنی پڑے گی؟“ وہ مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

”میں نے کہا ہے کہ میں ناراض نہیں ہوں تو معذرت کیسی...... البتہ تم سب کی تسلی کیلئے میں ہی معافی مانگ لیتا ہوں اس سے۔“ وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

”نہیں...... ایسا کوئی نہیں چاہتا‘ بس آپ اپنا موڈ ٹھیک کر کے سب بھلا دیں اور بھابی سے بات کر لیں بلکہ ابھی جا کر بات کریں وہ زیادہ بہتر ہے۔“

”میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا...... اب جاؤ جا کر سو جاؤ۔“ وہ خشمگیں لہجے میں بولے تھے۔

”جی بالکل‘ میرا خیال ہے کہ اب آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا چاہیے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا اور ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر ان کی پشت کے گرد باز ورکھے گھر کی سمت بڑھ گیا تھا۔

* * *

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے ایک نظر سدرہ پر ڈالی تھی جو نماز پڑھنے میں مشغول تھیں‘ دروازہ بند کر کے وہ بیڈ کی سمت آئے تھے جہاں ہنی تو سو رہی تھی مگر شیری ہاتھ پیر ہلاتا رونے کی تیاریاں کر رہا تھا‘ اسے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے وہ بیک کراؤن سے پشت لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ کچھ دیر بعد نماز سے فارغ ہو کر وہ شمس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

”میں نے اسے سلا کر نماز شروع کی تھی۔“ کچھ جھجک کر بولتے ہوئے انہوں نے شیری کو ان سے لینا چاہا تھا مگر وہ روک گئے تھے۔

”بیٹھو تم...... مجھے بات کرنی ہے۔“ ان کے سنجیدہ لہجے پر وہ خاموشی سے بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھیں۔

”تمہیں یاد ہے شادی سے پہلے فون پر جو بات میں نے تم سے کی تھی‘ میں نے تم سے کہا تھا کہ اچھی طرح سوچ کر کوئی فیصلہ کرنا کیونکہ میں بھی جانتا تھا کہ اس وقت کے گزر جانے کے بعد وہ وقت دوبارہ تمہارے پاس نہیں آئے گا‘ بعد میں اگر تم اپنے فیصلے پر پچھتاوا محسوس کرو گی تو یہ میرے لیے شرمندگی کا باعث ہو گا‘ میں نے تمہیں یقین دلانا چاہا تھا کہ کچھ عرصے کی بات ہے میں انتظار کر لوں گا‘ جلدی میرے گھر والوں کو تھی مگر مجھے یہ

دیکھنا تھا کہ اس جلدی میں تمہارا کوئی نقصان نہ ہو جائے۔" وہ گہرے سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے ان کے شرمندہ چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

"پتا نہیں مجھے کیا ہوا تھا مگر یقین کریں مجھے اس وقت بھی کسی بات کا پچھتاوا نہیں ہے، غصے میں مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا کہ میں کس کے سامنے کیا کہتی جا رہی ہوں۔" سر جھکائے وہ مدھم آواز میں بولی تھیں۔

"آپ میری طرف سے اپنا دل صاف کر لیں، میں نے جو کہا اس کے لیے میں آپ سے معافی......"

"نہیں...... میں نے اس لیے یہ بات شروع نہیں کی کہ تم مجھ سے معافی مانگو۔" وہ درمیان میں ہی ان کی بات کاٹ گئے تھے۔

"غصے میں، میں بھی بہت کچھ بول جایا کرتا ہوں جسے تم بہت خاموشی اور صبر کے ساتھ سنتی ہو، غلطی میری بھی ہے مجھے احساس ہونا چاہیے تھا کہ بہت کچھ چھوڑ کر تم میری زندگی میں داخل ہوئی تھیں۔ اپنی خواہش اور خواب کو ادھورا چھوڑ کر تم نے مجھے، میری ذات، میرے گھر کو مکمل کیا ہے، اس بات کیلئے مجھے بہت پہلے ہی تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا، اگر ایسا کر دیتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی کہ تمہیں وہ سب مجھے یاد دلانا پڑتا لیکن یہ سچ ہے کہ میں نے تمہارے ہر ایثار کو یاد رکھا ہے، میں کچھ نہیں بھولا ہوں اور تمہارے متعلق کوئی بات بھولنا بھی ایک ناممکن سی بات ہے، تم جانتی ہو میری زندگی میں آنے والی تم پہلی اور آخری عورت ہو۔" وہ بولے تھے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں شاید میں واقعی آپ کو یاد دلانا چاہتی تھی کہ اس وقت آپ میرے لئے اہم تھے، ہر خواب ہر خواہش سے بڑھ کر تھے مگر مجھے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے تھا کہ آپ کی محبت کے سامنے میرے کسی ادھورے خواب کی اہمیت ایک نقطے کے برابر ہے، زندگی میں ہر خواب تو پورا نہیں ہوتا، آپ کے بھی تو بہت سے خواب ادھورے رہ گئے تھے۔ اس وقت سب کچھ چھوڑ کر آپ کی زندگی میں آنے کا فیصلہ بالکل درست تھا کہ جو کچھ چھوڑا اس سے کہیں زیادہ مجھے آپ کی بدولت ملا ہے۔" وہ نظر جھکائے سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا تھا کہ تم میری وجہ سے سب کچھ بھول کر چلی آئی تھیں۔" ان کے مسکراتے لہجے پر سدرہ نے انہیں دیکھا تھا۔

"بتانے کی ضرورت نہیں تھی آپ سب جانتے تھے۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھیں۔

"ویسے سچ بتاؤں، اگر تم میرے لیے سب کچھ نہ بھولتیں تو حقیقتاً میری نیندیں اڑ جاتیں، مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کس طرح تمہارا انتظار کرتا۔" وہ بولے تھے۔

"آپ نے بھی مجھے یہ اُس وقت نہیں بتایا تھا۔" وہ بولی تھیں۔

"مجھے بھی آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی آپ بھی یہ اس وقت جانتی تھیں۔" ان کے خشمگیں لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھیں۔

"ہم اپنے ادھورے رہ جانے والے خواب اپنے بچوں میں پورا ہوتے دیکھیں گے انشاء اللہ۔" اپنے بیٹے کے سر کو چومتے ہوئے وہ بولے تھے۔

"میں سوچ رہی تھی کہ کل موموکے عید کے کپڑے وغیرہ لے آؤں، ہنی بھی پوچھ رہی تھی کہ عید کی شاپنگ کیلئے کب چلیں گے۔" وہ بولی تھیں۔ شمس ہر عید پر موموکی تیاری خود کرواتے تھے اس لئے نہیں کہ آگے جا کر مومو نے ایک نئے رشتے میں ان سے منسلک ہونا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ شروع سے اپنی دوسری چچا اور تایا زاد بہنوں کے برعکس مومو سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے، وہ خود بھی ان کی فیملی کے ساتھ بہت اٹیچڈ تھی اور شاید وہی ایک تھی جو شمس سے بے تکلف ہو کر بات کیا کرتی تھی۔

"اس بار رہنے دو، سب جانتے ہیں کہ تمہاری والدہ کے جانے کے بعد یہ پہلی عید ہے۔" شمس نے کہا تھا۔

"سب جانتے ہیں مگر میں نہیں چاہتی کہ سب اس بات کو زیادہ محسوس کریں، سال میں ایک بار یہ عید آتی ہے اور پھر بچے تو بچے ہوتے ہیں، رہی بات موموکی تو آپ جانتے ہیں کہ اسے کتنا انتظار رہتا ہے آپ کے ساتھ عید کی شاپنگ پر جانے کا، میں نہیں چاہتی کہ میری یا سارہ کی وجہ سے سب کی عید پھیکی پڑ جائے۔" وہ بولی تھیں۔

"ٹھیک ہے پھر کل موموکے ساتھ چلی جانا، مجھے معاف کرو۔"

"مگر میں آپ کے ساتھ جانا چاہ رہی تھی، آپ ساتھ ہوں گے تو سب کچھ جلدی ہو جائے گا ورنہ مومو کو آپ جانتے ہیں ہزاروں چکر لگوا دے گی۔" ان کے اصرار بھرے انداز پر شمس نے حامی بھر لی تھی۔

* * *

آہنی گرلز اور پھر مین گلاس ڈور لاک کرتا وہ اندر آیا تھا' سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے وہ بس ایک پل کو ٹھٹکا تھا۔ درمیان کے اسٹیپس پر وہ نیم تاریکی میں ساکت بیٹھی تھی' ایک گہرا سانس لے کر وہ اس کی جانب بڑھ گیا تھا جو نامحسوس انداز میں آنکھوں کے گوشے صاف کر رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے شیث نے اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھا تھا اور پھر اس کی گود میں رکھے چھوٹے سے البم کو دیکھا تھا۔

''کیا میں یہ دیکھ سکتا ہوں؟'' البم کی طرف ہاتھ بڑھانے سے پہلے شیث نے اس سے پوچھا تھا جواباً وہ فوراً نفی میں سر ہلا کر البم پیچھے ہٹا گئی تھی' دوسری جانب اسے دیکھتے ہوئے وہ فوری طور پر کچھ بول نہیں سکا تھا جبکہ وہ خاموشی کے ساتھ اسے بالکل نظر انداز کیے بیٹھی تھی۔

''یہ زندگی ہے سارہ! ہمیں وہی کچھ کرنا اور سہنا پڑتا ہے جو زندگی چاہتی ہے' ہم ان انسانوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے جنہیں ہم کبھی خود سے جدا نہیں کرنا چاہتے مگر ہمیں قدرت کے فیصلوں پر سر جھکانا پڑتا ہے' یہ بات تمہیں سمجھانے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اس کے جھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

''ہاں میں سب سمجھتی ہوں مگر کبھی کبھی بہت مشکل لگتا ہے ہر حقیقت کو قبول کرنا' سب کچھ بُرا لگتا ہے کچھ اچھا نہیں لگتا۔'' وہ مدھم آواز میں بولی تھی۔

''میں بہت اچھی طرح واقف ہوں تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی میں محسوس کر سکتا ہوں' لیکن مجھے امید ہے تم سے کہ تم اپنے آپ کو مضبوط رکھو گی۔'' وہ بولا تھا جس پر سارہ نے نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا جو جینز کی پاکٹ سے والٹ نکال رہا تھا۔

''دیکھو۔'' والٹ سے ایک تصویر نکال کر اس نے سارہ کی طرف کی تھی' ایک حیران نظر اس پر ڈال کر سارہ نے اس کے ہاتھ سے تصویر لی تھی اور اگلے ہی پل اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ یہ تصویر شیث کے والدین کی تھی۔

''یہ تمہارے فادر ہیں ناں؟'' تصویر میں ایک سوبر سی خاتون کے ساتھ موجود ڈیسنٹ سے شخص کی طرف اس کا اشارہ تھا۔

''کتنا خوبصورت سوال کیا ہے تم نے۔'' شیث کے خشمگیں لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''دراصل میں پہلی بار تمہارے فادر کو دیکھ رہی ہوں۔'' تصویر کو بغور دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''یہ تو بہت اچھے ہیں۔'' متاثر ہو جانے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے وہ تعریفی لہجے میں بولی تھی۔

''غور سے دیکھو بھائی بالکل ابو سے مشابہت رکھتے ہیں۔'' وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولا تھا۔

''نہیں بہت زیادہ نہیں' شان کا چہرہ ان سے بہت ملتا جلتا لگ رہا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی تھی۔

''تم غور کرو جب تک میں یہ تمہارا البم......'' بولتے ہوئے شیث نے سرعت سے اس کا البم اچک لیا تھا۔

''شیث! واپس کرو۔'' احتجاجاً اس نے البم واپس لینا تھا مگر یہ ممکن نہ ہو سکا تھا۔ شدید شرمندگی اسے محسوس ہو رہی تھی' اس البم میں اس کے والدین کی تصویروں کے ساتھ اس کے بچپن کی کچھ تصویریں بھی تھیں جو کہ اتنی مضحکہ خیز تھیں کہ غلطی سے بھی وہ ان تصویروں کو کسی کی نظروں میں نہیں آنے دے سکتی تھی مگر اب شدید ناراضی سے اسے گھور رہی تھی جو مسکراہٹ چھپائے کبھی اسے اور کبھی ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں' بچپن میں سب ہی ایسے عجیب و غریب سے ہوتے ہیں۔'' البم اسے واپس کرتے ہوئے وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ چھیننے والے انداز میں البم اس سے لیتی وہ شدید ناگوار نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''اس بار آنے والی یہ عید میرے لیے بہت اہم ہے۔'' اس کے یکدم ہی کہنے پر سارہ نے اسے دیکھا تھا۔

''کیونکہ اس بار چاند رات کو تمہارا چہرہ دیکھ کر آنکھیں بند کروں گا اور عید کی صبح آنکھ کھلنے پر بھی مجھے تمہارا چہرہ دکھائی دے گا۔'' وہ بولا تھا۔ دوسری جانب سارہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''ہاں اس بارے میں تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا...... ویسے تم اتنے خشک بھی نہیں ہو۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''عید کے دن تو یہاں اور زیادہ چہل پہل ہوگی' عام دنوں میں ہی اتنی رونق ہوتی ہے' عید کے دن تو تم سب کزنز آپس میں ہی اتنا انجوائے کر لیتے ہو گے کہ باہر سے کسی کے آنے کی ضرورت ہی نہیں۔'' چہرے کے گرد ہاتھ رکھے وہ سوالیہ لہجے میں بولی تھی۔

”اب تم بھی ساتھ ہوگی تو خود دیکھنا۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

”ہونہ جاؤں کہیں ساتھ...... اس دن کی طرح اگر تمہارے ہٹلر بھائی نے مجھے گھر میں لاک کر دیا تو؟“ اس کے نخوت سے کہنے پر یکدم ہی شیث کے چہرے کے تاثرات سنجیدہ ہوئے تھے جنہیں دیکھتے ہوئے وہ بمشکل ہی ہنسی روک سکی تھی۔

”مجھے تو اب بھی یہ سوچ کر ہنسی آتی ہے کہ مجھے تم سے دور رکھنے کیلئے وہ مجھے قید کر سکتے ہیں، دیوار تک میں چنوا سکتے ہیں......“

”اس کے باوجود کوئی رکاوٹ مجھے تم تک پہنچنے سے نہیں روک سکتی۔“ وہ درمیان میں اس کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولا تھا۔

”میں دعا کروں گا کہ عید کے دن بھی مجھے تمہارا چہرہ ایسا ہی ہنستا مسکراتا نظر آئے۔“ اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتا وہ بولا تھا۔

”تم چاہتے ہو ایسا؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”دل سے چاہتا ہوں ایسا اور تمہاری طرف سے یہی عید کا تحفہ ہوگا میرے لئے۔“ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

”اب تو مسکرانا ہی پڑے گا۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

* * *

لاؤنج میں آتے ہوئے سدرہ نے اسے دیکھا تھا جو صوفے پر نیم دراز ٹی وی پر نظر جمائے بیٹھی تھی۔

”سارہ!“ ان کی پکار پر وہ متوجہ ہوئی تھی۔

”اس طرح یہاں کیوں بیٹھی ہو، آج چاند رات ہے ابھی سب لڑکیاں تم سے مل کر گئی ہیں تمہیں باہر بلا کر بھی گئی ہیں، جاؤ جا کر ان کے پاس سب کے ساتھ جا کر بیٹھو۔“ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ نرم لہجے میں بولی تھیں۔

”ابھی کچھ دیر میں چلی جاؤں گی۔“ وہ کسلمندی سے بولی تھی۔

”میں شمس کے ساتھ بڑے تایا کی طرف جا رہی ہوں مگر اس طرح تمہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی، چلو اب اٹھو باہر نکلو اور دیکھو کتنی رونق ہے تمہارا دل بھی بہل جائے گا۔“ انہوں نے سمجھایا تھا جس پر وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور تھکے تھکے انداز میں چلتی ہوئی دیوار گیر آئینے کی طرف گئی تھی اور اپنا جائزہ لیا۔ مرجنڈا اور سیاہ کنٹراسٹ کے پرنٹڈ جارجٹ کے لباس میں اس کا حلیہ اتنا بھی برا نہیں لگ رہا تھا، پشت تک گرے ادھ کھلے بالوں میں انگلیاں پھیر کر اس نے دوپٹہ سر پر ڈال کر باہر کا رخ کیا تھا۔

واقعی رونق عروج پر تھی، آج گراؤنڈ سے لڑکوں کو باہر نکال کر لڑکیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور اب وہاں گروپ کی شکل میں سب مہندی لگانے میں مصروف تھیں۔ فضا میں قہقہے، باتوں کا شور اور کار کے کھلے دروازوں سے نکل کر بکھرتی میوزک کی تیز آواز سب مل جل کر مزید رونق کو بڑھا گئی تھیں۔

دائیں جانب اس نے دیکھا تھا جہاں وہ کار کے بونٹ پر ونڈ اسکرین سے پشت لگائے اپنے ایک کزن کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا مگر اب نظریں اس کی سارہ پر ہی تھیں جو دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی لڑکیوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔

”کہاں تھیں تم...... دو بار شان کو بھیجا تھا تمہیں بلانے کیلئے۔“ شمس کی تایازاد رومیصہ نے شکایت کرتے ہوئے اس کیلئے جگہ بنائی تھی جبکہ وہ جواباً ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ رومیصہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پتا نہیں کیوں ایک بار پھر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جس کی نظروں کی تپش دور سے ہی اسے اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی، کار سے بلند ہوتے اسٹیریو کی لہریں ہر سمت پھیل رہی تھیں۔

لبوں میں مسکراہٹ دبائے وہ مکمل ان سب لڑکیوں کی طرف ہی متوجہ رہی تھی جو ایک دوسرے کے ہاتھوں پر مہندی کے نقش و نگار بنانے کے ساتھ ہنسنے کھلکھلانے میں بھی مگن تھیں۔ اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود ایک نے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا کہ ہلکا سا ڈیزائن بنوا لو، اس کا بالکل موڈ نہیں تھا مگر ایک ساتھ سب کے اصرار پر اسے بار بار انکار کرنا اچھا نہیں لگا تھا اس لیے صرف ایک ہاتھ پر مہندی لگانے کی شرط پر وہ راضی ہوگئی تھی۔

یہ اور بات کے اس کے روکنے کے باوجود رومیصہ کلائی تک اس کے ہاتھ کی پشت کو بھی مہندی سے رنگنا شروع کر چکی تھی۔

بری طرح وہ سب چونک کر اس جانب متوجہ ہوئی تھیں جہاں مائیکل جیکسن کے تھرلر پر کچھ لڑکے واقعی موڈ میں آ چکے تھے۔ میوزک کے ساتھ سیٹیوں کی کان پھاڑ دینے والی آوازیں۔ سارہ کے ہوش اڑنے لگے تھے۔ کچھ دیر وہ سب لڑکیاں بلند آواز میں وہیں سے بیٹھے بیٹھے ہوٹنگ کرتی رہی تھیں مگر پھر سب بالآخر اٹھ کر اسی جانب بڑھ گئی تھیں جہاں اب شاہ رخ محفل گرم کر رہا تھا۔ سب کے ساتھ سارہ کو بھی اس جانب جانا پڑا تھا۔

شاہ رخ کے مضحکہ خیز اسٹیپس اور لڑکیوں کی ہوٹنگ پر وہ بھی بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو کار کے بونٹ پر ہی آرام سے بیٹھا مسکراتی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بری طرح جھینپ کر ہنسی روکتی قدرے پیچھے وہ ہٹی تھی تب ہی شاہ رخ بے ہنگم انداز میں رقص کرتا اپنے باقی کزنز کے اکسانے پر ان سب لڑکیوں کی طرف بڑھا تھا جو ہوٹنگ کرنے سے باز نہیں آ رہی تھیں مگر اب اچانک شاہ رخ کے گھسے چلے آنے پر چیختے ہوئے پیچھے ہٹی تھیں۔

”شاہی! خالی ہاتھ واپس مت آنا۔“ پاگل ہوتے شاہ رخ کو کسی لڑکے نے مزید اکسایا تھا جس پر سب ہی لڑکیاں چلاتی ہوئی بھاگی تھیں اور وہ جو دنگ کھڑی یہ دھما چوکڑی دیکھ رہی تھی اس وقت بھی نہیں بھاگ سکی تھی جب شاہ رخ اس کے قدموں کے پاس بیٹھا تھا اور اس کے پیروں کو بازوؤں میں قید کر لیا تھا' ایک چیخ بس اس کے حلق سے نکلی تھی اگلے ہی پل اس نے اپنا مہندی والا ہاتھ شاہ رخ کی پشت پر مارا تھا' قہقہوں کا طوفان تھا جو اِردگرد گونج اٹھا تھا۔ اس کے بعد ہی موموکسی آندھی کی طرح آئی تھی شاہ رخ کی گردن پکڑ کر اس نے سارہ سے اسے دور ہٹایا تھا اور اس کے بعد شاہ رخ آگے آگے اور لڑکیوں کے جلوس کے ساتھ موموسب کے پیچھے پیچھے تھی۔ اپنے ہاتھ کی مہندی کے بگڑے نقش ونگار دیکھنے کے بعد اس نے کھا جانے والی نظروں سے شیث کو دیکھا تھا جو اپنی مسکراہٹ چھپانے کیلئے چہرہ دوسری طرف موڑ گیا تھا۔

❀❀❀

رات گئے چاندرات کی چہکاریں گونجتی رہی تھیں مگر پھر بڑوں کی ہدایت پر لڑکیوں کو اپنی محفل برخاست کرنی پڑی تھی۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ بری طرح چونکی تھی' بیڈ کی طرف آتے ہوئے اس نے حیرت سے ان سب چیزوں کو دیکھا تھا۔ تب ہی آہٹ پر اس نے پلٹ کر اندر آتیں سدرہ کو دیکھا تھا۔

”کیا ہے یہ سب؟“ اس نے حیرت سے سدرہ کے چہرے پر موجود مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

”عید کا تحفہ ہے' اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو؟“ بولتے ہوئے وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھیں۔

”آپ کو یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی' میں اس عید کو بھی دل سے نہیں منا سکتی۔“ وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

”میں جانتی ہوں مگر میں شیث کو انکار نہیں کر سکی تھی۔“ ان کے کہنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

”یہ سب اس کی طرف سے ہے۔ اب کیا میں اسے بطور تحفہ دینے سے روک دیتی؟“ اس کی خاموشی پر وہ پوچھ رہی تھیں۔

”پھر بھی آپ کو اسے سمجھانا تو چاہیے تھا۔“ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

”میں اسے کیا سمجھاتی' عید کا موقع ہے سارہ! سب ہمیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم پر بھی فرض ہے کہ کسی کو مایوس نہ کریں۔“ سدرہ نے کہا تھا اور پھر اسے قریب کرتے ہوئے اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

”میں بھی کل عید کے دن تمہارے چہرے پر افسردگی اور آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکوں گی۔“ اس کی پشت کو دھیرے دھیرے سہلاتے ہوئے وہ نم لہجے میں بولی تھیں۔

”اب تمہارے سکون واطمینان کیلئے میری ذات کا ہونا کافی ہے۔ ہمیں اپنے غم کو دل میں چھپا کر سب کی خوشیوں میں شامل ہونا ہے۔“ اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے وہ بولی تھیں جس پر بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس نے اثبات میں سر ہلا کر انہیں یقین دلایا تھا۔

”اچھا...... اب تم ذرا اپنا ڈریس دیکھ لو' شیث نے میری پسند کو ہی اہمیت دی تھی۔ تمہیں ضرور پسند آئے گا۔ فٹنگ وغیرہ بھی چیک کر لو۔“ پیکٹ کھولتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”آپ اس کے ساتھ کب چلی گئیں اس شاپنگ کیلئے؟“ وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

”کل ہی تو گئی تھی تمہارے سامنے افطار کے بعد' شیری کے سوٹ کا سائز بڑا آ گیا تھا وہی چینج کروانے شیث کے ساتھ گئی تھی اور اسے موقع مل گیا۔“ وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھیں جبکہ وہ اپنے سوٹ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی' ہلکے کاسنی رنگ کے سوٹ کی شرٹ اور دوپٹے پر بہت نازک ایمبرائیڈری موجود تھی' جارجٹ کا مہین نرم وملائم کپڑا نہایت نفیس تھا۔

”سادہ سا لباس ہے' اچھا لگا تمہیں؟“ سدرہ نے پوچھا تھا۔

”جی...... اچھا لگ رہا ہے۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”کل رات کا کھانا بڑے تایا کی طرف ہے سب وہاں ہوں گے‘ کچھ دیر کے لئے پہن لینا۔ تحفہ دینے والا بھی مطمئن ہو جائے گا ورنہ اسے ڈر ہے کہ کہیں تم یہ سب دیکھ کر ناراض نہ ہو جاؤ۔“ وہ بتا رہی تھیں۔

”اگر آپ کے شوہر کو یہ معلوم ہو گیا کہ......“

”اچھا بس رہنے دو‘ ان کا ذکر کہاں سے آ گیا یہاں......“ سدرہ نے درمیان میں ہی اسے ٹوکا تھا۔

”اب باقی چیزیں بھی تم دیکھ لو میں جا رہی ہوں کہیں شیری نہ جاگ جائے۔“ اسے تاکید کر کے وہ کمرے سے نکل گئی تھیں جبکہ وہ بقیہ چیزوں کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ لباس کے ہم رنگ چوڑیاں اور خوبصورت نازک سے سلیپرز دیکھ کر اسے یقین آ گیا تھا کہ یہ سب بھی سدرہ کی چوائس ہو گی‘ وہ جانتی تھیں کہ فینسی ٹائپ کے سینڈلز اس نے کبھی پیروں میں نہیں ڈالنے تھے۔ مسکراتے ہوئے سیل فون اٹھا کر شیث کو اسی وقت کال کی تھی۔

”شکریہ ادا کر کے میرے خلوص کو ٹھیس مت پہنچانا۔“ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ تاکید کر گیا تھا۔

”تمہیں یہ خوش فہمی کیونکر ہوئی کہ میں شکریہ ادا کرنے والی ہوں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”اخلاقاً تو تمہیں شکریہ ادا کرنا چاہیے۔“ وہ بولا تھا۔

”میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی‘ اور تمہیں کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی۔“

”مجھے ضرورت تھی تم نہیں سمجھو گی اور میں نے کہاں کچھ کیا ہے‘ بھابی نے تو کچھ بھی نہیں لینے دیا مجھے‘ میں تو پچھتا رہا تھا ان کے ساتھ جا کر۔“ وہ کوفت کے ساتھ بتا رہا تھا۔

”ان کی جو سمجھ میں آیا انہوں نے لیا‘ انہوں نے جیولری کے نام پر ایک رنگ تک نہیں لینے دی مجھے۔“

”شیث! خدا کا شکر ہے کہ تم نے ذہانت کا ثبوت دیا اور آپی کو ساتھ لے گئے‘ وہ سب کچھ میری پسند کے مطابق ہی لائی ہیں‘ تم پچھتاؤ مت اور رہ گئی جیولری تو یقین کرو مجھے الرجی ہے جیولری کے نام سے‘ میرے کانوں میں جو بالیاں ہیں میں نے ان کی عادت بھی بہت مشکل سے ڈالی ہے۔“ وہ بیزاری کے ساتھ بتا رہی تھی۔

”ویسے تمہارا یہ تحفہ مجھے بہت اچھا لگا اور میں بہت خوش ہوں۔“

”تھینک یو...... مگر کل تمہاری باری ہے تحفہ دینے کی‘ مسکرانے کو دل نہ بھی چاہے تو بھی میرے لیے مسکرانا ہے۔“ اس کی تاکید پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

❀❀❀

ہلکے آسمانی رنگ کے کاٹن کے لباس میں وہ نماز کی ادائیگی کے بعد بہت فریش موڈ میں کمرے سے باہر آئی تھی اور سیدھی سدرہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

”السلام وعلیکم! عید مبارک۔“ باآواز بلند اس نے سدرہ کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا جس پر وہ بھی جواب دیتیں ہنستے ہوئے بڑے پرتپاک انداز میں اسے گلے سے لگا چکی تھیں۔

”پورے گھر میں شیر خرمے کی خوشبو پھیلی ہے‘ مجھے جلدی سے وہ کھانا ہے اتنے عرصے بعد میں آپ کے ہاتھ سے بنا شیر خرمہ کھاؤں گی۔“ وہ بے تابی سے بولی تھی۔

”تو پھر آ جاؤ کچن میں‘ تم چکھ لو پہلے کہیں کوئی کمی نہ رہ گئی ہو۔“ گیلے بالوں میں آخری بار برش پھیر کر سدرہ بولی تھیں اور ایک بار پھر ہنی کو آواز دی تھی جس کی نیند ہی نہیں ٹوٹ رہی تھی۔

”ہائے...... میرا شہزادہ تو جاگ بھی گیا۔“ اس کی نظر کاٹ میں موجود شیری کی طرف گئی تھی جو تیزی سے اس کی جانب گئی تھی۔

”تمہارے شہزادے نے فجر میں مجھے بھی جگا دیا تھا۔“ کمرے سے باہر جاتے ہوئے سدرہ نے اطلاع دی تھی جبکہ وہ بھی شیری کو بانہوں میں بھینچے ان کے پیچھے ہی گئی تھی۔

”سارہ! ایک بات کہنی تھی تم سے۔“ دہی پھینٹتے ہوئے سدرہ نے اسے دیکھا تھا جو شیری کو گود میں بٹھائے گرم گرم شیر خرمہ کھانے میں مگن تھی مگر اب سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

”مگر پہلے تم وعدہ کرو کہ میری بات مان لوگی۔“ ایک نظر اس پر ڈال کر وہ مزید بولی تھیں۔

”پہلے مجھے بات تو معلوم ہو ایسے کیسے وعدہ کرلوں۔“ وہ حیرت سے بولی تھی۔

”آج عید کا دن ہے سارہ! ان کا اتنا احترام تو تم کرسکتی ہو کہ آج انہیں سلام کرلو۔“ سدرہ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا جواباً اس نے ایک گہرا سانس لے کر شیری کو دیکھا تھا جو گردن اس کی جانب اٹھائے ٹکر ٹکر اس کو ہی دیکھ رہا تھا‘ بے ساختہ ہنستے ہوئے اس نے اپنی پیشانی اس کے سر پر رکھ دی تھی۔

”میں کیا کہہ رہی ہوں تم سے۔“ سدرہ نے کچھ خفگی سے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

”انہیں سلام کرنے سے تمہاری انا پر ضرب نہیں لگ جائے گی۔“

”میں سوچوں گی۔“ وہ اطمینان سے بولی تھی۔

”سلام کرنا کیا بہت کٹھن کام ہے جو تم سوچو گی اس بارے میں‘ وہ آنے والے ہیں اور مجھے تم سے ہرگز یہ امید نہیں ہے کہ آج کے دن تم مجھے مایوس کروگی۔“ وہ بولی تھیں۔

”آپ کہیں تو آج سلام کے ساتھ تین باران کے گلے بھی لگ جاؤں عید ملنے کیلئے۔“ وہ طنزیہ لہجے میں بوئی تھی۔

”کوئی مضائقہ نہیں اس میں۔“ سدرہ نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے کہا تھا تب ہی ڈور بیل کی آواز گونجی تھی۔

”چلو اب سیدھی طرح جاکر گیٹ کھولو۔“ مسکراہٹ چھپا کر سدرہ نے اسے حکم دیا تھا جس پر وہ خاموشی سے اٹھ کر کچن سے نکل گئی تھی۔

گلاس ڈور کے دوسری جانب سب سے پہلے اسے شمس کا ہی چہرہ دکھائی دیا تھا جو اس وقت شاید سارہ کو دیکھ کر ہی حد سے زیادہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ گلاس ڈور کھول کر ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے بالآخر انہیں سلام کرہی دیا تھا جس کا جواب دیتے ہوئے وہ اس کی جانب دیکھے بغیر آگے بڑھ گئے تھے جبکہ وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے شان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جس نے سلام اور عید مبارک کے ساتھ اس کے سامنے سر جھکایا تھا‘ دھیرے سے ہنستے ہوئے اسے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھنا پڑا تھا۔

”آگے بڑھ جاؤ ہماری باری بھی آنے دو۔“ شان کو آگے دھکیلتے ہوئے شاہ رخ بولا تھا۔

”عید مبارک شیری...... “ بلند آواز کے ساتھ وہ بازو پھیلائے آگے آیا تھا جو وہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی جبکہ اس کی گود میں موجود شیری نے بری طرح ہراساں ہوکر شاہ رخ کو دیکھا تھا جو ہنسی دبائے آگے بڑھ رہا تھا‘ شدید ناگواری سے اس کی پشت سے نظر ہٹاتی وہ برآمدے میں آتے شیث کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ آف وہائٹ شلوار سوٹ میں اس کا دراز قد بہت زیادہ نمایاں ہورہا تھا‘ سارہ کو دیکھتے ہوئے اس کے روشن چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔

”وعلیکم السلام...... عید مبارک۔“ سارہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس نے جھک کر شیری کے سر کو چوما تھا‘ ایک پل کو وہ دنگ ہوئی تھی‘ کلون کی مہک نے اس کی دھڑکن ساکت کی تھی مگر پھر پتا نہیں کیوں اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے آنکھیں نم ہونے لگی تھیں‘ گیٹ کھلا چھوڑ کر وہ خود کو نارمل کرتی اس کے پیچھے ہی لاؤنج کی طرف آئی تھی جہاں سدرہ سے سب عید مل رہے تھے۔ کچھ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی‘ شیث سے علیحدہ ہوتے ہوئے سدرہ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

⁂

سدرہ کے ہمراہ وہ کچن کی سمت بڑھتے بڑھتے رک کر گیٹ کی سمت متوجہ ہوئی تھی اور سدرہ کی طرح ہی دنگ رہ گئی تھی۔ ایک جلوس اندر آرہا تھا ان سب میں مومو کے سات کے سات بھائیوں کے چہرے اسے دکھائی دیئے تھے جبکہ دو بھائیوں نے اپنے ہاتھوں کی کرسی پر اسے اٹھا رکھا تھا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے چیختے ہوئے احتجاج کررہی تھی‘ کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ اسے زبردستی اٹھا کر لایا جارہا تھا۔ ایک دم سے ہی لاؤنج میں شور وغل پھیل گیا تھا۔ مومو کو اب صوفے پر بٹھایا جارہا تھا۔

”پاگل کہیں کے...... اٹھا کر لے آئے مجھے۔“ اس نے چیختے ہوئے اپنے بھائیوں کو مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تھا۔

”خوامخواہ شرمانے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔“ مومو کے بڑے بھائی نے سب کو اطلاع دی تھی۔

”تو تمہیں کس بات کی آگ لگ رہی ہے۔“ وہ تڑخ کر بولی تھی جس پر ہنسنے کی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔

”نہ سلام نہ دعا' آتے ہی شروع ہو گئیں' بڑا بھائی ہے وہ تمہارا۔“ شمس نے اسے گھر کا تھا۔

”عید کے دن کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں' مجھے اس سے عید تو ملنے دیں۔“ شمس سے کہتے ہوئے سدرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا تھا۔

”کتنی پیاری لگ رہی ہو ویسے تو سر جھاڑ منہ پھاڑ پھرتی رہتی ہو۔“ اسے گلے سے لگاتے ہوئے سدرہ نے اس کے رخسار چومے تھے۔

”بندریا لگ رہی ہو بالکل۔“ شان نے آواز لگائی تھی۔

”جب ہی تو تک رہا ہے مجھے لنگور۔“ اس نے شان پر آنکھیں نکالی تھیں' ان سب کی جھڑپوں سے ہٹ کر ایک طرف وہ کھڑی تھی بیٹھنے کی جگہ بھی تو نہیں رہی تھی مگر وہ بغور مومو کو ہی دیکھ رہی تھی' مومو پہلی بار اسے ایک نارمل لڑکی نظر آئی تھی' کھلتے ہوئے اورنج کلر کے دیدہ زیب لباس میں وہ انتہائی دلکش لگ رہی تھی' تراشیدہ سلکی بال شانوں سے نیچے تک جا رہے تھے۔ ہاتھوں میں بھری مہندی چوڑیوں اور میک اپ نے اسے بالکل بدل کر رکھ دیا تھا' کانوں میں موجود جھمکیاں ساری کسر پوری کر رہی تھیں' اس لیے سب جان بوجھ کر اس کے حلیے کا مذاق اڑا رہے تھے اور وہ درمیان میں کھڑی سب کو چن چن کر جواب دے رہی تھی۔

”تم یہاں لڑنے جھگڑنے آئی ہو؟“ بالآخر شمس بول اٹھے تھے۔

”آپ ان سب کو چپ نہیں کروا رہے جو میرا مذاق اڑائے جا رہے ہیں۔“ وہ روہانسی ہو کر ان سے شکایت کر رہی تھی۔

”بھئی اب تم سب چپ ہو جاؤ۔ اسے ہم سب سے عید تو ملنے دو۔“ سدرہ نے ان سب کو گھر کا تھا۔

”اب ملیں ناں عید۔“ وہ خفت زدہ لہجے میں بولی تھی۔

”بس ٹھیک ہے۔“ شمس کے فوراً ہی کہنے پر ایک بار پھر مومو پر ہنسی اڑائی گئی تھی۔

”میں بتا رہی ہوں میں چلی جاؤں گی یہاں سے۔“ مومو نے بگڑ کر دھمکانے والے انداز میں کہا تھا جس پر شمس مسکراہٹ چھپائے اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔ بری طرح جل کر سارہ نے یہ منظر دیکھا تھا جب شمس نے اسے سینے سے لگایا تھا۔

”ہونہہ...... شو آف۔“ ناگواری کے ساتھ اس نے ایک نظر شاہ رخ پر بھی ڈالی تھی جو ہر چیز سے لاتعلق اپنے قریب بیٹھے کزن سے باتیں کر رہا تھا۔

”مجھے عید ملنے کیلئے نہ کہنا' تمہارے اتنے سارے بھائیوں کا مقابلہ کون کرے گا۔“ شان نے پہلے ہی اسے خبردار کر دیا تھا۔

”چھوٹے بھائی اب آ بھی جاؤ' اس طرح بیٹھے ہو جیسے کبھی عید ہی نہیں ملے مجھ سے۔“ مومو کی آواز پر جہاں شیث نے گڑبڑا کر اسے دیکھا تھا وہیں سارہ بھک سے اڑ گئی تھی۔

”جلدی آ جاؤ ورنہ آپ کی گود میں آ کر بیٹھ جانا ہے میں نے۔“ وہ اب دھمکا رہی تھی جس پر ناچار اسے اٹھنا پڑا تھا کہ اس کا کوئی بھروسہ بھی نہیں تھا۔ جلتے توے پر لوٹتے ہوئے وہ ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جو مومو کو اپنے قریب کر رہا تھا۔

”عیدی نکالو ابھی ورنہ چھوڑوں گی نہیں۔“ اس کی پشت کے گرد بانہیں لپیٹتے وہ بلیک میل کر رہی تھی' دوسری جانب وہ مزید تاب نہ لا سکی تھی اس لیے تیز قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئی تھی۔

کچن میں آ کر کچھ سمجھ نہیں آیا تو سدرہ جو شامی کباب فریزر سے نکال کر رکھ گئی تھیں انہیں ہی فرائی کرنا شروع کر دیا تھا۔ گردن موڑ کر اس نے ایک جلتی نظر اس پر ڈالی تھی جو موقع ملتے ہی اس کے پیچھے آیا تھا۔

”تمہیں عیدی نہیں چاہیے؟“ وہ مسکراہٹ چھپائے پوچھ رہا تھا۔

”اس کو ہی دو سب جسے لگا رکھا تھا سینے سے۔“ وہ بری طرح کھول کر بولی تھی۔

”اتنی واہیات لڑکی ہے کہ اپنے بھائیوں کے سامنے بھی باز نہیں آئی۔“

”اسے واہیات مت کہو سارہ! وہ میرے لیے میری سگی بہن سے بھی بڑھ کر ہے اسے حق ہے ہزار بار میرے سینے سے لگنے کا۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر سارہ نے تیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تو جاؤ لگا کر رکھو اسے سینے سے بلکہ گود میں بٹھا لو وہ تو تیار ہے پھر تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔“ وہ شدید ناگواری سے بولتی رخ موڑ گئی تھی۔

”مجھے یقین نہیں آ رہا تم مجھ سے اس طرح بھی بات کر سکتی ہو۔“ اس کے تاسف زدہ لہجے پر سارہ نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ بھی مزید کچھ کہے بغیر جانے کے لیے پلٹ گیا تھا تب ہی اس کے قدم کچن میں آتے شاہ رخ کو دیکھ کر رکے تھے۔

”سارہ جی! میں نے کہا عید مبارکاں...... کیا خیال ہے؟ رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے۔“ فرج کی سمت بڑھتے ہوئے وہ سارہ پر نثار ہی ہو گیا تھا۔

”شاہی! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔“ شیث نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”مسئلہ یہاں نہیں باہر ہے جہاں آپ کو یاد کیا جا رہا ہے۔“ اطمینان سے شیث کو باہر جانے کا اشارہ اس نے کیا تھا اور پانی کی باٹل ہاتھ میں لیے سارہ کی جانب بڑھ گیا تھا۔

”میں نے کہا سارہ جی! ذرا مسکرا کر دیکھ لیجیے آج عیدی کیا اپنا دل بھی......“

”آپی!“ حلق کے بل چیختے ہوئے اس نے سدرہ کو پکارا تھا شاہ رخ بری طرح گڑبڑا کر شیث کے پیچھے ہی گیا تھا جو سارہ کے چیخنے پر سب سے پہلے کچن سے نکلا تھا۔

”کیا ہوا سارہ؟“ سدرہ گھبرائے انداز میں آئی تھیں۔

”کچھ نہیں ہاتھ تھوڑا جل گیا تھا۔“ وہ پھولتے چہرے کے ساتھ بتا رہی تھی۔

”تم کیوں فرائی کرنے کھڑی ہو گئیں میں آ رہی تھی دکھاؤ زیادہ تو نہیں جل گیا۔“ سدرہ پریشان ہوئی تھیں۔

”نہیں...... زیادہ کچھ نہیں ہوا آپ یہ بتائیں باہر ٹیبل پر سب کچھ لگاؤں یا سب وہیں لاؤنج میں بیٹھیں گے۔“ ٹالنے والے انداز میں اس نے پوچھا بھی تھا۔

”سب لاؤنج میں ہی بیٹھنا چاہ رہے ہیں“۔ ایک طرف رکھی ٹرالی کھینچ کر آگے لاتے ہوئے انہوں نے بتایا تھا۔

”آپ یہ سب لے جائیں میں وہاں نہیں آؤں گی۔“

”ہوں کیا ہوا......؟“ سدرہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

”کچھ نہیں...... بس ذرا سر میں درد ہو رہا ہے میں کچھ دیر کمرے میں رہوں گی۔“ وہ بیزاری سے بولی تھی۔

”اگر طبیعت ٹھیک محسوس نہیں ہو رہی تو کچھ دیر سو جاؤ سب کا آنا جانا تو آج سارا دن جاری رہے گا مگر رات تک فریش ہو جانا تایا ابو کی طرف کھانے پر جانا ہے۔“ سدرہ نے اسے یاد دلایا تھا۔

⁂

ہلکے نم بال سمیٹ کر دائیں شانے پر ڈالتے ہوئے وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی اور چوڑیاں ہاتھوں میں پہننی شروع کر دی تھیں تب ہی سدرہ اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

”تیار ہو گئیں تم؟“ وہ مسکراتے ہوئے قریب آئی تھیں۔

”یہ رنگ بہت اچھا لگ رہا ہے تم پر اس رنگ کے کچھ مزید سوٹ ضرور بنوانے ہیں تم نے۔“ تعریفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”جس نے یہ رنگ میرے لئے منتخب کیا ہے آپ اس کی تعریف نہیں کریں گی۔“ ہاتھوں میں موجود چوڑیوں کا جائزہ لیتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

”زیادہ مت بولو۔“ اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے سدرہ نے گھورا تھا جو وہ ہنسی تھی۔

”اچھا یہ پکڑو میں تمہیں دینا ہی بھول گئی تھی۔“ ایک لفافہ اس کی جانب بڑھائے وہ بولی تھیں۔

”کیا ہے یہ؟“ اس نے مشکوک نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

”عیدی ہے تمہاری، شمس نے صبح ہی تمہارے لیے دی تھی۔“ وہ بتا رہی تھیں۔

”لے جائیں اسے واپس، مجھے نہیں چاہیے۔“ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

”یہ کیا بات ہوئی، سب لڑکیوں نے ان سے عیدی لی ہے اور تمہارے لیے تو سب سے پہلے انہوں نے یہ لفافہ مجھے دیا تھا۔“ سدرہ ناراضگی سے بولی تھیں۔

”جو شخص میرے سلام کا جواب سیدھے منہ سے نہیں دے سکتا میں عیدی کے نام پر اس کی بھیک ہرگز نہیں لوں گی۔“ اس کے لہجے میں غصہ تھا۔

”تم ہمیشہ ان کے بارے میں غلط سوچتی ہو، غلط ہی بات کرتی ہو، مجھے سمجھ نہیں آتا کون سی زبان میں تمہیں سمجھاؤں۔“ سدرہ غصیلے انداز میں بولی تھیں جواباً وہ چند لمحوں تک انہیں دیکھتی رہی تھی پھر ایک جھٹکے سے ان کے ہاتھ سے لفافہ لے کر دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

”سارہ! رک جاؤ، کہاں جا رہی ہو تم۔“ سدرہ گھبرائے انداز میں اس کے پیچھے ہی گئی تھیں۔

تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اترتی وہ سیدھی شمس کے کمرے کی سمت گئی تھی کھلے دروازے پر دستک دیتی وہ بس ایک پل کو رکی تھی دوسری جانب ڈریسنگ کے سامنے کھڑے شمس آستین کے بٹن بند کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے، تنے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ ان کی طرف آئی تھی اور لفافہ ڈریسنگ پر رکھ کر انہیں دیکھا تھا۔

”باہر ایسے بہت سے لوگ آپ کو مل جائیں گے جن کو آپ کے اس صدقے خیرات کی ضرورت ہوگی۔“ سپاٹ لہجے میں اس نے یہ کہا تھا۔

”گھمنڈ آخر کس بات کا ہے تمہیں؟“ ان کی سخت ناگوار آواز پر وہ جاتے جاتے رکی تھی۔

”جس بات کا بھی گھمنڈ ہے مگر آپ کے تکبر کے سامنے میرا گھمنڈ کچھ بھی نہیں۔“ سرد لہجے میں اس نے کہا تھا اور تیز قدموں کے ساتھ دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی جہاں سدرہ اترے ہوئے چہرے کے ساتھ کھڑی تھیں۔

”کہا تھا میں نے تم سے کہ میرے منہ پر مار کر جائے گی وہ یہ عیدی۔“ بگڑے تیوروں کے ساتھ وہ سدرہ سے مخاطب تھے۔

”جوتی کی نوک پر رکھنے کے قابل ہے یہ لڑکی...... اس کے علاوہ اسے میں اب اور کوئی مقام نہیں دے سکتا۔“ ان کی بلند دھاڑ پر سدرہ لرز اٹھی تھیں۔

* * *

نازک سلور ایمبر ایڈری سے سجا مہین جارجٹ کا دوپٹہ اس نے بہت سلیقے سے شانوں پر درست کیا تھا۔ مکمل آزاد پشت پر گرے سیاہ آبشار پر برش پھیرنے کے بعد اس نے آئینے میں اپنا آخری جائزہ لیا تھا اور مطمئن ہو کر کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ اپنے نام کی ابھرتی پکار پر وہ رک کر پلٹی تھی، اپنے کمرے کے دروازے کے پاس رکا وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ناگواری کے تاثرات سجائے وہ اس کی طرف بڑھ آئی تھی۔

”کیا کہنا ہے جلدی کہو میرے پاس وقت نہیں ہے۔“ نخوت سے گردن اکڑائے وہ بولی تھی۔

”تم جانتی ہو کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔“ شیث نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”بھابی مجھے آگاہ کر چکی ہیں اس کارنامے سے جو تم نے ابھی سرانجام دیا ہے۔“

”یا تو اللہ تمہاری بھابی کو ہدایت دے یا پھر مجھے بھی تم سب جیسا بنا دے۔“ وہ تلملا کر بولی تھی۔

”میں نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے وہ یہی ڈیزرو کرتے ہیں ان کی بھیک لینے کیلئے کیا میں ہی رہ گئی تھی۔“

”سارہ! تم کبھی ان کے کسی عمل پر مثبت ردعمل کا اظہار کر سکتی ہو؟“ وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

”وہ مثبت عمل تو کریں پہلے، آج عید کا دن تھا میرے سلام کا جواب جس طرح انہوں نے دیا ہے یہ میں ہی جانتی ہوں، میرے سامنے اپنے خاندان بھر کی چہیتیوں کو سینے سے لگا رہے ہیں، ان کے ہاتھ پر عیدی رکھ رہے ہیں اور میرے لیے عیدی اپنی بیوی کے ذریعے پہنچا رہے ہیں، کیا

میں اتنی گری پڑی نظر آتی ہوں یا بھوکی ہوں ان کے روپوں کی...... جو شخص مجھے ٹیڑھی نظر سے دیکھے میں تو اس کی شکل تک دیکھنا گوارا نہ کروں۔'' وہ ہتھے سے اکھڑ کر بولی تھی۔

''جیسا سلوک انہوں نے تمہارے ساتھ کیا بدلے میں تم نے بھی وہی سلوک روا رکھا' اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں میں فرق ہی کیا رہ گیا ہے۔ جو تم اس بات کا شکوہ رکھتی ہو کہ انہوں نے تمہارے سلام کا جواب بھی ٹھیک طرح سے نہیں دیا۔'' وہ بولا تھا۔

''ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے اور میں بھی برابر کی سطح رکھنا چاہتی ہوں' جس طرح وہ مجھے ٹریٹ کریں گے میں بھی اسی طرح کروں گی' اس کے بعد جس کو جو اعتراض اٹھانے ہیں اٹھاتا رہے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' سمجھے۔'' بگڑے تیوروں کے ساتھ بولتی وہ جانے کیلئے پلٹ گئی تھی۔ سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے اس کا پارا مزید ہائی ہونے لگا تھا جب شاہ رخ سیڑھیاں پھلانگتا اوپر آتا دکھائی دیا تھا۔ بہت سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہ دائیں بائیں اس کے سامنے آکر راستہ روک رہا تھا۔

''راستہ چھوڑو میرا......'' ناگواری کے ساتھ ایک ہاتھ سے اسے پرے ہٹاتی وہ پہلا اسٹیپ نیچے اتری تھی اگلے ہی پل بگڑے توازن کے ساتھ اس کے حلق سے چیخ برآمد ہوئی تھی' شاہ رخ بروقت اگر اس کا ہاتھ نہ تھام لیتا تو وہ پھسلتی ہوئی مزید نیچے چلی جاتی۔ تکلیف دہ چیخوں پر شیث سرعت سے ان دونوں کی سمت آیا تھا۔ دوسری جانب سدرہ بھی سیڑھیاں چڑھتیں اس کی طرف آئی تھیں۔ جو اپنا پیر ہاتھوں میں دبائے تکلیف ضبط کرنے کی کوشش میں بے حال ہو رہی تھی۔

''کس طرح گر گئیں تم؟'' پریشان ہو کر بولتے ہوئے سدرہ نے اس کے پیر کا جائزہ لیا تھا۔

''دوبارہ گر کے دکھاؤں کیا...... پیر پھسل گیا تھا میرا۔'' وہ روہانسے انداز میں چیخی تھی۔ سدرہ اسے سہارا دے کر اٹھاتیں اس کے کمرے کی سمت بڑھ گئی تھیں جبکہ وہ مشکل سے ہی قدم اٹھا پا رہی تھی۔ ان کے جانے کے بعد وہ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ شاہ رخ کی طرف متوجہ ہوا تھا جو شرمندہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔

''آپ تو سب دیکھ رہے تھے' میں نے اسے یہ نقصان نہیں پہنچایا ہے۔'' وہ ندامت سے بولا تھا۔

''مجھے کوئی ایکسکیوز مت دو' نہ مجھے تمہاری کوئی بات سننی ہے نہ تمہارا چہرہ دیکھنا ہے۔'' اس کے انتہائی درشت لہجے پر شاہ رخ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اگلے ہی پل وہ واپس سیڑھیاں اترتا چلا گیا تھا۔ دروازے پر اس نے دستک دی تھی جس پر سدرہ باہر آئی تھیں۔

''اگر اسے تکلیف زیادہ ہے تو میرے ساتھ چیک اپ کیلئے لے چلیں' کہیں کوئی فریکچر نہ ہو گیا ہو......''

''کسی کو میری تکلیف کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' اپنی ہمدردیاں سنبھال کر رکھو۔'' شیث کی بات ادھوری رہ گئی تھی جب وہ اندر سے چیخ کر بولی تھی۔ جس پر وہ سدرہ کے چہرے پر ابھرتی مسکراہٹ کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''شکر ہے زیادہ کچھ نہیں ہوا' پیر میں جھٹکا لگا ہے مساج اور آرام سے درد ختم ہو جائے گا۔'' کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے سدرہ نے تسلی دی تھی۔

''پہلے ہی شمس کی طرف سے غصے میں تھی اب اور اسے بہانہ مل گیا تایا ابو کی طرف نہ جانے کا۔'' سدرہ کی بات پر وہ حیران ہوا تھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''آج پھپھو اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہ رہی تھیں تو یہ تو تیار تھی مگر شمس نے انہیں یہ کہہ کر منع کر دیا کہ ہم سب تایا کی طرف کھانے پر انوائیٹڈ ہیں...... بس اسی بات کا غصہ تھا کہ اپنے گھر کی دعوت کیلئے انہوں نے پھپھو کو منع کر دیا...... اب کوئی اس سے پوچھے اس کے تایا کی طرف نہ جانے سے شمس کو کیا فرق پڑ جائے گا۔'' سدرہ نے بتایا تھا۔

''سمجھ سے باہر ہیں دونوں' ان کا کچھ نہیں ہو سکتا۔'' خشمگیں انداز میں بولتا وہ آگے بڑھ گیا تھا جبکہ سدرہ بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ روکتیں واپس کمرے میں چلی گئی تھیں۔

* * *

پیر کو حرکت دیتی وہ درد کا اندازہ لگا رہی تھی جب سیل فون نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

”سب یہاں موجود ہیں اور تم کمرے میں بند ہو' کچھ اچھا نہیں لگ رہا مجھے یہاں۔“ ابھرتی آواز پر وہ مسکرائی تھی۔

”اچھا ہوا ناں...... تم تو چاہتے ہی نہیں تھے کہ میں کسی کی نظر میں آؤں۔“ وہ یاد دلا رہی تھی۔

”اب ایسا بھی نہیں ہے۔“ وہ فوراً ہی بولا تھا۔

”درد اگر کم ہوا ہے تو پلیز آجاؤ' میں بھائی کو تمہارے پاس بھیجوں؟“

”ہرگز نہیں' میں کیسے آؤں گی' درد کم ہے لیکن میں ٹھیک طرح چل نہیں پا رہی' خوامخواہ سب کے سامنے شرمندگی ہوگی۔“ وہ فوراً انکار کرگئی تھی۔

”شرمندگی کی اس میں کیا بات ہے' سب کو معلوم ہے یہاں تمہاری تکلیف کا' بس آجاؤ تم۔“ اس کے لہجے میں اصرار تھا۔

”ٹھیک ہے میں اس حالت میں آجاتی ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم مجھے لینے آؤ۔“ وہ اطمینان سے بولی تھی۔

”میں...... میں کیسے آسکتا ہوں؟“ وہ دنگ ہوا تھا۔

”کیوں...... تم کیوں نہیں آسکتے' دنیا کے سامنے میرے پاس آتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے...... یا پھر اتنی ہمت نہیں کہ مجھے یہاں سے اٹھا کر اپنے خاندان کے درمیان لے جاؤ۔“ اس کے انتہائی تلخ لہجے پر دوسری جانب چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اپنے بھائی کے علاوہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے' مگر اب تم تک آنے کے لیے مجھے ان کا بھی کوئی خوف نہیں ہے' مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تمہیں اٹھا کر اس محفل میں لے آؤں' اپنے اس فعل پر میں سر اٹھا کر سب کا سامنا کرسکتا ہوں اس کے بعد حالات جو بھی ہوں مجھے ان کی بھی پرواہ نہیں ہے' میں بھی اب مزید خود پر بند نہیں باندھ سکتا۔“ اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی' مزید کچھ کہے سنے بغیر وہ لائن ڈسکنیکٹ کرگیا تھا۔ ایک پل کے لیے تو وہ بالکل ہی ساکت ہوگئی تھی مگر اگلے ہی پل پیر کی تکلیف بھلائے کمرے سے باہر نکل آئی تھی اور اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا جب اس نے شیث کو جارحانہ اور تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیوں کی سمت آتے دیکھا تھا' وقت ضائع کیے بغیر وہ اپنے کمرے میں جاکر دروازہ لاک کرچکی تھی' دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ وہ بند دروازے سے لگی لمحہ بہ لمحہ قریب آتے قدموں کی دھمک سن رہی تھی۔

”دروازہ کھولو سارہ! اس طرح چھپ کیوں گئیں' مجھ میں ہمت بھی ہے اور میرے بازوؤں میں اتنی طاقت بھی کہ تمہیں اٹھا کر اپنے خاندان کے درمیان لے جاسکوں۔“ منہ پر ہاتھ رکھے وہ سن کھڑی ابھرتی آواز کو سن رہی تھی' اس کے لہجے میں نہ کوئی غصہ تھا نہ ہی اس کے لہجے میں کوئی سختی یا ناگواری تھی مگر کچھ تھا جسے محسوس کرتے ہوئے پسینے میں شرابور ہونے لگی تھی۔

”تم مجھ پر بھروسہ رکھو سارہ! میں واقعی آج سب کچھ سب کے سامنے لے آنا چاہتا ہوں۔“ اس کے لہجے میں اصرار تھا عاجزی تھی۔ سانس روکے وہ ساکت کھڑی تھی' پتا نہیں اور کتنی دیر تک وہ دروازے پر دستک دیتا رہا تھا اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔

”تمہیں سرعام گولیوں سے چھلنی کرنا چاہیے سارہ! کس طرح تم اس انسان کو ذہنی طور پر ٹارچر کرتی ہو جس سے محبت کا دعویٰ تمہارا دل کرتا ہے۔“ نم آنکھوں کے ساتھ خود کو برا بھلا کہتی وہ سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔ تب ہی باہر سے ابھرتی آوازوں کے ساتھ اسے دستک کی آواز آئی تھی۔ عرق آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرتی وہ اٹھی تھی' باہر سب لڑکیاں اسے آواز دے رہی تھیں' ایک گہرا سانس لے کر بمشکل چہرے پر مسکراہٹ کھینچ کر لاتے ہوئے اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔

❋❋❋

سب لڑکیوں کے ہمراہ باہر آتے ہوئے اس نے چور نگاہوں سے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی جو فی الوقت تو اسے کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ ساری فیملیز ہی کھانے پر مدعو تھیں لہٰذا گراؤنڈ میں ہی سارا انتظام کیا گیا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ٹیبلز کرسیاں لگائی گئی تھیں' چھوٹی سی تقریب کا گماں ہو رہا تھا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی ساری خواتین باری باری اس کے پیر کا حال احوال پوچھنے لگی تھیں جبکہ وہ شرمندگی کے ساتھ سب کو مطمئن کر رہی تھی۔ شیری کو اس کے حوالے کرکے سدرہ نے اسے بالکل بھی چلنے پھرنے سے منع کردیا تھا۔ سو وہ اپنی ٹیبل پر ہی موجود لڑکیوں سے باتوں میں مشغول رہی تھی۔ سیل فون پر آنے والی کال ریسیو کرنے سے پہلے اس نے احتیاطاً سب لڑکیوں کو دیکھا تھا جو کسی موضوع پر بحث کرنے میں مگن تھیں۔

”سوری...... مجھے تم سے کوئی فضول بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔“ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ معذرت کرگئی تھی۔

”تمہاری یہ فضول باتیں مجھے چٹانوں سے ٹکرانے کی ہمت دیتی ہیں، سو یہ باتیں کرتی رہا کرو۔“ وہ بولا تھا۔

”میں معافی مانگ رہی ہوں تم سے، کیا تمہیں یہ لگ رہا تھا کہ میں تمہیں چیلنج کر رہی تھی؟“ خفت زدہ لہجے میں وہ پوچھ بھی رہی تھی۔

”اس کا جواب تم مجھ سے زیادہ بہتر جانتی ہو۔“

”تمہیں تو معلوم ہے میں غصے میں اوٹ پٹانگ بول دیا کرتی ہوں، اب جو ہو گیا سو ہو گیا مٹی ڈالو۔“ وہ گڑبڑائے انداز میں بولی تھی۔

”دروازہ کیوں لاک کر لیا تھا تم نے؟ تمہیں کیا لگ رہا تھا میں واقعی تمہیں اٹھا کر یہاں لانے والا تھا؟“ وہ مسکراتے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”مجھے تمہاری آواز سنائی نہیں دے رہی، یہاں بہت شور ہو رہا ہے۔“ عجلت میں بولتے ہوئے اس نے لائن منقطع کر دی تھی اور پھر کچھ چونکتے ہوئے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔ اپنے کزن کے ہمراہ وہ اسی جانب آ رہا تھا بس ایک نگاہ اس نے سارہ کی جانب ڈالی تھی جو فوراً ہی اس کی جانب سے چہرہ ہی نہیں اپنا رخ بھی موڑ گئی تھی۔ غائب دماغی کے ساتھ وہ سب کے درمیان موجود ہوتے ہوئے بھی کہیں اور گم تھی۔ بار بار سوچیں بھٹک رہی تھیں، کیا وہ اسے یہ باور کروانا چاہتا تھا کہ وہ خود اپنے اندر اتنا حوصلہ نہیں رکھتی کہ دل میں پنپتے ڈھکے چھپے جذبے سرِعام عیاں ہو جائیں یا ذرا پہلو تہی کر گئی ہے اس تعلق سے کہ کہیں اس کے چرچے مشتہر نہ ہو جائیں۔

✻ ✻ ✻

رات گئے اپنے پورشن کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے رک کر گراؤنڈ کی سمت دیکھا تھا جہاں شان کھڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا جبکہ شاہ رخ باؤنڈری پر لیٹا ہوا تھا۔ آواز لگا کر اس نے ان دونوں کو ہی بلایا تھا، وہیں رُکا وہ شان کو دیکھ رہا تھا جو تیز قدموں کے ساتھ اس کی طرف آ رہا تھا۔

”اسے ساتھ کیوں نہیں لائے؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”موڈ خراب ہے اس کا، پوچھ رہا ہوں تو کچھ نہیں بتا رہا، اب آپ ہی دیکھیں اسے میں تو جا رہا ہوں سونے۔“ شان اطلاع دے کر چلا گیا تھا جبکہ وہ شاہ رخ کی سمت بڑھ گیا تھا۔ سیل فون سے نظر ہٹا کر اس نے قریب آتے شیث کو دیکھا اور پھر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، جبکہ اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے وہ جان چکا تھا کہ ناراضی اس سے ہی ہے۔

”یہاں کیوں بیٹھے ہو چلو گھر میں، اتنی رات ہو چکی ہے سونا نہیں ہے تمہیں۔“ اس کے ساتھ ہی باؤنڈری پر بیٹھتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تھا۔

”آپ جائیں میں کچھ دیر بعد آ جاؤں گا۔“ سیل فون چیک کرتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”ٹھیک ہے پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہی کچھ دیر بعد جاؤں گا۔“ اس کے کہنے پر شاہ رخ نے سیل فون سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا تھا جو مسکراتی نظروں سے اس کے ناراض چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

”جب آپ میری شکل نہیں دیکھنا چاہتے، میری کوئی بات نہیں سننا چاہتے تو ضرورت کیا ہے میرے پاس بیٹھنے کی، بہتر ہے تشریف لے جائیں۔“ اسے احترام سے شاہ رخ کا مخاطب ہونا مکمل یقین کا باعث تھا کہ وہ ٹھیک ٹھاک طریقے سے ناراض تھا۔

”تم جانتے ہو میں نے کیوں غصے میں تم سے وہ سب کہا تھا۔“ وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے شاہ رخ سے مخاطب تھا۔

”وجہ صرف ایک ہی ہے کہ بھابی ہم سب بھائیوں پر اندھا اعتماد کرتی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ ذرا سی بھول چوک ہمارا امیج خراب کر دے یا بھابی اور بھائی کی نظروں میں گرا دے۔“

”میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جو مجھے یا میری وجہ سے آپ کو کسی کی نظر میں گرا دے۔“ وہ شدید ناراضی سے بولا تھا۔

”میں اسے صرف تنگ کر رہا تھا مگر پھر میں اس کے راستے سے ہٹ بھی گیا تھا، آپ سب دیکھ تو رہے تھے وہ اپنی غلطی کی وجہ سے گری تھی۔“

”میں جانتا ہوں تم اسے تنگ کر رہے تھے مگر اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے، وہ برسوں سے ہمارے گھر میں نہیں ہے جو سب کی فطرت کو جانتی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ یہ مذاق وغیرہ برداشت نہ کرے اور بھابی سے جا کر تمہارے بارے میں کچھ کہہ دے، بھابی تمہیں جانتی ہیں۔ وہ کبھی تمہارے بارے میں غلط نہیں سوچیں گی مگر بھائی تک اگر کوئی بات پہنچی تو وہ تم سے واقف ہونے کے باوجود کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔ تم جانتے ہو کہ وہ تو یہ بھی برداشت نہیں کرتے ہیں کہ ہم تینوں میں سے کوئی سرسری انداز میں بھی سارہ سے مخاطب ہو۔“ وہ سنجیدگی سے اسے سمجھانا چاہ رہا تھا جو کچھ سمجھنے کے

موڈ میں نہیں تھا۔

"اگر میری بات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو میں تم سے معافی مانگ لیتا ہوں مگر تم اب یہ ناراضی ختم کرو۔" وہ مصالحت آمیز لہجے میں بولا تھا۔

"آج ناراضی ختم کر دوں گا مگر کل پھر آپ کسی بات کو لے کر درمیان میں آ جائیں گے۔" وہ سر جھٹک کر بولا تھا۔

"یعنی میرے سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا' تمہارا ارادہ پکا ہے کہ آگے بھی اسے تنگ کرتے رہو گے۔" اس کے خشمگیں لہجے پر شاہ رخ نے کچھ کہا تھا نہ ہی اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے اب بھی اگر اسے تنگ کرنا ہے تو کرو میں درمیان میں نہیں آؤں گا' چاہے وہ تمہاری شکایت لے کر بھائی تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔" ہارے ہوئے انداز میں وہ اسے خبردار بھی کر رہا تھا۔

"وعدہ کریں آپ درمیان میں نہیں آئیں گے۔" شاہ رخ نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"وعدہ تو نہیں مگر میں کوشش ضرور کروں گا۔" بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکا تھا۔

"چلو اب اٹھ جاؤ' مجھے اب شدید نیند آ رہی ہے۔" اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں ہر بار سوچتا ہوں کہ اس کو تنگ نہیں کروں گا کہ کہیں کوئی ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے مگر ہر بار اسے دیکھتے ہی میں سب بھول جاتا ہوں۔" شیث کے ہمراہ آگے بڑھتے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔

"میری شکل دیکھتے ہی جس طرح اس کے تیور بگڑتے ہیں وہ دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ جب تک اس سے تفریح نہ لے لوں سکون نہیں ملتا۔" وہ اپنی ہی دھن میں بتا رہا تھا جس پر شیث ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

⁂

"کیا ہوا تھا تمہیں؟ اتنے جوش میں آنے کے لیے کس نے کہا تھا؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"موقع ضائع کر دیا تم نے ورنہ آج تو قصہ تمام ہو جانا تھا......"

"کس کا میرا یا تمہارا؟" اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

"ویسے سچ بتاؤں' آج تم نے ٹھیک ٹھاک دماغ خراب کر دیا تھا اس کے بعد تمہارا کیا ہوتا یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن اپنے بارے میں مجھے مکمل یقین ہے کہ بھائی نے مجھے دو سیکنڈ میں اس گھر سے کک آؤٹ کر دینا تھا۔" بولتے ہوئے وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اسے گھور بھی رہی تھی۔

"تمہیں دیکھ کر واقعی لگ رہا تھا کہ تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے' خبردار جو دوبارہ کبھی ان تیوروں کے ساتھ میری طرف ایک قدم بھی بڑھایا جیسے آج تم......" اسے گھرکتے ہوئے سارہ نے یکدم ہی رک کر اس کا اشارہ سمجھنے کی کوشش کی تھی جو اسے خاموش رہنے اور گلاس بند کرنے کا سگنل دیتا سرعت سے پلٹ کر اس جانب بڑھ گیا تھا جہاں ماربل کے اسٹینڈ پر فون سیٹ رکھا تھا۔ دوسری جانب وہ کوئی بھی آواز کیے بغیر گلاس بند کر کے پردہ پھیلا چکی تھی' نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں چند لمحوں تک دیوار کے ساتھ لگی کھڑی رہی تھی اور پھر نامحسوس انداز میں ذرا سا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا تھا' اس کی سانس ہی رک گئی تھی' اس وقت جب اس کی نظر شمس پر پڑی تھی۔ وہ فون اسٹینڈ کے پاس موجود شیث کی سمت ہی جا رہے تھے۔ فوراً ہی پردہ چھوڑ کر وہ دبے قدموں بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ کچھ لمحے مزید خاموشی سے گزر گئے تھے۔ اس کے ساتھ وہ شیث کیلئے پریشان بھی ہوتی چلی گئی تھی کہ جانے شمس نے اس سے کیا کہا یا پوچھا ہوگا۔ اگر بروقت ہی شیث کی چھٹی حس بیدار نہ ہوتی تو اس وقت کیسا ہنگامہ اٹھ چکا ہوتا' خیر خطرہ تو ابھی بھی نہیں ٹلا تھا۔ دوبارہ ونڈو کی جانب جانے کا اس نے ارادہ کیا تھا جب اسے اپنے کمرے کے باہر قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی تھی' ایک پل کو رک کر اس نے کمرے سے باہر جا کر حالات کا جائزہ لینا چاہا تھا مگر اسی وقت سیل فون پر کال آ گئی تھی۔

"شکر ہے تم میرا اشارہ سمجھ گئیں ورنہ اس وقت میری ہلکی سی آواز ہی شک میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھی۔" وہ بولا تھا۔

"انہوں نے تم سے کچھ پوچھا نہیں؟" وہ تجسس کے ساتھ بولی۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی سوال نہ کریں۔" وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔

''میں نے ان سے کہا کہ کریڈٹ ختم ہو گیا تھا اس لیے اپنے ایک دوست سے ضروری بات کرنے کیلئے باہر آ گیا تھا۔'' وہ بتا رہا تھا۔

''وہ اتنی رات میں اچانک اوپر کیوں آ گئے؟ یقیناً چھاپہ مارا ہے انہوں نے۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''نہیں، دراصل میرے کمرے کے ٹیرس پر بھابی نے شیری کا بلینکٹ واش کر کے پھیلایا تھا' ابھی ضرورت ہوئی ہو گی اس کی، تو لینے کیلئے آئے تھے۔'' وہ بتا رہا تھا۔

''شیٹ! میں سوچ رہی ہوں کہ اگر تمہیں ان کی آمد کا پتا نہ چلتا تو کیا ہوتا؟'' وہ ایک جھرجھری لے کر بولی تھی۔

''ہونا کیا تھا' تمہاری وجہ سے جو کچھ چند گھنٹے قبل نہ ہو سکا وہ اب ہو جاتا۔'' وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''ہاں...... مجھے معلوم ہے تم اپنے بھائی کے سامنے کتنے بہادری کے مظاہرے کر سکتے ہو اس لیے ہی ونڈو سے شاید دور بھاگے تھے۔'' وہ جتانے والے انداز میں بولی تھی۔

''کیا کہہ رہی ہو...... تمہاری آواز سنائی نہیں دے رہی۔'' وہ یقیناً سیل فون کان سے دور ہٹائے بول رہا تھا۔

''اب تو واقعی میری آواز نہیں سنائی دے گی تمہیں' خدا حافظ...... شب بخیر۔'' ہنستے ہوئے اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

⁂

سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے کوفت بھری نظروں کے ساتھ سامنے سے آتے شاہ رخ کو دیکھا تھا' خود پر ٹھہری اس کی شرارت بھری نظروں اور چہرے کی بھرپور مسکراہٹ نے اسے فوراً ہی خبردار کر دیا تھا۔

''میری زندگی کے مالک
میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں
میرا دم نکل نہ جائے''

اس کے بلند آواز میں سُر لگانے پر وہ ناگواری کے ساتھ کترا کر نکلنا ہی چاہ رہی تھی مگر وہ بروقت ہی سامنے آ رُکا تھا۔

''آپ مسکراتی کیوں نہیں ہیں؟'' بڑی معصومیت سے پوچھا گیا تھا۔

''اب تمہاری طرح احمق تو ہوں نہیں جو ہر وقت دانتوں کی نمائش کرتی رہوں۔'' وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''میں نے کبھی آپ کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا' مگر پھر بھی آپ مسکراتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہیں' پلیز میرے لیے تو مسکرایا کریں۔'' وہ اس معصومیت کے ساتھ بول رہا تھا جبکہ اپنی ناگواری نظریں اس پر سے ہٹا کر سارہ نے شان کو دیکھا تھا جو قریب آ رُکا تھا اور اب حیرت سے کبھی سارہ کو اور کبھی شاہ رخ کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ نہیں جانتیں کہ آپ مجھے کتنی......''

''کیا کر رہے ہو' موم نے اگر سن لیا ناں تمہیں ایک ہی جھٹکے میں جہنم تک پہنچا دے گی۔'' شان نے دہل کر خبردار کرتے ہوئے اسے ڈائیلاگ مکمل کرنے سے روکا تھا۔

''چپ چاپ نکل جا یہاں سے' چل آگے بڑھ۔'' خشمگیں انداز میں شان کو گھرکتے ہوئے اس نے سرعت سے اس کا راستہ روکا تھا جو بچ کر نکل رہی تھی۔

''شان! اسے ہٹاؤ ورنہ میں ابھی جا کر آپی سے شکایت کر دوں گی۔'' اس نے جھلا کر شان سے کہا تھا۔

''اس سے مدد مانگنے کا کیا فائدہ' مجھے ہٹا کر یہ خود کھڑا ہو جائے گا۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تھا جبکہ سارہ نے ناگوار نظروں سے دور ہٹ کر ہنستے ہوئے شان کو دیکھا تھا۔

''آپ سے ایک بات پوچھوں' بُرا تو نہیں مانیں گی۔'' وہ دوبارہ اسی ٹون میں آ گیا تھا جبکہ وہ بس ضبط کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ نے کبھی محبت کی ہے؟'' اس کے معصوم انداز پر سارہ نے بمشکل خود پر کنٹرول رکھتے ہوئے اسے دیکھا تھا جو حیران نظروں سے ان

دونوں کو ہی دیکھتا ہوا قریب آ رہا تھا۔

”میں آپ کو بالکل کھلی آفر دے رہا ہوں‘ محبت کرنے کیلئے میں ایک آئیڈیل بندہ ہوں‘ میں نے تو پہلی نظر میں ہی آپ کو......“ وہ اپنی ہانک رہا تھا‘ دوسری جانب سارہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو کان بند کیے اب قریب سے گزر رہا تھا۔

”ایکسکیوزمی......“ سارہ نے بالآخر جل کر خود ہی اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر مزید کھول اٹھی تھی کیونکہ وہ سر جھکائے رُکے بنا ہی آگے بڑھ گیا تھا۔

”یہ بندہ ساؤنڈ پروف ہے‘ ان کو نہ لڑکیاں دکھائی دیتی ہیں نہ سنائی دیتی ہیں‘ یہ پیس بڑے بھائی نے چائنا سے منگوایا تھا۔“ وہ بڑی سنجیدگی سے سارہ کی معلومات بڑھا رہا تھا۔

”ہٹو میرے سامنے سے۔“ وہ عاجز آ کر چیخی تھی۔

”اونچی آواز میں مجھ سے بات بھی کی ناں......“ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر مکا بجاتے ہوئے وہ جس طرح خونخوار انداز میں بولا تھا سارہ دنگ ہی رہ گئی تھی۔

”اتنے دن میں تو دس لڑکیاں سیٹ ہو جاتی ہیں تم کس مٹی سے بنی ہو‘ کب لائن پر آؤ گی۔“ اس کے کھا جانے والے انداز پر سارہ نے گھبرا کر پیچھے ایک نظر ڈالی تھی جہاں ریلنگ پر بازو ٹکائے شان اطمینان سے کھڑا ہنس رہا تھا‘ مگر اب اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا جو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے قریب رک گیا تھا۔

”یہ نمبر مومو کا ہے ناں؟“ اپنا سیل شان کے سامنے کرتے ہوئے وہ ایک نمبر دکھا رہا تھا‘ جواباً شان نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا‘ جس پر وہ مطمئن انداز میں اب سیڑھیاں طے کرتا اوپر جا رہا تھا۔

”جب میں آپ سے اظہار کر چکا ہوں تو آپ کو بھی کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے‘ مجھ جیسا معصوم بندہ تو آپ کو شاید جنت میں بھی نہ ملے‘ تو پھر آپ دنیا میں ہی جنت حاصل کیوں نہیں کرنا چاہتیں۔ آپ پلیز دو گلاس ٹھنڈے پانی کے پی کر میرے بارے میں سوچیں اور ابھی سوچیں۔“ مظلومیت کے ساتھ بولتے ہوئے اس نے شان کو دیکھا تھا۔

”ابے اوئے تماش بین‘ تھیٹر میں آیا ہے تو جو کھڑا انجوائے کر رہا ہے‘ چل ٹھنڈا پانی لے کر آ فوراً۔“ وہ شان پر غرایا تھا دوسری جانب سارہ نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

”دیکھو آخری بار سمجھا رہی ہوں‘ اگر تم اسی طرح مجھے پریشان کرتے رہے تو میں نے تمہاری ساری یہ گھٹیا باتیں تمہارے بڑے بھائی کو سنا دینی ہیں‘ اس کے بعد یا تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے یا پھر میں انہیں نہیں چھوڑوں گی۔“ وہ غصیلے انداز میں بولی تھی۔

”مجھے چھوڑیں نہ چھوڑیں مگر مجھے اتنا یقین ہے کہ آپ انہیں نہیں چھوڑیں گی۔“ اس کے فوراً ہی لہک کر کہنے پر وہ کھول کر شان کی طرف پلٹی تھی جو قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

”تم بھی بس شکل سے ہی شریف نظر آتے ہو۔“ وہ شان پر غرائی تھی مگر اگلے ہی پل واپس پلٹتے ہوئے اس کی چیخ ہی نکل گئی تھی۔

”بدتمیز‘ گھٹیا انسان تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بالوں کو چھونے کی‘ ہاتھ توڑ دوں گی تمہارے۔“ وہ بھڑک کر بولی تھی۔

”ہاتھ تو لگا کر دکھاؤ‘ پلاسٹک کے نہیں ہیں میرے ہاتھ جو توڑ دو گی۔“ وہ لڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

”ایک تو ہمارے کمرے پر قبضہ کر لیا اوپر سے ہمارے شیمپو بھی استعمال کر رہی ہو‘ یہاں تک مجھے اپنے شیمپو کی خوشبو آ رہی ہے۔“ وہ مزید اس پر غرایا تھا۔

”ویسے ایک بات بتائیے‘ بھابی کی طرح کیا آپ بھی اپنے بالوں میں سونا یوریا ڈالتی ہیں؟“ اس کے مشکوک انداز پر سارہ نے خود بھی ایک پل کو مشکوک ہو کر اپنے ادھ کھلے نم بالوں کو چھوا تھا۔

”اگر میں خاموشی سے سب برداشت کر رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم حد سے بڑھ جاؤ‘ اس سے پہلے کہ میں کر دوں تمہارا حشر خراب‘ بند کر دو یہ گھٹیا باتیں اور حرکتیں سمجھے۔“ وہ شدید ناگواری کے ساتھ بولی تھی۔

”میں خود کچھ بھی نہیں کرتا، آپ سامنے آتی ہیں تو خود بخود سب ہو جاتا ہے، میں اپنے نکے چھوٹے راج دلارے بھائی شان کی قسم کھا کر کہتا ہوں مجھے آپ سے محبت جیسی کوئی چیز ہونے لگی ہے اور......“ معصومیت سے بولتے ہوئے اس نے یکدم رک کر سارہ کے فق چہرے کو دیکھا تھا اور پھر شان کو جو ہڑبڑائے انداز میں سرپٹ سیڑھیاں چڑھتا اوپر بھاگا تھا، اس پر سے نظر ہٹا کر وہ اب رکی ہوئی سانس کے ساتھ گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کے ہی کندھے پر بازو ٹکائے اطمینان سے چیونگم چباتی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

”محبتوں کے دیوتا...... ہو گئے اظہار۔ کسی مدد کی ضرورت ہے تو ہم حاضر ہیں بیٹا، قطعی کوئی شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ بڑے اطمینان سے اس سے مخاطب تھی جس کا بی پی لو ہو چکا تھا۔ دوسری جانب وہ اب سارہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”اور تو...... بھابی کی بہن......“ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی، شاہ رخ نے بڑے احترام سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا تھا اور پھر سارہ کو دیکھا تھا۔

”کیوں پرائے مردوں کو ورغلاتی ہو، کیوں میرا راستہ روک کر میرے جنت میں جانے کے راستے روکتی ہو، آخر میں تمہیں کن لفظوں میں سمجھاؤں کہ میں کسی اور کا ہوں۔“ اس کے مظلوم انداز پر سارہ کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔ دوسری جانب مومو نے کھا جانے والے انداز میں شاہ رخ کے معصوم چہرے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کا زوردار مکا شاہ رخ کے پیٹ پر لگا تھا، جو وہ جھک کر کراہتے ہوئے پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔

”اور تو باربی ڈول...... تجھے منع کیا تھا میں نے یہ زلفیں لہراتی کیٹ واک کرتی قطعی نظر نہ آنا مجھے، عقل میں نہ آئی تیرے۔“ اس نے جھپٹ کر سارہ کے بال اپنے ہاتھ میں جکڑے تھے۔

”یہ ستیاناس تو نقاب والیوں پر پھسل جاتا ہے اور تو گھوم رہی ہے اس کی آنکھوں کے سامنے بل کھاتی۔“ اس کے خونخوار انداز میں بالوں کے جھٹکے دینے پر سارہ کی چیخیں نکلنے لگی تھیں۔

”نہ بیٹا آج تیری یہ زلفیں رہیں گی نہ یہ میرے سینے پر سانپ بن کے لوٹیں گی، تو یہیں رک ابھی واپس آتی ہوں، اگر ہلی بھی یہاں سے تو اٹھا کر پٹخ دوں گی۔“ ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ کر دھمکاتے ہوئے وہ بھاگتی ہوئی کچن کی سمت گئی تھی۔

غصے میں بری طرح کھولتے ہوئے سارہ نے اسے دیکھا تھا جو دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھے نیچے ہی نیم دراز کچن کی سمت ہی متوجہ مومو کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ بھناتے ہوئے سارہ نے اپنے پیر سے سلیپر اتار کر اس کی سمت پھینکا تھا جو وہ لگنے والی ضرب پر تڑپ کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”میرا دماغ خراب کر رکھا ہے تم اور تمہاری اس پچھلگتی نے۔“ وہ اس پر غرائی تھی جو بڑے احترام سے اس کا سلیپر ہاتھوں میں اٹھائے بیٹھا تھا۔

”مل گئی...... مل گئی پیار کی نشانی...... مل گئی......“ سلیپر اس کے سامنے لہراتے ہوئے وہ جس طرح گا رہا تھا سارہ کا غصے میں حشر خراب ہونے لگا تھا۔

”واپس دو ورنہ بہت برا کروں گی، دو میرا سلیپر۔“ اس کی طرف بڑھتے ہوئے وہ چیخی تھی۔

”نہیں دوں گا، پیار کی نشانی......“ وہ فوراً ہی پیچھے کھسکتے ہوئے گنگنایا تھا۔

”تمہیں تو میں......“ کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے سارہ نے رک کر اوپر دیکھا تھا جہاں سے ریلنگ پر جھکا شان خوب انجوائے کر رہا تھا مگر اگلے ہی پل اس کے سارے قہقہے دم توڑ گئے تھے، جب سارہ نے بھناتے ہوئے اپنا دوسرا سلیپر اتار کر اس کی جانب پھینکا تھا۔

”ارے باپ رے......“ شاہ رخ کی آواز پر وہ پہلے اس کی طرف اور پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں اس جانب متوجہ ہوئی تھی جہاں وہ قینچی لہراتی اسی جانب آ رہی تھی۔ دنگ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ایک پل کو تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کیا کرے لیکن اگلے ہی پل پلٹ کر سیڑھیوں کی سمت بھاگی تھی۔

”ارے کیا کر رہے ہو بھائی رکو۔“ شاہ رخ کی بھی ہوائیاں اڑی تھیں جو اس نے سرعت سے مومو کو روکا تھا۔

”گھنے، گھٹیا آدمی...... تجھے تو بیٹا میں بعد میں دیکھتی ہوں، پہلے اس چھٹنکی کے پر اکھاڑوں ذرا۔“ ایک ہی دھکے میں اس نے شاہ رخ کو پیچھے لڑکھایا تھا۔

”رک وہیں، بھاگی تو تیا پانچہ کر ڈالوں گی۔“ وہ اسے للکار رہی تھی جو اس امید پر درمیان میں رک گئی تھی کہ شاہ رخ اسے روک لے گا مگر......اسے

پیچھے آتے دیکھ کر وہ دوبارہ اسی اسپیڈ میں سیڑھیاں طے کرتی اوپر بھاگی تھی اور سیدھی اس کی طرف گئی تھی جو سامنے سے آ رہا تھا' درمیان سے ہٹتے ہوئے شان نے حیرت سے پہلے سارہ کو اور پھر بھاگی آتی مومو کو دیکھا تھا۔

"آگے جاؤ میرے پاس مت رکنا ورنہ یہیں سے نیچے چھلانگ لگا دوں گا۔" ریلنگ سے آدھا لٹکتے ہوئے شان نے فوراً ہی اسے دھمکایا تھا جو یکدم ہی اس کے پاس رکی تھی۔

"شیث! اسے روکو وہ میرے بال کاٹنے آ رہی ہے۔" اس کے پیچھے چھپی وہ روہانسے انداز میں ہلکی آواز میں چیخی تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا' کانپ کیوں رہی ہو؟" اس کی طرف پلٹتے ہوئے وہ حیرت سے بولا تھا۔

"تو کیا رقص کروں اس آدم خور بلا کے سامنے۔" وہ کھا جانے والے انداز میں غرائی تھی' دوسری جانب وہ مسکراہٹ چھپائے دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جس کے قبضے میں شان آ چکا تھا۔

"گدھے...... سستی مارے ایک کام دیا تھا تجھ سے وہ بھی نہ ہوا۔ یہ رکھوالی کر رہا ہے مکار' محبتوں کے تبادلے ہو رہے ہیں اور تو کھڑا مزے لے رہا ہے۔" شان کی گردن پکڑے ریلنگ سے لٹکاتے ہوئے وہ غرا رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو مومو! گر جائے گا وہ۔" اسے روکنے کیلئے شیث ایک قدم ہی بڑھا تھا جب سارہ نے فوراً ہی پیچھے سے اس کی شرٹ پکڑ کر اپنی سمت واپس کھینچ لیا تھا۔

"ہٹو پیچھے جب دیکھو مارتی رہتی ہو' بہت اچھا کرتا ہے شاہی تمہارے ساتھ۔" اس کے شکنجے سے نکلتے ہوئے شان دھاڑا تھا۔

"بیٹا! آج تیری زبان کترنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" قینچی اٹھائے وہ شان کی طرف بڑھی ہی تھی جو وہ اسے پیچھے دھکیل کر سیڑھیوں کی جانب بھاگ گیا تھا جبکہ اس کے پیچھے چھپ جانے کے بجائے وہ واپس پلٹی تھی اور اگلے ہی پل چونک کر پہلے شیث کو اور پھر اس کے عقب سے جھانکتی سارہ کے فق چہرے کو دیکھا تھا۔

"او...... انارکلی آج تو مجھے بتا ہی دے آخر کون کون سے شوق پال رکھے ہیں تو نے' چھپنے کیلئے بھی چھانٹ کے جگہ ڈھونڈی ہے تو نے' فوراً باہر نکل۔" قینچی کے اشارے سے وہ اسے سامنے بلا رہی تھی مگر وہ شیث کے پیچھے سے نکلنے کو تیار نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تم بھی وہیں جم کے کھڑے ہو' دو منٹ میں بھول جاؤں گی ہماری مکھن ملائی کے بڑے بھائی ہو تم......"

"تم پہلے قینچی میرے حوالے کرو' تمہارا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔" شیث نے اس کی بات کاٹی تھی۔

"نہ بڑی ہمدردیاں ابل پڑی ہیں چار دن میں' گھر کی عورتوں کو کبھی گھاس نہ ڈالی اور باہر سے آنے والوں پر اتنا بھروسہ ہو گیا کہ بس نہیں چل رہا کلیجے سے ہی لگا ڈالو۔" وہ کھا جانے والے انداز میں بولی تھی۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو ذرا' جاؤ اب یہاں سے۔" کچھ ناگواری کے ساتھ شیث نے اسے گھرکا تھا۔

"میرے سامنے سے مت ہٹنا' یہ میرے بال کاٹ دے گی۔" اس کے پیچھے چھپی سارہ خوف سے چیخی تھی۔

"ارے نہیں کچھ کر رہی' تو باہر نکلتی ہے کہ میں آ جاؤں' یہ جو چھ فٹ کی دیوار کے پیچھے کھڑی ہے نہ پھر یہ بھی نہیں روک سکے گی مجھے' صبر نہ آزما میرا باہر نکل۔" اس کے کڑک انداز پر وہ خوفزدہ انداز میں شیث سے دور ہٹ کر سامنے آئی۔

"دوپٹہ ڈال سر پہ' بال چھپا فوراً۔" اس کے قینچی کے اشارے کے ساتھ غرانے پر وہ تیزی سے دوپٹہ سر پر ڈالتی سرعت کے ساتھ حواس باختہ وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

"نہ بھئی یہ چکر کیا چل رہے ہیں' آج ساری ہسٹری بتائے بغیر تم ہلنا مت یہاں سے۔" وہ جو کترا کر نکل جانا چاہتا تھا مومو نے فوراً ہی اس کا راستہ روکا تھا۔

"اب کیا ہوا ہے؟" اس نے خشمگیں لہجے میں پوچھا تھا۔

"اب یہ بھی ہم بتائیں' اندھے تو نہیں ہیں دیکھتے ہیں سب۔" اس کے ترچھی نظروں سے گھورنے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"نہ اور کوئی اسے نہیں ملتا صرف تم ہی نظر آتے ہو۔" ابرو چڑھائے وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"جب میں یہاں آتی ہوں تو اس ندیدے کی وجہ سے وہ ہیروئن مجھے خطرے میں نظر آتی ہے اور تو اور مدد کیلئے کسی اور طرف نہیں تمہاری طرف ہی دوڑی آتی ہے، نہ تم سے بڑا مددگار اس گھر میں اسے اور کوئی کیوں نظر نہیں آتا۔" بولتے ہوئے وہ مشکوک نظروں سے اس کا جائزہ بھی لے رہی تھی۔

"تم ذرا سی بات کو پھیلایا مت کرو، اب قینچی لے کر اس کے پیچھے بھاگو گی تو وہ اور کیا کرتی، میری جگہ کوئی اور سامنے آجاتا تو وہ اس کے پیچھے چھپ جاتی۔" وہ کچھ جھلاہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"نہ بڑا دل پھٹ رہا ہے اس کیلئے، تم سے پہلے شان موجود تھا یہاں...... میری گناہگار آنکھوں نے بہت اچھی طرح دیکھا تھا، جب شان کو درمیان سے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ تمہاری طرف بھاگی تھی۔" وہ ابرو چڑھائے بتا رہی تھی۔

"اب یہ مجھے نہیں پتا اس لیے میرا دماغ مت کھاؤ اور خبردار جو تم نے اسے اس طرح دوبارہ پریشان یا ہراساں کیا تو......"

"میں قربان جاؤں چھوٹے...... نہ کیا بات ہے؟ یہ کون سے دریا ابل پڑے ہیں دل میں اچانک۔" معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ وہ ابرو اچکاتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"قطعی کوئی شرمانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم تمہارے رازدار بننے کو تیار ہیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے بس تمہارا ہی دماغ خراب ہے۔" وہ اسے جھڑکتے ہوئے جانا چاہتا تھا مگر مومو نے فوراً ہی اس کا بازو پکڑ کے روکا تھا۔

"بیٹا! تم ہمارے ہونے والے جیٹھ نہ ہوتے تو ایک ہی سیکے میں سارا سچ اگلوا لیتے، چلو اب میں اس چٹکنی سے ہی سب جا کر پوچھتی ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں کہیں جانے کی۔" شیث نے فوراً ہی اسے روکا تھا۔

"تو پھر تم مجھے بتاؤ۔" وہ ہٹیلے انداز میں بولی تھی، تب ہی نیچے سے شاہ رخ کی آواز آئی تھی۔

"جلدی آجائیں بھابی! کب سے بلا رہا ہوں مگر سین ختم ہوجاتے ہیں تب اینٹری مارتی ہیں۔" شاہ رخ ان پر جھلایا تھا جو پھر کہیں رک گئی تھیں۔

"تم میری شکل ہی دیکھتے رہو گے یا کچھ بولو گے بھی۔" مومو پھر اس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"میرا وقت برباد نہ کرو، جاؤ نیچے وہ فارغ کھڑا ہے لگ جاؤ کام سے۔" جان چھڑانے کیلئے اس نے شاہ رخ کی طرف اس کی توجہ دلائی تھی۔

"چھوٹے بھائی! تمہیں تو دیکھ لوں گا میں اچھی طرح سے۔" شیث کی آواز اس کے کانوں تک بھی پہنچی تھی تو وہ نیچے سے ہی بولا تھا۔

"بیٹا! پہلے ہم کو تو اچھی طرح سے دیکھ لو بعد میں کسی اور کو دیکھنا۔" دائیں آنکھ دباتے ہوئے مومو نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"معاف کیجیے گا آپ انتہائی فضول خاتون ہیں۔" شاہ رخ نے جل کر اوپر دیکھا تھا۔

"کیا بول رہے ہو، تھپڑ لگاؤں گی تمہیں۔" سدرہ نے ناراضی سے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

"آپ کو نہیں پتا یہ آپ کی بہن صاحبہ کا کیا حشر کرنے جارہی تھیں، پوچھیں ذرا ان سے۔" شاہ رخ نے مزید جل کر کہا تھا۔

"مومو! میں نے تمہیں سمجھایا بھی تھا مگر تم سدھرو گی نہیں، خبردار جو میری بہن کو ہاتھ بھی لگایا۔" وہ اب مومو پر ناراض ہورہی تھیں۔

"ارے معاف کردو بھابی!" وہ بولی تھی۔

"ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا تمہاری بہن کی بیک کتنی مضبوط ہے۔" ہلکی مگر معنی خیز آواز میں اس نے مسکراتے ہوئے شیث کے شانے کو تھپتھپایا تھا۔

"ایسے مت گھورو بیٹا! ہم اڑتی چڑیا کے پر گن چکے ہیں۔" اس کے خشمگیں نظروں سے دیکھنے پر وہ ہنستے ہوئے بولی تھی جبکہ وہ اسے پرے ہٹاتے ہوئے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

⁂

کھلے دروازے سے انہوں نے ایک ناگوار نظر اس پر ڈالی تھی، سامنے ہی لاؤنج میں وہ شیری کو گود میں اٹھائے شان سے کوئی بات کررہی تھی جو وہیں صوفے پر نیم دراز تھا۔

"اپنی بہن سے کہو میری اولاد کو میرے لئے بھی چھوڑ دیا کرے، ہر وقت اسے ساتھ لگائے رکھتی ہے، کچھ دن بعد تو وہ مجھے پہچانے گی بھی نہیں۔"

ان کے اچانک بھڑکنے پر سدرہ نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا جو آستین کے بٹن بند کرتے ہوئے باہر کی سمت دیکھ رہے تھے۔ صبح صبح وہ کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتی تھیں کہ شوہر کا مزاج مزید گرم ہو جائے اس لئے ضبط کر گئی تھیں۔

''اور ذرا یہ بھی سمجھا دینا میرے بھائیوں سے دور ہی رہا کرے ورنہ اس نے تو ذرا سی بات پر ہی واویلا مچا کر تماشہ لگوا دینا ہے۔'' ناگواری کے ساتھ مزید کہتے ہوئے وہ ڈریسنگ کی سمت بڑھ گئے تھے۔

دودھ گرم ہونے کے لئے رکھ کر سدرہ کسی کام سے کچن سے باہر گئی تھیں اس لئے شیری کو گود میں ہی اٹھائے وہ وہیں رکی ان کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

''آج اتنی صبح کیسے جاگ گئیں تم' خیریت تو ہے؟'' کچن میں آتے ہوئے وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''اور شرمندہ کر لو مجھے۔'' سارہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا جو فریج کھولے کھڑا تھا۔

''ویسے اتنی صبح میری شکل دیکھ کر تمہارے بھائی کا مزاج تو بگڑ چکا ہے' شان سے ابھی بات کر رہی تھی تو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے مجھے کچا ہی چبا ڈالیں گے۔'' کچھ نخوت بھرے انداز میں وہ بتا رہی تھی۔

''یہ تمہارا وہم بھی تو ہو سکتا ہے' وہ اس لئے بھی تو تمہیں دیکھ سکتے ہیں کہ شاید انہیں صبح ہی صبح اپنی اکلوتی سالی بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔'' جوس کا گلاس ہاتھ میں لئے وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا قریب آیا تھا۔

''ہاں بالکل ایسا ہو سکتا ہے' اور اس وقت تمہیں یہاں میرے پاس دیکھ کر انہیں میں اور بھی خوبصورت لگوں گی' اتنی کہ وہ میری گردن دبانے میں ایک منٹ کی بھی دیر نہیں لگائیں گے۔'' اس کے مسکراتے چہرے کو گھورتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''اور یہ چہرے کو کیا ہوا ہے تمہارے...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' وہ ایکدم ہی اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھ کر چونکی تھی۔

''کہاں ٹھیک ہے طبیعت...... رات سے اتنا ٹمپریچر ہے مجھے' ویسے تو بات ہو نہیں سکتی مگر تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ کال ہی کر لیتیں۔'' اسے بتاتے ہوئے وہ شکایت بھی کر رہا تھا۔

''سوری...... مجھے تو بالکل اندازہ نہیں تھا' کوئی ٹیبلٹ لینی تھی ناں' زیادہ تیز تو نہیں ہو رہا بخار؟'' کچھ پریشانی سے بولتے ہوئے سارہ نے اس کی پیشانی کو چھوا تھا تب ہی کچن کے دروازے پر وہ بس ایک پل کو اپنی جگہ ساکت ہوئے تھے مگر اگلے ہی پل ان کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے۔ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ بالکل نارمل تھی' جبکہ شیث کے چہرے کا رنگ حسب توقع اڑ چکا تھا' شدید ناگوار نظروں سے وہ اسے دیکھ رہے تھے جو ان سے نظر ملائے بغیر باہر جانے کیلئے ان کی سمت ہی آ رہا تھا۔ اسے باہر جانے کا راستہ دیتے ہوئے وہ اس کی سمت متوجہ ہوئے تھے جو شیری کو سنبھالے ابلتے دودھ کے برتن کی آنچ کم کر رہی تھی۔

''کون سی زبان سمجھتی ہو تم' دور رہو اس سے' آخری بار سمجھا رہا ہوں ورنہ دل تو چاہ رہا ہے تمہارا وہ ہاتھ ہی توڑ دوں جس سے تم نے اسے چھوا ہے۔'' شدید غصیلے انداز میں بولتے وہ اس کی طرف آئے تھے۔

''جس پر میرا حق ہے آپ اس کے قریب جانے سے مجھے نہیں روک سکتے۔'' وہ نخوت کے ساتھ بول رہی تھی۔

''زبان کاٹ دوں گا تمہاری سمجھیں۔'' شہادت کی انگلی اٹھائے وہ سرخ چہرے کے ساتھ غرائے تھے۔

''ہاتھ بھی توڑ دیں' زبان بھی کاٹ دیں' سارے ارمان پورے کر لیں مگر بے فکر رہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا' وہ مجھے ہر حالت میں قبول کر لے گا۔'' وہ اطمینان کے ساتھ بولی تھی۔

''ایسا میں ہونے نہیں دوں گا' اس بات کا بھی یقین رکھو' میرے گھر میں رہ کر میرے ہی گھر میں نقب مت لگاؤ تم۔'' وہ بھڑک کر بولے تھے۔

''اگر آپ اسے نقب لگانا کہتے ہیں تو اطلاع کیلئے عرض ہے کہ یہ نقب میں نے اس وقت لگائی تھی جب میں نے آپ کے گھر میں قدم بھی نہیں رکھا تھا۔'' وہ اسی اطمینان کے ساتھ بولی تھی۔

''بکواس بند کرو اپنی...... جو گالی تم میرے بھائی کو دے چکی ہو اس کے بعد تم مزید کسی چیز کی امید مت رکھنا۔'' وہ شدید طیش میں بولے تھے۔

''اِدھر دو میرے بچے کو۔'' اپنے اشتعال میں انہوں نے شیری کو اس کی گود سے چھیننا چاہا تھا۔

''نہیں دوں گی، کیا کرلیں گے آپ؟'' اس بار بری طرح کھول کر وہ پیچھے ہوئی تھی مگر انہوں نے ذرا بھی پرواہ کیے بغیر ایک ہی جھٹکے میں بچے کو اس سے لے لیا تھا۔

''میری بہن کو مجھ سے چھیننے کے بعد سکون نہیں ملا جو اسے بھی چھین رہے ہیں، واپس دیں مجھے۔'' بلند آواز میں احتجاج کرتے ہوئے اس نے شیری کو ان سے واپس لینے کی کوشش کی تھی جو انہوں نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا تھا، بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے اس کا ہاتھ ابلتے دودھ کے برتن سے ٹکرایا تھا اور اگلے ہی پل اس کے حلق سے چیخیں بلند ہونے لگی تھیں، دوسری جانب وہ جو کچن کے باہر ہی رکا سب سن رہا تھا سرعت سے واپس کچن میں آیا تھا اور اپنی جگہ ساکت کھڑا رہ گیا تھا۔

شدید اذیت کے ساتھ چیختے ہوئے وہ سدرہ کو آوازیں دے رہی تھی جو بری طرح گھبرائی بھاگتی ہوئی کچن میں آئی تھیں، ان کے پیچھے شان بھی دوڑتا ہوا آیا تھا۔

سپاٹ نظروں سے اس نے شمس کو دیکھا تھا جو چہرے کے بدلے تاثرات کے ساتھ ساکت کھڑے تھے، بس ایک پل کو ان کی نظر شیث سے ٹکرائی تھی مگر اگلے ہی پل نظر چرا گئے تھے جبکہ وہ بلند رونے کراہنے کی آوازوں پر کان بند کیے پلیٹ کر اسی خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔

چند لمحوں تک وہ اسی طرح ساکت کھڑے اسے دیکھتے رہے تھے جس کے جل جانے والے ہاتھ اور پیر پر سدرہ بدحواسی میں انڈے کی سفیدی لگا رہی تھیں۔

''شان! میرے کمرے سے گاڑی کی چابی لے کر باہر آؤ۔'' عجلت میں شان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ قریب آئے تھے، جبکہ وہ ان کی ہدایت پر تیزی سے روتی چیختی سارہ کے پاس سے اٹھ کر باہر بھاگا تھا۔ سارہ کی کربناک آوازوں پر گھبرا کر روتے ہوئے شیری کو سدرہ کے حوالے کرتے ہوئے انہوں نے پلک جھپکتے ہی جھک کر اسے ہاتھوں میں اٹھایا تھا اور اگلے ہی پل اس کی مزید بلند ہوتی احتجاجی چیخوں کی پرواہ کیے بغیر تیز قدموں کے ساتھ کچن سے باہر نکل گئے تھے۔

⁂

بلند سسکیوں کی آوازوں پر ایک بار پھر شان نے پچھلی سیٹ پر نظر ڈالی تھی جہاں وہ بینڈیج والے ہاتھ میں چہرہ چھپائے سکڑی لیٹی تھی، شدید تاسف کے ساتھ اسے دیکھنے کے بعد وہ شمس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو تنے ہوئے چہرے کے ساتھ ڈرائیو میں مصروف تھے مگر بیک ویو مرر میں اسے بھی دیکھ رہے تھے جس کے رونے کی آوازیں بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

''بس کرو، گھر جا کر یہ سیلاب بہا دینا، یہاں سڑک پر واویلا مچاؤ گی تو سب یہی سمجھیں گے تمہیں اغوا کر کے لے جا رہا ہوں۔'' وہ سخت لہجے میں گھرکتے ہوئے بولے تھے۔

''مچاؤں گی واویلا اور یہیں سڑک پر مچاؤں گی، پولیس اریسٹ کر کے ڈرائنگ روم کی سیر کروائے ناں تب پتا چلے گا آپ کو۔'' ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہ چیخی تھی اور اگلے ہی پل کھڑکی کے بند شیشے پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا تھا۔

''بکنے دو اسے، انجیکشن کا اثر دماغ پر ہو رہا ہے۔'' شان کی طرف دیکھ کر وہ اطمینان سے بولے تھے، وہ حیرانی کے ساتھ خاموش ہی رہا تھا، دوسری جانب وہ پھر سیٹ پر سر گرائے رونے میں مصروف ہو گئی تھی۔

⁂

اسے ٹیبلٹ وغیرہ کھلا کر آرام سے لیٹے رہنے کی تلقین کرنے کے بعد وہ نیچے آئی تھیں۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے انہوں نے سوالیہ نظروں سے شان کو دیکھا تھا جو نفی میں سر ہلاتا ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

''اس وقت بھی سیل آف جا رہا ہے ان کا۔'' وہ بولا تھا۔

''اب کیا کروں میں، کہاں چلا گیا آخر یہ؟ جاگ رہے ہیں وہ بھی اس کے انتظار میں۔'' وہ بے طرح پریشان ہو کر بڑبڑائی تھیں۔

لاؤنج میں داخل ہوتے شاہ رخ سے نظر ہٹا کر انہوں نے اسے دیکھا تھا جو اس کے پیچھے ہی اندر آ رہا تھا۔ تیر کی طرح وہ اس کی جانب بڑھی تھیں جبکہ شان نے شکر کی سانس لیتے ہوئے انہیں دیکھا تھا جو اپنے کمرے کی دہلیز پر رکے خطرناک سنجیدگی کے ساتھ اس کی سمت متوجہ ہوئے

تھے جو کسی بھی جانب دیکھے بغیر سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”شیث! کہاں تھے تم صبح سے اب تک؟“ غصیلے انداز میں بولتے ہوئے وہ رک گئی تھیں۔ اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ وہ شوہر کی طرف بڑھی تھیں، جو اسی جانب آ رہے تھے۔

”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“ وہ فوراً ہی درمیان میں آ کر انہیں روکتے ہوئے بولی تھیں۔

”پوچھنے جا رہا ہوں اس سے کہاں غائب تھے حضرت ہمیں جہنم میں بھیج کر۔“ وہ بھڑک کر بلند آواز میں بولے تھے۔

”آپ اس وقت مت جائیں اس کے پاس، میں جا کر پوچھتی ہوں اس سے۔“ وہ ملتجی انداز میں انہیں روکتے ہوئے بولی تھیں۔

”تو پوچھو جا کر اس سے، میں یہاں پریشان بیٹھا ہوں اور وہ......“ بمشکل ضبط کرتے ہوئے وہ رک کر شاہ رخ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

”کہاں سے آ رہا ہے یہ، پوچھا تھا تم نے؟“ وہ بولے تھے۔

”میں نے پوچھا تھا مگر انہوں نے بتایا نہیں کچھ۔“ وہ بمشکل ہی جواب دے سکا تھا، بڑے بھائی کے غصے سے ہمیشہ ہی اس کی جان نکلتی تھی۔

”بتایا ہوگا بھی کچھ تو کون سا تم مجھے بتا دو گے، ایک ہی تھالی کے ہو تم سب کے سب۔“ شدید اشتعال میں وہ اس پر برسے تھے اور اگلے ہی پل اپنے کمرے کی سمت چلے گئے تھے۔

”صبح سے ان کی کوئی خبر نہیں تھی تو تب بھی مجھے ہی باتیں سننے کو مل رہی تھیں، اب وہ آ گئے ہیں تو بھی مجھ پر غصہ نکالا جا رہا ہے...... ایک میں ہی ملتا ہوں یہاں بھڑاس نکالنے کیلئے۔“ شدید ناراضی کے ساتھ بولتے ہوئے شاہ رخ وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

”اس کا دماغ تو میں ٹھکانے لگاتی ہوں جا کر اور تم ذرا خیال رکھنا وہ اوپر نہ آئیں۔“ شان سے کہتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

”کیا حرکت کی ہے یہ تم نے، صبح سے کہاں تھے تم، بتاؤ مجھے......؟“ وہ سخت لہجے میں اس سے پوچھ رہی تھیں جو تنے ہوئے چہرے کے ساتھ کمرے کے وسط میں کھڑا ان کی طرف ہی متوجہ تھا۔

”جہنم میں گیا تھا جا کر انہیں بھی بتا دیں۔“ وہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولا تھا۔

”ہوش میں ہو تم یا نہیں، صبح سے پریشان کر کے رکھ دیا ہے، ایسی بھی کون سی قیامت آ گئی تھی جو تم اس طرح گھر سے نکل گئے اور اب واپس آ رہے ہو۔ تم جانتے ہو اپنے بھائی کو کتنی مشکلوں سے میں انہیں ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرتی رہی ہوں، باتیں تو مجھے ہی سننی پڑتی ہیں ناں۔“ وہ گھرکنے والے انداز میں بولی تھیں۔

”پہلے ہی وہ سارہ سے بدظن ہیں اور آج تمہارے اس طرح غائب ہو جانے پر وہ اور اس سے متنفر ہو گئے ہوں گے، اب تو ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ میں اُسے اس گھر سے ہی نکال کر کہیں اور بھیج دوں۔“ وہ بولی تھیں۔

”وہ یہاں سے اب کہیں اور نہیں جائے گی اور اگر وہ یہاں سے گئی تو اس سے پہلے میں اس گھر سے نکل جاؤں گا۔“ وہ فوراً ہی بگڑے انداز میں بولا تھا۔

”یہ بات جا کر تم اپنے بھائی سے کہو، سارہ کا اس گھر میں ایک دن بھی رہنا دشوار ہو جائے گا، کم از کم میں تو اسے اس طرح یہاں نہیں رہنے دوں گی۔ میرے ماں باپ ایسے گئے گزرے نہیں تھے، اللہ کا شکر ہے اتنا کچھ پیچھے چھوڑ گئے ہیں کہ وہ عزت کے ساتھ کسی اور چھت کے نیچے رہ سکتی ہے۔“ وہ بولی تھیں۔

”آپ بتائیں میں کیا کر رہا ہوں، بات تک تو کرتا نہیں ہوں ان کے سامنے، پہچانتا تک نہیں ہوں اسے کہ کہیں انہیں ناگوار نہ گزرے، مگر آج جو ہوا ہے وہ آپ برداشت کر سکتی ہیں۔ میں نہیں کر سکتا۔“

”کیا ہوا ہے آج، بتاؤ مجھے ہوا کیا ہے؟“ اس کی بات کاٹ کر وہ بولی تھیں جواباً وہ سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

”جو بھی ہوا وہ ایک حادثہ تھا، انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا، سارہ مجھے سب بتا چکی ہے۔“

”اس نے آپ کو کیا بتایا کیا نہیں یہ آپ مجھے مت بتائیں، جو کچھ میں سن چکا ہوں جو دیکھ چکا ہوں اس کے بعد مجھے کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ ان کی بات کاٹ کے بولا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

”جب میں کہہ رہی ہوں کہ انہوں نے جان بوجھ کر وہ سب نہیں کیا تھا تو تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔“ وہ سخت لہجے میں بولی تھیں۔

”یہ آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں کہ بات اگر سارہ کی ہو تو وہ سب کچھ کر سکتے ہیں' ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔“ وہ شدید ناگوار انداز میں بولا تھا۔

”اگر تم سمجھتے ہو کہ ایسا ہے تو ٹھیک ہے' اس کے بعد کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم دور رہو اس سے' مت پرواہ کرو اس کی' مت ہلکان کرو خود کو اس کیلئے۔ جو تمہارا بھائی چاہتا ہے تم اسی پر عمل کرو' مگر خدا کے لیے شیث! صرف کچھ عرصے کیلئے سکون کے ساتھ میری بہن کو میرے ساتھ رہنے دو۔“ وہ عاجز آ جانے والے انداز میں بولی تھیں۔

”بھابی! یہ آپ کہہ رہی ہیں مجھ سے' سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ مجھے کیسے یہ سب......“ شدید بے یقینی سے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اس نے سدرہ کو دیکھا تھا جو نظر چرا گئی تھیں۔

”آپ کے شوہر کے احکامات ان کی پابندیاں کم ہیں کیا جو اَب آپ بھی......“ شدید تاسف کے ساتھ وہ پھر بات مکمل نہیں کر سکا تھا' بس شکایتی نظروں سے انہیں دیکھتا سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ دوسری جانب وہ بھی مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر سکی تھیں' دروازے کی سمت بڑھ گئی تھیں۔

❋❋❋

شدید تکلیف اور بے چینی کی وجہ سے اسے نیند بھی نہیں آ رہی تھی' ہاتھ اور پیر پر پڑنے والے آبلوں میں آگ سی لگی ہوئی تھی۔ ناقابلِ برداشت ہوتی جلن پر اس نے ہاتھ سے بینڈیج اتارنی شروع کر دی تھی' ایک نظر کھڑکی کی جانب ڈال کر اس نے قریب سوئی ہوئی ہنی کو دیکھا تھا اور پھر دھیرے سے بیڈ سے اتر گئی تھی۔

ہاتھ پر دوپٹے کا پلو ڈالتے ہوئے اس نے کھڑکی کا پردہ سرکایا تھا' دوسری جانب اس کے بے حد سنجیدہ چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے وہ حیران نہیں ہوئی تھی' جبکہ وہ بس سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اَب کھڑکی کا گلاس ایک طرف ہٹا رہی تھی' تکلیف کے آثار اس کے چہرے کے ایک ایک نقش سے نمایاں ہو رہے تھے۔

”اب اس طرح چہرہ سوجائے کیوں کھڑے ہو؟ حسرت ہی رہ گئی کبھی تو یہ چاند مسکراتا ہوا میری کھڑکی میں طلوع ہو۔“ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولی تھی۔

”کیا واقعی مجھے مسکرانا چاہیے؟“ وہ اسی سنجیدہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”شیث! ہر چیز کو منفی پہلو سے مت دیکھا کرو' بندے کو اتنا بھی پوزیسو نہیں ہونا چاہیے۔“ وہ گہرا سانس لے کر بولی تھی۔

”میں اگر تمہارے لئے پوزیسو ہوں تو اس کی بہت ساری وجوہات ہیں' بھابی کی طرح اب تم بھی کہہ دو کہ تمہاری پرواہ کرنا بھی چھوڑ دوں۔“ وہ بولا تھا۔

”آپی نے تم سے ایسا کچھ کہا ہے؟“ وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔ جواباً وہ بس ناگواری سے سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

”غصے میں انہوں نے ایسا کہہ دیا ہوگا' تم جانتے ہو وہ کتنی پریشان تھیں' تمہیں ضرورت کیا تھی اس طرح چلے جانے کی؟“ وہ بولی تھی۔

”ضرورت اس لئے تھی کہ نہ تو میں تمہاری تکلیف دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی اپنی بے بسی کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔“ وہ بگڑے انداز میں بولا تھا۔

”شیث! انہوں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا تھا میں تو خود ہی......“

”تم بھابی کی آنکھوں پر پردہ ڈال سکتی ہو مگر میری آنکھوں پر نہیں' اس لئے مجھے یہ سب نہ بتاؤ۔“ وہ تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا جواباً وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

”بہت زیادہ تکلیف ہو رہی ہے؟“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ پوچھ رہا تھا۔

”نہیں...... بہت زیادہ نہیں۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ تمہاری یہ مسکراہٹ تمہاری تکلیف کو مجھ سے چھپا کر مجھے مطمئن کر دے گی تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے تمہاری۔“ وہ بغور اس کے اُترے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جواباً وہ خاموش ہی رہی تھی۔

”اپنا ہاتھ دکھاؤ مجھے۔“ اس کے دوپٹے میں چھپے ہاتھ کی جانب دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”نہیں، میں نہیں دکھاؤں گی ورنہ یہ جو تمہارا چہرہ ہے ناں مزید لٹک جائے گا۔“ وہ فوراً ہی بولی تھی۔

”سارہ! مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔“ اس کی بات ان سنی کیے وہ سنجیدگی سے دوبارہ بولا تھا۔

”توبہ ہے۔“ کچھ خفگی سے اسے گھورتے ہوئے سارہ نے دوپٹہ ہاتھ پر سے ہٹا کر اسے دیکھا تھا جس کے چہرے کے تاثرات مزید تن گئے تھے، لب بھینچے وہ اگلے ہی پل اس کے ہاتھ سے نظر ہٹا گیا تھا۔

”لو...... میں نے تو اس امید پر ہاتھ آگے کیا تھا کہ تم میرا ہاتھ پکڑ کے جائزہ لو گے۔“ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ مایوسی کے ساتھ شکایت کر رہی تھی۔

”ایسا کرنے سے تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی؟“ اس کی جانب دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”ہاں...... بالکل ایسی ویسی۔“ اس کے فوراً ہی کہنے پر اس تمام عرصے میں پہلی بار وہ بس ایک پل کیلئے ہلکا سا مسکرایا تھا۔

”لاؤ پھر دو اپنا ہاتھ۔“ وہ بولا تھا۔

”رہنے دو اب بول بول کر رومانس کروایا تو کیا فائدہ۔“ ہاتھ دوپٹے میں چھپائے وہ مصنوعی ناراضی سے بولی تھی۔

”ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”ہاں...... وہی لے کر گئے تھے زبردستی اٹھا کر یونانی دیوتا۔“ بولتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

”اب کیا سوچنے لگے ہو؟“ اس کی خاموشی پر وہ بولی تھی۔

”ایک ہی بات کے علاوہ اور کیا سوچ سکتا ہوں، بار بار ایک ہی منظر سامنے آ رہا ہے، تمہارے لئے ان کا دل کس حد تک سخت ہے آج مجھے اندازہ ہو گیا ہے......“

”پھر وہی بات۔“ عاجز ہو کر سارہ نے اس کی بات کاٹی۔

”غلطی میری بھی تو ہے، انہوں نے صرف غصے میں میرا ہاتھ جھٹکا تھا، مجھے بھی تو ان سے خوامخواہ کی بحث نہیں کرنی چاہیے تھی۔“ وہ بول رہی تھی۔

”مگر میں بھی کیا کرتی وہ بات ہی اس طرح کرتے ہیں کہ...... اور پھر ان سے منہ ماری کیے بغیر میں بھی نہیں رہ سکتی، ویسے تو مجھ سے وہ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے تو اب اسی طرح ہی انہیں جلا بھنا کر اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہوں۔“ اس کے کہنے پر شیث نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

”میرا خیال ہے تم جا کر سو جاؤ، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔“ حیرانی سے اسے دیکھ کر تلقین کرتے ہوئے شیث نے خود ہی کھڑکی کا گلاس سرکاتے ہوئے بند کر دیا تھا، جس پر دھیرے سے ہنستے ہوئے سارہ نے پردہ بھی پھیلا دیا تھا۔

* * *

میرے سامنے والی کھڑکی میں
ایک چاند سا مکھڑا رہتا ہے
میرے سامنے والی کھڑکی میں......

ٹی وی سے نظر ہٹائے وہ خشمگیں نظروں سے شان کے مسکراتے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو اَب اخبار اٹھائے گنگناتے ہوئے ہی سامنے والے صوفے پر بیٹھ رہا تھا۔

”مجھے نہیں پتا تھا کہ اس گھر میں جاسوس بھی رہتے ہیں۔“ شان کو گھورتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ جواباً اس نے ہنستے ہوئے اخبار چہرے کے سامنے پھیلا دیا تھا۔

وسلنگ کرتے ہوئے وہ لاؤنج میں آیا تھا، ایک نظر اس نے شان پر ڈالی تھی جو اخبار کی ورق گردانی میں مگن تھا، نیچے کارپٹ پر ڈرائنگ بک پر جھکی ہنی کی پونی اس نے کھینچی تھی، اس کی احتجاجی آوازوں پر سارہ ٹی وی سے نظر ہٹا کر اس کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔

”بالکل اپنے باپ پر گئی ہے۔“ اس کی پونی چھوڑتے ہوئے شاہ رخ نے اسے گھورا تھا اور پھر شان کی سمت پلٹا تھا۔

”اِدھر دو اخبار، خوامخواہ کی شو نہ مار۔“ شان سے اخبار جھپٹ کر وہ سارہ کی سمت آیا تھا جبکہ وہ بس ناگواری سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی، جو کچھ فاصلے پر چہرے پر شرارت سجائے بیٹھ رہا تھا۔

”سنیے! آپ ہنستے ہوئے کیسی لگتی ہیں؟“ اخبار ایک طرف ہٹائے وہ اب معصومیت کے ساتھ پوچھ رہا تھا جبکہ وہ بس ناگواری سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”ویسے آپ نے میری آفر پر غور تو کیا ہوگا، تو پھر میں رشتہ پکا سمجھوں؟“ اس کے شرمائے شرمائے انداز پر سارہ نے کوفت کے ساتھ مدد طلب نظروں سے شان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”آپ یقین کریں میری تو نیندیں اُڑ چکی ہیں، ساری ساری رات جاگ کر بس آپ کے بارے میں ہی سوچتا ہوں۔“ وہ بہت سنجیدگی کے ساتھ اعتراف کر رہا تھا جبکہ سارہ کی آنکھیں پھٹنے لگی تھیں۔

”یہ سچ کہہ رہا ہے سارہ! آج بھی یہ بارہ بجے سو کر اٹھا تھا۔“ شان نے اطلاع دی۔

”ابے تو چپ کر نہ یار!“ شاہ رخ نے تلملا کر اسے ٹوکا تھا۔

”اوکے، کیری آن۔“ مسکراہٹ چھپا کر بولتے ہوئے شان نے نامحسوس انداز میں سامنے کمرے میں موجود سدرہ کو ہلکا سا اشارہ کیا تھا تو وہ چونکتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی تھیں۔

”یقین کریں یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے، کتنی اچھی بات ہوگی کہ ایک ہی گھر میں آپ کا میکہ ہوگا اور ایک ہی گھر میں سسرال، ایک ٹکٹ میں دو فائدے پہنچیں گے آپ کو۔“ اپنی دھن میں بولتے ہوئے وہ رُکا تھا جب سدرہ کا کرارا ہاتھ اس کے سر پر پڑا تھا۔

”کوئی شرم نہیں، کوئی حیا نہیں، بس لگے ہو ہانکنے میں۔“ چڑھے تیوروں کے ساتھ سدرہ نے پھر اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے سارہ کے پاس سے ہٹایا تھا۔

”کیا ہو گیا، بھڑک کیوں رہی ہیں، میں تو عیادت کر رہا تھا ان کی۔ دیکھیں ان بے چاری کا ہاتھ جل کے کتنا خوبصورت ہو گیا ہے، آپ تو پوچھتی نہیں اسے کیا ہم بھی نہ پوچھیں؟ اب ایسے بھی انسانیت سے نہیں گرے ہوئے۔“ وہ لڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

”ہاں میں سن رہی تھی کہ کس طرح عیادت کر رہے تھے تم۔“ وہ مزید اسے گھورتے ہوئے بولیں تھیں۔

”رہنے دیں بس، آپ کا بس چلے تو ہمارا سایہ بھی اپنی بہن پر نہ پڑنے دیں، اور خود تو میرے بھائی پر سالوں سے قبضہ کر کے بیٹھی ہیں۔ دو منٹ میں میرے بھائی کا کمرہ خالی کریں آپ...... اور تم کیا دیکھ رہی ہو مجھے؟ کتنی بار سمجھایا ہے کہ میری نظروں کے سامنے رہا کرو تم...... دل نہیں لگتا تمہارے بغیر میرا......“ سدرہ سے لڑتے ہوئے اس نے سارہ کو ہدایت دی تھی مگر اگلے ہی پل کرنٹ کھا کر وہاں سے بھاگا تھا کیونکہ سدرہ چپل اٹھائے اس کے پیچھے ہی بھاگی تھیں، ان کے پیچھے ہی شان ہنستا ہوا گیا تھا، جبکہ وہ دنگ بیٹھی رہ گئی تھی، زندگی میں پہلی بار اس نے اس طرح اپنی بہن کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔

⁂

شاہ رخ کے پیچھے ہی باہر نکلتے ہوئے وہ بری طرح ان سے ٹکرائی تھیں جو شاہ رخ کو راستہ دیتے ہوئے حق دق کھڑے تھے۔

”اوہو...... واٹ آ رومینٹک سین، ارے کوئی کیمرہ لاؤ، تصویر بناؤ۔“ سدرہ کا سر مزید ان کے سینے سے لگاتے ہوئے موموں نے آواز لگائی تھی۔

”بھابی کو پکڑ کے رکھو، میں تصویر لے رہا ہوں۔“ شاہ رخ نے فوراً ہی اپنا سیل نکالا تھا۔

”کیا کر رہے ہو تم، بتاؤں ابھی تمہیں۔“ وہ شاہ رخ پر دھاڑے تھے، موموں نے فوراً ہی سدرہ کو پکڑ کے پیچھے ہٹایا تھا۔

”کسی دن مجھ سے مار کھا کر تم یہاں سے جاؤ گی، ہٹو۔“ اسے گھرک کر پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔

”تمہاری کمر کی لچک بھی ابھی تک نہ گئی۔“ اس نے سدرہ کو پکڑ کے اپنی طرف کھینچا تھا۔

”دفع ہو جاؤ تم۔“ مسکراہٹ چھپائے وہ اس کا ہاتھ جھٹکتیں آگے بڑھ گئی تھیں۔

”ارے تو کہاں جا رہا ہے میری مکھن ملائی۔“ لپک کر اس نے باہر جاتے شاہ رخ کی شرٹ دبوچ لی تھی۔

”ارے چھوڑیئے ہمیں...... سب کے سامنے ہماری عزت خراب کر کے رکھ دیتی ہیں۔“ خود کو چھڑاتے ہوئے وہ جھلایا تھا۔

”لاحول ولاقوۃ۔“ ایک جھٹکے سے خود کو چھڑاتے ہوئے وہ باہر نکلا تھا جبکہ وہ ہنستے ہوئے اندر کی سمت آ گئی تھی۔

ٹی وی سے نظر ہٹا کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”ملکہ جذبات ڈرامے نہ کر' بیٹھ جاؤ واپس۔“ اس کے لتاڑنے والے انداز پر وہ خفت زدہ نظروں سے اسے دیکھتی واپس بیٹھ گئی تھی۔

”نہ بھئی تجھے اب مجھ سے بھاگنے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ او کے؟ تجھ سے اپنی ساری دشمنی ختم۔“ وہ بولتے ہوئے اس کے قریب جا بیٹھی تھی جو سارہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”ارے ایسے کیا دیکھ رہی ہے دیدے پھاڑ کے' نہ بیٹا ہم سے نہ کچھ چھپا ہے نہ چھپا رہ سکتا ہے' ارے دل خوش کر دیا تو نے۔ بیٹا تو سورج مکھی کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہمارے بچوں کو کہانیاں سنائے گی۔“ دنگ بیٹھی سارہ کی گردن پر ہاتھ ڈال کر مومو نے اسے قریب کیا تھا۔

”نہ یہ ڈرامے کیا کر رہی ہے بھئی تو...... بڑے سے جنم کی دشمنیاں چل رہی ہیں تیری اور چھوٹے پر محبتیں نچھاور ہو رہی ہیں' ہو کیا رہا ہے یہ......؟“

”مجھے نہیں پتا۔“ اس کا ہاتھ گردن سے نکالتے ہوئے وہ اپنی مسکراہٹ نہیں روک سکی تھی۔

”ہاتھ کیسا ہے اب تمہارا' یہ تو اچھا خاصا جل گیا ہے۔“ اس کا ہاتھ پکڑے مومو نے پوچھا تھا۔

”ہاں' مگر اب تو بہتر ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”فکر مت کرنا ایک بھی نشان باقی نہیں رہے گا اور اگر رہ بھی گیا تو بھی ہمارے سورج مکھی نے یہ ہاتھ نہیں چھوڑنا ہے۔“ اس کے تسلی دینے پر سارہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

⁂

”لیجیے...... گرم گرم گلاب جامن۔“ ڈش ٹیبل پر رکھتے ہوئے سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”سارہ نے بنائے ہیں۔“ ایک مسکراتی نظر شوہر پر ڈال کر وہ دوسری جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔

”اور ان سب پر میرا حق ہے' شاہی تم تو ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی مت دیکھنا اور چھوٹے بھائی ایک آدھ آپ لے لیجیے گا' مجبوراً مجھے کہنا پڑ رہا ہے ورنہ......“ ایک معنی خیز نظر سامنے بیٹھی سارہ پر ڈالتے ہوئے شان نے مسکراتے ہوئے شیث کو دیکھا تھا۔

”تمہیں کس نے کہا ہے مجبور ہونے کیلئے؟ شیث کو میٹھا پسند نہیں' ابھی ابھی دنیا میں آئے ہو جو کچھ پتا نہیں ہے۔“ شمس حد درجہ خشک لہجے میں بولے تھے جس پر شان نے حیرت سے شیث کے سنجیدہ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا' جیسے پوچھ رہا ہو کیا واقعی...... یہ کب ہوا......؟

دوسری جانب سارہ نے ایک چبھتی نظر بہن پر ڈالی تھی جو نظر چرا گئی تھیں' اگلے ہی پل اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے گلاب جامنوں کی ڈش ایک جھٹکے سے اٹھا لی تھی۔

”میں نے اس میں زہر ملا رکھا ہے اس لیے اب کسی کو بھی یہ کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ سلگ کر بولتے ہوئے وہ ڈش اٹھائے کچن کی سمت چلی گئی تھی۔ شدید ناگوار نظروں سے وہ اسے دیکھ رہے تھے جو کچن سے نکلتے ہوئے ایک تیز نظر ان پر ہی ڈالتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

⁂

شدید بھناہٹ کے ساتھ اس نے سیل فون اٹھایا تھا۔

”کیا ہے؟“ پھاڑ کھانے والے لہجے میں وہ پوچھ رہی تھی۔

”مجھے ابھی اور اسی وقت گلاب جامن کھانے ہیں۔“ بہت سنجیدگی سے کہا گیا تھا۔

”اپنے بھائی کے سامنے یہ کیوں نہیں کہا' زبان بند ہو گئی تھی کیا تمہاری؟“ وہ بری طرح جل کر اسے لتاڑ رہی تھی۔

”مجھے کچھ نہیں پتا' مجھے ابھی اور اسی وقت گلاب جامن کھانے ہیں' لے کر آؤ۔“ اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا جو دوبارہ بولا تھا۔

”بات سنو! اس وقت میرا دماغ مزید خراب کیا تو میں نے سیدھے تمہارے کمرے میں گھس کر تمہیں پنکھے سے لٹکا دینا ہے۔“ وہ بھڑک کر بولی

تھی۔

"سارہ! میں انتظار کر رہا ہوں۔" مزید کہا گیا تھا۔

"ارے تمہیں کیا میں......" جھلا کر وہ کچھ کہنے جا رہی تھی مگر وہ لائن ڈسکنیکٹ کر چکا تھا۔

❋❋❋

دروازے پر دستک ہوئی تھی تو وہ سرعت سے اٹھ کر دروازے تک گیا تھا۔

دنگ نظروں سے وہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جو آگے پیچھے جھومتے جھامتے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

"تم لوگ یہاں کیوں آ گئے ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"کیونکہ ٹھنڈی مشین صرف اس کمرے میں چلتی ہے چھوٹے بھائی جان!" نیند میں ڈوبی آواز میں اطلاع دیتے ہوئے شاہ رخ بیڈ پر دراز ہو گیا تھا۔

"چھوٹے بھائی! یہ نائٹ بلب بھی آف کر دیں ورنہ میری نیند ڈسٹرب ہو گی۔" اسے ہدایت دیتے ہوئے شان بھی لمبی تان کر لیٹ گیا تھا۔

شدید کوفت کے ساتھ نائٹ بلب آف کرنے کے بعد وہ بیڈ کی سمت آ گیا تھا اور بچی ہوئی کچھ جگہ پر خود بھی دراز ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک تو وہ صبر کے ساتھ برداشت کرتا رہا مگر ایک بار پھر اس نے جھلائے انداز میں شاہ رخ کا ہاتھ اور پھر پیر خود پر سے ہٹایا تھا' سر کے نیچے ہاتھوں کا تکیہ بناتے ہوئے وہ آنکھیں بند کرتے کرتے رک کر شان کی طرف متوجہ ہوا تھا جو نیند میں گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھ بیٹھا تھا' یہ منظر اس کے لیے نیا نہیں تھا' شان اپنی آدھی نیند بیٹھ کر اور آدھی نیند لیٹ کر پوری کیا کرتا تھا' تاریکی میں آنکھیں کھولے وہ شان کی ساری کارروائیوں کو باآسانی دیکھ سکتا تھا جو اب شاہ رخ پر سے لڑھکتا ہوا اس کی سمت ہی آ رہا تھا۔ ناچار ایک تکیہ کھینچ کر نکالتے ہوئے اس نے نیچے کارپٹ پر رکھا تھا اور ایک بار پھر سونے کی کوشش کی تھی۔

دروازے پر ابھرتی مدھم دستک پر وہ جو نیم غنودگی میں تھا چونک کر دروازے کی سمت متوجہ ہوا تھا' ایک بار پھر دستک ہوئی تھی جس پر اس کے ہوش اڑے تھے' سرعت سے اٹھ کر وہ دروازے کی سمت بڑھ رہا تھا جب وہ خود ہی دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہو گئی تھی۔

دنگ کھڑا وہ اسے دیکھ رہا تھا جو بنا ارد گرد کسی بھی جانب دیکھے بغیر سیدھی اسٹڈی ٹیبل تک گئی تھی۔

"لو ٹھونس لو گلاب جامن!" پلیٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اس کی سمت پلٹی تھی مگر اگلے ہی پل اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا تھا' اس کے منہ پر سختی سے اپنا ہاتھ جمائے دوسرا بازو اس کی پشت کے گرد باندھے کھینچتا ہوا وہ ایک جانب بالکل دیوار کے قریب پہنچ گیا تھا' البتہ نظریں دائیں طرف بیڈ کی سمت ہی تھیں جہاں اوندھا لیٹا شان نیند میں کسمسا رہا تھا۔

دوسری جانب پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جس کے انتہائی قریب ہونے پر اس کی روح فنا ہونے لگی تھی' اگلے ہی پل پوری جان لگا کر سارہ نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹایا تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی تم اتنے گرے ہوئے ہو سکتے ہو' اگر تم نے میرے ساتھ کوئی غلط حرکت کی تو......" صدمے کے ساتھ وہ بھینچی ہوئی آواز میں غرا رہی تھی جب شیث نے دہل کر دوبارہ اس کے منہ پر ہاتھ جماتے ہوئے اس کی آواز بند کر دی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ کچھ نہیں کر رہا ہوں بے وقوف لڑکی!" وہ مدھم مگر جھلائی آواز میں بولا تھا۔ مگر دوسری جانب سارہ نے کچھ بھی سنے بغیر دونوں ہاتھوں سے اسے پرے دھکیل دیا تھا' لڑکھڑاتے ہوئے بھی وہ اسے روکنے کی کوشش کرتا ہی رہ گیا تھا مگر وہ مچھلی کی طرح پھسل کر اس کی گرفت سے نکل کر بھاگی بھی تو بیڈ کی سمت ہی بھاگی تھی۔ اندھیرے میں وہ دھم سے پیر شان کی پشت پر جما کر بیڈ پر چڑھی تھی جس پر وہ کراہتے ہوئے یکدم ہی اٹھ بیٹھا تھا جبکہ اس کے اٹھنے پر سارہ کا توازن بگڑا تھا تو وہ سر کے بل گری تھی اور اگلے ہی پل شاہ رخ حلق کے بل چیختا ہوا اٹھا تھا کہ سارہ کا سر اس کے پیٹ سے جا کر ٹکرایا تھا' دوسری جانب شان نے سرعت سے جا کر لائٹ آن کر دی تھی۔

آنکھیں پھاڑے شاہ رخ اسے دیکھ رہا تھا جس کا سر اس کے اٹھنے پر لڑھک کر گھٹنوں پر چلا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ سارہ کے حلق سے چیخیں نکلتیں ساکت کھڑے شیث نے ایک ہی جست میں جا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''کیا کر رہے ہو چھوٹے بھائی! میری ٹانگیں ٹوٹ جائیں گی' پورا وزن ڈال دیا ہے۔'' شاہ رخ تکلیف سے چیخا تھا۔

''بڑے بھائی کی آواز آ رہی ہے' شاید وہ اوپر ہی آ رہے ہیں۔'' حق دق کھڑے شان کی اطلاع پر ان سب کے ہی چھکے چھوٹ گئے تھے۔

''تم مجھے زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو ذرا سی بھی آواز مت نکالنا۔'' شیث نے التجائی لہجے میں اسے ہدایت کی تھی جو سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اسی طرح شاہ رخ کے گھٹنوں پر سر رکھے ساکت تھی۔ دوسری جانب ایک سیکنڈ کا بھی وقت ضائع کیے بغیر شیث نے سرعت سے شاہ رخ کے کندھے سے لٹکتی چادر کھینچ کر سارہ پر ڈالی تھی اور اگلے ہی پل اسی بڑی سی چادر میں وہ اسے کسی رول کی طرح لپیٹتا ہوا بیڈ کی پائنتی تک لے گیا تھا اور پلک جھپکتے ہی وہ تیار رول اٹھا کر بیڈ کی دوسری جانب سے نیچے دھکیلنے میں اسے دیر بالکل نہیں لگی تھی۔

''کسی نے بھی اگر زبان کھولی تو......'' تنبیہی نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑی تھی' جن کے منہ اور آنکھیں ایک ساتھ ہی کھلے ہوئے تھے اس کارروائی پر۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی انہوں نے حیرت سے کمرے کے وسط میں کھڑے شان اور بیڈ پر گم صم بیٹھے شاہ رخ کو دیکھا تھا جبکہ وہ بیڈ کے دوسری جانب گھٹنوں کے بل بیٹھا اس وقت پسینہ پسینہ ہو چکا تھا۔

''کیا ہوا ہے' کون چیخا تھا یہاں؟'' حیرت سے پوچھتے ہوئے وہ مزید اندر آئے تھے جبکہ ان کے سوال پر ان دونوں کی نظریں سیدھی شیث کی سمت گئیں تھیں جو کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

''بڑے بھائی! کمرے میں چھپکلی آ گئی ہے۔'' شان نے فوراً ہی پوزیشن سنبھالی تھی۔

''اور تم لوگ چھپکلی سے ڈر گئے' بے وقوف احمق ہو تم لوگ' میں پریشان ہو کر آیا ہوں یہاں کہ جانے کیا ہوا ہے۔'' وہ بری طرح ڈانٹتے ہوئے بولے تھے۔

''تم وہاں کیوں بیٹھے ہو؟'' انہوں نے شیث کو دیکھا تھا۔

''بڑے بھائی! چھپکلی بیڈ کے نیچے ہے۔'' شیث کو گھورتے ہوئے شاہ رخ نے اطلاع دی تھی۔

''ہٹو...... میں دیکھتا ہوں۔'' شمس بولتے ہوئے آگے بڑھے تھے جو وہ ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''میں دیکھ چکا ہوں کچھ نہیں ہے یہاں' مجھے ہی بس وہم ہو گیا تھا کہ کمرے میں چھپکلی ہے۔'' وہ بمشکل ہی خود کو نارمل کرتے ہوئے انہیں اطمینان دلا رہا تھا۔

''ٹھیک ہے تو پھر اب منہ بند کر کے سو جاؤ' دوبارہ کوئی بھیانک آواز مجھ تک نہ پہنچے۔'' تاکید کرتے ہوئے وہ جانے کیلئے پلٹ گئے تھے جو شیث کی جان میں جان آئی تھی مگر اگلے ہی پل پھر اس کا سانس رُکا تھا جب شمس رک کر دوبارہ پلٹے تھے۔

''یہ دونوں تمہارے کمرے میں کیا کر رہے ہیں؟'' وہ شیث سے پوچھ رہے تھے۔

''چلو تم دونوں نیچے اپنے کمرے میں' یہاں رہے تو ایسے ہی اودھم مچائے رکھو گے۔'' وہ ان دونوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کر رہے تھے۔

''جی اچھا۔'' شان فرمانبرداری سے سر ہلاتا ان کے پیچھے جا رہا تھا جب شاہ رخ نے سرعت سے اس کا بازو پکڑ کے روکا تھا۔

''بڑے بھائی! نیچے والے کمرے میں بہت گرمی لگ رہی ہے' بس آج رات اور یہاں سونے دیں۔'' شان کا بازو دبوچے وہ ان سے التجا کر رہا تھا۔

''اس کی باتوں میں مت آئیں بھائی! لے جائیں ان دونوں کو مجھے بھی نہیں سونے دے رہے' تنگ کر رہے ہیں۔'' وہ فوراً ہی بولتا ہوا قریب آیا تھا۔

''چھوٹے! زبان کھلے نہ کھلے مگر چادر کھلنے میں دو سیکنڈ بھی نہیں لگیں گے۔'' شاہ رخ اس کے کان کے قریب منمنایا تھا تو اس نے ناگواری سے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''اچھا رہنے دیں' یہ دونوں آج یہیں سو جائیں گے۔'' بالآخر اسے بلیک میل ہو کر شمس سے کہنا ہی پڑا تھا۔

اس کا رُکا ہوا سانس بحال ہوا تھا جب شمس' سارہ کے کمرے کے بند دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے سیڑھیاں اتر گئے تھے۔

دروازہ بند کرنے کے بعد وہ ان دونوں کی سمت پلٹا تھا جو سینے پر ہاتھ لپیٹے اسے اوپر سے نیچے تک گھورنے میں مصروف تھے۔

"کیا کہہ رہے تھے تم، کیا ہے بیڈ کے نیچے؟" ناگواری کے ساتھ بولتے ہوئے وہ شاہ رخ کی سمت بڑھا تھا۔

"چھوٹے بھائی! مجھے ہاتھ بھی لگایا ناں تم نے تو قسم سے بڑے کو آواز دے کر بلا لوں گا۔" پیچھے ہٹتے ہوئے شاہ رخ نے اسے دھمکایا تھا۔

"چھوٹے بھائی! آج آپ میری نظروں سے گر گئے۔" شان نے بڑے دلگیر انداز میں کہا تھا۔

"بکواس نہ کر۔" ناگواری سے اسے جھڑکتے ہوئے وہ تیز قدموں کے ساتھ بیڈ کی سمت گیا تھا۔

"وہ چلے گئے؟" چادر سے سر نکالتے ہوئے وہ اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ ہانپتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"دم گھٹ رہا تھا میرا اگر دو منٹ بھی اور وہ یہاں رُکتے تو دنیا جائے بھاڑ میں میں نے تو اٹھ کر کھڑے ہو جانا تھا۔" چادر سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بھنائے ہوئے بول رہی تھی۔

"ارے کہاں پھنس گئی توبہ۔" اپنے گرد بری طرح لپٹی چادر میں پھنسی وہ مزید جھلائی تھی جو شیث فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے چادر سے آزاد ہونے میں مدد دینے لگا تھا۔

"اور آفرین ہے تمہاری کوئیک سروس پر جس کا نشانہ مجھے بنا کر کوڑے کرکٹ کی طرح پھینکا تھا تم نے مجھے اس شامیانے میں۔" چادر اس کے ہاتھوں میں پٹختے ہوئے وہ مزید جل کر بولی تھی۔

"آئی ایم سوری، تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔" وہ بے حد شرمندگی کے ساتھ بولا تھا۔

"میرے دماغ میں چوٹ لگی ہے جو دوڑی چلی آئی تمہاری فرمائشیں پوری کرنے۔" اس کے کھا جانے والے انداز پر شیث نے گڑبڑا کر سامنے ان دونوں کو دیکھا تھا جو مر جانے کی حد تک دنگ کھڑے تھے۔

"ابھی میرا دل بول رہا ہے کہ زمین پھٹے اور میں اس میں سما جاؤں۔" خونخوار نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے شاہ رخ کلس کر بولا تھا۔

"کیوں تمہارا منہ کس نے کالا کر دیا جو زمین میں سماؤ گے اور معاف کرنا وہاں بھی تم جیسوں کو جگہ نہیں ملے گی۔" سارہ نے ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اور کیا کہہ رہے تھے تم...... یہ تمہاری نظروں سے گر گیا ہے؟" آنکھیں سکیڑے وہ اب شان کو گھور رہی تھی جو ہونق چہرہ بنائے فوراً ہی نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے، تم سب کے کرتوت پتا ہیں مجھے، زبان نہ کھلوانا میری۔" وہ خونخوار نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کسی نے بھی میرے بھائی کو دھمکایا ناں......" شاہ رخ نے اپنی ہتھیلی پر مکا مارتے ہوئے سارہ کو گھورا تھا۔

"تو قسم ہے مجھے اس کی پندرہ گرل فرینڈز کی...... باہر نکل کر ابھی شور مچا دوں گا۔" شان کا سر اپنے شانے سے لگائے وہ دھمکا رہا تھا۔

"ہاں شوق سے جاؤ مگر یہ سوچ لینا مجھ پر انگلیاں اٹھیں تو میری انگلی تمہاری طرف اٹھ جائے گی۔" وہ اطمینان سے بولی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" بمشکل مسکراہٹ روکتے ہوئے شیث نے اسے ٹوکا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں، اب آؤں گی نہ کھل کر اس کے سامنے تو ہوش ٹھکانے آئیں گے۔" وہ سر جھٹک کر بولی تھی۔

"آج تو واقعی میرے ہوش ٹھکانے آ گئے ہیں، ارے تم لڑکیاں تو ہوتی ہی بے وفا ہو، محبتوں کے اظہار مجھ سے کرواتی ہو اور پھیرے میرے بھائی کے کمرے کے لگاتی ہو۔" وہ کلس کر بولا تھا۔

"اسے تو میں آج......" آستینیں چڑھاتی وہ آگے بڑھی ہی تھی کہ شیث نے فوراً ہی اسے روکا تھا۔

"بولنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کرو شاہی! کیا بولے جا رہے ہو۔" شیث نے ناگواری کے ساتھ اسے گھرکا تھا۔

"تو پھر مجھے بتاؤ یہ اس وقت تمہارے کمرے میں کیوں آئی تھی؟" جل کر بولتے ہوئے شاہ رخ نے رک کر شان کو دیکھا تھا جو سینے پر ہاتھ لپیٹے کھڑا تھا۔

”تو بھی کچھ بھاپ نکال لے منہ سے، سانپ سونگھ گیا ہے کیا؟“ وہ شان پر غرایا تھا۔

”میں کیا بولوں، مجھے تو ابھی تک شاک لگا ہوا ہے۔“ شان نے کہا تھا۔

”میں تھپڑ مار کر چہرہ بگاڑ دوں گی۔“ وہ شان پر غرائی تھی۔

”لو دیکھو! ابھی کچھ بول نہیں رہا تو بھڑک رہی ہیں، بولوں گا تو کیا کریں گی۔“ وہ ہنستے ہوئے شیث سے بولا تھا۔

”اب ان کے سامنے بھی منہ بند رکھو، بری تو میں بنوں گی ناں، مجھ پر ہی شک کیا جائے گا۔“ سارہ کا چہرہ اب بالکل رونے والا ہو گیا تھا تو وہ ہوش میں آیا تھا۔

”خوامخواہ رائی کے پہاڑ مت بنا لیا کرو، یہ میرے لیے گلاب جامن لے کر آئی تھی کیونکہ ایسا میں نے کہا تھا، بس اتنی سی بات ہے۔“

”ہاں...... بس اتنی سی بات ہے، آگے ہم خود سمجھدار ہیں، یہی کہنا چاہ رہے تھے ناں؟“ شاہ رخ نے جل کر درمیان میں کہا تھا۔

”چھوٹے بھائی! سچ کہہ رہے ہیں، گلاب جامن تو ہیں یہاں مگر چھوٹے، یہ تو آپ مجھ سے بھی منگوا سکتے تھے۔“ پلیٹ ہاتھ میں لیے گلاب جامن کھاتے ہوئے شان نے مسکراتی نظروں سے سارہ کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔

”خبردار! جو اَب کسی نے مجھے کچھ کہا۔“ وہ یکدم ہی ساری شرمندگی بھول کر بھڑکی تھی۔

”اور تم مجھے بتا نہیں سکتے تھے کہ یہ دونوں گھسے ہوئے ہیں تمہارے کمرے میں۔“ وہ اب شیث پر بگڑ رہی تھی۔

”تم نے موقع ہی کب دیا کچھ بتانے کا، الٹا مجھ پر شک کر کے شرمندہ کر دیا مجھے۔“ وہ ناراضی سے اسے دیکھتا دور ہٹ گیا تھا۔

”معاف کر دو، غلطی ہو گئی تھی مجھے اور کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔“ وہ کچھ نادم ہو کر بولی تھی۔

”رہنے دو بس، مجھے پتا چل گیا کتنا اعتبار ہے تمہیں مجھ پر۔“ وہ خفگی سے سر جھٹک کر بولا تھا۔

”تمہارے بھائی کم ہیں کیا جو تمہارے لاڈ بھی ختم نہیں ہوتے۔“ سارہ ندامت بھول کر پھر اس پر بگڑی تھی جو شان کے ہنسنے کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

”چھوٹے بھائی! اس سے پہلے کہ میں گریبان پھاڑ کے باہر نکل بھاگوں، سچ سچ بتا دو یہ کون سے سین پاٹ چل رہے ہیں اور کب سے چل رہے ہیں۔“ شاہ رخ بری طرح جھلائے ہوئے بولا تھا، دوسری جانب شیث شرمندگی کے ساتھ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

”بات سنو! زیادہ مت بولو تم، سمجھے۔“ سارہ نے ناگواری سے اسے گھورا تھا۔

”کیوں نہ بولوں میں، سب سمجھ میں آ رہا ہے مجھے، آنکھیں کھل گئی ہیں آج میری، اور مس سارہ! تم مجھے یہ بتاؤ میں جو تمہیں آئی لو یو کہہ چکا ہوں اس کا کیا ہوگا؟“ وہ پیر پٹختا ہوا سارہ کی طرف آیا تھا۔

”اس کی پتنگ بنا کر اڑا دی ہے میں نے، شکل دیکھی ہے آئینے میں، چھچھورا کہیں کا۔“ ناگواری سے اسے جھڑکتے ہوئے وہ آگے بڑھی تھی جبکہ اس نے کھا جانے والی نظروں سے قہقہہ لگا کر ہنستے شان کو اور شیث کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”بات سنو! ان کی شکل پر فدا ہوئی ہو ناں تم، تو جاتے جاتے میری بات سنتی جاؤ۔“ شیث کی سمت اشارہ کرتے ہوئے اس نے للکارا تھا، وہ رک کر پلٹی تھی۔

”مستقبل میں ہمارے چھوٹے بھائی کے دس بچے ہوں گے اور سب کے سب سورج مکھی ہوں گے۔“ اس کے انکشاف پر شان نے ایک بار پھر بے ساختہ ہنستے ہوئے دنگ کھڑے شیث کے چہرے کو دیکھا تھا۔

”اگر تمہاری یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی ناں تو تمہاری دس نسلوں کو میں نگل جاؤں گی، سمجھے۔“ کھا جانے والی نظروں سے شاہ رخ کو دیکھتے ہوئے وہ دروازہ کھولتی باہر نکل گئی تھی، جبکہ اس کے نکلتے ہی شاہ رخ نے ایک نظر دنگ کھڑے شیث کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ ابلتے قہقہوں کے ساتھ بیڈ پر گر گیا تھا۔

”وہ تو سنجیدہ بھی ہو گئی مگر چھوٹے...... امیجن کرو...... دس بچے......“ بیڈ پر لوٹ پوٹ ہوتا وہ قہقہوں کے درمیان مزید بولا تھا۔

”بہت ہی واہیات انسان ہو تم۔“ جھینپے ہوئے انداز میں اس نے ناگواری سے شاہ رخ کو گھر کا تھا۔

”وہ تو ایسے ہی بک رہا ہے چھوٹے بھائی! آپ کے پسینے کیوں چھوٹ رہے ہیں۔“ شان کے سنجیدگی سے کہنے پر اس نے غائب دماغی سے اپنی پیشانی اور چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا مگر اگلے ہی پل رک کر ناگواری سے شان کے ہنستے چہرے کو گھورتے ہوئے اس سے گلاب جامن کی پلیٹ چھینی تھی۔

”باہر نکلو دونوں‘ فوراً سے پیشتر باہر نکل جاؤ۔“ شان کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے وہ شاہ رخ کی طرف بڑھا تھا جو پہلے ہی بیڈ سے جمپ لگا کر دور ہٹ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے چھوٹے! آج تو دھکے دے کر اپنے کمرے سے نکال رہے ہو مگر یاد رکھنا کل تمہارے چھوٹے چھوٹے دس بچوں کو ہم نے ہی سنبھالنا ہے۔“ طعنہ دینے والے انداز میں شاہ رخ نے اسے جتایا تھا اور اگلے ہی پل بھیانک انداز میں ہنستا شان کے پیچھے ہی کمرے سے باہر بھاگا تھا۔

* * *

”میں ان کے گھر میں رہوں تو انہیں کانٹے کی طرح چبھتی ہوں‘ گھر سے چلی جاؤں تو آگ پر لوٹنے لگتے ہیں‘ میری جان کے دشمن بن چکے ہیں وہ۔“ تیز بائیک کے شور میں بھی وہ مستقل بھنا رہی تھی۔

”آج کے بجائے اگر میں کل آ جاتی تو کون سی آفت نازل ہو جاتی اور تم بھی اتنے فرمانبردار بلکہ ڈھیٹ ہو‘ مجھے پھپھو کے گھر سے لے کر ہی اٹھے ہو تم۔“ وہ اب اس پر برس رہی تھی جس نے کان مکمل بند کر رکھے تھے۔

”کسی دن ایسا بھاگوں گی تمہارے گھر سے کہ بڑے چھوٹے سب ہی سر پٹختے رہ جائیں گے‘ حد ہوتی ہے اس طرح دھونس جماتے ہیں جیسے میں زرخرید غلام ہوں ان کی۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہے؟ اتنی دیر سے میں ہی بولے جا رہی ہوں تمہیں کچھ سنائی نہیں دے رہا کیا؟“ یکدم ہی اسے احساس ہوا تھا جو رک کر شان کے کندھے کو ٹھونکا تھا مگر اس بار بھی جواب ندارد۔

”کمال ہے سارے بھائیوں کے دماغ ہی عرشِ معلیٰ پر پہنچے ہوئے ہیں۔“ ناگواری سے اسے گھورتے ہوئے وہ بڑبڑا کر رہ گئی تھی۔

”تم یہاں کیوں رک گئے ہو؟“ ایک نظر سامنے ریسٹورنٹ کی عمارت پر ڈال کر وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

”تم زبان کہاں رکھ کر بھول گئے ہو‘ میری کسی بات کا جواب تک نہیں دے رہے؟“ وہ حیرانی سے خاموش شان کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”مجھے چھوٹے بھائی نے خاص ہدایت کی تھی کہ کان بند کر کے سب سنتے رہنا مگر زبان نہ کھولنا۔“ اس بار وہ اطمینان سے بولا تھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ اس کے پھاڑ کھانے والے انداز پر شان نے فوراً ہی کان پر ہاتھ رکھا تھا۔

”تم مجھے آخر یہاں لائے کیوں ہو؟“

”یہ تو اس ریسٹورنٹ کے اندر جا کر پتا چلے گا۔“ شان نے فوراً ہی کہا تھا۔

”معاف کرنا‘ مجھے بچوں کے ساتھ ریسٹورنٹ میں گھسنے کا شوق ہرگز نہیں ہے۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”ہیں...... میں تمہیں بچہ نظر آتا ہوں؟“ شان دنگ ہوا تھا۔

”ابھی اگر تمہارا ہاتھ پکڑ کے زبردستی یہاں سے لے جاؤں تو تم بھی مجھے نہیں روک سکو گی‘ کن ہواؤں میں ہو۔“ شان نے بمشکل مسکراہٹ روکی تھی۔

”تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے‘ کیا بول رہے ہو تم؟ ذرا سی شرم نہیں آئی تمہیں جو مجھے یہاں لے کر آ گئے ہو‘ مجھے تو بہت شریف لگتے تھے تم‘ مگر یہاں تو تمہیں بھی ہوا لگی ہوئی ہے‘ صبر کرو ذرا۔“ غصیلی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے سارہ نے اپنے بیگ سے سیل فون نکالا تھا‘ جبکہ شان بمشکل مسکراہٹ چھپائے اس کے قریب میں دیکھ رہا تھا جہاں وہ قریب آتا دکھائی دے رہا تھا۔

”وہ کون سے کمینے مرد ہوتے ہیں جو اپنی محبوبہ کی خاطر اس کے بھائیوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو کر اسپتالوں میں پہنچ جاتے ہیں‘ اور ایک یہاں میں ہوں جو تمہارے بھائیوں کے طفیل کسی دن پاگل خانے پہنچ جاؤں گی اور تم......“ یکدم ہی رک کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی جو سیل فون کان سے لگائے اس کے برابر ہی آ رکا تھا اور اب مسکراتی نظروں سے اس کے بپھرے ہوئے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”بولو بولو رک کیوں گئیں' ان کے سامنے بھی تم ہمارے قصیدے پڑھ سکتی ہو۔“ شان ہنستے ہوئے بولا تھا۔

”ویسے چھوٹے بھائی! سارہ کے ساتھ چند منٹ بھی گزارنے کیلئے بندے کو طبیعت سے ڈھیٹ ہونا چاہیے۔“ شان نے مزید کہا تھا۔

”بکومت اور چلو اب نو دو گیارہ ہو جاؤ' بس یہیں تک کے روپے دیئے تھے تمہیں۔“ مسکراہٹ روکتے ہوئے اس نے شان کو ہدیت دی تھی۔

”وہ تو ان محترمہ کو یہاں تک لانے کے تھے' اب منہ بند رکھنے کیلئے بھی تو کچھ دیں۔“ وہ شرارتی لہجے میں بولا تھا۔

”میں زہر نہ دے دوں تمہیں۔“ وہ بھڑکی تھی جبکہ شان نے فوراً ہی بائیک اسٹارٹ کر دی تھی۔

”اور تمہارے سر پر کوئی بھوت سوار ہے جو مجھے یہاں بلایا ہے' تم سب نے آخر مجھے سمجھ کیا رکھا ہے' میں کیا کوئی کٹھ پتلی ہوں جو سب مجھے اپنے اشاروں پر......“

”بس چپ۔“ اس کے یکدم ہی درمیان میں ٹوکنے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”اب چلیں۔“ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

ٹیبل کے دوسری جانب اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ بغور اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”میں تمہاری ہر بات سننے کیلئے بالکل تیار ہوں لیکن پہلے یہ بتاؤ کیا کھانا ہے؟“ مینیو کارڈ اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”اس وقت تو تمہیں ہی کھانے کو دل چاہ رہا ہے وہ بھی چبا چبا کر۔“ وہ غرا کر بولی تھی۔

”سالم نگل جاؤ یا چبا چبا کر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' بسم اللہ کرو۔“ وہ بے ساختہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

”تمہارا یہ غصہ کسی دن میرے جان ہی لے جائے گا۔“ وہ اس کے بگڑے تاثرات دیکھتے ہوئے مزید بولا تھا۔

”اس سے پہلے تو تم کبھی مجھے اس طرح ہوٹلنگ کیلئے نہیں لائے' آج کون سی مصیبت آپڑی تھی؟“ وہ چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”آج مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا ہے ورنہ تم جانتی ہو میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا ہوں۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تھا' دوسری جانب وہ ناگواری سے سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

”سارہ! میں جانتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی کر جاتے ہیں مگر......“

”اگر مگر کی بات رہنے دو شیث! تمہارے بھائی نے کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔“ سارہ نے فوراً ہی اس کی بات کاٹی تھی جو وہ چند لمحوں کے لیے خاموش سا ہو گیا تھا۔

”کیا تم بعد میں بھی اس طرح مجھے چھوڑ کر اپنی پھپھو کے گھر چلی جایا کرو گی؟“ اس کے کہنے پر سارہ نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”کوئی کسر باقی نظر آ رہی ہے تمہیں جو 'بعد' کی بات کر رہے ہو؟ میرا دماغ نہیں پلٹ گیا تھا جو منہ اٹھا کر تمہارے گھر سے چلی گئی تھی۔“ وہ بگڑ کر بولی تھی۔

”ذرا سی بات کا تماشا بنا رکھا تھا انہوں نے' میں ان کے بچوں سے محبت کروں تو یہ ان سے برداشت نہیں ہوتا' بے نیاز ہو جاؤں تو بھی انہیں چین نہیں پڑتا' کل کچن میں ہنی کے لیے میں نوڈلز بنا رہی تھی پتا نہیں کہاں سے اس کے ہاتھ میں چھری آ گئی' اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اس لیے میں نے زبردستی اس سے چھری لے لی مگر وہ بضد رہی کہ چھری چاہیے' میں نے اسے ڈانٹ کر کچن سے باہر نکل جانے کا کہہ دیا اور بس غضب ہی ہو گیا۔ نازل ہو گئے وہ۔ اتنی بری طرح میرے سامنے انہوں نے ہنی کو ڈانٹا کہ میں خود شرمندہ ہو گئی' میں نے روکا تو جھڑک کر رکھ دیا مجھے۔ وہ کوئی لحاظ نہیں رکھتے تو میں کیوں خاموشی سے سب سنتی رہوں مگر پھر بھی کچھ کہنے سے پہلے مجھے تمہارا خیال آ گیا اور بس آپی کو اطلاع دے کر شان کے ساتھ پھپھو کے گھر چلی گئی۔ کیونکہ مجھے پتا تھا کہ اگر میں وہیں رکی رہی تو کوئی نہ کوئی ایسی بات دوبارہ ہو گی جو مجھے ان کے منہ لگنا پڑے گا' انہیں یہ تو کبھی نظر نہ آیا کہ میں ان کی اولاد پر جان دیتی ہوں مگر میری ڈانٹ ڈپٹ ضرور نظر آ جاتی ہے۔“ سرخ چہرے کے ساتھ وہ جیسے پھٹ ہی پڑی تھی۔

”اگر پھپھو کو ان سب باتوں کا پتا چل گیا تو وہ کبھی مجھے تمہارے گھر نہیں رہنے دیں گی۔“

”ہمارے گھر کے معاملے میں تمہاری پھپھو کو درمیان میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ جو اتنی دیر سے سب کچھ خاموشی سے سن رہا تھا اس

کے آخری جملے پر خاموش نہیں رہ سکا تھا۔

”یہاں بات میرے معاملے کی ہے اور انہیں پورا حق ہے درمیان میں آنے کا‘ وہ محبت کرتی ہیں مجھ سے۔“

”اتنے فخر سے تم نے کبھی کسی اور کی محبت کا تو اعتراف نہیں کیا۔“ اس کے فوراً ہی کہنے پر سارہ نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

”کوئی فخر کرنے والی محبت بھی تو کرے۔“ وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

”تم نے ٹھیک کہا‘ قصور شاید میرا ہی ہے کہ میں نے کبھی اپنے بھائی کے سامنے سر اٹھانے کی کوشش نہیں کی‘ مگر میں یہ بھی کبھی نہیں چاہتا تھا کہ مجھ پر سے تمہارا بھروسہ ہی ختم ہو جائے۔“ ٹیبل کی سطح پر نظر جمائے وہ سنجیدہ اور مدھم لہجے میں بولا تھا۔

”تمہیں یہ کہا کس نے ہے کہ تم ان کے سامنے سر اٹھاؤ‘ تم بس بیٹھ کر تماشے دیکھو۔“ اس کے تلخ لہجے پر شیث کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

”شان کو بلاؤ یہاں فوراً‘ مجھے نہیں بیٹھنا تمہارے سامنے مورت بن کر۔“ وہ بگڑے انداز میں بولی تھی۔

”چلو۔“ وہ یکدم ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

”مجھے تمہارے ساتھ نہیں شان کے ساتھ جانا ہے۔“ وہ اسی ناگواری سے بولی تھی‘ دوسری جانب وہ اس کے چہرے پر سے نظر ہٹاتا تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا جبکہ وہ بری طرح تلملا کر اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی تھی جواب جا چکا تھا‘ اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں کہ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح اسے یہاں چھوڑ کے چلا جائے گا۔ تب ہی وہ کچھ چونک کر اس ٹیبل کی جانب متوجہ ہوئی تھی جہاں کچھ لڑکے اسے اپنی طرف ہی متوجہ نظر آئے تھے‘ مگر چونکنے کی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے دو لڑکے اٹھ کر اس ٹیبل کی طرف آ رہے تھے جو بالکل اس کے سامنے کچھ فاصلے پر موجود تھی‘ کرسیوں کا رخ سارہ کی جانب کرتے ہوئے وہ دونوں اب بیٹھ چکے تھے‘ دوسری جانب وہ سن ہونے لگی تھی اسے تنہا بیٹھے دیکھ کر وہ سب کیا سمجھ رہے تھے اسے سمجھ نہیں آیا تھا‘ مگر ان کی مستقل خود پر جمی آر پار ہوتی نظروں پر وہ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ ورنہ وہ اتنی جلدی گھبرا جانے والی نہیں تھی۔

سرعت سے مینیو کارڈ اٹھا کر چہرے کے سامنے کرتے ہوئے اس نے بیگ سے سیل فون نکالا تھا اور مدھم آواز میں چند لفظوں کی ادائیگی کرنے کے بعد ریسٹورنٹ کے گلاس ڈور کی جانب دیکھا تھا‘ اس کے ساتھ ہی اس کا رکا ہوا سانس بحال ہونے لگا تھا۔

حیران نظروں سے سارہ کے فق چہرے کو دیکھتا ہوا وہ قریب آیا تھا اور پھر ایک نگاہِ غلط ان دونوں پر ڈالی تھی جو اپنی جگہ سے اٹھ کر واپس اس ٹیبل کی سمت بڑھ گئے تھے جہاں ان کے ساتھی لڑکے موجود تھے۔

”تمہیں یہ لگ رہا تھا کہ میں یہاں تمہیں تنہا چھوڑ کر چلا گیا ہوں؟“ اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

”میں نے تو صرف کہا تھا اور تم نے یقین بھی دے دیا کہ تمہیں ذرا سا بھی بھروسہ نہیں ہے مجھ پر۔“

”مجھے خود پر بھروسہ نہیں ہے۔“ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔

”یہاں سگنل نہیں مل رہے تھے اس لئے شان کو کال کرنے باہر چلا گیا تھا‘ وہ ابھی کچھ دیر میں آ جائے گا۔“ وہ بولا تھا۔

”مجھے معاف کر دو‘ غصے میں پتا نہیں میں نے......“ شرمندگی کے ساتھ وہ بات بھی مکمل نہیں کر سکی تھی۔

”کوئی ایکسکیوزمت دو‘ اگر تم اپنے دل کی بات مجھ سے نہیں کہو گی تو کس سے کہو گی‘ ابھی بھی کچھ غبار اندر ہے تو وہ بھی نکال دو۔“ اس کا لہجہ مصالحانہ تھا مگر وہ پھر بھی نظر نہیں اٹھا سکی تھی۔

”کوئی پین وغیرہ ہے تمہارے پاس۔“ چند لمحوں بعد اس کی آواز پر سارہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور پھر خاموشی سے اپنا بیگ کھولا تھا‘ پین تو اس کے پاس بھی موجود نہیں تھا مگر جو تھا وہ کچھ تذبذب کے ساتھ اس نے شیث کے سامنے رکھ دیا تھا اور کچھ حیرت سے اسے دیکھا تھا جو ٹیبل پر خوبصورتی سے سجے ٹشو پیپرز میں سے ایک ٹشو نکال کر سامنے رکھ رہا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ پنسل کا کیپ اتارتے ہوئے اس نے سارہ سے پوچھا تھا۔

”پنسل ہے۔“ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔

”یہ کیسی پنسل ہے؟“ اس نے مزید پوچھا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

''لپ پنسل ہے۔'' وہ اسی سنجیدگی سے بولی تھی۔

''کبھی استعمال بھی کرتی ہو؟'' پیپر پر کچھ لکھتے ہوئے اس نے مسکراتی نظروں سے سارہ کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''کبھی کبھی کرتی ہوں۔'' جواب دیتے ہوئے اس بار سارہ نے نظر اٹھا کر اس کے لبوں پر دبی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

''اچھا...... پھر اس وقت میں کہاں ہوتا ہوں؟'' بولتے ہوئے اس نے ٹشو پیپر سارہ کی سمت بڑھایا تھا تو اس نے بے ساختہ جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ ٹشو لے لیا تھا۔

''بیوٹی فل پکچرز آر ڈیویلپڈ فرام نیگیٹوز اِن آ ڈارک روم......
سو اِف یو سی ڈارک نیس

اِن یور لائف بی شیور دیٹ
گاڈ اِز میکنگ آ بیوٹی فل پکچر فار یو''

ٹشو پیپر پر لکھی کلرفل تحریر پر سے نظر ہٹا کر سارہ نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''کچھ سمجھ آیا مائی پرنسس آف ہیون!'' وہ مسکراتے لہجے میں بولا تھا۔ جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ کھل کر مسکرائی تھی۔

''مجھے تو تم اچھی طرح گردن تک فل کر چکی ہو مگر تمہاری انرجی جو ضائع ہوئی ہے اس کیلئے تو تمہیں کچھ کھلانا ہی پڑے گا' میں خود ہی کچھ منگواتا ہوں۔'' بولتے ہوئے وہ مینیو کارڈ اٹھا چکا تھا۔

''مگر شان آنے والا ہے۔'' سارہ کو یاد آیا تھا۔

''نہ وہ اتنا احمق ہے نہ میں بے وقوف ہوں' میں باہر اسی لئے اسے کال کرنے گیا تھا کہ اسے یہ بتا دوں کہ وہ تمہیں ایک کے بجائے دو گھنٹے بعد لینے آئے' کیونکہ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایک گھنٹہ تو تمہارا موڈ ٹھیک ہونے میں لگے گا ہی' اب باقی جو ایک گھنٹہ بچا ہے اس میں صرف میں بولوں گا اور تم سنو گی' اچھا۔'' اس کے جتانے پر وہ بس مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ویٹر کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

* * *

لاؤنج میں آتے ہوئے انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی تھی جو چادر میں چھپی صوفے پر دبکی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا ہے اسے؟'' انہوں نے سدرہ سے پوچھا تھا۔

''طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔''

''کب سے؟'' دوبارہ ایک نظر اس پر ڈال کر مزید پوچھا تھا۔

''شام سے ہی کچھ ٹمپریچر تھا مگر اب ٹھیک ہے' میں نے ٹیبلٹ دے دی تھی اور آپ سب نے کتنا وقت لگا دیا واپس آنے میں۔'' بولتے ہوئے وہ رک کر مومو کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو بگڑے چہرے کے ساتھ آ رہی تھی۔

''اپنی تو اتنی خوبصورت گائے لے آئے اور ہماری اتنی کالی خوفناک گائے لائے ہیں۔'' وہ جل کر بولی تھی۔

''تمہارے بھائیوں کی آنکھوں میں سما گئی تھی وہ' ان کا سر کھاؤ جا کے۔'' شمس نے جھڑکا تھا۔

''مجھے نہیں پتا' گائے ایکسچینج کریں۔'' وہ بضد تھی۔

''خوامخواہ روک دیا میں نے عاطف کو ورنہ مارتا تمہیں سب کے سامنے تب شانت ہو کر بیٹھتیں تم۔''

''آپ مجھے اپنی والی گائے دے رہے ہیں یا نہیں۔'' وہ درمیان میں بگڑی تھی۔

''جاؤ باہر کھڑی ہے لے جاؤ۔'' ناگواری سے اسے گھورتے وہ آگے بڑھ گئے تھے۔

''اور وہ جو گائے کے باڈی گارڈ کھڑے کر رکھے ہیں آپ نے ان سے کون نبٹے گا؟'' وہ پیچھے سے چیخی تھی۔

''بہت ہی احمق ہو تم' یہ ہماری آپ کی کب سے شروع ہو گئی ہے اس گھر میں' خبردار جو قربانی کے جانور میں مین میخ نکالے تم نے' یہ شکر ادا نہیں کر رہیں اللہ نے اس قابل تو کیا ہے ہمیں۔'' سدرہ نے اسے ٹھیک ٹھاک لتاڑا تھا۔

”میں شیث سے کہہ دیتی ہوں وہ اِدھر والی گائے بھی تمہارے حوالے کر دے۔“

”رہنے دیں باہر سب اس کالی گائے کا مذاق بنا رہے ہیں۔“ وہ بھڑک کر بولی تھی۔

”تم ہی موقع دے رہی ہو سب کو اس طرح جل بھن کے۔“ سدرہ نے مزید گھر کا تھا جبکہ وہ سر جھٹکتی اس کی طرف بڑھ گئی تھی جو آوازدں پر اٹھ بیٹھی تھی۔

”چلو تم پہلے ہماری گائے دیکھو۔“ اس نے بولتے ہوئے سارہ کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا تھا۔

”باہر آتے ہوئے وہ دنگ ہوئی تھی۔ گائے بکروں کی رونق دیکھ کے مومو کے ہمراہ اس کے پورشن کی جانب بڑھ رہی تھی جب عقب سے آتی پکار پر رک کر پلٹی تھی۔

”مت جاؤ بلیک بیوٹی کے پاس ڈر جاؤ گی۔“ وہ یقیناً سارہ کو خبردار کر رہا تھا۔

”لو...... گاؤں کے پرانے پیپل کے درخت کے نیچے اُگا ہوا ستر فیصد ٹنڈ منڈ سورج مکھی بھی بول اٹھا۔“ کھا جانے والے انداز میں اس پر مومو برسی تھی جو سارہ بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھ گئی تھی۔

اس وقت وہ اپنے چند کزنز کے ہمراہ محو گفتگو تھا جب یکدم ہی چونک کر شاہ رخ کو دیکھا تھا جس نے سفید گائے کی رسی چھوڑ کر اسے اس جانب بڑھا دیا تھا جہاں وہ دونوں بلیک گائے کے پاس موجود ڈسکشن میں مگن تھیں۔

ایک ساتھ ہی دونوں کی پشت سے کچھ ٹکرایا تھا وہ چونک کر پلٹی تھیں، گلے ملتی گائے کی موٹی موٹی آنکھوں سے ان کی پھٹی ہوئی آنکھیں ملی تھیں اور اگلے ہی پل دونوں کی بلند چیخیں فضا میں گونجتی چلی گئی تھیں۔

❀❀❀

اسے کمرے سے باہر آتے دیکھ کر سارہ نے کھڑکی کا گلاس ایک طرف سرکایا تھا۔

”سوری...... اگر تم سو رہے تھے تو مجھے بتا دیتے میں نے تمہاری نیند خراب کر دی۔“ اس کی نیند سے بوجھل آنکھیں دیکھتے ہوئے وہ شرمندہ ہو کر بولی تھی۔

”نہیں میں سو تو نہیں رہا تھا ہاں نیند ضرور آ رہی تھی مجھے اس لئے کچھ دیر پہلے ہی سونے کے لیے لیٹا تھا۔“ وہ اس کی شرمندگی دور کرتے ہوئے بولا تھا۔

”اور آج خیریت تو ہے ورنہ تو میں ہی آتا ہوں تم مجھے اس طرح یاد نہیں کرتی ہو۔“

”ہاں آج مجھے یاد آ گیا کہ تین چار دن سے تمہارا چاند چہرہ میری کھڑکی میں روشن نہیں ہوا تو ذرا آج خود ہی بلا کر دیدار کر لوں۔“ وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”اب تمہارے اس سچ نے تو مجھے آسمان پر پہنچا کر ساری نیند ہی اڑا دی ہے۔“ وہ بولا تھا جبکہ وہ بمشکل ہی اپنی ہنسی روک سکی تھی۔

”آج تم نے کھڑکی کا پورا شیشہ ہٹا دیا ہے اگر میں اندر آ گیا تو......؟“ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”ہاں آ جاؤ کھڑکی سے اندر آؤ گے اور دروازے سے نکل کر باہر بھاگو گے۔“ وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

”اچھا سنو! مجھے تم سے کام تھا اس لئے اس وقت بلانا پڑا تھا مجھے کل بینک جانا ہے اور تمہارے علاوہ مجھے کوئی وہاں نہیں لے جا سکتا آپی کو اگر بھنک بھی لگ گئی میرے بینک جانے کی تو بہت ناراض ہوں گی۔“ وہ بتا رہی تھی۔

”مگر کیوں...... بینک کیوں جانا ہے؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”سبزی خریدنے جاؤں گی وہاں۔“ وہ خشمگیں لہجے میں بولی تھی۔

”میرا مطلب ہے کہ رقم کی ضرورت ہے تو تم بھابی سے بھی لے سکتی ہو۔“

”کیوں ان سے کیوں لے لوں ان کے شوہر کے روپوں کو تو میں کبھی ہاتھ بھی نہ لگاؤں۔“ اس کی بات کاٹ کر وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”اب ایسا تو مت کہو۔“ وہ خفگی سے بولا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

"ایسا ہی کہوں گی میں، اگر تم مجھے بینک لے جا سکتے ہو تو بتاؤ فضول مشورے نہ دو۔" وہ اسی لہجے میں بولی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے بینک جانے کی، کتنی رقم چاہیے بتاؤ مجھے ابھی تمہیں دے دیتا ہوں۔" وہ بولا۔

"شیث! اگر میں نے مجبوراً تم سے مدد مانگ لی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مجھے شرمندہ ہی کر دو۔" اس کے ناگواری سے کہنے پر وہ حیران ہوا تھا۔

"اس میں شرمندہ ہونے کی بات کہاں سے آ گئی سارہ! میں نے شرمندہ کرنے کیلئے تم سے یہ نہیں پوچھا تھا، کیا میں کوئی غیر شخص ہوں جو تم اس طرح کہہ رہی ہو۔"

"دیکھو! جس دن مجھے تمہارے روپوں پر حق حاصل ہو گیا اس کے بعد تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہو گی، میں خود تم سے مانگ لوں گی مگر ابھی یہ بات مت کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"اب تمہاری یہ بات سن کر میرا دل چاہ رہا ہے کہ کل ہی تمہیں یہ حق دے ڈالوں، کیا خیال ہے؟" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

"اچھا...... اور کل یہ معجزہ کیسے رونما ہو سکتا ہے، بتانا پسند فرماؤ گے؟" وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اس کیلئے مجھے کل تم سے کورٹ میرج کرنی پڑے گی۔" وہ جس طرح سوچ کر سنجیدگی سے بولا تھا سارہ بمشکل ہی اپنی ہنسی روک سکی تھی۔

"ویسے جس طرح کے حالات چل رہے ہیں ناں، لگتا ہے کورٹ کی شکل اندر سے دیکھنی ہی پڑے گی۔" اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"اپنے بھائی کے سامنے میری طرف دیکھتے ہوئے بھی تمہاری جان نکلتی ہے اور چلے ہو کورٹ میرج کرنے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"سنو! اگر تم مجھے چیلنج کرو گی تو میں کل واقعی ایسا کر بھی لوں گا۔" اس کے بے حد سنجیدگی سے کہنے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"تمہارے اور بھائی کے تیوروں نے مجھے بہت پہلے سے ہی اس کام کیلئے ذہنی طور پر تیار کر رکھا ہے، مجھے تو بس اب کوئی بہانہ مل ہی جائے دو سیکنڈ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر سیدھی کورٹ جا پہنچوں گا۔"

"ہائے توبہ...... کتنی جلدی ہو رہی ہے تمہیں شادی کی جو بہانہ ڈھونڈ رہے ہو۔" حیرت سے بولتے ہوئے وہ ہنسی تھی۔

"تم دونوں نے مجھے اتنے عرصے سے ہولا کر جو رکھا ہوا ہے، کوئی نہ کوئی راستہ تو مجھے نکالنا ہی ہے اور کیا کروں میں؟" وہ خفگی سے بولا تھا۔

"میں بات کیا کر رہی تھی اور تم کہاں سے کہاں لے گئے۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے میں کل تمہیں بینک لے جاؤں گا، اگر اجازت ہو تو پوچھ سکتا ہوں کہ ایسی بھی کیا ضرورت ہے جو کل ہی بینک جانا ہے۔" وہ بولا تھا۔

"دراصل میں کل پھپھو کے گھر جا رہی ہوں کیونکہ وہ سب جا رہے ہیں شہر سے باہر فارم ہاؤس پکنک کیلئے اور ما بدولت کو پہلے ہی ہدایت مل چکی ہے کہ جانا ضروری ہے کیونکہ میرے بغیر تو سب کچھ ادھورا ہی رہتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے فخریہ انداز میں بولی تھی، دوسری جانب شیث کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔

"سارہ! تم کل ان کے ساتھ نہیں جا رہی ہو۔" وہ ایک پل کو رک کر بولا تھا۔

"کیا...... مگر کیوں......؟" وہ دنگ ہوئی تھی، شیث نے کبھی اس طرح اسے روکا ٹوکا نہیں تھا۔

"بس...... میں کہہ رہا ہوں تم مت جاؤ۔" وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

"پہلے تمہارے بڑے بھیا نے دس ہزار اعتراضات اٹھا دیئے تھے کہ جیسے میں تین دن کیلئے نہیں بلکہ تین سالوں کیلئے جا رہی ہوں، انہیں تو ویسے ہی پُرخاش ہے میری پھپھو اور ان کی اولاد سے اور اب تم بھی۔" سارہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

"اگر تم اپنے بھائی کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہو تو فکر مت کرو، آپی نے انہیں راضی کر لیا ہے وہ اب کچھ نہیں کہیں گے۔"

"میں بھائی کی وجہ سے نہیں کہہ رہا ہوں، بس تم مت جاؤ۔" وہ ہلکی سی جھنجھلاہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"ابھی پچھلے ہفتے ہی تو تم ان کے گھر گئیں تھیں اور اب پھر......"

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے شیث! وہ تو میں ان سے بس ملنے گئی تھی مگر کل تو میں ان سب کے ساتھ پکنک پر جا رہی ہوں' پہلے ہی میری پھپھو کی طرف سے یہاں کوئی نہیں آتا ہے تمہارے بھائی کے تیور وہ سب بھی اچھی طرح پہچان گئے ہیں۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”سارہ! میری ہر بات میں تم میرے بھائی کو درمیان میں کیوں لے آتی ہو' میں تم سے جو کہہ رہا ہوں بس اس پر بات کرو۔“ اس کے یکدم ہی خشک لہجے پر سارہ کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا' اس کی بات سے زیادہ وہ اس کے لہجے پر دنگ رہ گئی تھی۔

”سب کی طرح اب تمہیں بھی مجھ میں ہی کیڑے نظر آنے لگے ہیں۔“ اس کے شکایتی لہجے پر وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا۔

”ایسا سوچا بھی کیسے تم نے؟ مجھے بس یہ چیز بری لگ رہی ہے کہ ہمارے درمیان وہ کیسے آ جاتے ہیں۔“

”اب یہ بھی بتا دو کہ تمہیں اور کیا کیا چیزیں بری لگنے لگی ہیں؟“ وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

”سب سے زیادہ مجھے تم ہی بری لگتی ہو' بس یا اور کچھ......“ وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”تم مجھے کوئی وجہ تو بتاؤ وہاں نہ جانے کی؟“ وہ بگڑے تیوروں کے ساتھ بولی تھی۔

”سارہ! تم ان سے ملنے جاؤ یا وہاں سے کوئی اس گھر میں آئے یہ اچھی بات ہے' مگر اب تم وہاں جا کر رکنے کی بات مت کرنا' اور کل تمہارے جانے پر مجھے اس لئے اعتراض ہے کہ اتنے دن تم گھر میں نہیں ہوگی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا کچھ بھی۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

”بول تو اس طرح رہے ہو جیسے یہاں گھر میں ہر وقت مجھے اپنے سامنے بٹھا کر تکتے رہتے ہو۔“ اس کے فوراً ہی جل کر کہنے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”شیث! مجھے کھل کر بتاؤ سب' تم نے اس سے پہلے کبھی مجھے پھپھو کی طرف جانے سے نہیں روکا ہے' اگر میں وہاں رکتی ہوں تو اب کیا ہو جائے گا جو تم اس طرح کہہ رہے ہو کہ وہاں جا کر رکنے کی بات نہ کروں' جو بھی وجہ ہے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے تم؟“ وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی جواباً وہ اس کے چہرے سے نظر ہٹا گیا تھا۔

”سارہ! میں کچھ محسوس کر رہا ہوں۔ اس لئے یہ بات کہہ دی' اب تم مزید کچھ مت پوچھو۔“ وہ تذبذب کے ساتھ بولا تھا۔

”مگر میں پھر بھی تم سے پوچھ رہی ہوں' کیا محسوس کر رہے ہو تم؟ کس چیز کا خطرہ ہے تمہیں' میری پھپھو کے بیٹے شادی شدہ اور بچوں والے ہیں اور جو فارغ ہیں وہ مجھ سے چھوٹے ہیں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

”اور اپنے عاشر بھائی کے بارے میں کیا کہو گی تم؟“ اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

”شیث! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے' وہ ایک بچے کے باپ ہیں۔“ وہ حیرانی سے بولی تھی۔

”مگر ان کی بیوی سے علیحدگی ہو چکی ہے اگر تمہیں یاد ہو تو۔“ وہ بولا تھا۔

”مگر ان دونوں کے درمیان کوئی حتمی فیصلہ بھی نہیں ہوا ہے سمجھے' اتنی ٹوہ میں کب سے لگے ہو تم' وہ میرے بھائی ہیں اور بس۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ جو میں محسوس کر رہا ہوں اس بارے میں تم مجھ سے مزید کچھ نہ پوچھو' میں اتنی بڑی بات ایسے ہی تو منہ اٹھا کر نہیں کہہ سکتا۔“ وہ خفگی کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”وہی تو پوچھ رہی ہوں کہ تم ایسا بھی کیا محسوس کر رہے ہو جو ایسی فضول بات کر رہے ہو؟“ سارہ کی حیرت ختم نہیں ہو رہی تھی۔

”مجھے خاموش ہی رہنے دو' دیکھا تھا میں نے جب وہ یہاں آئے تھے تمہیں لینے کے لئے' میرا خون کھولے جا رہا تھا ان کی نظریں ہی تم پر سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ اب اس سے زیادہ کیا کہہ کر سمجھاؤں تمہیں۔“ وہ شدید ناگواری کے ساتھ بولا تھا۔

”شیث! تمہارا تو لگتا ہے دماغ خراب ہو گیا ہے' تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو ان کے بارے میں کہ وہ مجھے......“ شدید بے یقینی کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے وہ بات بھی مکمل نہیں کر سکی تھی۔

”تمہیں ابھی وہ سب نظر نہیں آ رہا ہے سارہ! جو مجھے نظر آ چکا ہے' میں مرد ہوں اسی لئے دیکھ سکتا ہوں' سمجھ سکتا ہوں کہ کسی دوسرے مرد کی نظروں میں کیا ہے اور کیا نہیں۔“ وہ اسی ناگوار لہجے میں بولا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

''شیث! تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''تمہارے لئے میں کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرسکتا' تم پر بھی نہیں۔'' اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ بس ایک پل کو ساکت ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل اس نے سرخ چہرے کے ساتھ کھڑکی کا گلاس بند کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ سرعت سے اسے ایسا کرنے سے روک گیا تھا۔

ایک لمحے کو رک کر سارہ نے شیث کے کنارے رکھے اپنے ہاتھ پر موجود اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا اور پھر اس کے چہرے کو جو کچھ شرمندگی کے ساتھ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا رہا تھا۔

''بلاوجہ میں نے تمہیں زحمت دی' مجھے بینک جانا ہی نہیں ہے اور تمہارے ساتھ تو ہرگز نہیں' بہت شکریہ۔'' وہ سلگ کر بولی تھی۔

''میں جانتا ہوں تمہیں میری باتیں بری لگی ہیں مگر جو سچ ہے اس سے بھی تم انکار نہیں کرسکتیں۔'' وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

''تو پھر تم بھی دوسرا سچ سن لو میں کل جا رہی ہوں گڈ نائٹ۔'' تلملا کر بولتے ہوئے اس نے گلاس بند کیا تھا اور ایک جھٹکے سے پردہ بھی پھیلا دیا تھا۔ شیث کے خدشات کو تو اس نے رد کرنے کی کوشش کی تھی مگر اب سر پکڑے بیٹھی تھی کہ خطرے کی گھنٹیاں تو بہت دنوں سے اس کے کانوں میں بھی بج رہی تھیں' مگر اس چیز سے وہ بھی بے خبر نہیں رہا تھا یہ بات اسے پریشان کرگئی تھی۔

* * *

وارڈ روب میں تہہ شدہ کپڑے رکھنے کے بعد انہوں نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا جو بیک کراؤن سے پشت لگائے تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے کنارے بیٹھ گئی تھیں۔

''اب اس طرح چہرہ بنا کر رکھو گے تو کیا سب کچھ وقت سے پہلے ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

''تو آپ بتائیں کیا کروں میں؟ زبان بند رکھ کر سب کچھ دیکھ تو رہا ہوں' اب یہ بھی نہ کروں تو کیا آنکھیں بھی بند کرلوں۔'' وہ تلخی سے بولا تھا۔

''تم پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اتنا ہی بول سکی تھیں۔

''کیا ٹھیک ہو جائے گا بھابی! اتنے سالوں سے سب ٹھیک ہونے کی امید کرتے کرتے یہ وقت آ گیا ہے کہ.....'' بگڑے انداز میں بولتے ہوئے وہ ایک پل کو رکا تھا۔

''میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تو یہ خوف حاوی ہو جاتا ہے کہ اس گھر میں کہیں بھونچال نہ آ جائے' اور اگر خاموش ہی رہوں تو کب تک سانس لے سکوں گا اس گھٹن میں۔''

''تم پھپھو کی طرف سے فکرمند نہ ہو میں انہیں سنبھال لوں گی۔'' وہ بولی تھیں۔

''ان کا تو ذکر ہی نہ کریں آپ' سارہ کی اور آپ کی محبت کا وہ بس ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں' انتہا ہے خودغرضی کی۔ انہیں صرف اپنے بیٹے اور اس کی اولاد کی فکر ہے' بھینٹ وہ سارہ کو چڑھانے پر تلی ہیں' آپ کو پوچھنا چاہیے ان سے کہ انہوں نے ایسا سوچا بھی کیسے؟ انہیں کیا لگتا ہے کہ وہ جو چاہیں گی آپ اور سارہ آنکھیں بند کرکے اس پر عمل کرلیں گی۔'' وہ پھٹ ہی پڑا تھا۔

یہاں ''[illegible]

[redacted]

دیکھ سکتے ہیں۔ اس کیلئے جو فیصلہ تم کر چکے ہو وہ اسے برداشت بھی نہیں کریں گے۔“ وہ صاف گوئی کے ساتھ بولی تھیں۔

”جتنی بار میں نے ان سے اس موضوع پر بات کرنے کی کوشش کی ہے وہ اتنا ہی سارہ سے بدظن ہوئے ہیں، حالانکہ سب سمجھتے ہیں ہر حقیقت سے واقف مگر...... وہ میری بہن ہے اس کیلئے میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی ہوں۔ شمس کے سارے عتاب کا شکار ایک وہی بن کر رہ جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ میں اور تم بس دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور کسی دن وہ خود ہی شمس کے سامنے زبان کھول دے گی۔“ وہ فکرمند لہجے میں بولی تھیں۔

”اچھا ہے کہہ دے وہ سب، میں تو انتظار کر رہا ہوں۔“ وہ بولا تھا۔

”ہاں تاکہ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے، اس کی زبان ہی کاٹ کر ہاتھ پر رکھ دیں گے وہ۔“ سدرہ ناراضی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

”مگر میں اب ایسا نہیں ہونے دوں گا، آپ سب کچھ دیکھ سکتی ہیں مگر اب میں خاموشی سے سب کچھ نہیں دیکھتا رہوں گا۔“ وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

”آپ ان سے کچھ مت کہیں اب، جو کہنا ہے مجھے ہی کہنا ہے، اور کبھی نہ کبھی تو مجھے ان سے یہ سب کہنا ہی ہے۔“ اس کے کہنے پر وہ بس پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں، سارہ کیلئے وہ کتنا حساس اور سنجیدہ ہے اس کا اندازہ انہیں بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔ اس لئے اسے کسی چیز سے روکنا بے کار تھا جبکہ دوسری جانب وہ اپنی بہن کی حد درجہ جذباتی فطرت سے بھی بخوبی واقف تھیں، یہ بھی صحیح تھا کہ سارہ نے کبھی شیث کے حوالے سے اپنے تاثرات صاف طور پر ان کے سامنے نہیں کھولے تھے مگر وہ بہن تھیں، اس کے کچھ کہے بغیر ہی اس کے دل میں چھپے جذبوں سے باخبر تھیں، ان دونوں کی اس اٹیچمنٹ کو وہ آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ قبول کر چکی تھیں، لیکن ان کے شوہر بھی اس حقیقت کو قبول کر لیتے یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔

❁❁❁

اردگرد پھیلی تاریکی میں بوجھل قدموں کے ساتھ ٹہلتے ہوئے اس نے رک کر دور کھڑی اس عمارت کو دیکھا تھا۔

”تمہیں [illegible] حقیقت [illegible] ہیں سکتے“ [illegible] ایک مانوس آواز بہت قریب سے سنائی دی تھی۔

[redacted]

”میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔“ ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے شاہ رخ غرایا تھا۔ دوسری جانب وہ بھی غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی اپنے پورشن کی جانب سرعت سے گئی تھی۔ حق دق کھڑی سارہ جیسے ہوش میں آ کر مومو کے پیچھے ہی گئی تھی۔

تیزی سے وہ کھلے گیٹ کے اندر داخل ہونا چاہتی تھی جب اسی وقت اندر سے کوئی باہر نکلا تھا سو تصادم لازمی تھا۔

”معاف کیجیے گا۔“ بری طرح شرمندہ ہو کر معذرت کرتے ہوئے سارہ نے فوراً ہی کچھ فاصلے پر گری اسٹک اٹھا کر اس شخص کے حوالے کر دی تھی۔

”کوئی بات نہیں، غلطی میری ہی تھی۔“ سارہ سے نظر ملائے بغیر وہ بولا تھا اور اسٹک کے سہارے چلتا آگے بڑھ گیا تھا مگر سارہ خود کو ملامت کرتی تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی، وہ اب شیث کی ہی سمت جا رہا تھا جو اس وقت بھی اسی جانب متوجہ تھا جب وہ عاطف سے ٹکرائی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جس میں براہ راست اس نے عاطف کو یا عاطف نے اسے مخاطب کیا تھا۔ سارہ کو وہ بہت کم گھر میں دکھائی دیتا تھا اور اکثر شیث کے ساتھ ہی، شیث کے توسط سے وہ پہلے صرف اتنا جانتی تھی کہ عاطف اس کا کزن اور دوست بھی ہے مگر اس گھر میں آ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ ان کی دیرینہ دوستی گھر میں کتنی مشہور ہے، عاطف کی ڈیسنٹ شخصیت سے وہ مرعوب تھی مگر دل میں اس کیلئے زیادہ عزت اس لیے بھی تھی کہ وہ شیث کا بہت قریبی اکلوتا دوست ہے۔

* * *

کچن میں سدرہ کے ساتھ ہی موجود تھی جب شان، سدرہ کو پکارتا وہیں آ پہنچا تھا۔

”بھابی! چھوٹے بھائی کے چہیتے پلانٹس پھر تباہ ہو گئے ہیں اور وہ دیواروں سے سر ٹکرانے پر تیار کھڑے ہیں۔“

”خبردار...... مجھ پر کوئی شک نہ کرے، اس بار میں نے کچھ نہیں کیا جا کر شاہی سے پوچھو۔ شیث سے کسی بات پر جلا ہوتا ہے تو اس کی چیزوں پر غصہ نکالتا ہے۔“ سدرہ بولی تھیں مگر پھر چونک کر خاموش کھڑی سارہ کو دیکھا تھا۔

”سارہ! تم صبح ٹیرس پر گئی تھیں۔“ سدرہ کی مشکوک نظروں پر وہ پریشان ہوئی تھی۔

”مگر میں نے تو صرف ان پلانٹس میں پانی ڈالا تھا وہ خراب کیسے ہو سکتے ہیں؟“ وہ فکر مند ہوئی تھی۔

”وہ عام پودوں کی طرح نہیں ہیں، ان پلانٹس کو مہینے میں صرف ایک بار مخصوص مقدار میں پانی دیا جاتا ہے، پہلی بار بھابی نے خوب دل لگا کر انہیں پانی دے دیا تھا، دوبارہ چھوٹے بھائی نے اتنی مشکل سے وہ پلانٹس منگوائے تھے جنہیں آج آپ ایک سال کی مقدار کے برابر پانی ایک ہی وقت میں دے چکی ہیں، سانس لینے کا موقع بھی نہیں دیا بے چاروں کو اب جا کر دیکھیں وہ کھل کر مسکرا اٹھے ہیں۔“ شان کے مضحکہ خیز انداز پر سدرہ نے ہنستے ہوئے سارہ کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔

ٹیرس تک پہنچتے پہنچتے سارہ کا چہرہ اتر گیا تھا کیونکہ شیث بڑی سنجیدگی اور فرصت سے ان پلانٹس کا جائزہ لے رہا تھا جو بالکل ڈھے چکے تھے۔ چونک کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جو شرمندگی کے ساتھ سامنے آ رکی تھی مگر نظریں اس کی مرجھائے پلانٹس پر ہی تھیں۔

”سوری...... مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ عام پلانٹس نہیں ہیں۔“ ندامت کے ساتھ سارہ نے اس بار اسے دیکھا تھا۔

”معذرت کی کوئی ضرورت نہیں...... یہاں تو لفظوں کے نشتر برسا کر دل کو مردہ کر دیا جاتا ہے تو پھر ان پودوں کا مرجھا جانا کسی کیلئے کیا معنی رکھ سکتا ہے۔“ وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ وہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے بول اٹھی تھی۔

”کم از کم تم سے تو اب کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“ سرد نظروں سے اسے دیکھتا وہ بولا تھا جبکہ سارہ فوراً ہی جانے کیلئے پلٹ گئی تھی۔

تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اترتی وہ شمس کو نہیں دیکھ سکی تھی جن کی گھر میں آمد اسی وقت ہوئی تھی، سارہ کے چہرے کے تاثرات نے انہیں چونکایا تھا۔ اس لیے سوالیہ نظروں سے قریب آتے شان کو دیکھا تھا۔

پلانٹس پر نظر ڈالتے وہ اس کی سمت آئے تھے جو ان کی طرف ہی متوجہ تھا۔

”تم نے سارہ سے کچھ کہا ہے؟“ شمس نے بغور اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

”میں اس سے کیا کہوں گا؟“ وہ جواباً سوال کر گیا تھا۔

”اسے دیکھ کر مجھے لگا تھا کہ اس کی غلطی پر تم نے اس سے کوئی سخت بات کی ہے اس لیے تم سے پوچھ رہا تھا۔“ شمس نے کہا تھا۔

”آپ کو لگتا ہے کہ ان پلانٹس کو لے کر میں اس سے کوئی سخت بات کہہ سکتا ہوں؟ آپ پہلے اس سے پوچھ لیں کہ میں نے کیا غلط کہا ہے یا کیا کہہ کر اسے شرمندہ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ چاہیں گے تو میں اس سے معافی بھی مانگ لوں گا۔“

”معافی مانگنے کی بات کہاں سے درمیان میں آ گئی۔ میں نے ایک سوال کیا کر لیا تم اسے کہاں سے اٹھا کر کہاں لے گئے ہو۔“ شمس شدید ناراضگی سے بولے تھے۔

”ٹھیک ہے پھر میں خاموش ہی ہو جاتا ہوں۔“ انتہائی سنجیدگی سے بولتا وہ ان کے سامنے سے ہٹ گیا تھا جبکہ شمس خود بھی وہاں نہیں رکے تھے۔ تعلقات میں دراڑیں اور سرد مہری کو وہ اچھی طرح محسوس کر سکتے تھے مگر شیث سے اس بارے میں کوئی بات کرنا ان کیلئے مشکل ہوتا جا رہا تھا‘ کیونکہ وہ قبول کرتے تھے کہ پس پردہ ہر چیز کی ذمہ دار خود ان کی ہی ذات ہے۔

⁂

لاؤنج میں اسے سوائے شیری کے کوئی دکھائی نہیں دیا تھا‘ کارپٹ سے اسے اٹھاتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھا ہی تھا جب قریب رکھا سیل فون چیخا تھا۔ سیل فون یقیناً سارہ کا تھا جبکہ اسکرین پر چمکتے نام نے اس کا دماغ بھک سے اڑایا تھا۔ بس ایک نظر اس نے اپنی سمت آتی سارہ پر ڈالی تھی اور سیل وہیں رکھ دیا تھا جہاں سے اٹھایا تھا‘ دوسری جانب اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ سارہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی عاشر کی کال ریسیو کر لی تھی۔

”آپ سب اس وقت کھانے پر جا رہے ہیں مگر میں تو......“ وہ گڑبڑا اٹھی تھی جب سدرہ نے سرعت سے سیل فون اس سے لے لیا تھا۔ کن انکھیوں سے سارہ نے اسے دیکھا تھا جو تنے ہوئے چہرے کے ساتھ شیری کی طرف ہی متوجہ تھا۔

”وہ تو ٹھیک ہے عاشر! مگر اتنی رات ہو چکی ہے‘ دوبارہ پروگرام بناؤ گے تو میں بھی ساتھ چلوں گی‘ کتنے دن ہو گئے ہم سب مل کر کہیں نہیں گئے۔“ سدرہ فون پر بات کرتے ہوئے سارہ کو بھی گھور رہی تھیں۔

”تم کوئی بہانہ نہیں بنا سکتی تھیں‘ پتا بھی ہے وقت کیا ہو رہا ہے۔“ سدرہ اسے گھرکنا نہیں بھولی تھیں۔

”آپ نے موقع دیا کب مجھے‘ ایک تو یہاں سب رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں اور پھر جو دل چاہتا ہے کہہ ڈالتے ہیں مجھے۔“ غصیلے انداز میں وہ بولی تھی کہ پہلے ہی شیث نے عاشر کی کال دیکھ لی ہے اوپر سے اس کی موجودگی میں سدرہ کی ڈانٹ مزید اس کے تیور بگاڑ گئی تھی۔ اپنی پشت پر چبھتی سرد نگاہیں محسوس کرتی وہ تیز قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئی تھی۔

⁂

صبح کا اجالا مکمل پھیل چکا تھا گیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے اردگرد بکھرے اخبار اٹھائے تھے اور گراؤنڈ کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ کون سا اخبار کس پورشن میں جاتا ہے ورنہ وہ خود پہنچا دیتی‘ سارے اخبارات باؤنڈری پر رکھ کر وہ خود اس اخبار کو پڑھنے بیٹھ گئی تھی جو شمس پڑھتے تھے۔ پرندوں کی چہچہاہٹوں کے درمیان اسے مخصوص ٹک ٹک کی آواز سنائی دی تھی جو چونک کر سر اٹھایا تھا‘ وہ بھی یقیناً اخبار کی طلب میں اسی جانب آ رہا تھا‘ کچھ جھجکتے ہوئے سارہ نے اسے سلام کیا تھا‘ دوسری جانب عاطف نے حیرت سے باؤنڈری پر ترتیب سے رکھے اخبارات کو دیکھا تھا۔

”کیا اس اسٹال سے مجھے اخبار خریدنا پڑے گا۔“ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے سارہ کو دیکھا تھا۔

”یہ تو میں نے اس لیے یہاں رکھ دیئے کہ گیٹ کے پاس پڑے تھے‘ آپ کو کون سا اخبار چاہیے؟“ جھینپ کر بولتے ہوئے سارہ نے پوچھا تھا۔

”میں خود لے لوں گا آپ اخبار پڑھیں۔“ عاطف نے کہا تھا اور ایک اخبار اٹھا تا کچھ فاصلے پر جا کر باؤنڈری کے گرد ہی بیٹھ گیا تھا۔ اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے سارہ نے اسے دیکھا تھا جو اخبار پڑھنے میں ہی منہمک تھا۔

”آج تعلیمی ادارے بند ہیں‘ آپ کی اکیڈمی بھی بند ہی ہو گی؟“ سارہ کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”جی...... ظاہر ہے۔“ اس کا لہجہ سادہ ہی تھا مگر وہ پھر بھی اپنے بے وقوفانہ سوال پر خجل سی ہوئی تھی‘ تب ہی اس کی نظر سامنے ٹیرس کی طرف اٹھی

تھی جہاں موجود شیث اسی جانب متوجہ تھا۔ سارہ کی نظروں کے تعاقب میں عاطف بھی اس کی جانب متوجہ ہوا تھا اور اشارے سے اسے نیچے آنے کی دعوت دی تھی' جواباً وہ بھی اشارے میں کچھ کہتا اب ٹیرس سے جا رہا تھا۔

ٹیرس سے نظر ہٹا کر عاطف نے سارہ کو دیکھا تھا جو گڑبڑا کر اخبار پر جھک گئی تھی' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عاطف نے ایک بار پھر خالی ٹیرس کی جانب دیکھا تھا۔ کچھ دیر گزری تھی جب عاطف کے ساتھ وہ بھی مومو کے پورشن کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ باؤنڈری سے ٹکی سیاہ اسٹک تھامتے ہوئے عاطف اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

''امی آپ کو بھی بلا رہی ہیں۔'' وہ سارہ سے مخاطب ہوا تھا' جو خود بھی دیکھ چکی تھی اس لیے خاموشی سے نپے تلے قدموں کے ساتھ عاطف کے قدموں کا ساتھ دینے کی کوشش کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔

برآمدے میں عاطف کے ساتھ ہی ٹیبل کے گرد کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ناشتے کے لوازمات کو دیکھا تھا۔

''سارہ! اب تم ساتھ دوگی تو یہ ناشتہ کرنے میں نخرہ نہیں کرے گا' ورنہ ناشتے کے نام پر یہ چائے کے علاوہ کسی چیز کی طرف دیکھتا بھی نہیں ہے۔'' عاطف کی والدہ کچھ ناراضی سے سارہ کو بتا رہی تھیں۔

''مگر یقین کریں میں تو ناشتہ کر چکی ہوں۔'' اس نے بتایا تھا۔

''تو کیا فرق پڑتا ہے آپ یہ حلوہ تو ضرور کھائیں' امی بہت مزیدار حلوہ بناتی ہیں۔'' عاطف نے کہا تھا۔

''تم نے پہلے تو کبھی اس طرح تعریف نہیں کی' آج کیسے خیال آ گیا۔'' عاطف کی والدہ نے شکایت کی تھی۔

''تعریف کرو تو شکایت' نہ کرو تو بھی شکایت۔'' عاطف کے کہنے پر سارہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

''اگر میں خاموشی سے آپ کے بنائے گئے کھانے کھا رہا ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ سب مجھے پسند ہے اور مرغوب ہو کر کھاتے ہوئے مجھے تعریف کرنے کا موقع نہیں مل رہا۔'' وہ مسکراتے لہجے میں بولا تھا۔

''اب باتوں میں تم سب سے کون جیت سکتا ہے۔'' اس کی والدہ بولی تھیں۔

''بات تو صرف میں کر رہا ہوں' آپ سارہ کو شامل نہ کریں' وہ تو خاموش ہیں۔''

''تم خاموش ہو گے تو وہ کچھ بولے گی۔'' ان کے خشمگیں لہجے پر سارہ نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔

''مومو تو ابھی سو رہی ہوگی؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''اتنی جلدی وہ جاگ بھی کیسے سکتی ہے۔ تم کھانا تو شروع کرو' میں چائے نکالتی ہوں۔'' ان کی بات ابھی نامکمل تھی جب عاطف نے اسے پکارا تھا جو متوجہ ہونے کے بعد اب اسی جانب آ رہا تھا۔ سارہ نے دوبارہ اس کی جانب نہیں دیکھا تھا جو سلام کرتے ہوئے اب کرسی کھینچتا بیٹھ رہا تھا۔

''اب آرام سے بیٹھ کر ساتھ ہی ناشتہ کرو۔'' عاطف کی والدہ اسے تاکید کرتیں اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھیں۔

''نہیں چچی جان! ابھی تو میں واک کیلئے جا رہا ہوں لیکن واپس آ کر یہ حلوہ ضرور کھاؤں گا۔'' عاطف سے جوس کا گلاس لیتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''اچھا پھر ذرا جلدی آ جانا۔'' انہوں نے مزید تاکید کی تھی اور پھر سارہ کو کچھ دیر میں اپنی واپسی کا بتاتیں گھر کے اندر چلی گئی تھیں۔

''سارہ! آپ نے تو کچھ نہیں لیا ابھی تک' کم از کم یہ حلوہ ہی ٹھیک طرح کھائیں' بلکہ میں ہی اور نکال دیتا ہوں۔'' بولتے ہوئے عاطف نے خود ہی اس کی پیالی میں حلوہ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

''یہ بہت ہو جائے گا' میں اتنا نہیں کھا سکوں گی۔'' سارہ اسے روکتی ہی رہ گئی تھی مگر وہ ان سنی کر گیا تھا' دوسری جانب گلاس سے سپ لیتے ہوئے شیث کی سنجیدہ نظریں ان دونوں پر ہی تھیں۔

''اب کل واک پر چلے جانا' آج تو کافی دیر ہو گئی ہے۔'' عاطف نے سرسری انداز میں کہا تھا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو' دیر تو واقعی بہت ہو چکی ہے۔'' اس کے لہجے میں کچھ تھا جو سارہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا مگر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''آج تو میں گھر میں ہی ہوں' تم آفس سے واپس آؤ گے تو گھر پر آؤں گا' تمہارے کمپیوٹر میں جو بھی پرابلم ہے ساتھ مل کر ہی دیکھ لیں گے۔''

عاطف نے کہا تھا جبکہ وہ اثبات میں سر کو حرکت دیتا جانے کیلئے پلٹ گیا تھا۔

* * *

”بھابی! ذرا جلدی کریں' عاطف بھائی نے چائے کی طلب میں دوڑیں لگوادی ہیں میری۔“ تیسرے چکر میں شاہ رخ جھلا اٹھا تھا۔

”بس تیار ہے چائے' میں آ ہی رہی تھی۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”میں ہی لے جاتا ہوں۔“ وہ عجلت میں بولا تھا۔

”اس طرف سے نکلیں؟“ سارہ نے کچن کے دوسرے گیٹ کی سمت اشارہ کیا تھا۔

”تم کہیں سے بھی نکل جاؤ' پہنچو گی وہیں سورج مکھی کے باغ میں۔“ ٹرالی سنبھالتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”آپی! آپ سن رہی ہیں؟“ سارہ نے شکایتی لہجے میں کہا تھا۔

”نہیں...... تم بھی مت سنو۔“ شاہ رخ کو گھورتے ہوئے سدرہ نے کہا تھا۔

”اتنا فارمل ہونے کی کیا ضرورت تھی' میں نے تو صرف ایک کپ چائے کا کہا تھا۔“ عاطف نے حیرت کے ساتھ ان دونوں کو دیکھا تھا۔

”معاف کیجیے گا یہ سارا اہتمام واحد آپ کیلئے بھابی صاحبہ نے نہیں کیا' ان دو محنت کش حضرات کی آمد بھی ہونے والی ہے جن کے علاوہ باقی سب مکھیاں مارتے ہیں۔“ شاہ رخ پتا نہیں کیوں جل کر بولا تھا۔

”ایسا بالکل نہیں ہے' اس سارے اہتمام میں میری محنت زیادہ ہے' تعریف سننے کا مجھے شوق ہے تو ابتداء آپ ہی کر دیں۔“ کیک پیس پلیٹ میں نکالتے ہوئے سارہ نے کہا تھا۔

”تمہاری یہ حسرت ہی رہ جائے گی' عاطف بھائی ہر معاملے میں کنجوس ہیں۔“ شاہ رخ نے خبردار کیا تھا۔

”ایسا ہے تو مجھے حیرت نہیں ہو گی کیونکہ عموماً میرا سابقہ ایسے ہی انسانوں سے پڑتا ہے۔“ سارہ نے مسکراتے ہوئے عاطف کو دیکھا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ میں اس دنیا کا واحد انسان ہوں جس کی بدنامی کے چرچے اس کے اپنے ہی گھر سے شروع ہوتے ہیں۔“ عاطف کی بات پر شاہ رخ بے ساختہ ہنسا تھا۔

”میں مذاق کر رہا ہوں سارہ! عاطف بھائی تو اتنے دریادل ہیں کہ عنقریب میری سیلری ڈبل کرنے والے ہیں۔“

”اب باتوں باتوں میں تم اپنی خواہش نہ بیان کرو۔“ عاطف کے خشمگیں لہجے پر سارہ نے ہنستے ہوئے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”آپ کیلئے اور کیک نکالوں؟“ سارہ نے عاطف سے پوچھا تھا۔

”نہیں شکریہ مگر چائے مزید شیٹ کے ساتھ پیوں گا بہت اچھی بنی ہے۔“

”شاہ رخ! تمہیں دوں؟“

”بس اب چائے کے علاوہ کچھ نہیں' سینڈوچ ہیوی ہو گئے ہیں۔“

”آپ کی کیا مصروفیات ہیں سارہ؟“ عاطف نے اسے مخاطب کیا تھا۔

”ان کی مصروفیات کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ہنی اور شیری کے علاوہ کوئی ان سے محفوظ نہیں رہا ہے۔“ شاہ رخ درمیان میں بول اٹھا تھا جبکہ اس کے ہنستے چہرے کو گھورتی وہ گر جانے والے بریسلیٹ کو اٹھا رہی تھی تب ہی تیز ہارن کی آواز پر شاہ رخ اٹھا تھا۔

”گیٹ کی طرف کوئی نہیں ہے مجھے جانا پڑے گا۔“ بولتے ہوئے تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”اس کا لاک شاید لوز ہو گیا ہے خود بخود کھل جاتا ہے۔“ بریسلیٹ کا جائزہ لیتی وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی تھی۔

”مجھے دکھائیں۔“ عاطف کے کہنے پر اس نے اس کے حوالے کیا تھا۔

”اس کا لاک تو ٹھیک ہے شاید آپ ٹھیک طرح نہیں لگا رہی ہیں۔“ عاطف نے کہا تھا۔

”شاید ایسا ہی ہو' یہ میرا ہے بھی نہیں' آج آپی نے پہنا دیا تھا تو......“ بولتے ہوئے اس کی نظریں کھلے گیٹ کی سمت تھیں۔

”ہاتھ لائیے' میں لاک لگا دیتا ہوں۔“ عاطف کے کہنے پر اس نے بلا سوچے سمجھے ہاتھ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔ گاڑی کے اندر آنے کا انتظار

کرتے شاہ رخ نے کچھ چونک کر ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شیث کو دیکھا تھا اور پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں اس جانب دیکھا تھا جہاں عاطف اب سارہ کے ہاتھ میں بریسلیٹ پہنا رہا تھا۔ کسی بھی جانب دیکھے بغیر شیث گھر کے اندر جا چکا تھا جبکہ شمس اسی جانب بڑھ آئے تھے۔

”آج خوب آرام کیا تم نے۔“ عاطف کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ بولے تھے۔

”جی ہاں مگر اس کے باوجود آپ زیادہ فریش نظر آ رہے ہیں۔“ عاطف نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

”ہاں بالکل تمہیں دیکھ کر فریش ہو گیا ہوں۔“ شمس نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”آپ کیلئے چائے نکالوں؟“ سارہ نے انہیں متوجہ کیا تھا۔

”سدرہ کہاں ہے؟“ جواباً انہوں نے پوچھا تھا۔

”میرے ہاتھ سے چائے لیں گے تو ذائقہ چینج نہیں ہو جائے گا۔“ وہ خفت سے بولی تھی۔

”ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔“ شمس کے حیرانی سے کہنے پر عاطف نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا جو مسکراہٹ چھپائے چائے کپ میں نکال رہی تھی۔

”تم بتاؤ تمہاری اکیڈمی میں سب کیسا جا رہا ہے؟“ وہ عاطف سے مخاطب تھے۔

”اللہ کا شکر ہے آپ سب کی دعا ہے ویسے اگر آپ بھی ایک دو گھنٹے کے لیے وہاں قدم رنجہ فرما لیا کریں تو یہ میرے لیے اعزاز ہوگا۔“

”معاف کرو مجھے فیکٹری کے بکھیڑے سمیٹنے کے بعد میرا سارا وقت میرے گھر کیلئے ہوتا ہے میرے گھر کے بھی دو بندے اگر کافی نہیں پڑ رہے تو شیث سے بات کرو آفس کے بعد وہ جم بھی ریگولر نہیں جاتا ہے۔“ شمس نے کہا تھا۔

”میں ہرگز بھی آپ کے اس مشورے پر عمل کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا اس کا تو چند منٹ کا دورہ ہی اکیڈمی میں ہلچل مچا دیتا ہے مجھے کچھ دن کیلئے عارضی طور پر Hardware کی کلاس کیلئے ٹیچر کی ضرورت تھی شاہ رخ سے کسی نہ کسی طرح میں نے ایکسٹرا ٹائم نکلوا لیا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اگر ہفتہ بھر بھی شیث اکیڈمی آتا رہا تو وہاں گرلز سمیت بوائز اسٹوڈنٹس نے بھی اپنے کورسز چھوڑ کر Hardware کی کلاس ہی اینڈ کرنی ہے۔“ عاطف کے تفصیلی جواب پر سارہ نے حیرت سے ان دونوں کے مسکراتے چہروں کو دیکھا تھا۔

* * *

دستک کے بعد شاہ رخ کمرے میں داخل ہوا تھا جہاں وہ جوتوں سمیت بیڈ پر دراز تھا۔

”آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟“ شاہ رخ کی آواز پر اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تھا۔

”کیا کہنا ہے؟“ اس کے سنجیدہ لہجے پر شاہ رخ حیران ہوا تھا۔

”عاطف بھائی کافی دیر سے انتظار کر رہے تھے اس لیے بلانے آیا تھا۔“

”جاتے ہوئے دروازہ بند کر کے جانا۔“ سرد لہجے میں اس نے ہدایت کی تھی دنگ نظروں سے شاہ رخ نے اسے دیکھا تھا جو دوبارہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ چکا تھا۔

شاہ رخ کے جانے کے بعد کچھ وقت گزرا تھا جب دروازے پر دستک کے ساتھ عاطف نے اسے پکارا بھی تھا۔

”آ جاؤ۔“ بوجھل انداز میں بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

”میں تمہارے واپس باہر آنے کا انتظار کرتا رہا تھا مگر پھر مجھے لگا کہ تم تھک گئے ہو گے تو خود یہاں آ گیا۔“ اندر آتے ہوئے عاطف بول رہا تھا مگر اس کے دل و دماغ میں طوفان سے اٹھنے لگے تھے جب عاطف کے پیچھے سارہ کمرے میں داخل ہوئی تھی اور اب کسی بھی جانب دیکھے بغیر چائے اور دیگر لوازمات ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

”جلدی فریش ہو کر آ جاؤ میں دوبارہ تمہارے ساتھ چائے پیوں گا۔“ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھتے عاطف نے اسے مخاطب کیا تھا جو ایک سرد نگاہ دروازے کی سمت جاتی سارہ پر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”سارہ! عاطف کی آواز پر سارہ کے ساتھ وہ بھی واش روم کی سمت جاتے جاتے رکا تھا۔

”اگر زحمت نہ ہو تو شیری کو یہاں پہنچا دیں لیکن اس کا موڈ اچھا ہے تو۔“

”ابھی لاتی ہوں۔“ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتی وہ باہر نکل گئی تھی۔

شیری کو گود میں اٹھائے وہ سدرہ کے کمرے سے نکلی تھی جب سامنے سے شان آتا دکھائی دیا تھا۔

”ایسا لگتا ہے مجھے کوئی کام دھندہ نہیں ہے، پاہر مجھے فون پر حکم دے رہے ہیں کہ شیری کو لے کر اوپر آؤ۔“ وہ جھلا کر بتا رہا تھا۔

”میں لے کر جا تو رہی تھی، کس نے فون کیا تمہیں؟“ وہ حیرت سے بولی تھی۔

”چھوٹے بھائی نے اور کس نے۔“ وہ بگڑے انداز میں شیری کو لیتا واپس پلٹ گیا تھا جبکہ وہ الجھی کھڑی رہ گئی تھی۔

⁂

باہر آ کر اس نے ایک نگاہ موموکے پورشن کی جانب ڈالی تھی جہاں وہ برآمدے میں کرسی پر سر نہوڑائے اداس بیٹھی تھی، مسکراہٹ چھپائے وہ شاہ رخ کی سمت بڑھی تھی جو گراؤنڈ کی باؤنڈری پر بیٹھا اپنے سیل فون کو چیک کر رہا تھا۔

”سنو...... مجھے تم سے کچھ کہنا ہے اگر تم مصروف نہیں ہو تو؟“ سارہ کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ حیران سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

”دیکھیں سارہ جی! آپ بہت دیر کر چکی ہیں لیکن اگر آپ کو احساس ہو ہی چکا ہے تو خدارا کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، میں آج بھی آپ کے ایک اشارے پر لیڈی گاگا کو بھی اپنی زندگی سے نکال سکتا ہوں۔“ وہ انتہائی سنجیدگی اور جذباتی انداز میں بولا تھا۔

”ایکسکیوز می۔“ پیچھے سرکتے ہوئے سارہ نے اسے گھورا تھا۔

”ارے بولو یار! کیا کہنے آئی تھیں۔“ وہ جھلائے انداز میں بولا تھا۔

”ختم کر دو ناراضگی، دیکھو وہ کتنی اداس بیٹھی ہے۔“ سارہ نے اس کی توجہ موموکی سمت دلائی تھی۔

”یہ سارے ڈرامے میرے لیے پرانے ہیں، تم دیکھو۔“ وہ سر جھٹک کر بولا تھا۔

”وہ منگیتر ہے تمہاری۔“ سارہ نے گھر کنے والے انداز میں کہا۔

”جہنم میں گئی منگیتر...... اس کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھ پر ہیبت طاری ہونے لگتی ہے۔“ وہ جس طرح بولا تھا سارہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

”کبھی اپنی اور میری بات کرنے بھی پاس آ جایا کرو۔“ وہ یکدم ہی بڑی لگاوٹ سے گویا ہوا تھا۔

”کیا مطلب ہے؟“ سارہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

”مطلب یہ کہ میں برداشت کر لوں گا میرا رقیب اس گھر میں ہی ہے، رقیب بھی وہ جو ہری جھنڈی لہرا رہے ہیں مگر تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا، کتنا اچھا لگے گا جب ہم دونوں ساتھ ساتھ باہر گھومنے جائیں گے اور وہ......“ اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی جب سارہ دونوں ہاتھوں سے اسے پرے دھکیلتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”تمہاری نیت کا فتور کبھی نہیں جائے گا دغا باز۔“ خونخوار انداز میں وہ اس پر برس اٹھی تھی۔

”اب جیسا بھی ہوں قبول کر لو۔“ وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

”دفع ہو جاؤ۔“ بھنا کر بولتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

”بہت دنوں سے عزت افزائی نہیں ہوئی تھی آج سکون مل گیا۔“ بڑے اطمینان سے خود کلامی کرتا وہ اٹھا تھا اور انگڑائی لیتے ہوئے ہاتھ جہاں تھے وہ ساکت ہو گئے تھے، ٹیرس کی باؤنڈری پر بازو ٹکائے شیث بڑی توجہ سے اسے ہی دیکھ رہا تھا جس کی سٹی گم ہو گئی تھی۔

”اوپر والے! انسان خطا کا پتلا ہے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔“ آسمان پر نظر جمائے شاہ رخ بولا تھا۔

”کیوں بھیا! ہم نے ٹھیک کہا ناں؟“ اس بار اس نے شیث کو دیکھا تھا۔

”اوپر آ جاؤ، تمہاری آواز نہیں آ رہی۔“ جواب آیا تھا۔

”اتنا پاگل نہیں ہوں۔“ وہ ہنستے ہوئے مزے سے بولا تھا۔

ٹیبل سے پیر ہٹاتے ہوئے مومونے ایک بیزار نظر شان کے مسکراتے چہرے پر ڈالی تھی جو ٹیبل کے گرد آ بیٹھا تھا۔

”تم تک پہنچتے پہنچتے اس کے پاس عزت نام کی کوئی چیز نہیں رہے گی۔“ اس کا اشارہ شاہ رخ کی سمت تھا۔

”خاموشی سے بیٹھی سب دیکھ رہی ہو تم وہاں گئیں کیوں نہیں؟“

”میں صبر کے ساتھ ان کو دیکھ رہی تھی جو بت شکن ٹائپ کی چیز پینے اوپر سے سین دیکھ رہے تھے' جا کر سمجھاؤ انہیں کہ اپنی محبوبہ کو ایک بار غور سے دیکھ لو اگر فرصت ملے تو...... وہ بے چاری سب کو بھائی بھائی کہتے نہیں تھکتی اور بھائی سارے اس کے ہی آسرے پر آنکھیں ٹکائے بیٹھے ہیں۔“ وہ بری طرح جل کر بولی تھی۔

”اب ایسا بھی نہیں ہے۔“ شان نے اسے گھورا تھا۔

”ویسے خیریت ہے آپ بڑی فرصت سے بڑے دن بعد بات کرنے آئے ہیں' انجوائے منٹ کیلئے کوئی اور شاید قبضے میں نہیں آیا تھا۔“ مومو نے خشمگیں مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

”میرے خلوص پر شک مت کیا کرو تم' میں تو یہ پوچھنے آیا تھا کہ ایسا بھی کیا ہو گیا جو وہ تم سے فرنٹ ہو کر پھر سارہ کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔“ شان کچھ ناراضی سے بولا تھا۔

”گود کا منا بن گیا فوراً نومولود! جو کچھ معلوم نہیں۔“ کرسی پرے کھسکاتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”بھڑکانے آیا تھا مجھے' جانے کس کے نصیب پھوڑے گا' نکل یہاں سے۔“ وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھی' اس کے حملوں سے بچتے ہوئے شان سرعت سے برآمدے سے نکلا تھا۔

”اب دیکھنا بیٹا! یہ آگ جا کر کہیں اور بھڑکاؤں گا۔“ شان دھمکی دیتا ہوا گیا تھا۔

”تجھے اللہ ہی پوچھے گا' مجھے بھڑکا بھڑکا کر امیج تباہ کر دیا' ٹھیک ہی کہتی ہے سدرہ تم بھائیوں کے ہوتے ہوئے کسی ساس' نند کی ضرورت نہیں۔“ شان کی ہنسی نے اسے اور بھڑکا کر جلنے کا موقع دیا تھا۔

⁂

”سنو...... تمہارے واصف بھائی انگیجڈ ہیں؟ کب تک ارادہ ہے ان کی شادی کا؟“ باؤنڈری کے گرد بیٹھتے ہوئے اس نے مومو سے پوچھا تھا۔

”انہوں نے تو عہد کر رکھا ہے کہ ان کی اور عاطف بھائی کی شادی ایک ہی وقت میں ایک ساتھ ہی ہو گی مگر ابھی دور دور تک کوئی امکان نہیں کیونکہ عاطف بھائی شادی کے ٹاپک سے الرجک ہیں۔“ مومو نے بتایا تھا۔

”ایسا کیوں؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”پتا نہیں۔“ مومو نے شانے اچکائے تھے۔

”ایک بات پوچھوں تم سے' ناراض تو نہیں ہو گی؟“ اس کے جھجکتے انداز پر مومو نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”عاطف بظاہر بالکل نارمل نظر آتے ہیں تو پھر انہیں اسٹک کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟“

”ہاں تم نے ٹھیک کہا مگر قدم جما کر اور اپنا توازن قائم رکھنے کیلئے اسٹک کی انہیں ضرورت ہوتی ہے' وہ بائی برتھ ایسے ہیں۔“ مومو نے سنجیدگی سے بتایا تھا۔

”چھوٹے بھائی ان کی اسٹک کی بہت عزت کرتے ہیں' ان کے سامنے مذاق میں بھی کوئی عاطف بھائی کی اسٹک کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔“

”واقعی؟“ سارہ نے متاثر ہو جانے والے انداز میں پوچھا۔

”تم نے اب تک ان سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی؟“ کچھ دیر بعد مومو نے پوچھا تھا۔

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نے کوشش نہ کی ہو مگر زبان سے لگائے گئے زخم اتنی جلدی مندمل نہیں ہوتے' میں نے جو بویا ہے وہ اب صبر کے ساتھ کاٹنا ہی ہے' اس وقت تک جب تک اس کے دل سے ساری بدگمانی دور نہ ہو جائے۔“ وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

”وہ تم سے کبھی بدگمان نہیں ہو سکتے۔“ مومو نے اسے تسلی دینی چاہی تھی۔

”مگر میں نے خود اسے بدگمان ہونے پر مجبور کیا ہے' انسان جس سے محبت کرتا ہے وہی جب دل پر وار کر جائے تو کیا باقی رہ جاتا ہے' وہ کبھی مجھ

سے ایسی سنگدلی کی امید نہیں کرسکتا تھا' مگر میں اسے یہ نہیں سمجھا سکتی کہ اس وقت میں خود کس کیفیت سے گزر رہی تھی' شاید میں پاگل ہوگئی تھی جو اسے دھتکار بیٹھی۔“ اس کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی نم ہونے لگی تھیں۔

”تم فکر مت کرو' کچھ وقت گزرے گا پھر سب ٹھیک ہوجائے گا' وہ سب سے محبت کرنے والے انسان ہیں اور تمہارا تو ان کے ساتھ معاملہ ہی کچھ الگ ہے۔“ موموں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”تمہیں وہ ہر سچائی کے ساتھ قبول ہیں؟“ مومو کے اچانک سوال پر وہ چونکی تھی۔

”تم کس سچائی کی بات کررہی ہو؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”وہی سچائی جس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔“ موموں نے بغور اسے دیکھا تھا۔

”اس کا انتخاب اللہ نے میرے لیے کیا ہے یہ سچائی ہر سچ سے اہم ہے اور قبول بھی ہے۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”مجھے بہت فخر ہوتا ہے کہ چھوٹے بھائی کی زندگی میں تم جیسی قدر کرنے والی لڑکی موجود ہے۔“ مومو کے تعریفی لہجے پر وہ بس مسکرائی تھی تب ہی گیٹ پر ایک ساتھ کئی ہارن گونجے تھے۔

”یہ جلوس کہاں سے آگیا؟ سارا سکون غارت ہوگیا ہے۔“ ریڈ سوک کے آگے پیچھے اندر آتیں بائیکس نے اسے بدمزہ کیا تھا۔

”کیا ہوگیا' اپنے بھائی لوگ ہیں' محنت کرکے لوٹے ہیں گھر۔“ موموں نے اسے گھورا تھا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑے ریڈ سوک کی جانب بڑھ گئی تھی۔

شکر میرے چاکلیٹس لے آئے ورنہ روز بھول کر آجاتے ہیں۔“ بے تابی کے ساتھ شاپر جھپٹتے ہوئے مومو کی بات ادھوری رہ گئی تھی جب اس کا چھوٹا بھائی شاپر چھینتا وہاں سے بھاگا تھا' جبکہ مومو بھی چیختی چلاتی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

”آپ بھی ان کے پیچھے بھاگیں' ان چاکلیٹس میں آپ کا بھی حصہ ہے۔“ گاڑی لاک کرتے ہوئے عاطف نے کہا تھا۔

”آپ کی اکیڈمی تو شاید دس بجے آف ہوجاتی ہے اور اس وقت تو بارہ بجنے والے ہیں۔“ وہ عاطف سے مخاطب تھی۔

”جی ہاں مگر آج راستے میں ہم سب ایک ریسٹورنٹ میں رک گئے تھے وہیں اتنا وقت ہوگیا۔“ عاطف بتا رہا تھا تب ہی وہ چونک کر پیچھے رکتی بائیک کی طرف متوجہ ہوئی تھی' شان کے ہمراہ ہی وہ کہیں سے واپس آیا تھا۔ عاطف کی پکار پر وہ ہیلمٹ شان کے حوالے کرتا قریب آرہا تھا' دوسری جانب سارہ کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کس طرف نکل جائے۔

”کہاں تھے تم؟ میں کال کرتا رہا مگر تم نے ریسیو نہیں کی۔“

”ایک کام سے گیا تھا موقع نہیں ملا کال ریسیو کرنے کا۔“

”آپ اپنے حصے کے چاکلیٹس لیں جا کر ورنہ مومو سب ہضم کرلے گی۔“ شیث بول رہا تھا جبکہ یکدم یاد آنے پر عاطف نے سارہ سے کہا تھا۔

”کوئی بات نہیں' ویسے بھی مجھے چاکلیٹس زیادہ پسند نہیں۔“ وہ جھینپ کر بولی تھی۔

”پسند ہیں یا نہیں مگر جا کر لیں مومو سے' میں آپ کے حصے کے بھی لایا ہوں۔“ عاطف کے مزید عجلت میں کہنے پر وہ بے ساختہ مسکراتی وہاں سے گئی تھی جبکہ شیث جواب تک خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا خود بھی جانے کیلئے پلٹ گیا تھا۔

”تم کہاں جارہے ہو؟“ عاطف نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

”تمہارے پاس مجھ سے بات کرنے کا وقت نہیں ہے جو میں رُکوں تمہارے پاس......؟“ اس کے سرد لہجے پر عاطف دنگ ہی تو رہ گیا تھا جبکہ وہ اب تیز قدموں کے ساتھ اپنے پورشن کی جانب جارہا تھا۔

❋❋❋

بائیک کی مرمت کرتے شاہ رخ کو چائے کا مگ تھما کر وہ آگے بڑھ گئی تھی جہاں عاطف ٹیبل کے گرد موجود گراؤنڈ میں جاری گیم کو دیکھ رہا تھا۔

”مومو کہاں چلی گئی؟“ چائے کا مگ اسے پیش کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

”پتا نہیں' ابھی تو یہیں تھی۔“ عاطف نے اِدھر اُدھر نظر بھی دوڑائی تھی۔

”میں نے تمہیں پریشان کردیا' مومو کو بھی میری بے وقت چائے کی فرمائش سے چڑ ہے۔“

”نہیں' ایسا بالکل نہیں ہے۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”میں اور مومو سوچ رہے تھے کہ ہمیں بھی کچھ کمپیوٹر کورسز کر لینے چاہئیں' سارا وقت فارغ ہوتے ہیں۔“ کچھ جھجکتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

”یہ تو اچھی بات ہے' مومو بھی آپ کی وجہ سے کچھ سیکھ لے گی' ایکسپرٹ تو گھر میں ہی موجود ہیں شیث سمیت۔“ عاطف کے سرسری لہجے پر بھی وہ چونکی اور کچھ گڑبڑائی تھی۔

”وہ تو ٹھیک ہے مگر شان یا شاہی وغیرہ سے ہم سنجیدگی کے ساتھ کچھ نہیں سیکھ پائیں گی' اگر آپ......“ وہ کچھ جھجک کر رُکی تھی۔

”ہاں بالکل...... میں تیار ہوں' دس بجے کے بعد کا وقت ہی رکھ لیتے ہیں اور میں پڑھائی کے معاملے میں کوئی غیر سنجیدگی برداشت نہیں کروں گا۔“ وہ مصنوعی سختی کے ساتھ تاکید کر رہا تھا۔

”شکریہ......اور آپ کو شکایت کا موقع ہم نہیں دیں گے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی مگر اگلے ہی پل وہ شیث کی سمت متوجہ ہوئی تھی جو گراؤنڈ سے باہر آ رہا تھا۔

”کیا ہوا شیث! گیم ادھورا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟“ عاطف کے سوال پر اس نے ایک سرد نگاہ سارہ پر ڈالی تھی۔

”کبھی کبھی ادھورا چھوڑنا پڑتا ہے۔“ اس کے عجیب سے لہجے پر سارہ خاموشی سے وہاں سے جانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

”آؤ یہاں' بیٹھو کچھ دیر۔“ عاطف نے بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔

”مجھے ایک ای میل بھیجنی ہے تو......“

”یہ کام تم بعد میں بھی کر سکتے ہو' ابھی میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ عاطف نے کچھ ناراضی سے اس کی بات کاٹی تھی جبکہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے سامنے آ بیٹھا تھا۔

”تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ رہنے اور بات کرنے کا یہی ایک وقت ہوتا ہے میرے پاس اور اس میں بھی اب تمہیں ہزاروں کام یاد آنے لگے ہیں۔“ عاطف شکایت کر رہا تھا۔

”یہ وقت بھی مت نکالا کرو میرے لیے' کیوں اتنی زحمت کرتے ہو۔“ اس کے سرد لہجے پر عاطف نے دنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”شیث! یہ تم کس طرح بات کر رہے ہو؟ اگر تم کسی بات پر مجھ سے ناراض ہو تو بتاؤ میں نے کیا غلط کیا ہے؟“

”کچھ غلط نہیں کیا ہے تم نے۔“ وہ اتنا ہی بولا تھا۔

”تو پھر ایسا کیا ہوا ہے جو تم مجھ سے دور بھاگ رہے ہو؟ وقت کی بات میں نے اس لیے کی تھی کہ تم صبح سے شام تک آفس میں اور میں رات تک اکیڈمی میں مصروف ہوتا ہوں' اس کے باوجود ہم دن میں تین چار بار تو ضرور فون پر رابطے میں رہتے ہیں مگر اب نہ تم مجھے کال کر رہے ہو نہ میری کالز ریسیو کرتے ہو' گھر میں تم سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو تمہارے کام ختم نہیں ہوتے' آخر کیوں تم اتنی سرد مہری کا مظاہرہ کر رہے ہو؟“ عاطف نے پریشان نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”سب کچھ کہہ چکے ہو یا مزید کہنا باقی ہے؟“ وہ سپاٹ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”مجھے اب صرف تم سے یہ سننا ہے کہ تمہیں ہوا کیا ہے؟ تم کیوں میرے ساتھ یہ رویہ اختیار کیے ہوئے ہو؟“

”مجھے کچھ نہیں کہنا ہے' میں جانا چاہتا ہوں۔“ وہ یکدم ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

”شیث! پہلے تم میری بات سنو......“ عاطف نے اسے روکنا چاہا تھا جو کسی بھی جانب دیکھے بغیر آگے جا چکا تھا۔

”کیا تم مجھے یہ احساس دلانا چاہتے ہو کہ میں تمہیں روکنے کیلئے تمہارے پیچھے دوڑ نہیں سکتا؟“ عاطف کی تاسف بھری بلند آواز پر ارد گرد موجود سب ہی ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ شیث کے دل کو دھکا سا لگا تھا جو اس کے قدم یکلخت رکے تھے۔ شاہ رخ سمیت برآمدے میں موجود شمس نے صاف طور پر اس کے چہرے پر لہراتے اضطراب کو دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل وہ دل کو سخت کرتا کسی سے بھی نظر ملائے بغیر تیز قدموں کے ساتھ شمس کے برابر سے گزرتا گھر کے اندر جا چکا تھا۔

حیران کھڑے شمس اب عاطف کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو خود بھی اپنے پورشن کی سمت جا رہا تھا' انہیں مناسب نہیں لگا تھا کہ سب کے سامنے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عاطف سے کچھ پوچھیں جبکہ شیث کا انہیں پتا تھا کہ وہ کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے گا۔ شمس کے علاوہ بھی کسی کی ہمت نہیں تھی کہ ان دونوں کے معاملے میں اس وقت دخل اندازی کرتا۔

* * *

ان دونوں کا تو کبھی آپس میں اختلاف تک نہیں ہوا ہے' پھر اچانک یہ کیا ہوا ہے' آپ کو شیث سے پوچھنا چاہیے تھا۔'' سدرہ حیران پریشان ہو کر بولی تھیں۔

''اس کے تیور تمہیں دکھائی نہیں دے رہے کیا؟ وہ میری طرف دیکھنا گوارا نہیں کر رہا اور تم اس سے کچھ پوچھنے کی بات کر رہی ہو' مجھے منہ کی کھانے کیلئے اس کے پاس بھیجنا چاہتی ہو کیا؟'' شمس انتہائی ناگواری سے بولے تھے۔

''شاہی! تم بھی تو باہر تھے' تمہیں کچھ نہیں معلوم ان دونوں کے درمیان کیا بات ہوئی تھی؟'' سدرہ پوچھ رہی تھیں۔

''میں باہر تھا مگر ان دونوں کے قریب موجود نہیں تھا' لیکن میں آج کل محسوس کر رہا ہوں کہ وہ عاطف بھائی سے کچھ کھنچے کھنچے ضرور ہیں۔'' شاہ رخ نے بتایا تھا۔

''میں بھی وہاں سے اٹھ کر آ گئی تھی تا کہ وہ دونوں کھل کر اپنی باتیں کر سکیں۔'' سارہ نے کسی سوال سے پہلے ہی بتا دیا تھا۔

''میں خود جا کر شیث سے بات کرتی ہوں' وہ اگر عاطف سے الجھا ہے تو اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کتنا ڈسٹرب ہے' خود سے تو وہ کبھی کچھ نہیں بتائے گا۔'' سدرہ سب کو ہی مخاطب کرتیں لاؤنج سے نکل گئی تھیں۔

کمپیوٹر اسکرین سے نظر ہٹا کر اس نے سدرہ کو دیکھا تھا جو کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔

''مجھے تم سے بالکل امید نہیں تھی کہ تم عاطف جیسے انسان کو بھی ہرٹ کر سکتے ہو' ایک بار بھی تم نے سوچا تھا کہ وہ تم سے کس قدر اٹیچڈ ہے۔ اگر کوئی غلط فہمی درمیان میں ہے تو اسے دور بھی کیا جا سکتا ہے۔''

''نہ میں کسی کو ہرٹ کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی کسی غلط فہمی کا شکار ہوں' میں تو بس خاموشی کے ساتھ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔'' اسکرین پر نظر جمائے وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

''کیا دیکھ رہے ہو تم؟'' سدرہ نے الجھ کر اسے دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کمپیوٹر کی روشن اسکرین کو تک رہا تھا۔

''کچھ نہیں بولو گے نہ پوچھنے پر کچھ بتاؤ گے' اس طرح سب کچھ دل میں چھپا کر کڑھتے رہو گے تو کیا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟'' وہ شدید ناراضی سے پوچھ رہی تھیں۔

''تمہاری خاموشی پر کیا باقی سب پرسکون ہیں؟ کیا ہم سب محسوس نہیں کر سکتے کہ تم ڈسٹرب ہو؟ تم کم از کم مجھ سے تو ہر بات کہہ سکتے ہو' مجھ سے کس بات کی ناراضی ہے' اگر ہے تو بتاؤ مجھے۔''

''نہیں...... میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔'' ان کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا۔

''تمہارے یہ کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' تمہارا چہرہ' تمہاری خاموشی سب کچھ سمجھا دینے کے لیے کافی ہے۔'' وہ کچھ ڈپٹنے والے انداز میں بولی تھیں۔

''جو کچھ ہوا تھا اس پر اگر کوئی شرمندہ نہیں ہے تو تم یہ رویہ اختیار رکھنے میں حق بجانب ہو' شمس تمہارے سامنے کچھ کہہ نہیں پاتے مگر میں جانتی ہوں کہ وہ کتنے نادم ہیں۔''

''کسی کے نادم یا شرمندہ ہونے سے سب کچھ پہلے جیسا نہیں ہو جائے گا۔'' وہ اسی تلخی سے بولا تھا۔

''پہلے ایسا کیا تھا جو اَب تمہیں بدلا ہوا دکھائی دے رہا ہے؟'' سدرہ نے پوچھا تھا۔

''سب کچھ بدل چکا ہے' یہاں تک کہ وہ انسان بھی جس کی وجہ سے آپ یہاں موجود مجھ سے سوال کر رہی ہیں۔'' کرسی سے اٹھتے ہوئے وہ اب ان کے بالمقابل تھا۔

''وہ ہرٹ ہوا ہے' میری وجہ سے اسے تکلیف پہنچی' یہ سب کو نظر آ گیا مگر میں کیا کچھ برداشت کرتا رہا ہوں یہ کسی کو نظر نہیں آیا ہے' سب خوش ہیں

مگن ہیں بس ایک میں ہی ......" سرخ چہرے کے ساتھ وہ یکدم ہی خاموش ہوا تھا۔

"سب کو سب کچھ نظر آ رہا ہے، یہاں کون تمہیں بے حس نظر آتا ہے؟ سب کو پرواہ ہے تمہاری، تم شمس کو ایک موقع تو دو کچھ کہنے کا۔ تمہاری یہ خاموشی ان کیلئے کتنی اذیت کا باعث ہے اس کا اندازہ تم بھی لگا سکتے ہو، تمہیں سارہ پر غصہ ہے تو اس غصے کو ایسے انسان پر مت اتارو جس کا کسی معاملے سے کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو اور جہاں تک بات سارہ کی ......"

"مجھ سے اس کی کوئی بات نہ کریں براہ کرم ...... کیونکہ میں سننا ہی نہیں چاہتا۔" یکدم ہی وہ ان کی بات کاٹتا ان کے سامنے سے ہٹ گیا تھا اور اگلے ہی پل کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ فق چہرے کے ساتھ سارہ نے اسے دیکھا تھا جو جارحانہ انداز میں سیڑھیاں اترتا باہر کی سمت جا رہا تھا۔

"اس وقت اُس کے پیچھے مت جاؤ۔" شاہ رخ اس کے پیچھے جانا چاہ رہا تھا جب شمس نے اسے روکا تھا۔

❋❋❋

منتشر دل و دماغ کے ساتھ وہ بس سڑک کے کنارے چلتا جا رہا تھا، اس طرح چلتے رہنا شاید اس کے لیے کتھارسس کا ایک ذریعہ تھا، تیز ہارن پر وہ چونک کر قریب رکتی گاڑی کی طرف متوجہ ہوا تھا حالانکہ اس وقت وہ کسی بھی مانوس چہرے کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا مگر اخلاقی اقدار نے اس عمل کی اجازت نہیں دی تھی۔

"بہت اچھا ٹریک چنا ہے واک کے لیے۔" گاڑی سے اترتے شخص نے نہایت خوش اخلاقی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔

"تم کہاں ہو آج کل......؟ کافی دن بعد ملاقات ہوئی ہے ہماری۔" شیث نے کہا تھا۔

"ہم تو ہمیشہ سے ہی تمہارے اردگرد رہے ہیں، تم ہی بے خبر رہے۔"

"تمہاری شکایت بجا ہے رضی! مگر اب انشاءاللہ رابطے میں رہیں گے۔" شیث نے کہا تھا۔

"مجھے تمہاری اس بات پر بالکل یقین تب ہوگا جب تم میرے گھر چلو گے ابھی۔"

"اس وقت نہیں رضی! تم مجھے ایڈریس بتا دو، میں ایک دو دن بعد ضرور آؤں گا۔"

"اب تم مجھے ناراض کر رہے ہو، یہاں سے بس چند منٹ کی ڈرائیو پر میرا اپارٹمنٹ ہے، تم آدھا گھنٹہ بھی مجھے نہیں دے سکتے۔" رضی کی ناراضگی پر وہ تذبذب کے باوجود انکار نہیں کر سکا تھا۔ رضی کی فیملی کسی زمانے میں اس کے پڑوس میں ہی تھی، اسکول میں رضی اس کا سینئر بھی تھا اور بس جان پہچان کے علاوہ کچھ کنکشن نہیں تھا، چند سال پہلے رضی کی فیملی بیرون ملک سیٹل ہوگئی تھی، اپنے کزنز سے ہی اسے معلوم ہوا تھا کہ رضی اسی شہر میں ہے وقتاً فوقتاً اسے رضی کی مشکوک سرگرمیوں کی اطلاعات بھی ملتی رہی تھیں اور یہ بھی کہ وہ لاک اپ میں بھی چند بار سزا بھگت چکا ہے، رضی کے بارے میں یہ سب جان کر وہ حیران ضرور ہوا تھا کہ رضی کافی ویل آف ایجوکیٹڈ فیملی سے بی لونگ کرتا تھا، چند ماہ پہلے سرراہ شیث سے اس کی ملاقات ہوئی تھی اور اس کے بعد بھی اتفاقیہ طور پر جیسے کہ آج۔

"مجھے امید ہے تمہیں میرا اپارٹمنٹ پسند آئے گا۔" شیث کے ہمراہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہوئے وہ خوشدلی سے بولا تھا۔

"تم یہاں تنہا رہتے ہو؟" اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے شیث نے پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے، ویسے دوست یار اکثر محفل جمائے رکھتے ہیں، تم یہ بتاؤ کیا پینا پسند کرو گے؟"

"کوئی تکلف نہ کرو، ویسے بھی میں زیادہ دیر نہیں رک سکوں گا، میں بس تمہارا اپارٹمنٹ دیکھنا چاہتا ہوں، فیوچر میں میرا ارادہ ہے کہ ایک ایسا ہی اپارٹمنٹ حاصل کروں۔"

"بالکل، بلا اجازت آزادی سے تم ہر جگہ دیکھ سکتے ہو۔" رضی بولتا ہوا لیونگ روم سے نکل گیا تھا، جبکہ شیث کچھ چونکتے ہوئے اس کمپیوٹر ٹرالی کی سمت گیا تھا جہاں موجود مخصوص قسم کی سی ڈیز اور میگزینز کے انبار نے رضی کی اس شہرت کی تصدیق کر دی تھی جو وہ سنتا رہا تھا، ٹرالی سے دور ہٹتے ہوئے وہ واپس آتے رضی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تم اب تک یہیں رکے ہو، اتنے فارمل نہ ہو، خود سارا اپارٹمنٹ دیکھو۔" رضی بول رہا تھا جبکہ شیث دنگ نظروں سے اس چیز کو دیکھ رہا تھا جسے رضی نے ٹیبل پر سجا دیا تھا۔

”رضی! یہ چیز یہاں سے لے جاؤ۔“ ناگواری سے ضبط کیے وہ بولا تھا۔

”جسٹ فار انجوائے منٹ یار! بہت لائٹ ہے۔“

”تمہیں یہ کام کرنا ہے تو میرے جانے کے بعد کر لینا مگر میں اس چیز کی جانب دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں جس سے مجھے میرے رب نے میرے پیغمبر نے روکا ہے۔“ وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

”جانے بھی دو‘ کس دنیا میں رہتے ہو تم؟“ رضی نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا تھا۔

”اس دنیا میں جہاں انسان اور حیوان میں واضح فرق موجود ہوتا ہے۔“

”یعنی تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ میں ایک جانور ہوں۔“ رضی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

”جس غلاظت کو تم تواضع کے لیے اٹھا لائے ہو اسے حلق میں انڈیل کر واقعی انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔“ شیث کے سخت لہجے پر رضی کے تاثرات بدلے تھے۔

”رضی! تمہارا تعلق ایک باعزت گھرانے سے ہے‘ تمہارے یہ شوق تمہیں صرف تاریکی کی سمت لے جا سکتے ہیں‘ ابھی وقت ہے سنبھل جاؤ‘ یہ میرا پُر خلوص مشورہ ہے۔“

”میں کیا ہوں‘ میں اچھی طرح جانتا ہوں‘ مجھے تمہارے وعظ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں یہ بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کیا ہو اور تمہاری حقیقت کیا ہے۔“ رضی کے تلخ لہجے پر شیث کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے۔

”بہت شکریہ مجھے اپنے ساتھ یہاں لانے کا‘ تمہیں پہچاننے کا یہ اچھا موقع ملا مجھے۔“ سرد لہجے میں بول کر شیث نے جانے کیلئے قدم بڑھائے تھے۔

”تم مجھے اس طرح بے عزت نہیں کر سکتے۔“ رضی بھڑک کر اس کے راستے میں آیا تھا۔

”پارسا مت بنو‘ میں نے تمہاری طرح عیاشی کو جبر کے پردے میں نہیں چھپایا......“ رضی کی آواز بلند ہوئی تھی جب شیث کا ہاتھ اس کے جبڑے سے ٹکراتا اسے چت کر گیا تھا۔

”امید ہے کہ آئندہ کسی انسان پر کیچڑ پھینکنے سے پہلے تم آئینے میں اپنا سیاہ چہرہ ضرور دیکھو گے۔“ بھنچے لہجے میں اس نے شعلہ بار نظروں سے رضی کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ باہر کا رخ کیا تھا۔

”تمہیں مجھ سے معافی مانگنے کے لیے دوبارہ یہاں آنا ہوگا‘ میں تمہیں مجبور کر دوں گا‘ تم دیکھو گے میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔“ پیچھے رضی اسے سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتا رہ گیا تھا۔

⁂

گرم شال میں قید وہ برآمدے میں آئی تھی‘ رات کی تاریکی میں اسے دیکھ بھی سکتی تھی جو یخ بستہ ہواؤں سے بے پرواہ کرسی پر موجود تھا۔ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی وہ اس کی طرف گئی تھی۔

”اندر چلو شیث! یہاں بہت سردی ہے۔“ وہ بمشکل بول سکی تھی۔

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“ اس کا لہجہ سرد ہی تھا۔

”بہت فرق پڑتا ہے‘ کم از کم مجھے تو......“

”کچھ باور کروانے کی ضرورت نہیں‘ حقیقت کیا ہے اس کا اندازہ ہے مجھے۔“ وہ سارہ کی بات کاٹ گیا تھا۔

”تم کب تک میرے ساتھ یہ اجنبی رویہ رکھو گے؟ تم میری کوئی بات سننا نہیں چاہتے‘ اپنے دل کی بات کرتے نہیں ہو‘ بتاؤ میں کیا کروں؟“ وہ نم لہجے میں بولی تھی۔

”کچھ کہنے سننے کی کسر نہیں رہ گئی‘ لہٰذا کوئی گلٹ نہ رکھو۔“ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا۔

”پہلی بار میرا اس گھر میں رہنا مشکل ہو رہا ہے۔“ وہ لرزتی آواز میں بولی تھی۔

”اور میرا اس دنیا میں۔“ وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

”تم اندر جاؤ‘ میرے پاس تو کچھ قابل فخر نہیں مگر تم پر کوئی دوبارہ کیچڑ اچھالے یہ برداشت نہیں ہوگا۔“ اس کی بھنچی آواز پر وہ دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھتی واپس پلٹ آئی تھی۔

گہری سانس لے کر وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو برآمدے کے اسٹیپس پر بیٹھی تھی‘ سرد ہواؤں میں ہوتا اضافہ اس کے نازک وجود کیلئے نقصان دہ ثابت ہوسکتا تھا۔

ایک پل کو رک کر اس نے سارہ کے اٹھنے کا انتظار کیا تھا پھر خاموشی کے ساتھ گرلز بند کرنی شروع کر دی تھیں۔ اندر کی طرف جاتے ہوئے وہ رک کر اس کی طرف پلٹا تھا جو گرلز کے پاس ساکت تھی۔

”کیا تم یقین کرو گے......؟ تمہارے لیے مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں ہے‘ شیث! تم جیسا چاہتے ہو میں اب وہی کروں گی۔“ دو قدم اس کی جانب بڑھتے ہوئے وہ بھیگی آواز میں بولی تھی۔

”یہ بے معنی اعتراف بس کوفت میں مبتلا کر سکتے ہیں‘ البتہ یہ آنسو ان سب کو تکلیف ضرور دیں گے جو تمہیں کچھ زیادہ ہی عزیز رکھتے ہیں‘ جیسے کہ تمہارے عاشر بھائی۔“ اس کے طنزیہ لہجے پر وہ سن کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی جو گلاس ڈور کے پیچھے غائب ہو چکا تھا۔

”محبت میں بس یہی ایک خامی ہے یہ اپنی گہرائیوں میں لے جائے تو سانس لینا ناممکن‘ سطح پر چھوڑ دے تو اسے عبور کرنا محال ہوتا ہے۔“ بوجھل ہوتے دل کے ساتھ اس نے سوچا تھا۔

❋❋❋

اپنے پورشن سے باہر آتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نظر دوڑائی تھی۔ چھٹی کا دن تھا اور موسم صبح سے ہی سرد مگر خوشگوار تھا‘ اس لیے گھر کے تقریباً سارے مرد حضرات باہر موجود تھے‘ کچھ باتوں میں مشغول تھے جبکہ زیادہ تر اپنی سواریوں کی دھلائی چمکائی میں مگن تھے۔ دھیرے دھیرے اپنی اسٹک کے سہارے وہ آہنی گیٹ کی سمت بڑھ رہا تھا جب کچھ چونک کر گیٹ کی نچلی جالیوں کے پاس اس نے رکتے دو پیروں کو دیکھا تھا تب ہی درمیانی گیٹ تھوڑا سا کھلا تھا مگر اگلے ہی پل وہ جو بھی تھی اندر پھیلی رونق پر شاید جھجک کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ عاطف دور سے ہی اس کے تذبذب کو محسوس کر گیا تھا اس لیے اپنی رفتار بڑھا کر جلدی گیٹ تک پہنچنا چاہتا تھا مگر یہ بھول گیا تھا کہ بہت ساری عقابی نظریں اس سے پہلے سنہری پٹیوں میں جکڑے پیروں تک پہنچ چکی ہیں۔ سب سے پہلے شان لپکتا ہوا آگے بڑھا تھا مگر عاطف کی آواز نے اس کے قدم روکے تھے۔

”واپس جاؤ۔“ اس نے خشمگیں نظروں سے شان کو گھورا تھا۔

”فوراً مومو یا کسی اور لڑکی کو بھیجو۔“

”موموکو بھیجنا مناسب نہیں ہوگا میں کسی لڑکی کو بھیجتا ہوں۔“ بری طرح کھسیا کر وہ عاطف کو مسکرانے پر مجبور کرتا وہاں سے گیا تھا۔

سامنے موجود اس شخص کی سنجیدہ سوالیہ نظروں پر وہ بس ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔

”آپ کو کس سے ملنا ہے؟“ بالآخر عاطف کو ہی پہل کرنی پڑی تھی۔

”جی! وہ سارہ......“

”آپ کو سارہ سے ملنا ہے‘ وہ ہیں آپ اندر آ جائیں۔“ گھبرائی لڑکی کی مشکل آسان کرتا وہ اسے اندر آنے کا راستہ دے گیا تھا اور پلٹ کر شان کی تلاش میں سامنے دیکھا تھا جہاں وہ اپنے کزن کے ساتھ کھڑا اسی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے یقیناً عاطف کی ہدایت پر جان بوجھ کر عمل نہیں کیا تھا۔

”آپ ایسا کریں‘ سامنے والے گھر کی طرف چلی جائیں‘ سارہ وہیں ملیں گی۔“ عاطف کی ہدایت پر اس نے مزید گھبرا کر دور نظر آتی سفید عمارت کو دیکھا تھا۔

”میں وہاں تک اکیلی کیسے جاؤں گی‘ آپ مجھے وہاں تک لے چلیں۔“ سہمی آواز پر عاطف نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جس کا چہرہ سیاہ چادر کے گھونگھٹ میں چھپا جا رہا تھا۔

”آیئے۔“ ناچاہتے ہوئے بھی وہ اسے ساتھ لیے آگے بڑھا تھا حالانکہ یہ بہت مشکل تھا جب کئی شرارتی نظریں وہ خود پر محسوس کر رہا تھا۔ قریب کوئی ایسا بااعتبار بندہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا جس پر وہ اس خوفزدہ خاتون کی ذمہ داری ڈالتا۔

”سنیں..... آپ مجھے سارہ کے پاس ہی لے جا رہے ہیں؟“ سہمی آواز پر وہ یکدم ہی رک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”آپ کو کیا لگ رہا ہے محترمہ! میں کہاں لے جا رہا ہوں؟“ عاطف کے ناگوار لہجے پر اس کے چہرے کا رنگ مکمل اڑ گیا تھا۔

”آپ کے حکم پر میں آپ کی مدد کر رہا ہوں‘ اور آپ یہ سوال کر کے میری انسلٹ کر رہی ہیں۔“ اس کے سخت لہجے پر وہ یقیناً آنسو بہانا شروع کر دیتی اگر وہاں سارہ نہ پہنچ جاتی۔

”شکر آپ یہاں ہیں‘ میری دوست پہلی بار یہاں آئی ہے مگر وقت سے پہلے ہی آ گئی ورنہ میں اسے گیٹ پر ہی ریسیو کرتی۔“ سارہ مسکراتے ہوئے عاطف سے مخاطب تھی۔

”زینب! یہ موموکے بھائی ہیں۔“ سارہ یکدم ہی رکی تھی جب اس نے عاطف کو فوراً ہی وہاں سے پلٹ کر جاتے دیکھا تھا‘ کسی غیر معمولی بات کا اسے احساس ہوا تھا جو اس نے چونک کر خاموش کھڑی زینب کے فق چہرے کو دیکھا تھا۔

”یہاں آتے ہی تم نے اپنی ذہانت کے تیر چلا دیئے۔“ مسکرا کر اس نے زینب کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔

”وہ سب مجھے ایسے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے کہ مجھے سب پر ہی شک ہونے لگا تھا‘ تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ اتنے ڈھیر سارے لوگوں کے درمیان رہ رہی ہو‘ اگر تم مجھے گیٹ پر مل جاتیں تو میں یہ بے وقوفی نہ کرتی۔“ وہ خفت سے بولی تھی۔

”جس گھونگھٹ میں تم مشکوک انداز میں چل رہی تھیں ہر انسان نے ہی تمہاری طرف متوجہ ہونا تھا۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”تم میری طرف سے ان سے معافی مانگ لینا‘ میں نے واقعی بہت غلط کہا تھا۔“ زینب افسردہ ہو کر بولی تھی۔

”تم بلاوجہ پریشان ہو رہی ہو‘ وہ بہت اچھے انسان ہیں‘ میرے سامنے تو وہ ذکر بھی نہیں کریں گے مگر میں پھر بھی تمہاری طرف سے ایکسکیوز کر لوں گی۔“ سارہ نے اسے تسلی دی تھی۔

”اچھا یہ بتاؤ تمہارے منگیتر کیسے ہیں؟“ سارہ نے تنگ کرنے والے انداز میں پوچھا تھا۔

”ٹھیک ہی ہوں گے مگر تم اس کی کوئی بات مت کرنا‘ میں تمہارے ساتھ یہاں اچھا وقت گزارنے آئی ہوں۔“ زینب کے بجھے لہجے پر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔

”زینب! ایک سال ہونے والا ہے تمہاری انگیجمنٹ کو‘ وہ اب تک تمہارے دل میں جگہ نہیں بنا سکا ہے؟ انگیجمنٹ میں ہی میں نے معیز کو دیکھا تھا وہ اور اس کے باقی گھر والے بھی مجھے بہت اچھے اور تہذیب یافتہ لوگ لگے تھے‘ پھر کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟“

”تہذیب یافتہ.....“ زینب کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ لہرائی تھی۔

”زینب! آج مجھ سے کھل کر بات کرو‘ تم دوست ہو میری‘ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کیا چاہتی ہو‘ تمہاری پوری زندگی کا سوال ہے۔“

”تم جانتی ہو میرا دل نہ کل راضی تھا نہ آج راضی ہے.....“

”اور میں نے تم سے ہزار بار کہا ہے کہ مجھے اپنے گھر والوں سے تمہارے دل کی بات کہنے دو۔“ سارہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔

”جب کوئی میری ایک نہیں سن سکا تو تمہاری مداخلت پر کون کان دھرے گا۔“

”بے وقوفی مت کرو‘ یہ تمہارا حق ہے اگر تمہارا دل اب تک مطمئن نہیں ہے تو یہ بہت خطرناک ہے آگے کیلئے‘ تمہیں احتجاج کرنا چاہیے۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”یہ آسان نہیں ہے‘ تم جانتی ہو اچھے رشتوں کا کال ہے‘ میرے علاوہ میری اور چار بہنیں بیٹھی ہیں‘ ماں میری دل کی مریضہ ہے‘ گھر کے حالات تمہارے سامنے ہیں‘ اب بھی انکار کیلئے زبان کھولوں گی تو کتنی بددعائیں سمیٹوں گی۔ زندگی پہلے ہی کون سی سکون سے بھری ہے۔“ زینب کے جذباتی انداز پر وہ چند لمحوں کیلئے خاموش ہو گئی تھی۔

”مجبوریوں کی ان ہی تاریکیوں میں روشنی کی کرن پھوٹتی ہے زینب! بس ہمت نہیں ہارنا‘ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں‘ سب کے ساتھ

اپنی ذات کو بھی اہمیت دو‘ سب کی سنو مگر فیصلہ کرنے کا اختیار اپنے پاس رکھو‘ ابھی وقت ہے تمہارے پاس۔“ اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے سارہ نے اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی‘ اس کے ساتھ ہی سدرہ کی آمد پر ماحول اور گفتگو کا رخ بدل گیا تھا۔

* * *

بگڑے تیوروں کے ساتھ وہ شان کی طرف آیا تھا جو گاڑی کے بونٹ پر نیم دراز اسی کی طرف متوجہ تھا۔

”اسے اپنی زبان میں سمجھا دو مجھ سے دور رہے‘ جہاں جا رہا ہوں میرے پیچھے آ رہی ہے‘ دماغ خراب ہو گیا میرا تو سب کے سامنے اپنی اوقات بتا دوں گا‘ سب نظارہ کر لیں گے کہ کتنا واہیات Women's beater ہوں میں۔“ مشتعل وہ شان سے مخاطب تھا اسی دوران موموبھی قریب آ رکی تھی۔ شان کے مشورے کے مطابق اس وقت بھی اس نے زمانے بھر کی مسکینی چہرے پر سجا رکھی تھی۔

”کب معاف کرو گے؟ میرے تو حلق سے نوالہ نہیں اتر رہا تمہاری ناراضگی میں۔“

”یہاں سے جھوٹ شروع ہو رہا ہے۔“ شان نے درمیان میں ہی شاہ رخ کو خبردار کیا تھا جبکہ مومو نے بری طرح تلملا کر اسے گھورا تھا۔

”مجھے کوئی جھوٹ سچ سننا ہی نہیں ہے اور نہ میں سن رہا ہوں۔“ بے نیازی کے ساتھ شاہ رخ اپنے سیل فون کی طرف متوجہ رہا تھا۔

”بات سنو زیادہ نخرے نہ دکھاؤ‘ اگر میں تمہارے آگے پیچھے گھوم سکتی ہوں تو تمہارے بڑے بھیا کے دربار میں بھی جا سکتی ہوں پھر دیکھتی ہوں تمہاری یہ اکڑفوں کہاں غائب ہوتی ہے۔“ مومو مزید ضبط کا مظاہرہ نہ کر سکی تھی۔

”شوق سے جاؤ اور اس خطاب کا ذکر بھی کرنا جو تم نے مجھے دیا ہے۔“ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتا وہ گراؤنڈ کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”اُف…… مر گیا۔“ گھٹنے کو سہلاتے ہوئے شان کراہ اٹھا تھا۔

”گھٹیا قسم کے آئیڈیے دے کر اپنی انجوائے منٹ کا سامان کر لیا۔“ وہ شان پر غرائی تھی۔

”ارے چھوڑو ایک تو اوورایکٹنگ کرتی ہو اور میرے مشوروں کو گھٹیا کہتی ہو۔ پرانے ہو کر گھس چکے ہیں یہ ڈائیلاگ‘ حلق سے نوالہ نہیں اتر رہا۔“ خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے ہوئے شان نے اس کی نقل اتاری تھی۔

”سوہنی‘ سسی ٹائپ کی چیز قطعی نہیں ہوں میں۔“ مومو نے ناک پر سے جیسے مکھی اڑائی تھی۔

”اب سر پر جوتے برساؤں گی تب جا کر دوسرا آئیڈیا اگلو گے۔“

”میں آئیڈیے بنانے کی مشین نہیں ہوں‘ جا کر اب سارہ کا دماغ خرچ کرو‘ اسے تو شاہی اپنا قتل بھی معاف کر سکتا ہے۔“

”بخش دو اس کو‘ چھوٹے بھیا نے پہلے ہی ٹینشن میں اسے ڈال رکھا ہے۔“ مومو نے بیزاری سے کہا تھا۔

* * *

گراؤنڈ میں جاری باسکٹ بال کی طرف متوجہ وہ اس وقت وہاں تنہا ہی بیٹھا تھا جب شمس اور سدرہ کی آمد ہوئی تھی۔

”یہاں اس طرح تنہا کیوں بیٹھے ہو؟“ بغور اس کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھے تھے۔

”مجھے تنہا کر دیا گیا ہے اسی لیے تو یہاں تنہا دکھائی دے رہا ہوں۔“ عاطف کچھ شکایتی لہجے میں بولا تھا۔

”کوئی بات نہیں‘ اب ہم یہاں موجود ہیں تو تم تنہا نہیں ہو۔“ سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”آپ کا بہت شکریہ‘ مگر اس کی کمی کو کوئی پورا نہیں کر سکتا۔“ عاطف نے کچھ ناراضی سے کہا تھا۔

”اب اس طرح ناراض ہو کر شرمندہ مت کرو‘ میں تو خود تمہارے بھروسے پر بیٹھا تھا کہ تم کسی نہ کسی طرح اسے منا لو گے‘ وہ کیا سوچ رہا ہے‘ کیا کرنا چاہتا ہے……؟“

”آپ مجھے بتائیں میں کس بات کے لیے اسے مناؤں؟ مجھے تو یہ تک نہیں معلوم میں نے کیا غلط کیا ہے؟ اس کے باوجود میں اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہ مستقل کترا رہا ہے‘ نہ کال ریسیو کرتا ہے نہ میسیجز کا کوئی جواب دے رہا ہے‘ اسے یہ تک پرواہ نہیں ہے کہ میں کس قدر ہرٹ ہو رہا ہوں۔“ عاطف شدید تاسف کے ساتھ بولتا چلا گیا تھا۔

”تم اس کی طرف سے اپنا دل خراب مت کرو‘ تمہیں اندازہ ہو چکا ہوگا کہ وہ کتنا ڈسٹرب ہے۔“ سدرہ کچھ شرمندہ لہجے میں بولی تھیں جس پر اس

نے شمس کے متفکر چہرے کو دیکھا تا جو بالکل خاموش تھے۔

”مجھے اندازہ ہے، وہ کسی سے نہیں مگر مجھ سے تو اپنی پریشانیوں کو ڈسکس کر سکتا ہے مگر میں پھر بھی اپنی کوشش جاری رکھوں گا جب تک وہ اپنے خول سے باہر نہ نکل آئے، آپ سب اسے کسی چیز کیلئے فورس نہ کیجیے گا۔“ عاطف نے تاکید کی تھی۔

⁂

”شمس نے فون پر مجھے کچھ دن پہلے بتایا تھا کہ تم ڈسٹرب ہو کسی بات کو لے کر، کیا وجہ یہی ہے جو تم نے مجھے بتائی ہے؟“ ڈاکٹر منصور نے بغور اسے دیکھا تھا۔

”آپ وجہ بھی ان سے پوچھ لیتے؟“ وہ کوفت سے بولا تھا۔

”اب یہ شکایت مت کرنا کہ شمس تمہاری ہر معمولی غیر معمولی سرگرمی سے مجھے باخبر کر دیتے ہیں۔ تم جانتے ہو وہ کس حد تک تمہارے لیے پوزیسو ہیں۔“

”نہیں شاید وہم ہوا ہوگا، میں نے جو آپ کو معاملہ بتایا ہے بس اسی پر آپ سے ڈسکشن کیلئے آیا ہوں۔“

”کیا یہ فضول معاملہ تمہارے لیے ذہنی پریشانی کا باعث ہے؟“

”ہرگز نہیں، میں بس آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔ یہ ایسا معاملہ نہیں تھا کہ میں آپ کے علاوہ کسی سے بات کرتا، اس صورتحال نے مجھے وقتی طور پر غصے میں مبتلا ضرور کیا تھا، میں شاکڈ بھی تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں۔“ وہ بولا تھا۔

”شیث! تمہیں یاد ہوگا کہ تمہارے تمام سیشن کے بعد تفصیلی گفتگو میں، میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی تھرڈ پرسن پر اندھا اعتماد کرنے کی کوشش مت کرنا۔ تمہارے حصار کے اندر جتنے لوگ ہیں وہ کافی ہیں، جس صورتحال نے تمہیں اشتعال میں مبتلا کیا، تم نے اس شخص کو جان سے مار دینے کا سوچا، تو مجھے یہ بتاؤ کہ ایسی نوبت ہی کیوں آئی؟ جس دور میں تم سانس لے رہے ہو اس میں ہر انسان کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے، تم خود ایک ایسے ادارے سے منسلک ہو جہاں ٹریٹمنٹ کیلئے تحفظ کیلئے آنے والے وکٹم میں لڑکوں کی تعداد زیادہ ہے، بطور تھراپسٹ میری عمر گزری ہے اس کام میں، جیسے جیسے شعور و آگہی میں اضافہ ہو رہا ہے یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے کہ جبری encounters کی لسٹ میں male victims کی تعداد قابل دید ہے۔ سمندر کی لہروں میں شاید اتنی طاقت نہ ہو جتنی طاقت مغرب سے آنے والی سیاہ ہولناک لہروں میں ہے، ہمارے معاشرے میں یہ مخصوص وبا کس حد تک پھیلی ہے اس کا اندازہ ان کیسز سے لگایا جا سکتا ہے جو سامنے ہیں جبکہ بے شمار تو منظر پر ہی نہیں آئے، کئی لوگ violence کو خاموشی سے سہہ گئے، اس وبا کو میں ذہنی بیماری کا نام ہی دوں گا جس کے بارے میں بات کرنے سے لوگ کتراتے ہیں، شرم محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اپنی موجودگی کا احساس بڑی دلیری سے دلاتی ہے۔ یہ بیماری ایک غیر فطری کشش ہے، تمہارا وہ نام نہاد دوست بھی اسی بیماری کا شکار ہے اور بے راہ روی کے راستے پر چل رہا ہے لہٰذا تم اس کی قابل رحم حالت پر فوکس نہ رکھو، اس جیسے مریضوں کی کمی نہیں ہے یہاں۔ اب دوبارہ اس شخص سے سامنا ہو تو مکمل اگنور کرو۔ کسی بات کیلئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم ایک نارمل انسان ہو سو اپنے تعلقات اپنے ہی جیسے مہذب انسانوں سے قائم رکھو۔“ ڈاکٹر منصور نے تفصیلی گفتگو کے ساتھ اسے تاکید کی تھی۔

”مجھے امید ہے کہ دوبارہ کبھی ایسا موقع آیا تو تم باآسانی سب فیس کر لو گے، اس کی دھمکیوں کی پرواہ تم مت کرنا فی الحال۔“

”اس کی دھمکیوں کی مجھے پرواہ ہے بھی نہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ میری فیملی کو میری وجہ سے کوئی شرمندگی اٹھانی پڑے۔“ وہ بولا تھا۔

”تمہاری یہ فکر بھی بے بنیاد ہے، تمہاری فیملی تم سے پہلے منہ توڑ جواب دینے والی ہے۔ زندگی میں ایسے کئی ناقابل برداشت حالات کا سامنا صرف تمہیں نہیں مختلف صورتوں میں سب کو ہی کرنا پڑتا ہے، بس خود کو مضبوط رکھو، تم درست راستے پر چل رہے ہو، اپنے ضمیر کی عدالت میں پاک دامنی کے ساتھ موجود ہو یہ کافی ہے۔“ ڈاکٹر سمجھانے والے انداز میں بولے تھے۔

”جو کچھ تمہاری زندگی میں ہو چکا ہے اس کے بارے میں سوچنے یا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں مگر جو کچھ ابھی زندگی میں نہیں ہوا اس کے بارے میں ضرور سوچو۔“

”جیسے کہ......؟“ شیث نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

”جیسے کہ تمہاری شادی، جس کے ذکر پر ہی تمہارے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول کھل جاتے ہیں۔“ ان کے گھرکنے والے انداز پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

* * *

لائٹس آف کرتیں وہ اس کی سمت آئی تھیں جو ٹی وی کی روشن اسکرین پر نظر جمائے صوفے میں دھنسی بیٹھی تھی۔ کچھ چونک کر اس نے سدرہ کو دیکھا تھا اور پھر بال سمیٹ کر دائیں شانے پر ڈالتی ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

”آج سردی کچھ بڑھ نہیں گئی؟“ سدرہ نے تائید چاہی تھی۔

”جی...... آپ سوئی نہیں اب تک؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”بس ایسے ہی نیند نہیں آرہی تھی، ہنی تمہارے پاس سونے کا کہہ گئی تھی کہاں ہے وہ؟“

”باہر ہے شیث کے پاس، ابھی بلاتی ہوں۔“ بند آنکھوں کے ساتھ اس نے کہا تھا۔

”کیا سوچ رہی ہو؟“ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھیں۔

”وہ ٹھیک نہیں ہے۔“ اس نے مدھم آواز میں کہا تھا۔

”تم اس سے بات کرنے کی کوشش کرو۔“ سدرہ نے کہا تھا۔

”وہ موقع ہی نہیں دیتا، کچھ سننے سمجھنے کے لیے راضی نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ میری طرف دیکھتا بھی نہیں ہے۔“ وہ نم آنکھوں کے ساتھ بولی تھی۔

”اس نے ایسا اجنبی برتاؤ کبھی نہیں اختیار کیا، میں اپنی ہر غلطی ہر گناہ مانتی ہوں مگر وہ مجھے معاف کرنے پر تیار نہیں۔“

”خود کو پریشان مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ سدرہ نے تسلی دی تھی جبکہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

”اس رات آپ نے میرے بارے میں اس سے کوئی بات کی تھی جو وہ بگڑ کے گھر سے نکل گیا تھا؟“ اس کے سوال پر سدرہ کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیا جواب دیں۔

”آپ کچھ نہ بتائیں مگر میں جانتی ہوں وہ مجھ سے اتنا بدظن ہے کہ میرا ذکر تک سننا گوارا نہیں کیا ہوگا۔“ اس کی درست قیاس آرائی پر سدرہ نظر چرا گئی تھیں۔

”آپ اس کے سامنے نہ میرا ذکر کریں گی اور نہ ہی مجھے سپورٹ کریں گی، میں نہیں چاہتی کہ اس کی نظروں میں میری ذات بالکل ہی گر جائے۔“

”میں ایسا کچھ نہیں کر رہی سارہ! اور تم بھی غیر ضروری باتوں کے بارے میں سوچ کر خود کو ٹارچر مت کرو، سب کچھ ٹھیک ہونے میں اگر کچھ وقت لگتا ہے تو اسے وقت دو، تم ہمیشہ ہر جگہ درست نہیں ہو سکتی ہو۔ سب لوگوں کو ایک ساتھ اپنی طرف سے خوش نہیں رکھ سکتیں۔ اگر تمہیں یہ احساس ہے کہ تمہاری وجہ سے وہ ٹوٹ گیا ہے تو تمہارا یہ احساس ہی تمہیں اس کی نظروں میں سرخرو کرے گا۔“ ان کے سمجھانے والے انداز پر وہ خاموشی سے سر ہلاتی ان کے پاس سے اٹھ گئی تھی۔

ٹی وی آف کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو سوئی ہوئی ہنی کو اٹھائے لاؤنج میں آرہا تھا۔

”یہ سارہ کے کمرے میں سونے کا کہہ گئی تھی۔ لاؤ مجھے دو لے جاتی ہوں۔“ سدرہ نے ہنی کو لینا چاہا تھا۔

”میں لے جاتا ہوں آپ جا کر اسے بتا دیں۔“ اس کی ہدایت پر وہ سارہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

”ہنی سو گئی ہے، شیث آرہا ہے اسے لے کر۔“ سدرہ نے اسے اطلاع دی تھی۔ کمبل کھولتے ہوئے سارہ کی نظریں اس پر ہی تھیں جو کسی بھی جانب دیکھے بغیر ہنی کو بیڈ پر لٹاتا واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”سو جاؤ اب کچھ پڑھنے نہ بیٹھ جانا۔“ شیث کو باہر نکلنے کا راستہ دیتیں وہ سارہ کو ہدایت کرتیں دروازہ بند کر چکی تھیں۔

”شیث! لاک لگا دیئے تم نے؟“

”جی ہاں۔“ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا۔

”گڈ نائٹ۔“ سدرہ نے آواز لگائی تھی۔

”گڈ نائٹ۔“ وہ جواباً بولا تھا۔

”Loveyou۔“ کمرے کا رخ کرتے ہوئے سدرہ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”Loveyoutoo۔“ اس کے مسکراتے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنستی آگے بڑھ گئی تھیں۔

⁂

”تم ان سے بات کرو مومو! مجھے بات کرتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔“ سارہ نے التجا کی تھی۔

”اور میں جو کہہ رہی ہوں کہ بات تم کرو وہ بالکل نہیں ڈانٹیں گے ذرا سی مسکین شکل بنا لینا آخر تمہاری دوست کا معاملہ ہے اب آؤ وہ باہر موجود ہیں۔“ اس کا ہاتھ پکڑے موموآگے بڑھی تھی اور اگلے ہی پل وسلنگ کے ذریعے شاہ رخ کو متوجہ کیا تھا جو سیڑھیاں اترتا نیچے ہی آ رہا تھا۔

”شاہ رخ! موموتمہیں سوری کہنا چاہتی ہے۔“ سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”مائی فٹ۔“ خونخوار انداز میں بولتا وہ گلاس ڈور کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”میری جوتی بھی نہ کہے سوری۔“ مومو حلق کے بل چیخی تھی۔

برآمدے میں آ کر اس نے کوفت کے ساتھ شمس کو دیکھا تھا جو عاطف کے ساتھ ہی کھڑے نظر آ رہے تھے۔

”اب تو بالکل بھی بات نہیں ہو سکتی، وہ بھی وہاں موجود ہیں۔“ وہ جھلائی تھی۔

”وہ کون؟“ مومو نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تمہارے ناراض سیاں کے بھیا۔“ سارہ نے اسے گھورا تھا۔

”تو تمہارے سیاں کون سا واری صدقے ہیں تم پر، تمہارے سامنے آتے ہی رخ موڑ کر نکل جاتے ہیں پتلی گلی سے۔“ مومو کے استہزائیہ لہجے پر وہ کلس کر اسے دھمو کا جڑنا نہیں بھولی تھی۔

اپنی بات ادھوری چھوڑ کر وہ دونوں سارہ اور مومو کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

”آپ کو آپی بلا رہی ہیں۔“ قریب آتے ہی وہ شمس سے مخاطب ہوئی تھی۔

”تو؟“ انہوں نے حیرت سے مومو کے مسکراتے چہرے کو بھی دیکھا تھا۔

”تو جائیں، وہ انتظار کر رہی ہیں۔“ وہ خفیف سا ہو کر بولی تھی۔

”غلام ہوں تمہاری بہن کا کہ اس کے حکم پر سارے کام چھوڑ کر اس کے پاس چلا جاؤں۔“ ان کے گھر کنے والے انداز پر سارہ نے شرمندگی سے عاطف کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”مجھے آپ سے بات کرنی ہے اس لیے یہاں آئی تھی۔“ اعتماد بحال کرتی وہ فوراً ہی عاطف سے مخاطب ہوئی تھی۔

”ایسی کیا بات ہے جو مجھے یہاں سے بھیجنا ضروری تھا؟“ شمس بولے تھے۔

”میں وہی بات کرنے جا رہی ہوں اب آپ کی موجودگی میں۔“ اس کے زچ ہو جانے والے انداز پر شمس بمشکل مسکراہٹ روک سکے تھے۔

”آپ مجھے اور مومو کو پڑھانے کیلئے جو ٹائم دے رہے ہیں اس میں میری دوست کو بھی شامل کر لیں، زینب کی بات کر رہی ہوں۔“ وہ جھجکتے ہوئے بولی تھی۔

”کیا...... دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ وہ رات میں گھر آتا ہے پھر تم دونوں کیلئے وقت نکالے گا اور اب اس میں یہ ایک اور احمق شامل ہو رہی ہے، تباہ کرو گی کیا اس بےچارے کو۔“ عاطف کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شمس بول اٹھے تھے۔

”عاطف! اس کی باتوں میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”بات مکمل ہوئی نہیں اور آپ نے سارا کام خراب کر دیا۔“ مومو جل کر بولی تھی۔

”چپ رہو تم۔“ مومو کو جھڑکتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔

”بس وہ کر گئے فیصلہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔“ سارہ کی التجائی نظروں پر عاطف بھی جان چھڑا کر جانا چاہ رہا تھا جب وہ سرعت سے راستے میں آ گئی تھی۔

”عاطف پلیز! وہ صرف ہمارے ساتھ ہی تو بیٹھے گی آپ سے کوئی سوال بھی نہیں کرے گی، بس آپ اجازت دے دیں، میں اس سے وعدہ کر چکی ہوں۔“

”ہرگز نہیں...... اس سے کہو کسی انسٹیٹیوٹ کو جوائن کرے، میں گھر کو گھر ہی رہنے دینا چاہتا ہوں۔“ وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

”دو سے تین ہو جائیں گے تو کیا فرق پڑ جائے گا عاطف بھائی! وہ کتنی امید لے کر آئی تھی۔“ مومو نے ناراضی سے کہا تا۔

”اس دن زینب نے جو بے وقوفی کی تھی اس کیلئے وہ بہت شرمندہ ہے، آپ سے معافی مانگنے کی بات کر رہی تھی آپ اسے...... “ عاطف نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا تھا۔

”جیسی آپ کی مرضی۔“ سارہ پھولے چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

”ناراض کر دیا آپ نے، آپ ایسے نہیں مانیں گے۔“ عاطف کو گھورتے ہوئے مومو نے آستینیں چڑھائی تھیں اور اگلے ہی پل گھٹنوں کے بل بیٹھتی اس کے پیروں سے لپٹ گئی تھی۔

”کیا کر رہی ہو تم؟“ عاطف نے بوکھلا کر کہا تھا جبکہ کھلکھلا کر ہنستی سارہ کی نظریں سامنے اٹھی تھیں، سب کے ساتھ شیث بھی اسی جانب متوجہ تھا، اس کی سلگتی نظروں پر سارہ کے لبوں سے ہنسی معدوم ہوتی چلی گئی تھی۔

* * *

سدرہ کی پکار پر وہ ٹی وی آف کرتی ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں شمس اپنے لیپ ٹاپ میں مصروف تھے جبکہ سدرہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی تھیں۔

”کیا کہا تم نے عاطف سے، وہ مان گیا؟“ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے انہوں نے آئینے میں اس کے عکس کو دیکھا تھا۔

”میں نے کیا کہنا تھا، مومو نے اپنے ہی طریقے سے انہیں منا لیا۔“ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

”میں نے منع بھی کیا تھا اسے۔“ شمس نے خشمگیں نظر سارہ پر ڈالی تھی۔

”صرف ایک ڈیڑھ گھنٹے کی تو بات ہو گی اور یہ سارا وقت بھی وہ ہمیں نہیں دیں گے، بمشکل آدھا گھنٹہ وہ ہمیں سمجھائیں گے باقی وقت تو ہم پریکٹس میں نکالیں گے۔“ وہ منمناتے لہجے میں بولی تھی۔

”اتنی دور سے روز رات آنے جانے میں اسے مسئلہ نہیں ہو گا؟ آگے پیچھے بھی کچھ سوچ لینے کی زحمت کر لیا کرو۔“ وہ مزید بولے تھے۔

”اس کا بھائی یہ ذمہ داری اٹھا رہا ہے اسے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا، ویسے بھی اب زینب آنے کے لیے تیار ہے تو روک تو نہیں سکتی۔“

”اگر اسے آنے جانے میں کوئی پرابلم نہیں ہے تو ٹھیک ہے، مجھے تو بس عاطف کی فکر تھی، مروت میں ہی نہ مارا جائے۔“

”اب وہ ایسے بھی کوئی پہاڑ نہیں توڑ رہے۔“ کوفت سے بولتے ہوئے اس نے فوراً ہی زبان دانتوں تلے دبا کر شمس کو دیکھا تھا مگر وہ متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے سوئی ہوئی ہنی اور شیری کو دیکھا تھا۔

”آپ شیری کو بھی اتنی جلدی سلا دیتی ہیں۔“ سدرہ سے کہتے ہوئے وہ بے اختیار سکون سے سوئے شیری پر جھک گئی تھی جو اس کے چھوتے ہی کسمسا اٹھا تھا، بدک کر پیچھے ہٹتی وہ دروازے کی سمت گئی تھی۔

”اب کہاں جا رہی ہو اسے جگا کر...... واپس آؤ۔“ شمس کی گھرکتی آواز پر وہ بمشکل ہنسی روکتی لاؤنج تک آئی تھی۔ اندر آتے شیث نے بس ایک حیران نظر اس کے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالی تھی جبکہ وہ فوراً سنجیدہ ہوتی سرعت سے ٹیرس کی طرف گئی تھی۔

”شیث! تم نے وہ پلانٹس دیکھے جو خراب ہو گئے تھے؟“ جھجکتے انداز میں اس کے سوال پر وہ تیسرے اسٹیپ پر رکا تھا۔

”نہیں...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ ابھی اور کیا کیا دیکھنا ہے مجھے۔“ سرد لہجے میں بول کر وہ رکا نہیں تھا۔

اندر باہر پھیلتے ہولناک سناٹے میں گھری وہ وہیں اسٹیپس پر بیٹھ گئی تھی۔ کتنی محنت کی تھی اس نے' شان کی منتیں کر کر کے ان پلانٹس کے لیے دوائیاں' اسپرے اور پتا نہیں کون کون سی احتیاطی تدابیر ایکسپرٹ سے حاصل کی تھیں' پلانٹس کی حالت پر شان نے مایوس ہو کر اسے وقت برباد کرنے سے روکا تھا مگر وہ ایک موہوم سی امید کے ساتھ ڈٹی رہی تھی۔ صرف شیث کے چہرے پر خوشی دیکھنے کیلئے' اسے معلوم تھا کہ ٹیرس پر موجود سارے ہی پلانٹس کتنے کمیاب اور اس کے فیورٹ ہیں۔

ٹیرس کی تیز روشنی میں ان پلانٹس کو دیکھا تھا' اس سے پہلے بھی ان پلانٹس میں بیدار ہوتی زندگی اس کی نظروں سے چھپی نہیں تھی' وہ سمجھ گیا تھا انہیں زندگی کا لمس مل رہا ہے اور وہ حیران نہیں تھا۔ بغور وہ پلانٹس کا جائزہ لے رہا تھا جس کا ایک ایک پتا اور پھول ملنے والی توجہ اور لگن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

''کاش میرے مردہ ہوتے دل نے بھی ایک بار تمہیں بے چین کیا ہوتا۔ اس دل کے لیے بھی پریشان ہوتیں۔ تمہاری دھڑکنیں، جسے روند نے سے پہلے تم نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ اس کے ہر گوشے میں تمہارا ہی قیام تھا' قیام ہے اس کی کرچیوں میں بھی۔'' مدھم ہوا سے لہراتے سفید پھول کو چھوتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

* * *

'کیسا بنا ہے فروٹ چاٹ؟'' فروٹ چاٹ کا باؤل شان کے ساتھ شیئر کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

''زبردست۔'' شان نے ہاتھ روکے بغیر کہا تھا۔

''یہ شاہ رخ اتنا سنجیدہ کیوں ہو گیا ہے؟ موموسے ابھی تک ناراضی ختم نہیں ہوئی اس کی۔'' سارہ نے کہا تھا۔

''بہت اچھا کر رہا ہے' تھوڑا بہت تو سدھر ہی جائے گی' کل رات میں دو بجے اس نے کال کی تھی' میں جاگ گیا تو میں نے ہی ریسیو کر لی' اب اسے پتا ہی نہیں جس کے فون پر کال کی ہے وہ تو گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے۔''

''تم نے بتایا بھی نہیں۔'' سارہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''اس نے موقع ہی نہیں دیا' میں نے بھی سوچا نیند خراب ہو ہی گئی ہے تو تھوڑا انجوائے کر لوں۔''

''کتنی بری بات ہے۔'' سارہ نے اس کے ہنستے چہرے کو دیکھا تھا۔

''ویسے کیا کہہ رہی تھی؟''

''پہلے تو ایسے معافی مانگتی رہی جیسے ادھار واپس مانگ رہی ہے مگر پھر میری مسلسل خاموشی پر وہی شکوے شکایتیں اور جذبات کے اظہار شروع ہو گئے' آخر کار مجھے کہنا پڑا شاہ رخ سو رہا ہے صبح دوبارہ کال کر کے اس کا دماغ کھانا۔'' شان کے مزید بتانے پر وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔

''ایسا بھڑکی ہے کہ میں نے سیل ہی آف کر دیا۔''

''لو......اب خیر نہیں تمہاری' وہ خود آ گئی۔'' بمشکل ہنسی روکتے ہوئے اس نے شان کی توجہ دلائی تھی۔

''ذرا سی شرم ہے تو وہیں سے پلٹ جاؤ مجھ سے نظریں ملائے بغیر۔'' شان نے آواز لگائی تھی جبکہ وہ اسے گھورتی ہوئی دھڑ دھڑ سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چلی گئی تھی۔

''یہ لڑکی مجھے بہت سوئٹ لگتی ہے' اس گھر کی ساری لڑکیوں سے الگ۔'' سارہ نے کہا تھا۔

''ابھی دیکھنا منہ سجائے واپس آئے گی' شاہی اوپر ہی ہے چھوٹے بھائی کے کمرے میں۔'' شان نے کہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے ایک نظر کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ شاہ رخ پر ڈالی تھی اور پھر مرے مرے قدموں کے ساتھ شیث کی جانب گئی تھی جو اس وقت کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

''میں نے سنا ہے آج کل تم لوگوں کو بہت عمدہ عمدہ خطابات سے نواز رہی ہو۔'' بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اس نے مسکراتی نظر مومو پر ڈالی تھی جبکہ وہ سلگ کر شاہ رخ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''کس خبیث انسان نے یہ جھوٹی افواہ اڑائی ہے؟ میرے سامنے لے کر آؤ اسے۔'' مخاطب وہ شیث سے ہی تھی۔

”موجود ہوں میں‘ میں خبیث ہوں تو منہ پر جھوٹ بولنے والا کیا کہلاتا ہے؟“ شاہ رخ بپھر کر اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

”میں نے غصے میں کچھ کہہ دیا تو وہ خطاب کیسے بن گیا‘ میں تو تمہاری اتنی حرکتیں برداشت کرتی ہوں تم نہیں کر سکتے۔“

”لو......ایک جھوٹ سے دل نہیں بھرا تو مزید جھوٹ شروع ہو گئے۔“ شاہ رخ استہزائیہ انداز میں شیث سے مخاطب ہوا تھا جو اَب بیڈ کے کنارے بیٹھا جوتے پہن رہا تھا۔

”بات سنو...... یہاں سے جاتے ہوئے اپنا منہ چھپا کر جانا۔“ اس کے خونخوار انداز پر مومو نے غصیلے انداز میں اسے پیچھے دھکیلنا چاہا تھا مگر شاہ رخ کی ذرا سی ہی مزاحمت پر وہ خود ہی لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی تھی۔ شیث سرعت سے پکڑنے کے لیے اٹھا تھا مگر تب تک دیر ہو چکی تھی‘ بڑی زوردار آواز کے ساتھ مومو کا سر ڈریسنگ کے کنارے سے ٹکرایا تھا‘ اس کی پیشانی سے بھل بھل بہتے خون نے شاہ رخ کو ساکت کر دیا تھا جبکہ اس کی چیخوں پر سارہ اور شان بھاگتے ہوئے کمرے میں آئے تھے۔

⁂

علاوہ عاطف کے مومو کے گھر کے سب ہی افراد سدرہ کے کمرے میں موجود مومو کی دلجوئی میں لگے تھے جو واویلا مچاتی شیث پر غصہ ہو رہی تھی جو زبردستی اسے ہاسپٹل لے گیا اور تین اسٹیچز بھی لگوالایا تھا جو کہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مجبوراً لگوانے پڑے تھے۔ وہ بھی ان سب کے درمیان تھی جب شان کی اطلاع پر وہ اس کے ساتھ ہی باہر آ گئی تھی۔ آج اس کی پھپھو کی طرف سارے کزنز اور بھابیاں وغیرہ آؤٹنگ کیلئے نکل رہے تھے۔ سارہ پہلے ہی شمس سے جانے کی اجازت لے چکی تھی مگر پھر مومو کی وجہ سے اسے اپنا جانا ملتوی کرنا پڑا تھا۔ اب وہ سب واپسی میں اس سے خیریت دریافت کرنے رکے تھے اور اس کے لیے پارسل اور آئسکریم بھی لیتے آئے تھے۔

”سنو...... یہ تمہاری لاتعداد خوش اخلاق کزنز کس پر چلی گئیں؟ انہیں دیکھ کر دل میں ہوک سی اٹھی ہے کہ میں کتنا تنہا ہوں۔“ شان ٹھنڈی آہ کے ساتھ بولا تھا۔

”فکر مت کرو‘ تمہارے گھر کی بے شمار کزنز کافی ہیں تمہاری تنہائی دور کرنے کے لیے۔“ سارہ نے گھور کر اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا اور پھر کچھ چونک کر برآمدے کی سمت دیکھا تھا جہاں اسے شیث نظر آ رہا تھا۔

”گھر میں جگہ نہیں تھی جو گیٹ کے باہر جا کر مذاکرات شروع کر دیئے تھے؟“ ناگوار لہجے میں وہ شان سے ہی مخاطب تھا مگر سارہ کے قدم بھی یکلخت رُکے تھے۔

”میں کیا کرتا سارہ کی باتیں ختم نہیں ہو رہی تھیں‘ عاشر بھائی کے سامنے یہ سب کچھ بھول جاتی ہیں۔“ شان بڑی سنجیدگی سے سارہ کے ہوش اڑاتا شاپر بھی اس کے ہاتھ سے لیتا آگے بڑھ گیا تھا۔ دوسری جانب شیث کی ایک سرد نگاہ پر وہ خاموش نہیں رہ سکی تھی۔

”وہ سب یہاں سے گزر رہے تھے اگر میں ان سے بات کرنے کیلئے گیٹ تک چلی گئی تو یہ کوئی غیر اخلاقی حرکت تو نہیں ہے۔“ وہ کچھ ناگواری کے ساتھ بولی تھی۔

”میں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ کوئی غیر اخلاقی حرکت ہے؟“ وہ حیرت سے بولا تھا۔

”تم نے جس طرح کہا کہ گھر میں جگہ نہیں اس سے تو مجھے کچھ ایسا ہی لگا ہے‘ اب میں کسی کو زبردستی گھسیٹ کر گھر کے اندر نہیں لا سکتی تھی‘ نہ ان کے پاس جانے سے انکار کر سکتی تھی۔“

”میں نے جو کہا اس کے لیے تم سے معذرت کرتا ہوں‘ میں یہ بھول کیسے گیا کہ میری حد کہاں تک ہے اور یہ کہ مجھے کوئی حق نہیں مداخلت کا۔“ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بولتا وہ رکا نہیں تھا جبکہ سارہ بھی سرخ چہرے کے ساتھ اس کی پشت سے نظر ہٹاتی گھر کے اندر چلی گئی تھی۔

⁂

کچن میں آتے ہوئے اس نے حیرت سے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو دوسرے دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔

”کہاں بھاگے ہوئے تھے تم تخریب کاری کے بعد سے؟“ وہ بے ساختہ ہنسی تھی اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر۔

”وہ کیسی ہے اب‘ زیادہ گہری چوٹ تو نہیں آئی؟“ وہ پریشان انداز میں پوچھ رہا تھا۔

”اتنے زیادہ اسٹیچز آئے ہیں، کہیں چہرہ نہ بگڑ جائے بے چاری کا۔“ سارہ کے افسردہ لہجے پر وہ ایک ہی جست میں قریب آیا تھا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا ورنہ میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔“ وہ لرز ہی تو اٹھا تھا۔

”پاگل ہو گیا...... میں مذاق کر رہی تھی، صرف تین اسٹیچز آئے ہیں۔“ سارہ گھبرا گئی تھی اس کے شدید ردعمل پر۔

”تم سچ کہہ رہی ہو؟“ اس نے بے یقینی سے سارہ کو دیکھا تھا۔

”جا کر خود چیک کر لو اور اب چہرہ چھپانے کی ضرورت نہیں، تم نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا، ویسے بھی کسی کو سچ معلوم نہیں، آپی نے سب کو یہی بتایا ہے کہ وہ خود گری تھی اور جنہیں معلوم ہے وہ میری طرح چپ ہیں موموسمیت، اگر تم چاہتے ہو کہ میری زبان تمہارے بڑے بھیا کے سامنے بھی بندر ہے تو جا کر مومو سے ایکسکیوز کر و اور اسے بھی معاف کر دو، کتنا آگے پیچھے پھری ہے وہ تمہارے۔“

”وہ تو میں جان بوجھ کے ایسا کر رہا تھا مگر میں اس وقت اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔“ وہ خفت سے بولا تھا۔

”کیوں ڈرتے ہو سچ سامنے آ جانے پر؟ اتنا مشکل ہے اس کے بھائیوں کو بھگتنا۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”اس کے بھائیوں کی بات تو رہنے دو، یہاں تو اپنے ہی بھائی کافی ہیں دماغ کا فیوز اڑانے کے لیے۔“ وہ یقیناً شیث کی طرف سے دلبرداشتہ تھا جس نے دو چار سخت کھری کھری اسے سنائی تھیں۔

”اچھا اب اس کی بات کو دل سے لگا کر مت بیٹھو، تمہاری چہیتی کی تکلیف ہی اس سے برداشت نہیں ہوئی تھی جو غصے میں آیا تھا۔ میں نے مومو کو آج اپنے پاس ہی روک لیا ہے، چلو تم بھی میرے ساتھ اور فکر نہ کرو، اسٹیچز کے نشان اگر رہ بھی گئے تو بھی تمہیں اس کا چہرہ حسین ہی نظر آئے گا۔“

”اگر ابھی اس کے پاس کوئی نہیں ہے تو میں آ جاتا ہوں۔“ وہ بولا تھا۔

”تو پھر ابھی بیٹھے رہو، میرے کمرے میں ابھی تمہاری کچھ کزنز مومو کے ساتھ موجود ہیں۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”جا کر ذرا بھابی کو بھیج دو، خود کھانا نہیں لوں گا۔ بھوک لگ رہی ہے مجھے۔“

”بھابی تو خود تمہارا انتظار کر رہی ہیں، وہ اگر یہاں آ گئیں تو باتیں سنا سنا کر تمہارا معدہ بھر دیں گی، بیٹھو میں کھانا نکالتی ہوں۔“

”سارہ! باہر بڑے بھائی اور عاطف بھائی چائے کا انتظار کر رہے ہیں، جلدی تیار کر دو۔“ کچن میں آتے ہوئے شان نے اطلاع دی تھی۔

”تم یہاں چھپے بیٹھے ہو، مومو کے خطاب پر کھرے اتر کر۔“ شان کے طعنے پر وہ جل کر اپنی جگہ سے اٹھا تھا مگر شان الٹے قدموں باہر بھاگ گیا تھا۔

کھانا کھاتے ہوئے شاہ رخ نے اسے دیکھا تھا جو چائے بناتی اس سے باتیں بھی کر رہی تھی۔

”عاطف بھائی کافی فرینک ہو گئے ہیں تمہارے ساتھ، ورنہ چھوٹے بھائی کی طرح وہ بھی گھر میں کافی ریزرو رہے ہیں۔“ شاہ رخ نے یکدم ہی کہا تھا۔

”اگر وہ مجھ سے بات کر لیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ فرینک ہو گئے ہیں، اتنے دن گزر جانے کے بعد اب کہیں جا کر وہ مجھے بلا جھجک مخاطب کر لیتے ہیں تو اس کا سارا کریڈٹ مجھے جاتا ہے اور اس میں فائدہ بھی میرا ہوا ہے۔ عنقریب وہ میرے اور مومو کے ٹیچر کے عہدے پر فائز ہونے والے ہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

”اکیڈمی آ جاؤ، میرا بھی دل لگا رہے گا۔“ اس نے شرارتی نظروں سے سارہ کو دیکھا تھا۔

”اسی لیے نہیں آ رہی۔“ سارہ نے اسے گھورا تھا۔

”اور پھر ٹھیک تو ہے گھر میں ہی وہ ہمیں ٹائم دے رہے ہیں کوئی مسئلہ بھی نہیں ہو گا، تمہارا کیا خیال ہے؟“ سارہ کے سوال پر وہ چند لمحوں کے لیے چپ ہو گیا تھا۔

”تم جانتی ہو کہ عاطف بھائی اور چھوٹے بھائی کے درمیان کچھ گڑبڑ تو ضرور ہے اب ایسے میں تم عاطف بھائی سے مستقل رابطے میں رہو گی تو...... میرا مطلب ہے کہ...... تم سمجھ سکتی ہو کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔“ شاہ رخ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کس طرح اسے سمجھائے کیونکہ جو کچھ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شیث کو لے کر محسوس کر رہا تھا اس کے بارے میں کنفرم بھی نہیں تھا۔

”دیکھو..... وہ اس گھر کے ہی فرد ہیں' شیث کی وجہ سے بھی وہ میرے لیے زیادہ قابل احترام ہیں' ان دونوں کے درمیان اگر کوئی کریش وقتی طور پر آتا ہے تو یہ ان کے آپس کا معاملہ ہے' ویسے بھی میں ان سے رابطے بڑھانے نہیں بلکہ ایک اچھے مقصد کیلئے کچھ سیکھنے ان کے پاس جا رہی ہوں۔“ وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر میں صرف یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اس وقت جو صورتحال ہے اس میں تمہارا عاطف بھائی کی طرف جانا انہیں ناگوار گزر سکتا ہے' یہ میرا خیال ہے ہوسکتا ہے ایسا نہ ہو مگر تم دیکھ رہی ہو کہ چھوٹے بھائی جس موڈ میں رہنے لگے ہیں اس میں کوئی اندازہ قبل از وقت لگانا مشکل ہے۔“ شاہ رخ کے سنجیدہ لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے سوچ میں پڑ گئی تھی۔

”بھئی اب جسے جو اعتراض کرنا ہے کرتا رہے' مجھے اپنے جھگڑوں میں نہ گھسیٹے' اس گھر کے بڑوں سے میں نے اجازت لے لی ہے وہ کافی ہے۔“ وہ سر جھٹک کر بولی تھی۔

”کیا ہو جائے گا اگر تم جا کر چھوٹے بھائی سے بھی اس چیز کی اجازت لے لوگی' ہوسکتا ہے اسی بہانے ان کی ناراضگیاں بھی ختم ہو جائیں۔“ شاہ رخ کے مسکراتے لہجے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

* * *

ڈریسنگ کے سامنے وہ اپنی بینڈیج درست کرتی چونک کر پلٹی تھی۔

”خبردار...... اندر مت آنا' چلے جاؤ یہاں سے۔“ وہ تنک کر شاہ رخ سے مخاطب ہوئی تھی جو شرمندہ چہرے کے ساتھ اب قریب آ رہا تھا۔

”یہ مت کہنا کہ تم معافی مانگنے آئے ہو۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

”جب جانتی ہو تو دے دو معافی۔“ وہ چور لہجے میں بولا تھا۔

”اب تم یہ کہو گے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”یہ بھی اب کوئی کہنے کی بات ہے۔“ وہ لٹکے چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

”تم جانتی ہو میرا ارادہ تمہیں تکلیف پہنچانے کا ہرگز بھی نہیں تھا۔“ دھیرے سے اس کی پیشانی پر لگی بینڈیج کو چھوتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”مجھے کیا پتا' تم تو پہلے ہی مجھ سے ناراض اور غصے میں تھے' ایک ہی جھٹکے میں بدلہ لے گئے۔“ خفت کے ساتھ وہ اسے دیکھ رہی تھی جس کا ہاتھ پیشانی سے پھسلتا اب اس کے چہرے کے گرد آ ٹھہرا تھا۔

”یہی بات دوبارہ میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو...... کیا میں اتنا گرا ہوا انسان ہوں؟ تمہیں تکلیف پہنچا کر کیا مجھے تسکین مل سکتی ہے؟“ وہ مدھم سوالیہ لہجے میں بولا تھا۔

وہ اپنی ہی دھن میں کمرے میں داخل ہوئی تھی لیکن اگلے ہی پل اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

”بدتمیز انسان! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ سارہ دہل کر چیخی تھی۔

”ایک بیمار انسان کی عیادت کرنا' اسے تسلی دلاسا دینا کیا تہذیب کے دائرے سے باہر ہے جو تم مجھے بدتمیز کہہ رہی ہو۔“ الٹا وہ سارہ کو گھورتا غرایا تھا۔

”اگر باہر جا کر تم نے کسی سے میری شکایت کی تو یاد رکھنا دوبارہ یہاں آؤں گا اور نکلوں گا بھی نہیں' سمجھیں۔“ دنگ کھڑی سارہ کو مزید دھمکاتا وہ کمرے سے نکلا تھا۔ مومو کو گھورتی ہوئی وہ بیڈ تک آئی تھی جو پہلے ہی کمبل میں جا گھسی تھی۔

”ویسے تو بڑے ہاتھ پیر چلتے ہیں' پرے نہیں دھکیل سکتی تھی اسے۔“ سارہ نے کھا جانے والے انداز میں اسے گھر کا تھا۔

”مجھ میں اتنی طاقت کہاں رہی ہے' اتنا خون ضائع ہو چکا ہے۔“ مسکراہٹ چھپائے وہ مسکین صورت بنائے بولی تھی جبکہ سارہ اسے گھورتی دروازے کی سمت چلی گئی تھی۔

”اب کہاں جا رہی ہو؟ مجھے نیند آ رہی ہے۔“ مومو نے پوچھا تھا۔

”اب تو کہیں نہیں جاسکتی تمہیں یہاں چھوڑ کر‘ کوئی بھروسہ نہیں ہے۔“ دروازہ بند کرتے ہوئے وہ بولی تھی اور پھر لائٹ آف کرتی بیڈ پر آئی تھی۔

”بخار تو ابھی کچھ کم ہے‘ اسٹیچز میں زیادہ تکلیف تو نہیں ہورہی؟“ اس کی کلائی پکڑے وہ تشویش سے بولی تھی۔

”اس کے لمس میں ایسی مسیحائی تھی کہ ساری تکلیف سرور میں بدل گئی۔“ موموکے سنجیدہ لہجے پر وہ حیرت سے اسے دیکھتی بے ساختہ ہنسی تھی۔

”اللہ کے لیے مومو! یہ رومینٹک ڈائیلاگ تم پر بالکل نہیں جچ رہے۔“ وہ بمشکل ہنسی روکتی بولی تھی۔

”ہاں تمہیں تو بس ایک ہی انسان رومینٹک ہوتا اچھا لگتا ہوگا۔“ کہنیوں کے بل دراز ہوتے ہوئے مومو نے اسے گھورا تھا۔

”تم بچپن سے اس کے قریب رہی ہو‘ سچ بتاؤ اسے دیکھ کر کہیں سے لگتا ہے کہ وہ رومینٹک ہوسکتا ہے؟“ سارہ نے خشمگیں انداز میں کہا تھا۔

”اب ایسا بھی نہیں ہے‘ ہوسکتا ہے انہوں نے سارا رومانس شادی کے بعد کے لیے سنبھال رکھا ہو۔ ویسے بھی وہ بہت گہری چیز ہیں۔“

”تمہیں یہ کیسے معلوم؟“ سارہ نے ابرو چڑھائی تھیں۔

”یہ کیا کم ہے ان کی گہرائی کا اندازہ لگانے کے لیے کہ انہوں نے ایک طویل عرصے تک اپنے اور تمہارے تعلق کی بھنک تک کسی کو لگنے نہیں دی اور آج تک زبان سے قبول نہیں کیا ہمارے سامنے۔“

”دل کی خبر تو مجھے ہے ناں‘ با آواز بلند اظہار کی اس سے توقع مت رکھنا‘ کبھی نہیں بتائے گا۔“ سارہ بولی تھی۔

”تمہارے علاوہ صرف عاطف بھائی ایک ایسے انسان ہیں جو ان کے دل میں جھانک سکتے ہیں‘ مگر مجھے یقین ہے کہ انہوں نے تمہارے متعلق عاطف بھائی کو بھی کچھ نہیں بتایا ہے ورنہ وہ میرے سامنے ضرور اس بات کا ذکر کرتے کیونکہ مجھے ہی وہ تمہارے قریب زیادہ دیکھتے ہیں۔“ مومو نے کہا تھا۔

”میرے متعلق وہ کھل کر کسی سے بات نہیں کرتا‘ یقیناً عاطف بھی ناواقف ہیں حالانکہ مجھے کچھ حیرت ہے کہ عاطف اس کے بہت قریبی دوست ہیں۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”مگر جب بھی عاطف بھائی کو معلوم ہوا وہ بہت ناراض تو ہوں گے مگر حیران بھی کیونکہ ہمارے گھر میں عاطف بھائی اور چھوٹے بھائی ہی لڑکیوں سے دور بھاگنے والے بندے ہیں۔“ مومو نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”سارہ! میں عاطف بھائی کیلئے ایسی لڑکی ڈھونڈوں گی جو بالکل تمہارے جیسی ہوگی۔“

”رحم کرو ان پر‘ شیث جیسا اسٹیمنا وہ کہاں سے لائیں گے۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”ہے ان کے پاس چھوٹے بھائی جیسا اسٹیمنا‘ اسی لیے تو کہہ رہی ہوں۔ وہ دونوں ایک جیسی فطرت کے مالک ہیں‘ عادتیں بھی ایک جیسی ہیں‘ کام بھی ایک جیسے‘ تمہیں پتا ہے وہ دونوں ایک ایسے ادارے سے منسلک ہیں جہاں ہر قسم کے violence کے شکار افراد کو تحفظ دیا جاتا ہے‘ انہیں اس قابل کیا جاتا ہے کہ وہ نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کریں۔“ مومو نے بتایا تھا۔

”ہاں...... شیث نے ایک بار اس ٹاپک پر مختصر سی بات کی تھی‘ تفصیل سے نہ اس نے کچھ بتایا اور نہ ہی مجھے پوچھنے کا موقع ملا۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”ویسے کسی حد تک مہران بھائی بھی ان دونوں کے ساتھ شامل ہیں۔“ مومو نے اپنے تایا زاد کا ذکر کیا تھا جن کا تعلق کرائم کنٹرول کی کسی برانچ سے تھا۔

”اچھی بات ہے اگر یہ لوگ اپنے وقت اور پاور کو انسانیت کی بھلائی کیلئے استعمال کررہے ہیں‘ ویسے تمہارے یہ تایا اور ان کے بیٹے جن محکموں سے وابستہ ہیں ان سے جان جاتی ہے میری۔“ سارہ نے جھرجھری لے کر کہا تھا۔

”وہ کون سا گھر میں اسلحہ لے کر گھومتے ہیں جو تم ڈرتی ہو۔“ مومو نے حیرت سے کہا تھا۔

”بلکہ ان کی پوسٹ کی وجہ سے ہم سب خود کو بہت محفوظ اور مضبوط تصور کرتے ہیں۔“ مومو نے فخر سے کہا تھا۔

”اب سوجانا چاہیے۔“ سارہ نے یاد دلایا تھا۔

”ہاں...... سوجاؤ ہوسکتا ہے ناراضی کے باوجود وہ خواب میں آجائیں۔“ مومو کے کہنے پر اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں موند لی

تھیں۔ کیا بتاتی اسے کہ وہ تو جیسے خواب میں بھی نہ آنے کی قسم کھائے بیٹھا ہے' مگر خیر یہ وقتی دوری بھی تعلق کو مزید مضبوط کرتی درمیان سے نکل ہی جائے گی۔ اس نے پھر دل کو تسلی دی تھی۔

* * *

پرسکوت خاموشی میں یکدم ہی ہولناک چیخ و پکار کی آوازیں ابھری تھیں جو بلند ہوتی چلی جارہی تھیں' بھیانک شیطانی آوازیں جو اس کے وجود کو فضا میں اچھالتی بھڑکتی آگ کے گرد چکر کاٹ رہی تھیں۔ اسے اپنے وجود میں دہکتی سلاخیں اترتی محسوس ہورہی تھیں۔ گہری نیند میں اس کے چہرے پر خوف و اذیت کا پسینہ پھوٹ پڑا تھا' آوازیں بڑھتی جارہی تھیں اور ان کے درمیان دل دہلا دینے والی کراہیں۔ اسے اپنا وجود کانٹوں پر کھنچتا محسوس ہورہا تھا' ناقابل برداشت شکنجے میں وہ بے بس تھا۔

اس کے بکھرے وجود میں جیسے طوفان اٹھنے لگے تھے' شدید بے چینی میں اس نے سر دائیں جانب پٹخا تھا' بہت سارے درندے اسے اپنے وحشی جبڑوں میں دبائے بھنبھوڑ رہے تھے۔ اذیت ہی اذیت تھی' آکسیجن کم سے کم ہوتی جارہی تھی' اس کے وجود پر ملبہ گرتا جارہا تھا اور دردناک چیخیں۔ اس کا وجود سر سے پیر تک عرق آلود ہو چکا تھا' ہوا میں معلق اس کا وجود کسی سخت چیز سے ٹکرایا تھا اور پھر ہر سمت سکوت طاری ہوگیا تھا جس میں سانس لینا ناممکن ہورہا تھا۔ اسے معلوم تھا موت اسے اپنے تاریک شکنجے میں جکڑنے آرہی ہے۔ گھٹی گھٹی اذیت ناک کراہوں کے درمیان اس کا لرزتا ہاتھ بے خبر سوئے شاہ رخ کے بازو سے ٹکرایا تھا' سخت کھردری زمین پر اب اسے ایک آہٹ سنائی دے رہی تھی مگر یہ موت کی آہٹ تو نہیں تھی' یہ تو نرم قدموں کی چاپ تھی جو اس کی معدوم ہوتی دھڑکنوں کو زندگی کی طرف بلارہی تھی۔ بازو پر بڑھتی گرفت نے شاہ رخ کی نیند توڑ ڈالی تھی' اس کا لرزتا ہاتھ پکڑے وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ پسینے میں تربتر شیث کی بند آنکھوں اور چہرے کی اذیت پر ایک پل کو تو شاہ رخ کو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا مگر اگلے ہی پل اس نے شیث کو پکارتے ہوئے اس کے شانے کو ہلایا تھا۔

اسے اپنے پھوڑے کی طرح دُکھتے وجود کے اردگرد ایک زندگی سے بھرپور لمس محسوس ہورہا تھا' کانوں میں اترتی کسی کی گرم سانسوں کی تپش اذیت کے سمندر سے کھینچ رہی تھی' اپنی رکتی دھڑکنوں کی دھمک سنائی بھی دے رہی تھی اور وہ......

''آپ کو کیا ہوا ہے؟'' اس بار بلند آواز میں شاہ رخ نے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

''سارہ.....'' یکدم ہی لبوں سے پھوٹتی کراہ کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھولی تھیں اور اگلے ہی پل خود پر جھکے شاہ رخ کو دھکیلتا وہ اٹھا تھا مگر اس کے وحشت ناک انداز پر شاہ رخ نے سرعت سے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔ شاہ رخ کے شانے میں چہرہ چھپائے وہ اس طرح گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا جیسے میلوں دور سے بھاگتا ہوا آیا ہے۔ شاہ رخ اس کی اس کیفیت پر بہت زیادہ پریشان تھا مگر خاموشی اور تحمل کے ساتھ اس کے نارمل ہونے کا انتظار کررہا تھا۔ شیث کے پسینے میں بھیگے بالوں پر چہرہ ٹکائے وہ خود بھی ساکت بیٹھا تھا مگر سن سکتا تھا' دو تین بار اس نے بہت مدھم آواز میں سارہ کا نام لیا تھا۔

''سارہ یہیں ہے' آپ چاہتے ہو کہ میں اسے یہاں بلاؤں؟'' شاہ رخ نے نرم لہجے میں سوال کیا تھا۔

''نہیں......وہ نہیں ہے یہاں......'' اس کے شانے میں چہرہ چھپائے وہ کسی بچے کی طرح بولا تھا۔

''اسے نیند میں ہی اٹھا کر یہاں لاؤں گا تب یقین آجائے گا؟'' شاہ رخ نے مسکراتی آواز میں اسے بھی ہلکا پھلکا کرنے کی کوشش کی تھی۔

''وہ اس وقت یہاں آئی تو پھر اس پر کوئی الزام لگ جائے گا اور وہ ایک بار پھر مجھے......'' اس کی بہت مدھم آواز بمشکل شاہ رخ سن سکا تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتا پیچھے ہٹ گیا تھا جبکہ تشویش زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے شاہ رخ نے لائٹ آن کی تھی اور پانی کا گلاس تھامے واپس اس کی طرف آیا تھا جو اپنے بھیگے بالوں میں ہاتھ پھیرتا پسینے میں شرابور شرٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔

''کیا ہوا تھا مجھے؟'' دنگ لہجے میں وہ شاہ رخ سے پوچھ رہا تھا۔

''آپ شاید کوئی خواب دیکھ رہے تھے' آپ کی حالت دیکھ کر میں خود پریشان ہوگیا تھا۔'' شاہ رخ کے جواب پر وہ چند لمحوں تک خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا اور پھر خاموشی سے پانی کے گھونٹ بھرنے لگا تھا' جبکہ شاہ رخ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔

”تم سو جاؤ‘ کچھ گھٹن محسوس ہو رہی ہے ابھی آتا ہوں۔“ خالی گلاس شاہ رخ کے حوالے کرتا وہ اس سے نظر ملائے بغیر ٹیرس کی سمت بڑھ گیا تھا۔

ٹیرس کی باؤنڈری پر ہاتھ جماتے ہوئے اس نے گہری سانس لی تھی‘ بھیگے وجود سے ٹکراتی سرد ہوا بھی اندر بھڑکتی آگ کو بجھانے میں ناکام رہی تھی۔ یہ کیسا اذیت ناک انکشاف تھا‘ وہ قریب تھی تو سب کچھ کتنا پرسکون تھا اور اب جبکہ وہ قریب ہو کر بھی خود کو دور کر چکی ہے تو ماضی نے اسے تنہا دیکھ کر کس طرح آ دبوچا ہے۔ وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ اس کی کتنی اہم ضرورت بن چکی ہے اور یہ کہ اس کے بغیر وہ کتنا مفلس اور لاچار ہو رہا ہے۔

* * *

گیٹ کے اردگرد منڈلاتی وہ بار بار اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈال رہی تھی۔ آج پہلی کلاس میں وہ وقت پر نہ پہنچ کر غلط امپریشن نہیں ڈالنا چاہ رہی تھی مگر زینب کی آمد کا کچھ اتا پتا نہیں تھا اوپر سے عاطف بھی گھر واپس آ چکا تھا اور مومو کی تازہ ترین اطلاع کے مطابق اس وقت کھانا تناول کر رہا تھا جبکہ مومو پہلے ہی عاطف کی اسٹڈی میں پہنچی فون پر فون کھڑکا رہی تھی۔

”کب آؤ گی زینب! میں انتظار میں سوکھ رہا ہوں۔“ شاہ نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تھا جبکہ وہ نوٹ بک اسے دے مارنے میں ناکام رہی تھی کیونکہ وہ سرعت سے گیٹ کے باہر تھا۔ شکر تھا کہ چند لمحوں بعد زینب کا چہرہ گیٹ کے اندر نمودار ہوا تھا۔

سیاہ نیٹ کے اسکارف کو اچھی طرح سر اور چہرے کے گرد لپیٹے وہ پریشان اور ہونق دکھائی دے رہی تھی‘ پہلی وجہ تو سارہ کی زبردستی یہاں آ کر کلاس لینے کی اور دوسری وجہ وہ شخص جس نے کلاس لینی تھی۔

زینب کا ہاتھ پکڑے وہ دبے قدموں عاطف کے کمرے سے گزرتی اسٹڈی روم میں داخل ہو گئی تھی جہاں مومو کمپیوٹر آن کیے چیئرز بھی قطار سے رکھے ان کا انتظار کر رہی تھی۔ تینوں کی ہی آواز بند ہوئی تھی جب عاطف نے اسٹڈی میں قدم رکھا تھا۔ جھکے سر کے ساتھ زینب نے سامنے سے گزرتی سیاہ اسٹک کو دیکھا تھا۔ سارہ کے سلام کا جواب دیتا وہ کمپیوٹر کے دوسری جانب رکھی واحد چیئر پر بیٹھ گیا تھا جبکہ اس کی بہت زیادہ سنجیدگی نے سارہ کو کچھ جز بز کر دیا تھا۔ کن انکھیوں سے اس نے ساتھ بیٹھی زینب کو دیکھا تھا جس کا سر جھکتا ہی چلا جا رہا تھا۔ پہلی کلاس ظاہر ہے کہ کمپیوٹر سے تعارف کی کلاس تھی جتنی سنجیدگی اور توجہ کے ساتھ وہ ٹھہرے لہجے میں بول رہا تھا سارہ کو صرف اپنا پتا تھا کہ وہ اسے بہت توجہ سے سن بھی رہی ہے اور سمجھ بھی رہی ہے۔ کچھ دیر بعد عاطف نے کچھ Deffinations نوٹ ڈاؤن کرنے کے لیے کہا تو ان سب نے اپنی نوٹ بکس کھول لی تھیں۔ کمپیوٹر اسکرین پر نظر جمائے وہ ڈکٹیٹ کر رہا تھا جب سیل فون کی چنگھاڑ نے سلسلے کو توڑا تھا اور پہلی بار اسے زینب کے مزید فق ہوئے چہرے کی طرف دیکھنا پڑا تھا۔ بری طرح گڑبڑائے انداز میں جب تک اس نے اپنا بیگ کھولا سیل فون گونگا ہو گیا تھا۔ شرمندگی سے بے حال ہوتی وہ نظر نہیں اٹھا سکی تھی جبکہ سارہ مسکراہٹ چھپائے دوبارہ عاطف کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جس نے بغیر کوئی تنبیہ کیے سلسلہ وہیں سے جوڑا تھا جہاں سے ٹوٹ گیا تھا۔ ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا جب دوبارہ زینب کے سیل نے سب کچھ ڈسٹرب کر دیا تھا‘ زینب کے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے تھے اس کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی سارہ نے جو خود بری طرح شرمندہ ہو رہی تھی تیزی سے زینب کے بیگ سے سیل نکال کر کال ریسیو کی تھی۔

”ایک گھنٹے بعد اسے لینے آ جانا‘ خبردار جو دوبارہ ڈسٹرب کیا تم نے۔“ زینب کے بھائی کو گھرک کر اس نے سرعت سے سیل مکمل ہی آف کر دیا تھا۔

”اگلی بار سیل آف کر کے یہاں قدم رکھیں تو زیادہ بہتر ہے‘ یہ مینرز میں بھی شامل ہے۔“ عاطف نے بہت سنجیدگی کے ساتھ اتنا ہی کہا تھا جو شرمندہ کرنے کے لیے ایکسٹرا ڈوز ثابت ہوا تھا‘ پھر وہ جب تک سامنے رہا سارہ کو یہی فکر رہی کہ زینب پتا نہیں سانس لے بھی رہی ہے یا نہیں۔

* * *

برآمدے میں آتے ہوئے شمس نے حیرت سے سارہ کو دیکھا تھا جو عاطف کے ساتھ ہی کھڑی آج ہونے والی کلاس کے ہی کسی ٹاپک پر بات کر رہی تھی۔

”کتنا بولتی ہو تم‘ کتنے سوال کرتی ہو؟ عاطف تو تمہیں پڑھانے کی ذمہ داری لے کر ہی پچھتا رہا ہوگا۔“ شمس کے گھرکنے پر عاطف نے مسکراتے ہوئے اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''عاطف! ابھی بھی وقت ہے جان چھڑا لو ورنہ یہ تمہارے دماغ میں کچھ نہیں چھوڑے گی، اپنے تجربے کی روشنی میں تمہیں مشورہ دے رہا ہوں۔'' شمس کے سنجیدہ انداز پر عاطف نے بے ساختہ ہنستے ہوئے سارہ کو دیکھا تھا۔

باہر ہی آتے شیث نے سامنے عاطف کے ساتھ موجود سارہ کو بھی دیکھا تھا اور اگلے ہی پل سپاٹ چہرے کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

''تم کہیں باہر جا رہے ہو شیث؟'' سب کچھ بھلائے عاطف نے اسے مخاطب کر لیا تھا مگر وہ اَن سنی کرتا آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

''شیث...... '' شمس کی پکار میں تنبیہ بھی تھی جس پر اسے رکنا پڑا تھا۔

''عاطف نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔'' شمس نے کہا تھا جو اُس نے ایک اچٹتی نظر لاتعلق نظر آنے کی کوشش کرتی سارہ پر ڈالی تھی۔

''کیا پوچھا ہے؟ میں نے سنا نہیں۔'' اس کے سرد لہجے پر عاطف کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے، سوال دہرانے کے بجائے وہ سارہ سے مخاطب ہوا تھا۔

''سارہ! ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟''

''جی۔'' سارہ نے چونک کر پہلے اسے اور پھر غیر ارادی طور پر شیث کی سمت دیکھا تھا جو سلگتی نظروں کے ساتھ رخ پھیرتا آگے بڑھ گیا تھا۔

''میں اب اس سے کوئی بات ہی نہیں کروں گا، اس کا رویہ دن بدن میرے ساتھ خراب ہوتا جا رہا ہے، میں نہیں چاہتا کہ میں اس سے کوئی سخت بات کروں اور ہمارے جھگڑے پر گھر میں ہر طرف چہ میگوئیاں شروع ہو جائیں۔'' اندر جاتے ہوئے وہ سن سکتی تھی عاطف بہت دلگرفتہ انداز میں شمس سے مخاطب تھا۔

* * *

لاؤنج میں دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑی وہ بہت توجہ کے ساتھ اپنے لباس کا جائزہ لے رہی تھی۔ سیاہ رنگ چوڑی دار پائجامہ کے ساتھ خوب گھیر دار لیس دار فراک نما شرٹ دیدہ زیب اور خوش رنگ ریشم کی ایمبرائیڈری سے بھری ہوئی تھی۔ یہ لباس شیث نے اپنے ٹرپ پر سوات سے اس کے لیے لیا تھا، اس خوبصورت لباس کے ساتھ اس نے باقی تمام تحائف بھی بہت سنبھال کر رکھ لیے تھے مگر اب پچھلے کچھ دنوں سے وہ ان تحائف میں سے کوئی نہ کوئی چیز ضرور استعمال کرنے لگی تھی اس امید پر کہ شاید وہ یہ دیکھ کر کچھ اس کی جانب مائل ہو جائے لیکن اب تک یہ امید صرف امید ہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے مومو نے آ کر خوشخبری دی تھی کہ عاطف ان دونوں کو باہر کھانے پر لے جانے کے لیے راضی ہو گیا ہے، آج چھٹی کا دن تھا اس لیے مومو عاطف کی گھر میں موجودگی کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھی اور کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

''سارہ جی! خیریت تو ہے؟'' لاؤنج میں آتے شان نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو آئینے کے سامنے سے ہٹتی تیزی سے اس کے قریب گئی تھی۔

''شان! میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' اس کے عجلت بھرے انداز پر شان نے حیرت کے ساتھ کچھ مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''پہلے مجھے یقین دلاؤ کہ تم چھوٹے بھائی سے دستبردار ہو چکی ہو۔''

''بکو مت۔'' سارہ نے ایک تھپڑ اس کے بازو پر رسید کیا تھا۔

''شرافت سے بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں؟''

''میں نہیں بتا رہا۔'' وہ ڈھٹائی سے بولتا آگے بڑھنا چاہتا تھا جب سارہ نے اسے پکڑ کے واپس سامنے کیا تھا۔

''کتنے بے حس ہو، خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو، یہ نہیں ہوا کہ مجھے تھوڑی سی سپورٹ دے دو۔'' سارہ نے شکایتی نظروں سے قریب آتے شاہ رخ کو بھی دیکھا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا؟ تم کیوں کشمیر کی کلی بنی گھوم رہی ہو؟'' شاہ رخ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو چہرہ سجائے اسے گھور رہی تھی۔

''بس بس، میں سمجھ رہا ہوں یعنی تم چھوٹے بھائی کی توجہ کا حلوہ کھانے کے لیے ہمیں چمچہ بنانا چاہتی ہو۔'' شاہ رخ بڑی دور کی کوڑی لایا تھا۔

''اسے کوئی دورے اٹھتے ہیں کیا؟ کسی فوبیا کا شکار ہے یہ جو اوٹ پٹانگ بولتا ہے۔'' حیرت و ناگواری کے ساتھ وہ شان سے پوچھ رہی تھی جو بے ساختہ ہنستا تھا۔

”یار! اس کا گلہ درست ہے، وقت پر یہ ہمارے کام آ جاتی ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیے۔“ شان کا دل پسیج گیا تھا۔

”اس کے گلے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دو، یہ تو ہم جانتے ہیں کہ اُن کا ہاتھ کتنا بھاری ہے، جن تیوروں کے ساتھ وہ اب رہتے ہیں اس میں وہ ہمیں دو ہاتھ تو جڑ سکتے ہیں مگر منہ نہیں لگائیں گے۔“ شاہ رخ نے کلس کر کہا تھا۔

”سارہ! تم مایوس مت ہو، میں تمہارے لیے چھوٹے بھائی کا تشدد بھی برداشت کر لوں گا۔“ شان نے اسے تسلی دی تھی۔

”پھر تو بس تشدد ہی ہوگا، تم اس کی مرہم پٹی کے لیے تیار رہنا۔“ شاہ رخ کے مضحکہ اڑانے پر وہ ناگواری سے ان دونوں کو گھورتی سدرہ کی تلاش میں کمرے میں آئی تھی، جہاں وہ نظر نہیں آئی تھیں۔ رُکے بغیر وہ اسٹڈی کے کھلے دروازے کی سمت بڑھی تھی، دوسری جانب وہ بھی کچھ عجلت میں تھا سو دروازے پر ہونے والا تصادم ٹھیک ٹھاک قسم کا تھا۔ لڑکھڑا کر وہ فوراً سنبھلی تھی جبکہ ایک خاموش نظر اس پر ڈال کر ہاتھ سے گر جانے والی فائل کی طرف متوجہ ہوا تھا، شدید گڑبڑاہٹ میں مبتلا سارہ بھی پہلے فائل اٹھانے کیلئے تیزی سے جھکی تھی جب ایک اور حادثہ رونما ہوا تھا، باقاعدہ آواز کے ساتھ دونوں کے سر آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ ایک کراہ کے ساتھ سارہ نے اپنا سر پکڑا تھا دماغ ہل کر رہ گیا تھا، آنکھوں کے سامنے چھایا اندھیرا چھٹا تو اس نے دیکھا وہ کمرے سے باہر جا رہا تھا۔

”چھوٹے بھائی! رُکو۔“ لاؤنج میں آتی مومو نے اس کا راستہ روکا تھا۔

”عاطف بھائی مجھے اور سارہ کو باہر کھانے پر لے جا رہے ہیں اور آپ چل رہے ہو ہمارے ساتھ۔“ مومو کے قطعی لہجے پر شیث نے ایک ناگوار نگاہ شاہ رخ پر ڈالی تھی جو صوفے پر نیم دراز زبردستی کھانسنا شروع کر چکا تھا۔

”نہیں...... میں نہیں جا سکتا۔“ سنجیدگی سے اس نے انکار کیا تھا۔

”مجھے کوئی انکار نہیں سننا، میں عاطف بھائی سے کہہ کر آئی ہوں کہ آپ کو بھی ساتھ لاؤں گی۔“ وہ بضد تھی۔

”چلے جاؤ شیث! عاطف انتظار کر رہا ہوگا۔“ سدرہ اسی وقت سارہ کے ساتھ وہاں آئی تھیں مگر سب سن چکی تھیں۔

”جن کا جانا ضروری ہے وہ جا رہے ہیں، اتنا کافی ہے۔“ پلٹ کر دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولا تھا اور تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا گیا تھا۔

”پتا نہیں یہ چھوٹے بھائی کیوں میرے بھائی سے فرنٹ ہوئے بیٹھے ہیں۔“ مومو پیر پٹخ کر بولی تھی۔

”بات سنو...... خبردار جو میرے بھائی کے بارے میں کچھ غلط کہا۔“ شاہ رخ بیٹھے بیٹھے للکار رہا تھا۔

”یہ اڑیل تمہارا بھائی ہے اسی لیے تو برداشت کر رہی ہوں میرے محبوب۔“ مومو کے خونخوار انداز پر سارہ نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو سدرہ کے گھورنے پر کشن چہرے پر رکھ رہا تھا۔

”تم کیا کھڑی انجوائے کر رہی ہو، اب چلو۔“ بگڑے انداز میں سارہ کا ہاتھ کھینچتی وہ گئی تھی۔

”میری بیٹی کو بھی لے کر جانا ساتھ، باہر شمس کے پاس ہے۔“ سدرہ تاکید کرتی پیچھے گئی تھیں۔

⁂

سبک خرام قدموں سے سڑک کے کنارے چلتے ہوئے وہ چونک کر اپنے عقب میں متوجہ ہوا تھا جہاں شان ہلکا سا دوڑتے ہوئے اس کے قریب آ گیا تھا۔

”تم کہاں جا رہے ہو؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”جہاں آپ جا رہے ہیں؟“ شان نے کہا تھا۔

”میں تو بس واک کے لیے نکلا تھا۔“ شان کے کندھوں کے گرد بازو رکھتا وہ دوبارہ آگے بڑھنے لگا تھا۔

”میں آپ سے سارہ کے بارے میں بات کرنا چاہ رہا تھا۔“ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد شان نے جھجکتے ہوئے اس کے چہرے پر پھیلتی سنجیدگی کو دیکھا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ دنیا میں اگر کوئی ایسا ہے جس کی غلطیاں یا برائیاں آپ کو نظر نہیں آ سکتیں تو وہ صرف اور صرف سارہ ہی ہو سکتی ہے۔“ شان

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کے سنجیدہ لہجے پر وہ بس خاموشی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔

”شاید وہ بھی اس چیز کی توقع آپ سے نہیں رکھتی ہوگی کہ اس کی کسی بات کو لے کر آپ اس طرح اُس سے لاتعلق ہو جائیں گے۔ ذاتی طور پر مجھے بھی یہ ٹھیک نہیں لگ رہا کہ اس کی کسی غلطی کو لے کر آپ اس سے قطع تعلق کر لیں۔“

”اس نے کوئی غلطی نہیں کی ہے' یہ میں نے اسے بھی بتا دیا تھا' اس نے صرف سچ کا آئینہ مجھے دکھایا ہے اور اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ مجھے ان تمام محبتوں سے کچھ فاصلے پر چلے جانا چاہیے جن کیلئے میری ذات شرمندگی کا باعث ہے۔ وہ محبتیں جنہیں میں آنکھیں بند کر کے سمیٹتا رہا ہوں مگر بدلے میں ان کو سوائے ذلت کے اور کچھ نہ دے سکا۔“ اس کا لہجہ تلخ تھا۔

”آپ اپنے لیے ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں' یہ سب کہہ کر آپ مجھ سمیت ان سب لوگوں کو تکلیف پہنچا رہے ہیں جو آپ سے محبت کرتے ہیں۔“ شان دنگ ہو کر بولا تھا۔

”آپ کے اس طرح چینج ہو جانے سے بڑے بھائی بھی کتنے خاموش سے رہنے لگے ہیں......“

”جبکہ انہیں بہت مطمئن ہو جانا چاہیے تھا کہ سب کچھ ان کے حسب منشا ہی تو ہوا ہے۔“ وہ تلخی سے شان کی بات کاٹ گیا تھا۔

”آپ کو ناخوش دیکھ کر کیا وہ کبھی مطمئن ہو سکتے ہیں۔“ شان نے افسردہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”اور رہی بات سارہ کی تو یہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ آپ سے کتنی شرمندہ ہے اور آپ کے قطع تعلق پر پریشان بھی۔“

”اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو فکر نہ کرو ہو سکتا ہے آج کینڈل لائٹ ڈنر کے بعد اس کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ ویسے بھی تم جانتے ہو عاطف کی کمپنی میں کوئی پریشان یا افسردہ نہیں رہ سکتا۔“ اس کے طنزیہ لہجے پر شان نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

”آپ کو یہ برا لگا ہے کہ وہ عاطف بھائی کے ساتھ باہر ڈنر کے لیے گئی ہے؟“

”مجھے اس چیز کی پرواہ نہیں کہ وہ کہاں اور کس کے ساتھ گئی ہے' وہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔“ اس کے ناگوار لہجے پر شان بے ساختہ ہنسا تھا۔

”مجھے لگ رہا ہے کہ آپ جیلس ہو رہے ہیں مگر فکر مت کریں وہ آپ کی جان نہیں چھوڑے گی' جس طرح اس نے بڑے بھائی کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا اس کے بعد کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو آپ کے اور سارہ کے درمیان آنے کی کوشش کرے گا۔“

”اب تم خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔“ ناگواری سے اس نے شان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا تب ہی وہ دونوں ٹھٹک کر رکتے پیچھے پلٹے تھے اور حیرانی سے اس بارہ تیرہ سالہ بچے کو دیکھا تھا جو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پتھر اٹھاتے ہوئے اس شخص کی جانب مار رہا تھا جو اِن سے بچتا دور بھاگ گیا تھا۔

”رکو بدتمیز لڑکے!“ شان نے فوراً اسے پکڑا تھا جو مزید پتھر اٹھائے اس شخص کے تعاقب میں بھاگنا چاہ رہا تھا۔

”شرم نہیں آتی' وہ آدمی تمہارے باپ کی عمر کا ہے۔“

”وہ میرا باپ نہیں ہے' میں اسے پتھر ماروں گا' اس نے میرا نقصان کیا۔ میری ساری تیل کی بوتلیں توڑ دیں' مجھے تھپڑ مارے' میرا گلا گھونٹا۔“ وہ نوخیز سا لڑکا چیختے ہوئے رو بھی رہا تھا۔

”وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟“ حیرت کے ساتھ شان نے رک کر اسے دیکھا تھا جو خاموش رہنے کا اشارہ کرتا پنجوں کے بل اس بچے کے سامنے بیٹھا تھا اور بغور اس کے چہرے پر چھپے سرخ نشانوں کو دیکھ رہا تھا۔

”میں سچ کہہ رہا ہوں' وہ گندہ آدمی ہے۔ اس نے میرے کپڑے کھینچے جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی تھی۔“ وہ بچہ خوفزدہ ہو کر صفائی دے رہا تھا۔

”جب تم جانتے ہو کہ وہ گندہ آدمی ہے تو کیوں گئے تھے اس کے پاس؟“ نرم لہجے میں شیث نے سوال کرتے ہوئے اس کے گریبان کے کھلے بٹن بند کیے تھے۔

”آج مجھے کوئی گاہک نہیں مل رہا تھا' میرا باپ بیمار ہے اس لیے اس کی جگہ میں مالش کرنے کا کام کر رہا ہوں۔“

”یہ آدمی تمہیں کہاں ملا؟“ شان نے پوچھا تھا۔

”یہ بھی وہیں فٹ پاتھ پر ہوتا ہے جہاں سارے مزدور رات میں سوتے ہیں۔ روز یہ مجھے اپنی طرف بلاتا تھا زیادہ پیسوں کا لالچ دیتا تھا مگر مجھے

اچھا نہیں لگتا تھا، آج مجھے کسی نے مالش کے لیے نہیں بلایا تو میں اس کے پاس چلا گیا' مجھے پیسوں کی ضرورت تھی مگر اس نے مجھے دھوکا دیا اگر میں اس سے بچنے کیلئے نہ بھاگتا تو اپنی ٹوٹی بوتلیں اسے گھونپ دیتا۔" وہ بچہ غصیلے انداز میں بولا تھا۔

"تم بہت بہادر انسان ہو تمہارا یہ جوش اور ہمت کبھی تمہیں کسی کے ناپاک ارادوں کے سامنے نہیں جھکنے دے گا' تم نے جو کیا ٹھیک کیا۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ تمہارے لباس کو تمہارے وجود سے الگ کر دے' کسی کو اتنی اجازت نہیں کہ تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں چھو بھی سکے۔" مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے شیث اس کے سامنے سے اٹھا تھا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"محسن۔"

"کہاں ہے تمہارا گھر؟"

"کچی بستی کی طرف۔" بچے نے بتایا تھا جبکہ وہ شان کی طرف پلٹا تھا۔

"جو کام اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملا ہے وہ یہ افورڈ نہیں کر سکتا' بہت چھوٹا ہے یہ۔ رات کی بھیانک تاریکیوں سے گزرنے کے لیے' کہیں گم نہ ہو جائے اس کی معصومیت ان اندھیروں میں۔" مدھم لہجے میں شان سے ہمکلام وہ اس بچے کو ہی دیکھ رہا تھا جو اپنے پھٹے کپڑوں کو درست کر رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم اس کے باپ سے ملو' آگے تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔" اس کی ہدایت پر شان سر ہلاتا اس بچے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

* * *

"آپ کو معلوم ہے' میں اور مومو آپ کے لیے بہت اچھی سی خاتون ڈھونڈنے کے مشن پر عمل کرنے والے ہیں۔" سارہ کے مسکراتے لہجے پر عاطف نے حیرانی سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ کافی رات ہو چکی ہے' آپ دونوں خواتین اپنے مشن خود تک محدود رکھیں اور مجھے اجازت دیں۔"

"ہرگز نہیں' جب تک آپ اپنے دل کی بات نہیں بتائیں گے نہ ہم اٹھیں گے اور نہ آپ کو جانے دیں گے۔" سارہ نے فوراً کہا تھا۔

"محترمہ! میں جن لوگوں کی صحبت میں رہا ہوں وہ اپنے دل کی بات سے اپنے فرشتوں کو بھی باخبر نہیں ہونے دیتے۔"

"مثال کے طور پر کوئی ایک۔" سارہ نے مسکراہٹ چھپا کر فوراً کہا تھا۔

"کوئی ایک نہیں' صرف ایک ہی ہے جس پر ساری مثالیں ختم ہیں۔" عاطف کے خشمگیں لہجے پر وہ مسکرائی تھی۔

"اس انسان کا بدلہ آپ ہم سے کیوں لے رہے ہیں؟" وہ بولی تھی۔

"کیونکہ آپ بھی اس جیسی ہی ہیں' مجال ہے جو کبھی کوئی اشارہ دیا ہو مگر میں بھی اسی زمین پر اور آپ جیسے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں۔" عاطف کی بات پر سارہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

"تم سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے مگر اس معاملے میں شیث سے میرا سامنا نہ ہی ہو تو بہتر ہے۔ ایک عرصے سے سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں خاموشی سے انتظار ہی کرتا رہا ہوں کہ وہ کبھی تو مجھ سے اپنے دل میں چھپی بات شیئر کرے گا مگر......" عاطف نے تاسف سے بات ادھوری چھوڑی تھی۔

"مجھے مشکوک نظروں سے مت دیکھو' میں تو اب تک خود حیران تھی کہ عاطف بھائی کیسے کچھ نہیں جانتے' جب چھوٹے بھائی نے ان سے کچھ شیئر نہیں کیا تو مجھے اپنی زبان کھول کر مرنا تھا۔" سارہ کی نظروں پر مومو نے فوراً بچاؤ کیا تھا۔

"یہ سچ کہہ رہی ہے' ویسے بھی اس کے بتانے پر کوئی فرق نہیں پڑتا' میرے لیے یہ سچ کافی پرانا ہے' شیث کی مشکوک حرکتیں اس وقت ہی مجھے سمجھ آ گئی تھیں جب وہ خود اپنی فیلنگز سے واقف نہیں ہوا ہوگا۔" عاطف نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"جب آپ جان چکے تھے تو اس سے پوچھا کیوں نہیں؟" سارہ جھینپے انداز میں بولی تھی۔

"شروع میں ایک دو بار کوشش کی تھی مگر وہ ٹال گیا تھا' میں نے یہی سوچا تھا کہ زیادہ دن وہ کم از کم مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکے گا مگر میری یہ خوش فہمی

اب تک قائم ہی ہے' اس بات کو ہی لے کر مجھے شیث سے ناراض ہونا چاہیے تھا مگر وہ تو یہاں بھی الٹی گنگا بہا رہا ہے۔" عاطف کے ناراض لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"ہم کیا بات کر رہے تھے اور وہ کس طرح ہمیں گھما کر چلے گئے۔" عاطف کے جانے کے بعد سارہ کو یاد آیا تھا۔

"گھما کر نہیں تمہارا دھیان سورج مکھی کی طرف لگا کر بچ نکلے...... "مومو نے اسے گھورا تھا۔

"کوئی بات نہیں دوبارہ گھیر لیں گے' بچ کر کہاں تک جائیں گے۔" مومو کا ہاتھ پکڑ کے کھینچتی وہ خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اب بھاگتی ہوئی جاؤ' میں دیکھ رہی ہوں۔" مومو کو ہدایت کرتی وہ اس وقت تک گرلز کے پاس رکی رہی جب تک مومو اپنے پورشن کی گرلز بند کرتی ہاتھ ہلاتی گھر کے اندر نہ چلی گئی۔

احتیاط کے ساتھ اس نے بھی بھاری گرلز کھینچ کر بند کرتے ہوئے اس کا لاک لگایا تھا اور چند لمحوں تک سامنے نظر دوڑاتی رہی تھی۔ اتنا سکون اور خاموشی دیکھ کر یقین کرنا مشکل تھا کہ چند گھنٹوں پہلے یہاں کتنا شور وغل اور رونق رہی ہوگی۔ گہری سانس بھر کر وہ پلٹی تھی مگر اگلے ہی پل اس کی پشت گرلز سے ٹکرائی تھی' تاریکی میں اچانک اس سیاہ ہیولے نے اسے دہلا دیا تھا' اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی روح جیسے فنا ہوگئی تھی' ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہنی گرلز کی لرزتی آوازیں گونج اٹھی تھیں' گرلز پر برسنے والے اس کے ایک ہی ہاتھ میں کس قدر اشتعال تھا' اس کا اندازہ گرلز کی لرزش سے لگایا جاسکتا تھا مگر وہ چہرہ دائیں جانب پھیرے آنکھیں بھینچے ساکت کھڑی تھی۔ گرلز کی یخ بستگی اس کی پشت میں سرائیت کرتی سارے وجود کو منجمد کر چکی تھی۔ اس کا دل کانپ اٹھا تھا جب ایک سخت گرفت اسے اپنے شانوں کے گرد محسوس ہوئی تھی' دوسری جانب وہ ایک ہی جھٹکے میں اسے قریب کر چکا تھا۔ لرزتے وجود کے ساتھ وہ وحشت زدہ نظروں سے تاریکی میں اسے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"جب تم میری طرف نہیں دیکھتی ہو تو...... کسی اور چہرے کو بھی مت دیکھا کرو۔" کانوں میں اترتی بھنچی ہوئی آواز اور پیشانی سے ٹکراتی گرم سانسیں...... وہ بے جان ہونے لگی تھی۔

"جب میرا نام تمہارے لبوں پر نہیں آتا تو کسی اور کا نام بھی لبوں پر مت لایا کرو۔" جھلستی آواز پر اس سے پہلے کہ دھڑکن رک جاتی اچانک اس کی گرفت شانے سے ہٹاتی وہ تیر کی طرح اندر بھاگی تھی اور پتا نہیں کن حواسوں میں اس نے پوری شدت سے اپنا سیل فون پھینکا تھا اور بھیگتے چہرے کے ساتھ کمرے میں جا کر دروازہ لاک کر لیا تھا۔

* * *

رات کی گہری خاموشی میں کرسی کی بیک سے سر ٹکائے وہ بند آنکھوں کے ساتھ مدھم ہوا کی سرسراہٹوں کو سن رہا تھا۔ مانوس آہٹ پر اس نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا تھا۔

"تمہیں یاد ہے آج کون سا دن شروع ہو چکا ہے؟" عاطف کے سوال پر وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"اس سے پہلے ہر بار تم مجھے یہ دن اور اس کی اہمیت کا احساس دلاتے رہے ہو' اس سے پہلے کبھی مجھے اس طرح تمہاری یادداشت پر دستک نہیں دینی پڑی ہے۔"

ý”ý ó HappyBirthday یکدم ہی شیث نے مدھم آواز میں اسے وش کیا تھا' دوسری جانب عاطف چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں' کسی کا غصہ کسی کی ناراضگی تم اپنے رویئے سے مجھ پر ظاہر کر رہے ہو' تمہیں حق ہے کہ مجھے تختہ مشق بنالو مگر اتنی اجنبیت کا مظاہرہ؟ تم کچھ کہہ سن کر اپنے دل کے غبار کو نکالو تو یہ بہتر ہوگا' کم از کم اس میں اپنائیت کی رمق تو ہوگی۔"

"کہنے کے لیے کچھ نہیں میرے پاس' تو کیا کہوں۔" عاطف سے نظر ملائے بغیر وہ بولا تھا۔

"جب کہنے کے لیے بہت کچھ تھا تم نے تب بھی کچھ نہیں کہا شیث! مجھے ہمیشہ تم سے ایک ہی شکایت رہی ہے کہ تمہارے بارے میں ہر بات مجھے دوسروں سے معلوم ہوتی ہے' تم مجھے احساس دلا چکے ہو کہ مجھ پر تمہیں وہ اعتبار ہی نہیں کہ اپنے کسی راز سے مجھے آگاہ کرتے۔"

"یہ دوسرے کون ہیں اور کون سے راز ہیں میرے؟" شیث نے پوچھا تھا۔

”ہر وہ بات جو تم مجھ سے چھپاؤ گے وہ میرے لیے راز ہی ہے اور دوسرے وہی لوگ جو شاید تمہیں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ ویسے مجھے دوسروں میں سارہ کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔“ عاطف کی بات پر وہ چونکا ضرور تھا مگر کچھ کہا نہیں تھا۔

”وہ مجھے تم سے لاکھ درجے بہتر لگی ہے‘ تمہاری طرح اس نے مجھ سے آنکھیں نہیں چرائیں‘ سچ کو قبول کرنے کی اور اس کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتی ہے وہ۔“

”ہاں اس چیز کا احساس اس نے مجھے بھی بہت دیر سے دلایا ہے کہ وہ مجھ سے لاکھ درجے بہتر ہے‘ مگر دیر سے ہی سہی اب میں اس چیز کو قبول کر چکا ہوں کہ میری حیثیت اس کے سامنے کوڑے کرکٹ سے بھی بدتر ہے۔“ وہ تلخ ہوا تھا۔

”جو تم کہہ رہے ہو وہ صرف ایک ردعمل ہے ورنہ اس کے نزدیک تمہاری کیا حیثیت اور اہمیت ہے یہ حقیقت تم اچھی طرح جانتے ہو۔“ عاطف نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

کچن کی تیز روشنی میں بھاپ اڑاتی کافی کا مگ اس کے سامنے رکھ کر عاطف خود بھی ٹیبل کے گرد بیٹھ گیا تھا۔

”میں نہیں جانتا اس دن کس طرح میں نے ضبط کیا تھا‘ میرے لیے اس وقت بھی یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ میرا ہاتھ جھٹک سکتی ہے‘ مجھ سے بیزار ہوسکتی ہے‘ مجھے اپنی زندگی اپنے راستے سے الگ کرسکتی ہے۔“ اس کے لہجے کی اذیت کو عاطف نے گہرائی سے محسوس کیا تھا۔

”میں سب کچھ ہوسکتا ہوں مگر اتنا گرا ہوا نہیں کہ اس انتظار میں رہتا کہ اس پر کوئی دوسرا الزام لگ جائے‘ اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ سب کچھ اس حد تک چلا جائے گا‘ اسے اور مجھے منہ کے بل گرا دیا جائے گا تو میں کبھی اسے یہاں نہیں رہنے دیتا۔ میں گناہ گار ہوں کہ میری وجہ سے اسے ہر بار تکلیف پہنچی مگر میں اس امید کے سہارے تھا کہ ایک دن سب ٹھیک ہوجائے گا‘ اسے قبول کرلیا جائے گا۔ یہ میرا عزم تھا کہ اسے اس کا مقام اپنے گھر میں دے کر رہوں گا‘ یہ عزم اس لیے بھی مضبوط تھا کہ وہ میرے ساتھ تھی‘ مگر پھر جو کچھ ہوا اس نے میرے عزم کو ہی نہیں مجھے بھی توڑ کر رکھ دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ یہ انتظار تو لاحاصل تھا‘ مجھے تو بہت پہلے ہی اس کے ساتھ اپنی ایک الگ دنیا بسا لینی چاہیے تھی جہاں اسے اور مجھے کسی نفرت‘ کسی مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مجھے وہ دن نہ دیکھنا پڑتا کہ اس کی آنکھوں میں مجھے اپنے لیے نفرت دکھائی دیتی۔“ سرخ چہرے کے ساتھ وہ بمشکل ضبط کیے بولتا جارہا تھا۔

”میں اسے کبھی ذلت سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا مگر پھر بھی اس کے لیے ذلت کی وجہ بنتا رہا یہ میں مانتا ہوں ہر الزام مجھے قبول تھا مگر اس نے تو ایک ہی جھٹکے میں سب کچھ ختم کردیا‘ ازالہ کرنے کا ایک موقع بھی نہیں دیا۔ اس دن میں تہیہ کرکے اس کے پاس گیا تھا کہ اب نہیں تو کبھی نہیں‘ مگر مجھے اندازہ نہیں ہوا کہ میں کتنی دیر کرچکا ہوں۔ وہ مجھ سے منہ موڑ کر مجھے دھتکار گئی۔ میں اگر اسے اس گھر سے ان نفرتوں سے دور لے جانا چاہ رہا تھا تو یہ فیصلہ میں نے ایک پل میں نہیں کیا تھا مگر اسے مجھ پر اتنا اعتبار نہ رہا تھا کہ آنکھیں بند کرکے میرا ہاتھ تھام لیتی۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ میں اسے سوائے ذلت کے کچھ نہیں دے سکوں گا۔ اسے لگ رہا تھا کہ میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو کسی سڑک یا فٹ پاتھ پر اسے چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔“ شدتِ ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ خاموش ہوگیا تھا۔

”شیث! اس وقت تم جن کیفیات میں گھرے اس سے بدگمان بیٹھے ہو‘ تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اُس وقت سارہ بھی کچھ ایسی ہی کیفیات میں مبتلا تم سے بدظن ہوگئی ہوگی۔“ عاطف نے پوری سنجیدگی سے کہا تھا۔

”اگر ان حالات میں وہ تمہاری بات مان کر تمہارے ساتھ جانا بہتر سمجھتی تو یہ کام وہ بہت پہلے کرچکی ہوتی‘ دو آنسو بہا کر تمہیں کنوینس کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔“

”میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر اس دن وہ میرا ہاتھ نہ جھٹکتی‘ تھوڑا سا اعتبار میرے کشکول میں ڈال دیتی تو آج تم اس سے میری بیوی کی حیثیت سے مل رہے ہوتے‘ سارے انتظام مکمل کرکے میں اس کے پاس گیا تھا‘ اسے لے کر میں پہلے کورٹ اور پھر سیدھا ہوٹل پہنچ جاتا جہاں میں نے ایک ہفتے کیلئے کمرہ بک کروایا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ دو دن سارہ کے ساتھ گھر سے دور رہوں گا تو تیسرا دن شروع ہونے سے پہلے وہ خود سارہ کو لینے کے لئے مجھ تک پہنچ جائیں گے‘ جن کی نفرت اور اَنا نے مجھے اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کردیا تھا۔“ شدید مشتعل انداز میں وہ عاطف کو بتا رہا تھا۔

”مگر میں یہ بھول گیا تھا کہ جس کے لیے یہ قدم اٹھا رہا ہوں وہی دامن چھڑا گئی ہے اور اب جب‘ جب میں اسے دیکھتا ہوں میرا یقین کرو عاطف! دل و دماغ میں طوفان اٹھنے لگتے ہیں‘ اگر اس دن وہ پیچھے نہ ہٹتی تو مجھ سے نظر چرا کر چھپنے کی کوشش نہ کر رہی ہوتی بلکہ اس وقت میرے کمرے میں موجود ہوتی۔“ چہرے کے بپھرے تاثرات کے ساتھ وہ بولا تھا۔

”مجھے اب اچھی طرح اندازہ ہو رہا ہے کہ ان تمام حالات و واقعات کو لے کر تم شدید فرسٹریشن اور ڈپریشن میں مبتلا رہے ہو مگر میرے خیال میں تمہیں اس بات نے بہت زیادہ غم و غصے میں گرفتار کر رکھا ہے کہ وہ اگر تمہاری پلاننگ میں گڑبڑ نہ کرتی تو آج تمہاری بیوی ہوتی اور یہ کہ اس وقت تمہارے کمرے میں موجود ہوتی۔“ عاطف کے سنجیدہ لہجے پر وہ کافی کا سپ لیتے لیتے رُکا تھا اور اس کی مسکراتی نظروں پر بس سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

”ویسے فی الحال تو یہ اچھا ہی ہے کہ وہ اس وقت تمہارے کمرے میں موجود نہیں ورنہ اتنی رات گزرنے کے بعد تم یہاں سے اٹھ کر جب جاتے تو یقیناً وہ لاتعداد جوتوں سے تمہارا والہانہ استقبال کرتی‘ اتنا تو جان گیا ہوں میں اسے۔“

”میں اس حوالے سے کوئی مذاق برداشت نہیں کروں گا تو بہتر ہے منہ بند رکھو‘ کچھ نہیں بتا رہا تھا وہی ٹھیک تھا۔“ اس کے ناگوار لہجے پر عاطف کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

”اور دوبارہ یہ مت کہنا کہ تمہیں کسی بات کی خبر نہیں تھی‘ میرے پیچھے جو انویسٹی گیشن تم کرتے رہے ہو اس کے بعد ضرورت تھی کہ میں تمہیں کچھ بتاتا۔“ وہ مزید ناگواری سے بولا تھا۔

”اچھا مجھے یہ بتاؤ جن کی وجہ سے یہ سارے حالات سامنے آئے ہیں ان کے بارے میں تم کیا کہو گے؟“ عاطف کا اشارہ یقیناً شمس کی طرف تھا۔

”سب کچھ اب اسی طرح چل رہا ہے جیسا وہ چاہتے تھے‘ وہ جیت گئے۔ ان کی اَنا کے جھنڈے سربلند ہو گئے‘ ان کے لیے اب اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“ وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

”یہ بتاؤ کافی کیسی بنائی ہے میں نے؟“ عاطف نے یکدم موضوع بدلا تھا۔

”تم نے بنائی ہے اس لیے برداشت کر رہا ہوں ورنہ میں اس گرم مشروب کو کافی کا نام نہیں دے سکتا۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

”کوئی اور وقت ہوتا تو اس جواب پر جانے میں تمہارا کیا حشر کرتا مگر تسلسل سے سارہ کے ہاتھ کی بنی چائے‘ کافی پیتے رہنے کے بعد اس وقت میں بھی تمہارے تبصرے پر متفق ہوں۔“ عاطف نے مسکراتے ہوئے اس کے بگڑے تاثرات کو دیکھا تھا۔

❀❀❀

اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے سامنے سے گزرتے شاہ رخ کو روکا تھا۔

”میں نے ابھی شیث کو عاطف بھائی کے ساتھ باہر جاتے دیکھا ہے‘ ان دونوں کی ناراضگی کب ختم ہوئی؟“ وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

”اسی وقت جب چھوٹے بھائی کا کنفیوژن دور ہوا ہوگا۔“

”کیا مطلب...... کیسا کنفیوژن؟“ وہ مزید حیران ہوئی تھی۔

”اب کچھ کہہ کر مجھے چھوٹے بھائی کے ہاتھوں مرنا نہیں ہے۔“

”مجھے تو بتا دو‘ کسی کو نہیں بتاؤں گی۔“ وہ تجسس سے بولی تھی۔

”ہو گیا ہوگا کوئی کنفیوژن اور ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو مگر اب مجھے بخشو۔“ جان چھڑانے والے انداز میں وہ اسے الجھاتا عجلت میں چلا گیا تھا۔

❀❀❀

اسکرین پر ایک پروجیکٹ تیار کرتا وہ اپنے مخصوص ٹھہرے لہجے میں سارا پروسیجر بھی سمجھاتا جا رہا تھا۔ جماہیاں روکتی مومو توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش تو کر رہی تھی جبکہ سارہ توجہ سے سنتے‘ دیکھتے نوٹ ڈاؤن بھی کر رہی تھی۔ برابر میں موجود زینب کا آج بھی عاطف کی موجودگی میں وہاں ہونا نہ ہونا برابر ہی تھا‘ ایک نگاہ بھی اس نے کمپیوٹر اسکرین پر اب تک نہیں ڈالی تھی مگر اٹھتی گرتی پلکوں کے ساتھ اس کی انگلیوں میں دبی پنسل بڑی روانی سے کاغذ پر حرکت کر رہی تھی۔ ایسے ہی سارہ کی سرسری نظر زینب کی گود میں رکھی نوٹ بک کی طرف گئی تھی اور اگلے ہی پل اس کی آنکھیں پھیلتی چلی

گئی تھیں' دنگ نظروں سے وہ کبھی اردگرد سے غافل زینب کے جھکے چہرے کو دیکھتی اور کبھی اس کی حرکت کرتی پنسل کو۔ اس نے عاطف کے چہرے کا اسکیچ جس مہارت اور نزاکت سے کھینچا تھا سارہ کی نظریں اسکیچ پر سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

''سارہ! میں نے جو کہا وہ تم نے سنا ہے؟'' عاطف بے توجہی محسوس کر کے کچھ سخت لہجے میں بولا تھا۔

''جی...... میں سن رہی ہوں۔'' وہ بری طرح گڑبڑائی تھی جبکہ اس بار عاطف نے زینب کو دیکھا تھا جو اس وقت بھی غافل کاغذ پر موجود نقوش کو سنوارنے میں مگن تھی۔

''زینب! اپنی نوٹ بک مجھے دیں۔'' کسی غیر معمولی چیز کا احساس ہوا تھا جو عاطف براہ راست زینب سے مخاطب ہوا تھا۔ اپنے نام کی پکار پر زینب کا چونکنا لازمی تھا' عاطف کو مکمل اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ لرزتے ہاتھوں کے ساتھ اس نے نوٹ بک عاطف کی طرف بڑھا دی تھی۔ خاموشی کے ساتھ وہ کاغذ پر بکھرے نقوش کو دیکھتا رہا تھا اور پھر صفحہ پلٹتے ہوئے ایک نظر زینب کے سفید پڑتے چہرے پر ڈالی تھی۔ کوئی چھ سات صفحات اس نے پلٹے تھے اور ان سب پر اسے اپنا ہی چہرہ نظر آیا تھا۔ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے سارہ نے عاطف کو دیکھا تھا جو نوٹ بک بند کرتے ہوئے دوبارہ زینب کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''کس کی اجازت سے آپ یہ کام کر رہی تھیں؟'' عاطف کے انتہائی سنجیدہ لہجے پر زینب کا سر مزید جھک گیا تھا۔

''یہاں آپ کا کوئی کام نہیں ہے' آپ فوراً یہاں سے باہر جائیں اور اس وقت تک باہر رہیں جب تک میں یہاں موجود ہوں۔'' عاطف کے حکم صادر کرنے پر زینب نے بے انتہا پریشان ہو کر پہلے عاطف کو اور پھر سارہ کو دیکھا تھا جو خود حق دق رہ گئی تھی۔

''اور یہ تین دن تک ہوگا' میری موجودگی میں آپ اسٹڈی میں نہیں ہوں گی' بعد میں اپنی فیلوز کے ساتھ بیٹھ کر آپ پریکٹس کر سکتی ہیں' Now, get out immediately۔'' سخت لہجے میں وہ سزا سناتا دوبارہ کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ سارہ کی ہمت نہیں ہوئی تھی' بے بس نظروں سے وہ زینب کو دیکھتی رہی تھی جو مرے مرے قدموں کے ساتھ جا کر اسٹڈی کے باہر کھڑی ہو گئی تھی۔

''عاطف بھائی! واپس بلا لیں اسے۔ اتنی دور سے آتی ہے۔'' مومو نے ہمت کر کے سفارش کی تھی مگر جن نظروں سے عاطف نے اسے دیکھا تھا وہ مزید کچھ نہیں بول سکی تھی۔

کچھ دیر بعد ان دونوں کو پریکٹس کرنے کی ہدایت دیتا وہ اسٹڈی سے باہر آیا تھا اور ایک پل کو رک کر دائیں جانب دیوار سے لگی زینب کو دیکھا تھا۔ پنک کلر کے اسکارف میں اس کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو رہا تھا۔

''اب آپ اندر جا سکتی ہیں۔'' نوٹ بک اسے واپس کرتے ہوئے عاطف نے کہا تھا اور آگے بڑھ گیا تھا۔

* * *

ریسٹورنٹ کے پرسکون ماحول میں کھانے کے دوران باتوں کا سلسلہ جاری تھا جب اچانک ہی عاطف نے کہا تھا۔

''تم نے کیا سوچا ہے اس کمپنی کی آفر کے بارے میں جو اپنی پروڈکٹ کی پروموشن کیلئے تمہیں آفر دے رہی ہے؟''

''تم جانتے ہو کہ میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا پھر کیا سوچنا اس آفر کے بارے میں۔'' وہ سرسری انداز میں بولا تھا۔

''تم اتنے دقیانوس کب سے ہو گئے؟ ایک زبردست opportunity تمہیں ملی ہے نام' شہرت' روپے' کیا کچھ نہیں ہے اس فیلڈ میں اور تم اسے ٹھکرانے کا عہد کرنا چاہتے ہو۔'' عاطف نے حیرت کے ساتھ کہا تھا۔

''جن چیزوں کے نام تم گنوا رہے ہو وہ سب جتنی مقدار میں میرے پاس ہیں میں اس میں خوش ہوں' زیادہ کی طلب مجھے کبھی نہیں رہی۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ جب اللہ کی طرف سے تمہیں زیادہ بہتری کے مواقع میسر آ رہے ہیں تو انہیں ٹھکرا کر ناشکری مت کرو' تم جانتے ہو اس کمپنی کے ایم ڈی' شمس بھائی سے مسلسل رابطے میں ہیں' کل انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے پوچھوں کہ تمہارا جواب کیا ہے؟''

''میرا جواب معلوم کرنے کے لیے انہیں تمہارے سہارے کی ضرورت کیوں پڑی؟'' شیث درمیان میں بول اٹھا تھا۔

''ان کے گریز کی وجہ تم اچھی طرح جانتے ہو' تمہارا رویہ ان کے قدم تمہاری طرف بڑھنے سے روک دیتا ہے۔'' عاطف نے خشمگیں نظروں

سے اسے دیکھا تھا۔

”انہوں نے میرے رویئے کی اتنی پرواہ کب سے کرنی شروع کردی؟ ورنہ ہمیشہ تو انہوں نے وہی کہا ہے جو اُن کے خیال میں بے دھڑک کہہ دینا چاہیے۔“ وہ طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔

”فی الحال میں تم سے جس ٹاپک پر بات کر رہا ہوں اسی پر توجہ رکھو۔“ عاطف نے کچھ ناراضگی سے اسے دیکھا تھا۔

”اور میں تمہیں یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ اس آفر سے جان چھڑانے کی بے وقوفی مت کرو، اس کمپنی نے کچھ سوچ کر ہی تمہیں یہ آفر دی ہے ورنہ وہ یہ آفر کسی سلیبرٹی کو بھی دے سکتے تھے، مگر یقیناً وہ کمپنی اپنی پروڈکٹ کی پروموشن کے لیے نیا چہرہ چاہتی ہے جس کا Physical appearance بھی اٹریکٹو ہو اور Consumers کے لیے وہ کمپنی اور اس کی پروڈکٹ کو appealing بنانے کا ہنر بھی رکھتا ہو، تم ان ساری ترجیحات پر کھرے اترتے ہو، سیریسلی۔“ عاطف نے کہا تھا۔

”مگر مجھے واقعی یہ عجیب لگ رہا ہے، اس آفر کو قبول کرنے کے بعد مجھ پر ماڈل کا لیبل لگ جائے گا۔“ وہ بیزاری سے بولا تھا۔

”تم اس فیلڈ کو پروفیشن نہیں بنا رہے، ایک دو تجربے کرنے میں کیا حرج ہے۔“ عاطف نے زچ ہو کر کہا تھا۔

”ویسے بھی جس form میں اس پروڈکٹ کی پروموشن ہو گی وہ صرف پرنٹ میڈیا تک محدود ہو گی، میگزینز میں اس کی advertisement ہو گی اور شہر کی شاہراہوں پر اس پروڈکٹ کے ساتھ تمہارے بلند و بالا بورڈز کھڑے ہوں گے۔“

”میں ایک عام سا نارمل بندہ ہوں، تمہارے لیے یہ سب معمولی ہو سکتا ہے مگر میرے لیے یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔“ وہ تذبذب کے ساتھ بولا تھا۔

”تمہارے گریز کی وجہ اگر سارہ ہے تو پریشان مت ہو، میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔“ عاطف نے یکدم ہی کہا تھا۔

”وہ میرے کسی عمل پر منفی یا مثبت ردعمل کا اظہار کیونکر کرنے لگی، جب وہ خود کو مجھ سے، میری زندگی سے الگ کر چکی ہے، میں اب گڑھے میں گروں یا کھائی میں اُسے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔“ وہ ناگواری سے بولا تھا۔

”فضول قیاس آرائیاں نہ کرو۔“ عاطف نے اسے گھر کا تھا۔

”اچھا ہوا مجھے یاد آ گیا، سارہ سے بھی اس سلسلے میں بات کرنی ضروری ہے، اگر اسے کوئی اعتراض ہوا تو میں اسے سمجھاؤں گا۔“

”تمہیں کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، وہ میرے متعلق کسی بھی رائے کا اظہار تمہارے سامنے نہیں کرے گی، اس کے نزدیک میری اتنی اہمیت نہیں کہ وہ......“

”بس......“ عاطف نے اسے ٹوکا تھا۔

”تم کتنا سچ بول رہے ہو مجھے اندازہ ہے، اس کی رائے کی کتنی اہمیت ہے یہ بھی مجھے معلوم ہے۔ خوامخواہ میرے سامنے بیٹھ کر بے پر کی نہ اڑاؤ، مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر تم سانس بھی کیسے لے رہے ہو اور تم کہتے ہو کہ وہ خود کو تم سے الگ کر چکی ہے۔“ عاطف کے خشمگیں انداز پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

* * *

”تم ان سے ایکسکیوز کر لینا، وہ مزید کچھ کہیں گے بھی نہیں، تم خوامخواہ ڈر رہی ہو۔“ اسٹڈی سے ابھرتی مومو کی آواز پر عاطف باہر ہی رک گیا تھا۔

”یہی میں اسے گیٹ سے یہاں تک سمجھاتی ہوئی لائی ہوں۔“ سارہ کی آواز ابھری تھی۔

”تم نے کوئی بہت بڑی غلطی نہیں کی ہے، ویسے بھی میں تو تمہارے ہنر کی قدردان بن چکی ہوں۔ تم دیکھنا عاطف بھائی اپنے اچھے موڈ میں لازمی تمہارے بنائے گئے اسکیچز کی تعریف کریں گے۔“ مومو نے کہا تھا۔

”ابھی وہ جیسے ہی آتے ہیں تم ان سے سوری کہہ دینا، کتنا برا لگے گا جب تم باہر کھڑی سزا بھگت رہی ہو گی۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”کل سزا کا آخری دن ہے میں بھگت لوں گی، اپنی غلطی کی سزا کاٹنا ضروری ہے۔ بعد میں ان سے میں معافی بھی مانگ لوں گی۔“ زینب کی

مدھم آواز سنائی دی تھی۔

''عنقریب ٹیسٹ ہونے والا ہے، جس طرح عاطف سمجھا سکتے ہیں ہم بے وقوف کیا سمجھائیں گے۔ کل بھی اپنے گھر سے تم نے دس بار مجھے فون کھڑکایا تھا، پریکٹس کے دوران بہت سی چیزیں تمہیں سمجھ نہیں آئی تھیں۔'' سارہ نے اسے سمجھانے والے انداز میں گھرکا تھا۔

''معافی مانگنے کی کوشش تو میں نے کل بھی کی تھی مگر ان کے سامنے مجھ سے کچھ بولا ہی نہیں جاتا۔'' زینب کی آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی تھی جب عاطف اسٹڈی میں داخل ہوا تھا۔ سرعت سے وہ باہر جانے کے لیے اٹھی تھی۔

''آجائیں واپس اپنی جگہ پر۔'' عاطف کی آواز پر وہ بے یقینی کے ساتھ رک کر اسے دیکھنے لگی تھی مگر وہ کمپیوٹر کی طرف متوجہ تھا۔

پریکٹس کے دوران وہ زینب سے کچھ ضروری بات کر رہی تھی جب عاطف نے اسے پکارا تھا، آج وہ کلاس کے بعد باہر نہیں گیا تھا بلکہ اپنے پرسنل کمپیوٹر میں مصروف ہو گیا تھا۔

''ان سے کہہ دینا تم پروجیکٹ کے متعلق بات کر رہی تھیں مجھ سے۔'' زینب کے پریشان انداز میں تاکید پر وہ مسکراتے ہوئے عاطف کی سمت بڑھ گئی تھی۔

''میرے لیے یقین کرنا مشکل ہے کہ یہ خاتون تمہاری دوست ہیں۔'' عاطف کے مدھم خشمگیں انداز پر وہ بمشکل ہنسی روکتی اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔

''تم اسے یہاں بلا کر اس کا وقت برباد کر رہی ہو، یہ کچھ سیکھنا نہیں چاہتی، اس کی حرکات سے بخوبی اندازہ ہو چکا ہے مجھے۔''

''ایسا بالکل نہیں ہے، وہ اتنی بے وقوف اور لاپرواہ نہیں ہے۔'' سارہ نے کچھ ناراضگی سے کہا تھا۔

''اچھا مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی، تم جانتی ہو گھر میں شیث کے حوالے سے آج کل جو تذکرہ چل رہا ہے۔'' عاطف نے بغور اس کے سنجیدہ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے میں، اسے اپنے کسی ذاتی فیصلے کے لیے میری رائے کی ضرورت نہیں ہے، باقی گھر میں سب کی کیا رائے ہے میں یہ بھی نہیں جانتی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''یہاں سب کی نہیں صرف تمہاری رائے کی بات ہو رہی ہے، میں بھی تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔''

''میں آپ سب میں ہی تو شامل ہوں تو ظاہر ہے جو آپ سب کی رائے ہے میں بھی اس پر متفق ہوں۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بات ختم کرتی اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

''یہ ساتھ لیتی جاؤ۔'' عاطف نے ایک پیکٹ اس کی سمت بڑھایا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' وہ حیران ہوئی تھی۔

''تمہیں نظر آ رہا ہے، اس میں تمہارے لئے نیا سیل فون ہے، شیث نے مجھے یہ تمہیں دینے کے لیے کہا تھا شاید اسے لگ رہا تھا کہ تم یہ اس کے ہاتھ سے نہیں لو گی۔''

''یہ میں آپ سے بھی نہیں لوں گی، اس سے کہیں میرا پرانا سیل فون واپس کر دے، وہ مجھ سے اُس کے کمرے میں ٹوٹ گیا تھا۔'' وہ بمشکل ناگواری چھپائے بولی تھی۔

''وہ سیل فون صرف ٹوٹا ہوتا تو تمہیں ضرور واپس مل جاتا مگر تم تو اس کے پرخچے اڑا چکی ہو، اب خاموشی سے یہ رکھو ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔'' عاطف نے قطعی لہجے میں وہ پیکٹ اسے تھما کر جانے کا اشارہ دیا تھا۔

❀❀❀

زینب کو گیٹ پر الوداع کہہ کر وہ جب واپس آئی تو کافی لیٹ ہو چکی تھی مگر سب اسے لاؤنج میں ہی نظر آ رہے تھے اور ٹی وی پر کوئی میچ دیکھ رہے تھے۔

”اتنی دیر ہوگئی آج‘ خواتین کے لیے بہت وقت ہوتا ہے عاطف بھائی کے پاس۔“ کارپٹ پر نیم دراز شان نے شرارتی نظروں سے دیکھا تھا جبکہ اسے گھور کر سارہ نے ایک نگاہ شیث پر ڈالی تھی جو وہیں فلور کشن پر براجمان کافی کے سپ لیتا مکمل ٹی وی کی سمت متوجہ تھا۔

”زینب چلی گئی؟“ سدرہ نے پوچھا تھا۔

”جی ہاں۔“ مختصر جواب دیتی وہ شاہ رخ کے ساتھ ہی جا بیٹھی تھی۔

”آج تمہارے انتظار میں مجھے مجبوراً سدرہ کی بنائی ہوئی کافی پینی پڑ رہی ہے۔“ ٹی وی سے ایک پل کو نظر ہٹا کر شمس نے اسے دیکھا تھا۔

”فکر نہ کریں آج کے بعد مجبوراً بھی نہیں بناؤں گی۔“ سدرہ کے خشمگیں لہجے پر وہ مسکرائی تھی۔

”کہاں تک عبور حاصل ہو چکا ہے؟“ شاہ رخ نے پوچھا تھا۔

”کچھ مت پوچھو‘ ٹیسٹ کا رزلٹ دیکھنے کے بعد عاطف ہماری شکلیں بھی دیکھ لیں تو بہت بڑی بات ہے۔“ شدید پریشان کن انداز میں بولتی وہ چونک کر ہنی کی طرف متوجہ ہوئی تھی‘ اس کے ہاتھ میں سارہ کا بیگ تھا۔

”آنی! آپ کے بیگ میں اتنے ڈھیر سارے روپے ہیں‘ میں آئسکریم کے لیے اس میں سے روپے لے لوں۔“ ہنی کی چہکتی آواز پر سارہ نے فق ہوتے چہرے کے ساتھ سدرہ کو دیکھا تھا جو ہنی کو ڈپٹتے ہوئے بیگ اس سے لے چکی تھیں۔

”سارہ! اتنے روپے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟ میں نے اتنے روپے تو نہیں دیئے تھے تمہیں۔“ بیگ میں سے مزید سرخ سرخ نوٹ برآمد کرتیں سدرہ حیرت سے پوچھ رہی تھیں۔

”وہ...... یہ روپے مجھے......“ سب کے سامنے سچ بتاتے ہوئے اس کی زبان لڑکھڑائی تھی۔

”عاشر بھائی نے یہ روپے مجھے دیئے تھے۔“ کمزور آواز میں بولتے ہوئے سارہ نے ایک چور نگاہ اس پر ڈالی تھی جو ٹی وی کی سمت ہی متوجہ تھا مگر اس کے چہرے کے تاثرات بالکل تن چکے تھے۔

”لیکن اتنے سارے روپے......؟“ سدرہ مزید دنگ ہوئی تھیں۔

”وہ دیتے رہتے ہیں‘ خرچ کرنے کا موقع نہیں ملا تو رکھے رکھے اتنے جمع ہو گئے۔“ وہ بمشکل ہی بولی تھی۔

”وہ روپے دیتا ہے اور تم لے لیتی ہو‘ منع نہیں کر سکتی ہو اسے۔“ شمس کچھ ناگواری سے بولے تھے۔

”منع کرتی ہوں مگر وہ سنتے نہیں ہیں۔“ شیث کی موجودگی کی وجہ سے یا کچھ اور مگر اس کا دل سہم سا گیا تھا۔

”بہر حال آئندہ خیال رکھنا‘ کھانے پینے کی چیزوں کی بات الگ ہے اس سے قریبی رشتہ ہے تمہارا‘ روک ٹوک کا سوال نہیں اٹھتا مگر اب روپے لینے سے قطعی انکار کر دینا۔ ناراض ہوتا ہے تو ہونے دو۔“ شمس کے سخت لہجے میں تاکید کرنے پر ماحول میں سنجیدگی بڑھ گئی تھی۔ نظر اٹھا کر سارہ نے اسے دیکھا تھا جو خاموشی کے ساتھ اٹھا تھا اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

⁂

آج کے ٹیسٹ میں ان تینوں کو الگ الگ اور ٹف قسم کے پروجیکٹس ملے۔ سارہ کو یقین تھا کہ پچھلے ٹیسٹ کی طرح اس بار بھی شاندار طریقے سے شرمندہ ہونا پڑے گا‘ مومو کی بیزاری‘ خود اس کا ڈاؤن ہوتا بی پی اور زینب کی مستقل خاموشی نے اس کا یقین مستحکم کر دیا تھا۔

”سارہ! میرا ٹیسٹ مکمل ہو گیا ہے۔“ ٹیسٹ شروع ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا جب یہ فخریہ سرگوشی اس کے کانوں تک وہاں سے آئی تھی جہاں سے یہ توقع رکھنا ہی ناممکن تھا۔ شدید بے یقینی سے اس نے زینب کے کامیابی کی خوشی سے تمتماتے چہرے کو دیکھا تھا‘ دوسری جانب شاید کامیابی نے ہی اسے اتنا اعتماد دیا تھا کہ وہ فوراً ہی اٹھ کر عاطف کی سمت بڑھی تھی جو پرنٹر کے پاس موجود پرنٹ آؤٹ نکالنے میں مصروف تھا۔

”سر! میرے سارے پروجیکٹس مکمل ہو گئے ہیں‘ آپ چیک کر لیں۔“ زینب کی آواز پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”میں سن چکا ہوں‘ اب آپ واپس جا کر بیٹھ سکتی ہیں۔“ عاطف کے اکھڑے لہجے پر وہ ایک پل کو دنگ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل خفت اور شرمندگی سے اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔

”وہ ابھی بزی ہیں‘ کچھ دیر میں آ کر چیک کر لیں گے۔“ سارہ محسوس کر گئی تھی اس لیے زینب کی دلجوئی کے لیے کہا تھا ورنہ خود اسے بھی زینب

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

کے ساتھ عاطف کا یہ رویہ پسند نہیں آیا تھا۔

ٹھیک ہے زینب سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اسے بالکل ہی اگنور کر دیا جائے۔ یہ سب اس لیے بھی زیادہ محسوس ہوتا تھا کہ بالکل برعکس عاطف کا رویہ سارہ اور مومو کے ساتھ ہوتا تھا۔

آدھا گھنٹہ مزید گزرا تو ان دونوں کا بھی ٹائم ختم ہونے کا سگنل عاطف نے دے دیا تھا۔ پہلے مومو پھر سارہ اور اس کے بعد زینب کی باری آئی تھی جو سب سے پہلے ٹیسٹ سے فارغ ہو چکی تھی۔

"آپ نے کمپیوٹر آف کیوں کر دیا ہے' کہاں ہیں آپ کے پروجیکٹس؟" عاطف نے کچھ حیرت و ناگواری سے اسے دیکھا تھا جو لب سیئے بلینک مانیٹر کو گھورتی ساکت بیٹھی تھی۔

"زینب! اپنے پروجیکٹس دکھاؤ۔" سارہ نے کچھ گھبرا کر اسے پکارا تھا مگر اگلے ہی لمحے وہ حق دق رہ گئی تھی جب زینب کچھ بھی کہے بغیر ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور بیگ کندھے پر ڈالتی سرعت سے اسٹڈی سے نکل گئی تھی۔

"میں جا کر دیکھتی ہوں اسے۔" حیران کھڑے عاطف کو خفت زدہ نظروں سے دیکھتی وہ بھی زینب کے پیچھے آئی تھی مگر اسے دیر ہو چکی تھی' جب وہ گیٹ تک پہنچی زینب اس کی ساری آوازیں اَن سنی کیے اپنے بھائی کے ساتھ بائیک پر اڑتی چلی گئی تھی۔

* * *

"اس بار کوئی بہانہ مت کرنا' میری برتھ ڈے پر تم مجھے باہر لے جا رہے ہو کینڈل لائٹ ڈنر کے لیے' سمجھے۔" شاہ رخ کے تعاقب میں ہی آتی وہ حکم صادر کر رہی تھی۔

"کینڈل لائٹ ڈنر کے لیے میں تمہیں چاند پر لے جاؤں گا اگلے جنم میں۔ کیونکہ اس زمین پر یہ معجزہ نہیں ہو سکتا۔" شاہ رخ نے رک کر خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں سننا' اگر میری برتھ ڈے پر تم نے میری خواہش پوری نہ کی تو اس زمین پر میں نہیں یا تم نہیں۔" مومو نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"تم تو رہو گی...... میں نہیں رہوں گا تمہاری خواہش پوری کرنے کے بعد۔" شاہ رخ نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں ساتھ باہر لے جانے سے پہلے مجھے ایک ایک کر کے تمہارے درجن بھر بھائیوں کو کسی غار میں لے جا کر چھوڑنا ہو گا' مگر مجھے یقین ہے وہ منٹوں میں وہاں سے بھی دوڑے چلے آئیں گے۔ ایسی کوئی جگہ ہے جہاں تمہارے بھائی نظر نہ آتے ہوں؟ پتھر سرکاؤ تو اس کے نیچے سے بھی وہ برآمد ہو جائیں گے۔" بری طرح تپ کر وہ بولتا چلا گیا تھا جبکہ مومو منہ کھولے اسے تکتی رہ گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" برآمدے میں آتے شمس نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"آپ بتائیں' کیا میرے بھائی کیڑے مکوڑے ہیں جو ہر پتھر کے نیچے سے برآمد ہو جاتے ہیں۔" مومو جلتی بھنتی ان سے پوچھ رہی تھی۔

"کس نے کہا یہ؟" شمس نے ایک نظر شاہ رخ کے مسکراتے چہرے پر ڈالی تھی۔

"اس گھر میں ایک ہی چھپا دشمن ہے میرے بھائیوں کا۔" مومو نے خونخوار نظروں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

"اتنا عظیم سچ بول کر تم یہیں ڈٹے کیوں کھڑے ہو' بھاگو۔" شمس کی ہدایت پر وہ دل جلا دینے والے قہقہے کے ساتھ گھر کے اندر گیا تھا جبکہ شمس فوراً ہی اس کے پیچھے جاتی مومو کو روکتے اس کے ہمراہ ہی گراؤنڈ کی سمت بڑھ گئے تھے جہاں عاطف اور شیث باتوں میں مصروف تھے۔

"چھوٹے بھائی! کیا ہو جاتا جو اگر میگزین میں آپ کے ساتھ میرا فوٹو بھی چھپ جاتا۔" مومو نے اپنی بقیہ جھنجھلاہٹ شیث پر اتاری تھی۔

"کیا فضول ہانک رہی ہو۔" شمس نے فوراً اسے گھرکا تھا۔

"توجہ مت دیں' اس کا دماغ سارہ کے جانے کے بعد سے ہی خراب ہوا ہے۔" عاطف نے کہا تھا۔

"صرف میرا ہی تو دماغ خراب نہیں ہوا؟" مومو نے معنی خیز نظروں سے شیث کو بھی دیکھا تھا جو بالکل نظرانداز کر گیا تھا۔

"کیسا رہا تمہارا یہ ایکسپیرینس؟" شمس نے بالآخر خود اسے مخاطب کر لیا تھا۔

”جی...... سب اچھا رہا۔“ اس نے مختصراً کہا تھا۔

”حسن حیات سے بات ہوئی تھی میری، کافی تعریف کر رہے تھے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ وہ آگے بھی تمہیں اپنی کمپنی سے connect رکھنا چاہیں گے۔“ شمس کے مزید کہنے پر وہ خاموش رہا تھا تب ہی شمس کے سیل فون پر کال آ گئی تھی وہ کال سارہ کی ہی تھی جو آج سارا دن اپنی پھپھو کی طرف ہی رہی تھی۔

”شان تمہیں لینے نہیں پہنچا اب تک؟“ سوال کرتے ہوئے انہوں نے متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھا بھی تھا۔

”بھابی نے مجھے جانے کے لیے کہا تھا، ابھی چلا جاتا ہوں۔“ شیث نے درمیان میں یہ کہا تھا جس پر وہ سارہ کو کچھ دیر انتظار کرنے کی تاکید کر گئے تھے۔

⁂

پیچھے بھاگتے مناظر سے نظر ہٹا کر سارہ نے ایک نگاہ بیک ویو مرر میں نظر آتے اس کے سپاٹ چہرے پر ڈالی تھی۔

”آپی نے خوامخواہ تمہیں زحمت دی، میں کسی کے ساتھ بھی گھر واپس آ جاتی۔“ مدھم آواز میں وہ یہ بولے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

”شاید وہ یہ بھول گئی تھیں کہ تمہارے لیے خدمت گاروں کی کمی نہیں ہے۔“ ونڈ اسکرین پر نظر جمائے وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

”اور زحمت کی بات مت کرو کیونکہ زحمت اور زبردستی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔“

”پتا نہیں وہ یہ کیسے بھول گئیں کہ میرے خدمت گار بہت ہیں، انہیں واقعی تمہیں زبردستی مجھے لینے کے لیے نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔“ سرخ چہرے کے ساتھ کاٹ دار لہجے میں وہ بولی تھی اور چہرہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔

شدید قسم کی جھنجھلاہٹ اسے محسوس ہونے لگی تھی۔ ٹریفک بہت جام تھا اور وہ بس جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ گاڑیوں کے سیلاب پر نظر دوڑاتے ہوئے اچانک ہی اس کی نظر اوپر کی جانب اٹھی تھی اور اگلے ہی پل اس کی آنکھیں ساکت ہو گئی تھیں۔ آسمان تک جاتے اس دیوہیکل بورڈ پر سجا جگمگاتا چہرہ دل کی دھڑکن روکنے لگا تھا۔

کچھ چونک کر وہ ونڈو کے قریب آتے اس بچے کی طرف متوجہ ہوا تھا جسے پہچاننے میں اسے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

”محسن! تم یہاں کیا کر رہے ہو اس وقت؟“ وہ کچھ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

”وہاں میرے ابو کی پھولوں کی دکان ہے۔“ بچے نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا تھا۔

”شام کو میں ان کے ساتھ ہی دکان پر ہوتا ہوں، شان بھائی کل بھی دکان پر آئے تھے۔ ابو آپ سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کا شکریہ ادا کریں، آپ ان سے ملیں گے؟“ رکے بغیر وہ بولتا سوال بھی کر گیا تھا۔

”کیوں نہیں، میں ضرور ان سے ملنے آؤں گا مگر تم یہ بتاؤ اسکول جا رہے ہو روزانہ؟“ شیث نے پوچھا تھا۔

”جی...... اور میرا چھوٹا بھائی اور بہن بھی اسی اسکول میں جا رہے ہیں، وہ اسکول بہت اچھا ہے۔“ بولتے ہوئے اس بچے نے رک کر اپنی طرف متوجہ سارہ کو دیکھا تھا۔

”آپ کے بچے بھی اسکول جاتے ہوں گے؟“ اس نے یکدم ہی بڑی معصومیت کے ساتھ شیث سے سوال کیا تھا جو دنگ ہی رہ گیا تھا۔ دوسری جانب سارہ نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے اس بچے کو دیکھا تھا۔

”تم اب فوراً واپس جاؤ، یہاں مت رکو۔“ شیث نے عجلت میں اسے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

”وہ آپ کی اتنی بڑی تصویر لگی ہے دو دن پہلے، میں نے تو فوراً پہچان لیا تھا۔“ شیث کی سنے بغیر وہ اپنی ہی بولے گیا تھا۔

”میں نے تم سے کیا کہا ہے؟“ شیث نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”میں جا رہا ہوں مگر یہ پھول لے لیں۔“ بالآخر یاد آنے پر اس نے پھولوں کا چھوٹا سا گلدستہ شیث کے حوالے کیا تھا۔

”یہ بہت خوبصورت لگ رہا ہے، شکریہ۔“ شیث نے کہا تھا۔

”میں اسے سنبھال کر رکھوں گا۔“

”آپ کو جو دوسرا دوں گا اسے سنبھال کر رکھئے گا مگر ابھی یہ والا ان کو دے دیں۔“ بچے نے کچھ شرمیلی آواز میں کہا تھا‘ دوسری جانب سارہ نے سرعت سے پھول شیث کے ہاتھ سے اچک لئے تھے۔

”کتنے اچھے ہو تم‘ وہ دوسرا بکے بھی تم نے مجھے دینا ہے۔“ سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ دوسری جانب شرماتے ہوئے وہ تھوڑا پیچھے ہوا تھا۔

”یہ کون ہیں؟“ سوال اس نے شیث سے کیا تھا مگر اگلے ہی پل شیث نے جس طرح سنجیدگی سے اسے جانے کا اشارہ دیا تھا وہ فرمانبرداری سے اشارے پر عمل کر گیا تھا۔

”اس کے سوال کا جواب نہیں تھا تمہارے پاس؟“ کچھ فاصلہ طے ہوا تھا جب وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ جواب کا انتظار کرتی وہ چند لمحوں تک اس کے خطرناک حد تک سنجیدہ چہرے کو دیکھتی رہی تھی جو ونڈ اسکرین کی طرف ہی متوجہ رہا تھا۔ بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے بھی پھول ڈیش بورڈ پر ڈال دیئے تھے۔

⁂

وہ سیدھی کچن کی سمت جانا چاہتی تھی مگر لاؤنج میں موجود سدرہ کی پکار پر اسے ان کی طرف جانا پڑا تھا۔

”تم نے زینب کو بتا دیا تھا کہ آج تم پھپھو کی طرف جا رہی ہو اس لیے کلاس نہیں لو گی؟“ وہ پوچھ رہی تھیں۔

”نہیں...... آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟“ سارہ نے پوچھا تھا۔

”وہ آئی نہیں تھی تو میں نے سوچا کہ تم نے اسے اپنی غیر موجودگی کا بتا دیا ہوگا‘ ویسے تین چار دن سے وہ آ بھی نہیں رہی‘ سب ٹھیک ہے؟ فون کرنا تھا اسے۔“

”کل میری بات ہوئی ہے اس سے‘ طبیعت اس کی کچھ ناساز ہے اس لیے نہیں آ رہی۔“

”عاطف کو بتا دیا تم نے؟“ سدرہ نے پوچھا تھا۔

”نہیں مگر سوچ رہی ہوں جا کر بتا دوں۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”میں کافی بنانے جا رہی ہوں آپ لیں گی؟“

”نہیں بھئی...... یہ ڈرامہ ختم ہو تو جا کر سوؤں گی‘ شمس اسٹڈی میں ہیں چاہو تو ان سے پوچھ لو۔“

”کافی کے لیے آپ کے ہسبینڈ کبھی انکار کر سکتے ہیں۔“ وہ خشمگیں لہجے میں بولی تھی۔

”بات سنو...... اب دوبارہ میں تمہیں آپ کے ہسبینڈ‘ آپ کے ہسبینڈ کہتے نہ سنوں‘ سمجھ رہی ہو یا نہیں؟“ سدرہ گھرکنے والے انداز میں بولی تھیں۔

”ٹھیک ہے اب میں انہیں لینڈ لارڈ کہوں گی‘ یہ ان پر جچتا بھی ہے۔“ مسکراتے ہوئے وہ بولتی آگے بڑھ گئی تھی۔

فائل بند کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو کچھ حیرانی سے انہیں دیکھتی قریب آ رکی تھی۔

”آپ کہاں گم تھے میں نے دوبار دستک دی تھی؟“ سارہ نے بغور ان کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھا تھا۔

”شاید میں نے سنا نہیں ہوگا‘ تم کہو کوئی کام ہے؟“ وہ ٹالنے والے انداز میں پوچھ رہے تھے۔

”کیا میں صرف کسی کام سے ہی آپ کے پاس آ سکتی ہوں۔“ وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”یہ کیوں سوچا تم نے؟“ شمس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو خاموش رہی تھی۔

”بیٹھو تم‘ میں بھی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہا ہوں۔“ ان کے سنجیدہ لہجے پر وہ قریب ہی رکھی چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔

”تم مطمئن ہو یہاں؟ کوئی مسئلہ کوئی پریشانی تو نہیں؟“ ان کے بے ترتیب سے لہجے پر سارہ نے الجھی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

”یہاں آپ ہیں‘ آپی ہیں‘ سب میرا اتنا خیال رکھتے ہیں پھر مجھے یہاں کوئی مسئلہ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر کبھی کوئی پریشانی یا مسئلہ ہوا بھی تو میں آپ سے ہی بیان کروں گی۔ مگر مجھے آپ اکثر پریشان دکھائی دیتے ہیں اور میں صرف سوچ کر رہ جاتی ہوں کہ آپ سے پریشانی کی وجہ پوچھوں یا نہیں۔“ وہ گہری سنجیدگی سے بولی تھی۔

‘‘تم ساری وجوہات جانتی ہو سارہ!’’ وہ تھکے تھکے لہجے میں بولے تھے۔

‘‘مجھے نہیں سمجھ آتا کہ میں کن لفظوں میں تلافی کروں، ایسا کیا کہوں اس سے کہ وہ دوبارہ میرے قریب آجائے، ایک بار سب کچھ بھول کر میرے سینے سے لگ جائے۔’’ ان کے مدھم وزدیدہ لہجے پر سارہ کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

‘‘وہ اب بھی آپ کے قریب ہے آپ یہ مت سوچیں کہ......’’

‘‘نہیں ہے وہ قریب۔’’ انہوں نے سارہ کی بات درمیان میں کاٹی تھی۔

‘‘تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتی ہو کہ وہ کس قدر مجھ سے دور ہو چکا ہے، کتنا فاصلہ اس نے اپنے اور میرے درمیان قائم کر رکھا ہے۔ اس سے پہلے کبھی اتنا مشکل نہیں ہوا کہ میں اسے کیسے مخاطب کروں، مخاطب کروں تو یہ خوف دل میں آجاتا ہے کہ وہ پتا نہیں مجھے جواب دینا پسند کرے گا یا اپنی خاموش نظروں سے مجھے مزید زخمی کر دے گا......’’

‘‘مگر وہ آپ کی باتوں کے جواب دیتا ہے، وہ کبھی آپ کی کوئی بات ان سنی نہیں کر سکتا۔’’ سارہ نے درمیان میں کہا تھا۔

‘‘تم نہیں سمجھو گی، زبردستی اسے بات کرنے کے لیے مجبور کر کے جو اذیت ملتی ہے اس سے بہتر ہے اس کی سرد مہری کو خاموشی سے جھیل جانا۔’’ وہ گہرا سانس بھر کر بولے تھے۔

‘‘میں نے ہمیشہ اس کے لیے وہی کرنا چاہا جو مجھے اس کے لیے بہتر لگتا تھا اور اسی دھن میں مجھے یہ کبھی نظر ہی نہیں آیا کہ میں کہاں کہاں اسے تکلیفیں دیتا رہا ہوں اور اب جب دیکھنے کے قابل ہوا ہوں تو وہ بدگمانی کی حدوں تک پہنچ گیا ہے۔ میں اس سے نظر ملا کر بات کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتا ہوں، یہ سچ برداشت سے باہر ہے۔’’

‘‘میری وجہ سے آپ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، میری وجہ سے وہ آپ سے بھی بدگمان ہوا ہے۔’’ وہ بجھے لہجے میں سر جھکائے بولی تھی۔

‘‘اپنے لیے ایسا مت سوچو، یہ تو وہ بھی جانتا ہے کہ ان حالات کا واحد ذمہ دار میں خود ہوں۔’’ شمس نے کہا تھا۔

‘‘وہ آپ سے بہت محبت وعقیدت رکھتا ہے۔ وہ زیادہ عرصے تک آپ سے نہیں کترا سکے گا، میں جانتی ہوں کہ آپ کی ذات اس کے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔’’ مدھم لہجے میں وہ انہیں تسلی دے رہی تھی جو کسی گہری سوچ میں ڈوبے تھے۔

‘‘وہ بہت زیادہ خوش قسمت ہے کہ آپ جیسا محبت کرنے والا انسان اس کے پاس ہے۔ مجھے رشک آتا ہے اس پر کہ آپ اس سے کتنی محبت کرتے ہیں۔’’ اس کے لہجے میں گھلی یاس وحسرت پر شمس نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

‘‘پھر تو تمہیں خود پر بھی رشک کرنا چاہیے بے وقوف لڑکی! میں تم سے بھی شیث کے برابر ہی محبت رکھتا ہوں۔’’

‘‘اس آخری جملے میں آپ نے میرا دل رکھنے کیلئے تھوڑی غلط بیانی کی ہے۔’’ سارہ نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

‘‘صرف تھوڑی سی غلط بیانی؟’’ وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے مصنوعی حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔

‘‘مان لیا ناں آپ نے بھی کہ شیث کے برابر نہیں لا سکتے آپ مجھے۔’’ وہ خفت سے بولی تھی۔

‘‘ہم یہ بحث بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔’’ وہ بات ختم کرنے والے انداز میں بولے تھے تب ہی وہاں سدرہ پہنچ گئی تھیں۔

‘‘آپ نے کافی بنالی، میں آ رہی تھی۔’’ وہ شرمندہ ہو کر بولی تھی۔

‘‘باہر سے عاطف کا آرڈر آ گیا تھا کافی کے لیے، یہاں پُرامن گفتگو جاری تھی تو میں نے سوچا کہ خود ہی کافی بنالوں، اب تم جا رہی ہو یہ کافی لے کر یا میں خود دے آؤں؟’’ سدرہ نے پوچھا تھا۔

‘‘میں جا رہی ہوں، انہیں زینب کے بارے میں بھی بتا دوں گی۔’’ کافی کے مگ اٹھائے وہ انہیں بتاتی اسٹڈی سے نکل گئی تھی۔

❋❋❋

برآمدے کے اسٹیپس اترتے ہوئے اس نے دائیں جانب بائیک پر نیم دراز شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”کسے کال کر رہے ہو؟“ اس نے دور سے ہی شاہ رخ کو متوجہ کیا تھا۔

”موموبارہ بجے کے بعد ہی سو جاتی ہے۔“ اس نے مزید کہا تھا۔

”مجھے معلوم ہے اس لیے اسے کال کر رہا ہوں جو مجھ سے بات کیے بغیر سوتی نہیں ہے۔“ وہ اطمینان سے بولا تھا۔

”شرم نہیں آتی تمہیں؟“ سارہ نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

”اتنا برا لگ رہا ہے تو اپنا نمبر دے دو اپنی دوست کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتیں۔“ وہ لڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

”اپنی دوست کی ہی پرواہ ہے ورنہ حشر بگاڑ دیتی تمہارا۔“ اس کے ڈھٹائی سے ہنستے چہرے کو گھورتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

”اب اس کافی میں تم برف ڈال کر لے آؤ۔“ عاطف کے خشمگیں لہجے پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

”ابھی یہ نوش کیے جانے کے قابل ہے دیکھیں بھاپ بھی اڑ رہی ہے۔“ کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نگاہ شیث پر ڈالی تھی جو غیر محسوس انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

”تم کہاں جا رہے ہو؟“ عاطف نے چونک کر اسے دیکھا تھا مگر وہ اَن سنی کیے دوسری سمت چلا گیا تھا۔

”جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ میری وجہ سے گیا ہے تو کیوں حیران ہو رہے ہیں؟“ سارہ نے کہا تھا۔

”ایسا کچھ نہیں ہے۔“ عاطف نے کہا تھا۔

”ایسا ہی ہے۔“ وہ فوراً بولی تھی۔

”میرا ارادہ آپ دونوں حضرات کو ڈسٹرب کرنے کا ہرگز نہیں تھا، مجھے آپ سے بات کرنی تھی کچھ زینب کے بارے میں......“

”مجھے کچھ نہیں سننا اس کے بارے میں، وہ صرف احمق ہی نہیں بدتمیز اسٹوڈنٹ بھی ہے۔“ عاطف نے کچھ ناگواری سے کہا تھا۔

”وہ بالکل بدتمیز نہیں ہے، آپ کی بہت عزت کرتی ہے مگر آپ نے پہلے ہی دن سے اس کے بارے میں کچھ اچھی رائے نہیں رکھی ہے۔“ وہ خفگی سے بولی تھی۔

”یہ کیسے کہہ سکتی ہو تم؟ میری کیا اس سے کوئی ذاتی دشمنی ہے؟“ عاطف نے حیرت سے کہا تھا۔

”یہ تو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ یہ چیز تو مومو نے بھی محسوس کی ہے۔ آپ کا رویہ زینب کے ساتھ اکھڑا اکھڑا ہوتا ہے، اسے بھی لگتا ہے کہ آپ اسے پسند نہیں کرتے اور یہ کہ میں نے آپ کو مجبور کر کے اسے آپ پر مسلط کر دیا ہے۔“

”یہ سب تمہیں زینب نے کہا ہے؟“ عاطف نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا تھا۔ جواباً اس نے بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔

”اس سے کہو کہ میرے پسند کرنے نہ کرنے کی فکر میں مبتلا نہ ہو، جس کام کے لیے وہ یہاں آتی ہے اس پر توجہ رکھے۔“ عاطف کے خشمگیں لہجے پر وہ مزید خفیف سی ہو گئی تھی۔

”وہ اب نہیں آئے گی اور ٹھیک ہی تو ہے آخر اس کی بھی عزتِ نفس ہے، جو سزائیں اس بے چاری کو آپ نے دی ہیں مجھے یا مومو کو تو کبھی نہیں دی ہیں، اس کا نہ آنا ہی اب بہتر ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

”کیا بہتر ہے کیا نہیں یہ مجھے مت بتاؤ بلکہ اپنی دوست کو سمجھاؤ کہ کورس ادھورا چھوڑ کر اپنا نقصان نہ کرے، آگے اس کی مرضی۔“ عاطف نے قطعی انداز میں کہا تھا۔

”ٹھیک ہے میں اسے سمجھاؤں گی، ویسے کسی ٹیچر کو اتنا پتھر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ وہ کلاس لینے کیوں نہیں آ رہی۔“

”وہ محترمہ خود کلاس چھوڑ کر گئی تھیں، کسی اسٹوڈنٹ کو بھی مینرز نہیں بھولنے چاہئیں۔“ عاطف نے کہا تھا جبکہ وہ شکایتی نظروں سے اسے دیکھتی جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”اسے یہ بھی بتا دینا کہ کل وہ مجھے ہر حال میں اسٹڈی میں نظر آئے۔“ عاطف کی ہدایت پر وہ خوش ہو کر اثبات میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی تھی، جلد از جلد زینب تک عاطف کی ہدایت بھی تو پہنچانی تھی اس کے بعد یقیناً زینب کی ساری شکایتیں دور ہو جانی تھیں۔

برآمدے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے ایک نظر شاہ رخ کے پاس موجود شیث کی پشت کو دیکھا تھا۔

”سارہ! وہیں رُکو۔“ شاہ رخ کو جانے کیا سوجھی تھی مگر اس کے قدم رک گئے تھے۔

”جو بات تجھ میں ہے تیری تصویر میں نہیں۔“ شیث کی پرواہ کیے بغیر اس نے گنگناتے ہوئے سارہ کی تصویر اپنے موبائل میں قید کی تھی۔

”بس..... اب جا سکتی ہوں؟“ سارہ نے وہیں رکے ہوئے پوچھا تھا۔

”ہاں جاؤ' باقی پکچرز بعد میں لوں گا تمہاری۔“ اس کے جواب پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی مگر اس نے بس نہیں کیا تھا۔

”میری کال کا انتظار کرنا' تین بجے کال کروں گا۔“ وہ سارہ کو ہدایت دے رہا تھا۔

”روز اسی ٹائم پر تو کال کرتے ہو' آج کیوں جتا رہے ہو۔“ لاپروائی سے بولتی وہ اندر چلی گئی تھی جبکہ شاہ رخ کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

”قسم سے سفید جھوٹ بول کر گئی ہے وہ۔“ شاہ رخ نے بدک کر شیث کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا مگر وہ کچھ بھی کہنے کے بجائے اس کے ہاتھ سے سیل فون لے چکا تھا اور چند لمحوں بعد واپس اسے تھماتا ناگوار نظروں سے اسے گھورتا عاطف کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”ساری پکچرز اڑا دیں' کتنی مشکل سے جمع کی تھیں۔“ سیل چیک کرتے ہوئے شاہ رخ جھلائے انداز میں اس پر چیخا تھا۔

❊❊❊

”ہنی واپس آؤ' سونا نہیں ہے تم نے۔“ اس کی پکار پر ہنی نے توجہ نہیں دی تھی۔ وال کلاک پر ایک نظر ڈالتی وہ کمرے سے باہر نکلی تھی مگر پھر رک کر شیث کو دیکھا تھا جو ٹیرس کی طرف ہی بڑھ رہا تھا۔

”اتنی رات ہو چکی ہے اور تم جاگ رہی ہو۔“ شیث نے حیرت سے درمیانی اسٹیپ پر موجود ہنی کو دیکھا تھا۔

”چاچو! آپ وہیں رکیں' میں جمپ لگاؤں گی۔“ ہنی یقیناً اس وقت کھیل کے موڈ میں تھی۔

”ہرگز نہیں' گر جاؤ گی تم.....“ وہ اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا تھا مگر تب تک دیر ہو چکی تھی وہ خبردار نہیں تھا مگر سرعت سے ہنی کو سنبھال چکا تھا لیکن اسی دوران ہنی کا سر اس شدت سے اس کی ناک سے ٹکرایا تھا کہ درد کی تیز لہر دوڑ اٹھی تھی۔

اسے دیکھتے ہوئے سارہ کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا جبکہ وہ ناک سے بہتا خون روکتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تھا۔

”انہیں چوٹ لگ گئی ہے۔“ ہنی نے سہمی نظروں سے سارہ کو دیکھا تھا جو فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑے سرعت سے اوپر شیث کے کمرے کی طرف گئی تھی۔

ٹشو پیپر سے بہتے خون کو صاف کرتے ہوئے اس نے چونک کر کمرے میں داخل ہوتی سارہ کو دیکھا تھا۔

”یہ خون اس طرح نہیں رکے گا' تم بیٹھ جاؤ پھر میں.....“ پریشان ہو کر بولتی وہ یکدم ہی اس وقت اپنی جگہ ساکت ہوئی تھی جب شیث نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب آنے سے روکا تھا۔

”تم جاؤ یہاں سے..... میری پرواہ کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ اس کے لہجے میں سختی کے علاوہ بھی کچھ تھا جس نے سارہ کے چہرے کا رنگ بدل دیا تھا۔

”مجھے نہیں تو پھر کسے پرواہ کرنی چاہیے تمہاری' بتاؤ مجھے؟“ وہ نہیں جانتی تھی کہ یکدم اسے کیا ہوا تھا' اسے تو شاید اس چیز کا بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ شیث کا گریبان اپنی مٹھیوں میں جکڑ چکی ہے۔

”میری آنکھوں نے دیکھا ہے تمہارے اس خون کو پانی کی طرح بہتے ہوئے۔ میرے علاوہ کس نے دیکھا ہے اس خون کو مٹی میں ملتے ہوئے؟ اس کی ایک ایک بوند کتنی قیمتی ہے میرے لیے یہ تم بھی کبھی نہیں جان سکتے..... کوئی نہیں جان سکتا' تمہیں کوئی حق نہیں مجھ سے یہ کہنے کا کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں کرنی چاہیے' سنا تم نے۔“ غم و غصے سے لرزتی آواز کے ساتھ وہ غرائی تھی۔

”اس کے باوجود تم نے کیا' کیا ہے میرے ساتھ' جانتی ہو تم؟“ اس کے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹاتا وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا اور اگلے ہی پل ڈریسنگ پر رکھا گلاس اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔

”یہ حشر کیا ہے تم نے...... یہ سلوک کیا ہے تم نے میرے دل، میری روح کے ساتھ۔“ بکھری کرچیوں کی سمت اشارہ کرتے ہوئے وہ خون رنگ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا جو ساکت نظروں سے اسے ہی تک رہی تھی۔

”اگر تمہیں میری پرواہ ہوتی تو یہ سب نہیں کرتیں میرے ساتھ، میرا ہاتھ جھٹکنے کے بجائے صرف ایک آخری موقع مجھے دیتیں، اس کے بعد بھی اگر میں ازالہ نہ کرتا، نہ دیتا تمہیں وہ مقام جس کی تم مستحق تھیں تو پھر جو چاہے سلوک کرتیں، ساری دنیا کے سامنے میں تمہاری گالیاں اور لعنت ملامت کی کالک اپنے چہرے پر ہمیشہ کے لیے سجا لیتا مگر......“ شدتِ ضبط سے لرزتے لہجے میں وہ بولتا بس ایک پل کے لیے رکا تھا۔

”میں جانتا ہوں کہ میں اتنی زیادتیوں کے بعد ایک موقع کا بھی حق دار نہیں تھا مگر میرے سامنے تم تھیں سارہ! تم نے کہا تھا کہ ساری دنیا ایک طرف اور دوسری طرف صرف میں تو اللہ کے بعد تم میرے ساتھ ہوگی، مگر مجھے یہ یقین دے کر تم خود بے یقین ہوگئیں۔ ہاتھ چھڑا کر دنیا کی طرف ہوگئیں۔ مگر تم نے شاید یہ ٹھیک ہی کیا۔ ہمیشہ میری وجہ سے زندگی تم پر تنگ ہوئی، تم بھی کب تک میرے لئے آزمائشوں سے گزرتیں، کب تک میرے نام کا عذاب تم جھیلتیں۔ ایسا تھا ہی کیا میرے پاس جو تمہاری قربانیوں کا تمہاری وفاؤں کا بدل ہوتا...... یہاں تک کہ میری کیچڑ میں لتھڑی ذات بھی تمہیں تھوڑا سا فخر نہیں دے سکتی تھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرا بے وقعت وجود کبھی تمہیں دنیا کے سامنے معتبر نہیں ہونے دے گا، میں یہ سب کچھ بھول گیا۔ تمہاری طلب نے مجھے خود غرض بنا دیا اور اسی بھول، اسی خود غرضی کی سزا ملی ہے مجھے۔“ سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ اس کے چہرے سے نظریں ہٹا گیا تھا۔

”محبت کبھی خود غرض نہیں ہوتی شیث! تم تو ہمیشہ میرے لیے صرف اور صرف سراپا محبت رہے ہو۔“ نم لہجے میں بولتی وہ دو قدم اس کی طرف بڑھی تھی۔

”میں نہیں جانتا کسی محبت کو، جو تم کہہ رہی ہو یہ الفاظ میرے لیے اُسی وقت اجنبی ہو گئے تھے جب پہلی بار مجھے تمہاری آنکھوں میں اپنا چہرہ نظر نہیں آیا تھا، جب تمہارے لہجے میں میرے لیے اجنبیت کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔“ خون آلودہ ٹشو پیپر ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ ایک پل کو رُکا تھا۔

”آخر میں کیوں تمہارے سامنے یہ سب کہہ رہا ہوں؟ میں مزید یہ الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا کہ میرا ظرف کتنا تنگ ہو رہا ہے، میں نہیں چاہتا کہ تم اپنے کسی بھی سچ کے لیے بار بار مجھ سے معذرت کرو، مگر میں نہیں سمجھا سکتا اپنے دل کو جو تمہارے لیے آج بھی خود غرض ہے۔“

”مت سمجھاؤ اپنے دل کو، مت کرو یہ جبر خود پر اور مجھ پر، میں نے تمہارے ساتھ جو غلط کیا ہے اس کی شکایت کرو، مجھے برا کہو مگر دوبارہ کبھی مجھ سے یہ سب مت کہنا کہ تمہاری پرواہ کرنی چھوڑ دوں۔“ اترے چہرے کے ساتھ وہ بھیگی نظروں سے اسے دیکھتی بولی تھی۔

”مجھے خود سے الگ کرنے کے بعد تم خود اپنے اس حق سے دستبردار ہو چکی ہو۔“ وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

”میں اپنے تن سے گردن الگ کر سکتی ہوں مگر تمہیں خود سے نہیں۔“ وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

”نہ کرواتنے عظیم اعتراف، تمہارے سچ مجھے یقین دے چکے ہیں کہ تمہیں کتنی پرواہ ہے میری! اگر ایسا ہی تھا تو روکتیں مجھے اس کام سے جو تمہیں میرے لیے کبھی پسند نہیں آسکتا تھا، مگر میں انتظار ہی کرتا رہ گیا کہ تم میرے پاس آؤ گی۔ اپنی ناراضگی کا اظہار کر کے مجھ پر حکم صادر کرو گی کہ نہیں شیث! تم یہ کام ہرگز نہیں کرو گے، بے جان چیزوں کی پبلسٹی کے لیے مت کرنا اپنی نمائش، مت بیچنا اپنی مسکراہٹ، اپنے چہرے کو کسی بھی قیمت پر۔ کیونکہ یہ سب میرا ہے تمہیں ایسا کرنے کا حق ہے نہ اجازت مگر...... مگر......“ اس کے مدھم شعلہ بار لہجے پر وہ سن کھڑی بس ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”یہ پرواہ کی ہے تم نے میری؟ جس سڑک سے تم نے مجھے ہٹایا تھا آج پھر وہیں پہنچا دیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آج میں سڑک پر پڑی مسخ شدہ چیز نہیں ہوں بلکہ کئی سڑکوں پر سجی ہوئی چیز بن گیا ہوں اور بظاہر قابلِ استعمال بھی۔“ اس کے تلخ طنزیہ لہجے پر سارہ کا دل کسی مٹھی میں جکڑا تھا۔

”شیث! اللہ کے لیے مجھ پر یہ الزام لگا کر مجھے میری نظروں میں مت گراؤ۔ یہ سچ ہے کہ میں خوش نہیں تھی مگر باقی سب راضی برضا تھے، خوش تھے، میں تمہیں روک کر تمہارے آگے بڑھنے کے راستے بند نہیں کرنا چاہتی تھی......“

”تم نے مجھے خود سے دور کر تو دیا ہے۔ مزید آگے بڑھا کر آخر کہاں پہنچا کر مجھے غرق کر دینا چاہتی ہو تم۔“ وہ اس کی بات کاٹتا جس طرح درشت لہجے میں بولا تھا سارہ کی آواز حلق میں گھٹ گئی تھی۔ دوسری جانب اس کے سفید پڑتے چہرے سے اپنی سلگتی نگاہیں ہٹاتا وہ ہنی کی طرف پہلی بار

متوجہ ہوا تھا جو سہمے انداز میں گھٹی گھٹی سسکیاں بھرتی کبھی شیث کو اور کبھی سارہ کو دیکھ رہی تھی۔ سرعت سے آگے بڑھ کر شیث نے ہنی کو اٹھایا تھا اور اسے سینے سے لگائے ٹیرس کی طرف نکل گیا تھا اور وہ جو ساکت کھڑی تھی، تھکے تھکے قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا، ہاتھ اور دامن بالکل خالی خالی محسوس ہو رہے تھے، وہ کس طرح اپنی سالوں کی ریاضت کو اکارت ہوتے دیکھ سکتی تھی، کس طرح اپنے خوابوں کو چکنا چور ہوتے دیکھ سکتی تھی۔ جسے ابھی حاصل بھی نہیں کیا اسے کیسے کھونے کا حوصلہ رکھ سکتی تھی۔ مگر سامنا تو کرنا تھا اپنی متاع کو بچانے کے لیے، کبھی کبھی کمان سے نکلے تیر اگر پلٹ کر واپس آ جائیں تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ توجہ طلب چیز یہ ہے کہ کس طرح ان کا خیر مقدم کیا جائے، وہ جانتی تھی کہ اسے خیر مقدم کرنے کا ہنر آتا جا رہا تھا۔

* * *

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ نے اسے دیکھا تھا جو ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بوجھل انداز میں پونی ٹیل میں جکڑے ریشمی بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

‘‘اچھا ہوا تم اٹھ گئی ہو، جلدی آ جاؤ کھانے پر، شمس تمہارا انتظار کر رہے ہیں، تمہیں دیکھ لیں گے تو تسلی ہو جائے گی ورنہ پوچھ رہے تھے بار بار۔’’

‘‘مجھے بھوک نہیں ہے آپ سب کھانا شروع کر دیں، زینب آنے والی ہے اسے لینے گیٹ تک جا رہی ہوں۔’’ سلیپرز پہنتے ہوئے وہ مدھم آواز میں بولی تھی۔

‘‘میں کسی کو بھیج دیتی ہوں گیٹ کی طرف۔ تم کہاں جا رہی ہو؟ صبح سے تمہاری طبیعت سست ہو رہی ہے اب تم کھانا بھی نہیں کھانا چاہتیں۔’’ سدرہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

‘‘جب بھوک لگے گی تو کھا لوں گی، اب کلاس ختم ہونے کے بعد ہی آؤں گی۔’’ وہ بولی تھی۔

‘‘مگر اتنی جلدی ابھی تو عاطف بھی گھر نہیں آیا ہے۔’’ سدرہ کچھ پریشان ہوئی تھیں اس کے پراسرار سے تاثرات پر کیونکہ وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر کمرے سے نکل گئی تھی۔

* * *

گیٹ پر سارہ سے ملتے ہوئے زینب بھی اس کے ستے ہوئے چہرے اور پھیکی سی مسکراہٹ پر چونک گئی تھی۔

‘‘کیا ہوا ہے تمہیں، طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟’’ پہلا سوال زینب نے یہی کیا تھا۔

‘‘میں ٹھیک ہوں بس طبیعت میں کچھ بھاری پن محسوس ہو رہا ہے۔’’ وہ ٹالنے والے انداز میں اسے مطمئن کر گئی تھی۔

‘‘اچھا ہوا آج میں نے تمہیں جلدی بلا لیا، تین چار دن جو مس ہو گئے ہیں تمہارے کور ہو جائیں گے، ہماری بھی پریکٹس ہو جائے گی۔’’ مومو کے پورشن کی جانب بڑھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

‘‘سارہ! اتنے دن ہو گئے مجھے یہاں آتے ہوئے مگر ایک بار بھی تم نے مجھے شیث سے نہیں ملوایا۔’’ زینب کی ایکدم ہی شکایت پر اس نے گہری سانس لی تھی۔

‘‘تم نے دیکھا ہوا تو ہے اسے۔’’ وہ بولی تھی۔

‘‘بس ایک بار دور سے جھلک نظر آئی تھی، اب وہ سامنے آئیں گے بھی تو میں نہیں پہچان سکوں گی۔’’

‘‘یاد رکھنے کیلئے ایک جھلک ہی کافی ہوتی ہے مگر تمہارا دھیان اپنے منگیتر کی طرف سے ہٹے تو کسی کو پہچانو۔’’ سارہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

‘‘میرے سامنے اس کا ذکر مت کیا کرو۔’’ زینب کے ناگوار لہجے پر سارہ حیران نہیں ہوئی تھی مگر بغور اس کے چہرے کے تاثرات کو ضرور دیکھا تھا۔

‘‘یہ اتفاق ہی ہے کہ جب جب تم آئی ہو وہ ارد گرد تھا ہی نہیں کہ تمہیں اس کا دیدار کرواتی، ویسے پبلک پراپرٹی تک رسائی حاصل کرنا کسی کیلئے بھی مشکل نہیں ہے۔’’ اس کے تلخ لہجے پر زینب دنگ ہوئی تھی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”اس بارے میں بعد میں سوال کرنا۔“ سارہ کے سنجیدہ انداز پر وہ مزید کچھ نہیں پوچھ سکی تھی۔

اسٹڈی میں داخل ہوتے عاطف نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھی جبکہ موموا اور زینب اس وقت کمپیوٹر اسکرین کے سامنے پریکٹس میں مصروف تھیں۔ پہلی نظر سارہ کی ہی اس پر پڑی تھی جو دہلیز پر رُکا جانچتی نظروں سے اسے ہی دیکھتا اب قریب آ رہا تھا جبکہ سارہ اس کی چیئر سے اٹھ کر ایک طرف ہو گئی تھی۔ اس دوران زینب اور موموبھی عاطف کی آمد سے باخبر ہو گئی تھیں۔

”سر! آج آپ بہت ہینڈسم لگ رہے ہیں بائی داوے۔“ مومو کے سنجیدہ انداز پر سارہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی تھی۔

”بہت شکریہ مگر آج ٹیسٹ ہر حال میں ہوگا۔“ عاطف نے بھی اسی سنجیدگی سے کہا تھا۔

”پھر تو آپ ابھی زینب کو اسٹڈی سے نکال دیں‘ اس کی بالکل بھی تیاری نہیں ہے۔“ مومو کے مشورے پر عاطف نے بمشکل مسکراہٹ چھپاتے ہوئے زینب کے شرمندہ چہرے پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔

”آپ تیاری کر کے کون سا تیر مار لیتی ہیں‘ کم از کم زینب کے ٹیسٹ تو تم سے بہتر ہوتے ہیں۔“ عاطف کے کہنے پر سارہ نے مسکراتی نظروں سے زینب کو دیکھا تھا جسے اب تک یقین نہیں آیا تھا کہ عاطف نے اس کی تعریف کی ہے۔

”ایسا کرتے ہیں ٹیسٹ منڈے تک ملتوی کرتے ہیں۔“ عاطف نے مومو کو پرسکون کیا تھا۔

”اور زینب! اگر کل آپ جلدی آ سکتی ہیں تو سارہ اور موموآپ کی تیاری میں مدد کریں گی کافی پروجیکٹس آپ نے مس کر دیئے ہیں۔“ عاطف نے براہ راست زینب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

”یہ بالکل آئے گی‘ ویسے بھی کل کا ہی تو دن ہے آپ بھی گھر میں ہوں گے‘ ضرورت ہوئی تو آپ مدد کے لیے ہوں گے۔“ زینب سے پہلے ہی مومو نے کہا تھا۔

”ٹھیک ہے تو پھر ابھی سے تیاری شروع کر دو اور سارہ تم ذرا آؤ۔“ دروازے کا رخ کرتے ہوئے اس نے خاموش کھڑی سارہ کو مخاطب کیا تھا‘ دوسری جانب وہ کچھ حیران ہوتی عاطف کے کمرے کے ہی ٹیرس پر اس کی تقلید میں آ گئی تھی۔

”بیٹھو۔“ عاطف کے اشارے پر وہ اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

”اب جلدی سے بتا دو کیا پرابلم ہے؟ تمہارے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ٹھیک نہیں ہو۔“ عاطف نے بغور اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”ایسا شاید اس لیے آپ کو محسوس ہوا ہے کہ میری طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے۔“

”یہ بہانے میں سننا نہیں چاہتا جو حقیقت ہے وہ بتاؤ۔“ عاطف کے قطعی لہجے پر وہ خاموشی سے ٹیبل کی سطح پر نظر جمائے ساکت بیٹھی تھی۔ ایک بار پھر عاطف کا دہرایا گیا سوال بھی اس کی خاموشی کو نہیں توڑ سکا تھا۔

”اگر تم کچھ نہیں بتاؤ گی تو مجبوراً مجھے شیث کو یہاں بلانا پڑے گا۔“

”آپ اسے یہاں کیوں بلائیں گے؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”کیونکہ مجھے لگ رہا ہے کہ تم اس کی وجہ سے ڈسٹرب ہو۔“

”آپ کا اندازہ غلط ہے۔“ وہ بولی تھی۔

”ٹھیک ہے تم کہتی ہو تو میں مان لیتا ہوں‘ ویسے بھی اپنے کسی ذاتی معاملے میں تم مجھے کیوں انوالو کرو گی۔“ عاطف کے کچھ شکایتی لہجے پر اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے مگر پھر خاموشی کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

⁂

ویک اینڈ تھا اس لیے گھر کے بچے بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے اپنے مشغلوں میں مگن تھے‘ سب لڑکیوں نے اپنی الگ محفل جمالی تھی‘ یہ چہل پہل اسے بیزار ہی کر رہی تھی مگر موموز بردستی اسے کمرے سے نکال کر باہر لے آئی تھی لیکن ان سب میں گھل مل نہیں سکی تھی‘ بظاہر ان سب کے ساتھ

بیٹھی وہ بالکل الگ تھلگ تھی۔

دوسری جانب مین گیٹ کے قریب ہی اس وقت شیث اپنے کزن کے ہمراہ کار کا بونٹ کھولے کچھ درست کرنے میں مگن تھا، جب کان کے پردے پھاڑ دینے والی اپنے نام کی پکار پر وہ چونک کر گیٹ کی طرف پلٹا تھا جہاں موجود شان کی طرف سارہ کا متوجہ ہونا بھی لازمی تھا۔ کان پکڑ کے شان نے معذرت طلب نظروں سے شیث کو دیکھا تھا اور پھر دوبارہ سارہ کو جلدی گیٹ کی طرف آنے کا اشارہ دیا تھا۔ شیث کی چھٹی حس نے بھی ایک اشارہ دیا تھا جو وہ سارہ سے پہلے خود گیٹ کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”کنٹرول رکھیے گا۔“ شان کی مسکراتی آواز پر وہ بڑھتی ناگواری کے ساتھ گیٹ سے باہر نکل گیا تھا۔ کار سے برآمد ہوتے اس مقناطیسی شخصیت رکھنے والے بندے کو دیکھتے ہوئے اس کے اعصاب مزید تن گئے تھے مگر پھر بھی زبردستی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے اس نے عاشر سے مصافحہ کیا تھا۔

”مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب ڈرائیونگ کے دوران جہاں نظر اٹھاؤ تمہارا چہرہ نظر آتا ہے۔“ عاشر نے گرمجوشی کے ساتھ کہا تھا۔ جواباً وہ بس مسکرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے عاشر کے ساتھ ہی اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جس کے چہرے کا رنگ باہر آتے ہی اڑ چکا تھا۔

”آپ یہاں کیوں رکے ہیں۔ اندر کیوں نہیں آئے؟“ بمشکل مسکراتے ہوئے وہ بول سکی تھی۔

”رات کا وقت دیکھو کیا ہو رہا ہے، امی کا تمہیں معلوم ہے ذرا دیر ہوگئی تو کالز آنی شروع ہو جائیں گی، ابھی تو میں بس تمہیں یہ دینے کے لیے آیا تھا۔“ بولتے ہوئے عاشر نے دو شاپر اسے تھمائے تھے۔

”عشنا کی فرمائش پر میں تم دونوں کی فیورٹ شاپ سے سوئٹس وغیرہ لینے گیا تھا اور ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ تمہیں بھول جاتا۔“

”یہ ضروری تو نہیں تھا، آپ نے میرے لیے اتنی زحمت اٹھائی۔“ اپنی پشت پر چبھتی نظروں کو مسلسل محسوس کرتے ہوئے سارہ کی آواز حلق میں اٹکنے لگی تھی۔

”یہ کیا بول رہی ہو تم؟ ہر بار فرمائش کر کے یہ سب منگواتی ہو، آج خود لے آیا ہوں تو تم فارمل ہو رہی ہو۔“ عاشر نے کچھ ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

”میں نے ویسے ہی کہہ دیا، آپ ناراض مت ہوں۔“ وہ گڑبڑا کر بولی تھی۔

”ٹھیک ہے نہیں ہوتا ناراض، اب اللہ حافظ کہہ دو جلدی سے۔“

”اللہ حافظ۔“ اس کی عجلت پر وہ مسکرائی تھی۔

”اللہ حافظ۔“ اس کے سر کو دھیرے سے تھپتھپا کر وہ وہیں جم کر کھڑے شیث کی طرف متوجہ ہوا تھا اور الوداعی کلمات کا تبادلہ کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا جبکہ جھکے سر کے ہی ساتھ وہ سرعت سے پلٹ کر گیٹ کے اندر چلی گئی تھی۔

”سارہ! کون آیا تھا؟“ گراؤنڈ کی باؤنڈری پھلانگتے شاہ رخ نے اس کا راستہ روکا تھا۔

”بس...... بس کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں چھوٹے بھائی کو دیکھ رہا ہوں اور اتنے دلکش موڈ میں وہ آپ کے عاشر بھائی کی آمد کے بعد ہی دکھائی دیتے ہیں۔“ سارہ کے اترے چہرے پر ہنستے ہوئے وہ اس کے ہاتھ سے شاپر بھی لے چکا تھا۔

”اتنی ساری مٹھائی...... جیو عاشر بھائی۔“ بڑا سا پیکٹ کھولتے ہوئے شاہ رخ نے نعرہ لگایا تھا جس کے بعد یہ ہوا تھا کہ گراؤنڈ میں موجود سب ہی لڑکے کھیل چھوڑ کر شہد کی مکھیوں کی طرح شاہ رخ کی طرف جھپٹے تھے اور مٹھائی پر چھینا جھپٹی کر کے کامیاب ہوتے سارہ کا شکریہ بھی ادا کرتے گئے تھے جو حق دق کھڑی تھی۔

”شاہ رخ! سوئٹس شیث کو بھی پسند ہے۔“ اس سے پہلے کہ بچا ہوا آخری پیس بھی شاہ رخ ہڑپ کر لیتا سارہ نے التجائی لہجے میں اسے روکا تھا۔ ایک پل کو شاہ رخ نے حیرانی سے اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل مسکراتے ہوئے وہ پیس سارہ کے حوالے کر دیا تھا۔

”جاؤ کیا یاد کرو گی۔“ وہ احسان کرنے والے انداز میں بولا تھا تب ہی مومو سمیت باقی لڑکیاں قریب آ پہنچی تھیں۔

”ہمارے لیے کچھ نہیں بچایا...... اپنے گروپ کا پہلا حق تھا۔“ سب لڑکیوں کے ساتھ مومو نے بھی احتجاج کیا تھا جس پر اس نے مسکراتے

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

ہوئے دوسرا شاپر ان کے حوالے کر دیا تھا۔

”اس میں شاید نمکو وغیرہ ہیں۔“ وہ بولی تھی اور ان سب کے واپس پلٹ جانے کے بعد وہ خود بھی پلٹ کر اس کی سمت بڑھ گئی تھی جو باؤنڈری کے کنارے بیٹھا اپنا سیل فون چیک کر رہا تھا۔

”یہ تمہارے لیے' بس اتنا ہی بچ سکا ہے۔“ مٹھائی کا پیس اس کی طرف بڑھائے وہ بولی تھی جبکہ وہ تنے چہرے کے ساتھ اٹھ کر اس کے مقابل ہوا تھا۔

”مجھے تمہاری اس عنایت کی ضرورت نہیں' تم جانتی ہو یہ میرے حلق سے نہیں اترے گا۔“ اس کی بھنچی آواز پر سارہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

”اسے تم ضرور کھاؤ تاکہ اس شخص کے دل کو بھی تسلی پہنچ جائے جو تمہاری فرمائشیں پوری کرنے کیلئے تیار رہتا ہے۔“ اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے سے اپنی سلگتی نظریں ہٹا تا وہ سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ واپس پلٹتے ہوئے اس نے قریب سے گزرتے ایک بچے کو مٹھائی کا پیس دیا تھا اور تیز قدموں کے ساتھ اپنے پورشن کی سمت بڑھتی چلی گئی تھی۔

❀❀❀

غائب دماغی کے ساتھ وہ TV اسکرین پر بدلتے منظر پر نظر جمائے بیٹھی تھی جب قدموں کی چاپ نے اسے چونکایا تھا۔ اسکرین کی تیز روشنی میں وہ بخوبی اسے دیکھ سکتی تھی جس نے خاموشی کے ساتھ وہ شاپرز سینٹرل ٹیبل پر رکھے تھے جنہیں دیکھتے ہوئے وہ اس کی آمد کا مقصد سمجھ گئی تھی۔

”چیز وہی قابل قبول ہوتی ہے جو محبت وخلوص کے ساتھ پیش کی جائے' بہتر ہے کہ یہ سب لے جاؤ کیونکہ تمہاری یہ عنایتیں بھی میرے حلق سے نہیں اتر سکیں گی۔“ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

”عاشر کے جیسا محبت وخلوص کا دریا میرے پاس نہیں ہو سکتا' میں کہاں مقابلہ کر سکتا ہوں اس کا۔“ اس کے تلخ لہجے پر سارہ کے تیور مزید بگڑے تھے۔

”وہ بڑے ہیں تم سے' کم از کم ان کا ذکر ہی عزت کے ساتھ کرو۔“

”تم اسے جتنی عزت دیتی ہو کافی ہے اس کے لیے' زیادہ عزت بھی کسی کو راس نہیں آتی۔“ چبھتی نظروں سے اسے دیکھتا وہ اسی تلخی سے بولا تھا۔

”اور میں نے یہ کوئی عنایت نہیں کی ہے' تمہاری فرمائشی چیزوں کا جو حشر ہوا تھا، میں نے تو بس اس کا جرمانہ ادا کیا ہے۔“ بات ختم کر کے وہ جانے کے لیے آگے بڑھا تھا جب سارہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

”یہ سب کر کے تم مجھے اپنے دل سے نکالنا چاہتے ہو یا اپنے گھر سے؟“ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ چبا چبا کر بولی تھی۔

”اس کا فیصلہ تم خود کرو۔“ سرد لہجے میں وہ بولا تھا۔

”اس کے بعد تم کیسے زندہ رہو گے؟“ نم آنکھوں سے اس کی پشت کو دیکھتی وہ بول اٹھی تھی جبکہ وہ رک کر پلٹا تھا۔

”اب بھی کہاں زندہ چھوڑا ہے تم نے۔“ سرد لہجے میں وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

❀❀❀

ٹاول سے بھیگا چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ اسٹڈی میں داخل ہوئے تھے جہاں سدرہ صفائی میں مصروف تھیں۔

”آج آپ خوب سوئے ہیں سب حیران تھے ورنہ آپ تو چھٹی کے دن بھی جلدی بیدار ہو جاتے ہیں۔“ ہاتھوں میں موجود اخبارات اور دوسرے پیپرز کا ڈھیر اٹھائے سدرہ ان کی طرف آئی تھیں۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے سامنے یہاں کی صفائی کرنا' کوئی اہم فائل ادھر سے اُدھر نہ ہو گئی ہو۔“

”سب کچھ اپنی جگہ پر موجود ہے اور آپ کا انتظار کرتی تو یقیناً شام ہو جاتی' اب آپ جلدی سے باہر جائیں سارہ خاص طور پر ناشتے میں آپ کے لیے کوئی اسپیشل چیز بنا رہی ہے۔“ پیپرز کا ڈھیر ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”تم نے سارہ سے پوچھا تھا کہ کیا اسے شیث نے کچھ کہا ہے؟“ انہوں نے یکدم سوال کیا تھا۔

”آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ وہ شیث کی وجہ سے ڈسٹرب نظر آ رہی ہے۔“ سدرہ نے پوچھا تھا۔

”کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔ ورنہ وہ اس طرح خاموش اور گم صم نہیں رہتی ہے' رات میں عاطف نے بھی مجھ سے پوچھا تھا سارہ کے بارے میں۔ بتا رہا تھا کہ وہ اسے بھی کچھ نہیں بتا رہی' میں نے اسے منع کر دیا تھا کہ وہ سارہ کے بعد اب شیث سے بھی کوئی سوال نہ کر بیٹھے' میں نہیں چاہتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات دوبارہ ناراضگیوں کا سبب بن جائے۔“ وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

”میں نے سارہ کے سامنے شیث کا نام تو نہیں لیا مگر اس سے کئی بار پوچھنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بس طبیعت کا کہہ کر ٹالتی رہی ہے لیکن آج تو وہ کافی بہتر اور نارمل دکھائی دے رہی ہے۔“

”تمہیں اور مجھے مطمئن کرنے کے لیے۔“ شمس درمیان میں بولے تھے۔

”تم کوئی بات اس کے دل سے نکال کر اس کی زبان تک نہیں لاسکتی ہو' کیسی بہن ہو تم اس کی۔“ وہ کچھ جھنجھلائے انداز میں بولے تھے۔

”دل کی بات زبان تک لانے میں وہ شیث کی طرح ہی چور ہے' آپ کی طرح میں بھی اس معاملے میں بہت مجبور ہوں۔“ سدرہ کے سنجیدہ لہجے پر وہ گہری سانس لیتے اسٹڈی سے نکل گئے تھے۔

⁂

برآمدے میں آتے ہوئے اس نے حیرت سے شان کو دیکھا تھا جو گرلز سے شانہ ٹکائے ایک ٹک سامنے مین گیٹ کی سمت دیکھ رہا تھا۔

”دل کے دروازے کھول کے رکھو میرے بھائی! آنے والی اسی دروازے سے تمہاری زندگی میں آئے گی۔“ شاہ رخ نے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

”گھر کے اندر داخل ہونے دو' دل کے دروازے کھلے ہوئے ہی ہیں۔“ شان نے کوفت سے اسے دیکھا تھا۔

”تو کس کا انتظار ہے جا کر کھول دو مین گیٹ۔“ شاہ رخ نے کہا تھا۔

”یار! دماغ خراب نہ کرو' پہلے ہی سارے کام چھوڑ کر سارہ کے حکم کی تعمیل میں کھڑا ہوں' ان کی دوست آ رہی ہیں' انہیں گیٹ سے اپنی کسٹڈی میں ساتھ لے کر آنا ہے۔ پتہ نہیں کب آئیں گی مادام؟“ رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے شان بیزاری سے بولا تھا۔

”تم جا کر اپنا کام کرو باقی مجھ پر چھوڑ دو۔“ شاہ رخ کے ایثار کا جذبہ بیدار ہونا یقینی تھا۔

”تاکہ بعد میں سارہ میری گردن پکڑ لے۔ اپنی مہربانیاں سنبھال کر رکھو ورنہ بلا لوں گا تمہاری باگیں سنبھالنے والی کو۔“ شان اسے گھورتا وہیں اسٹیپس پر بیٹھ گیا تھا۔

”بہت افسوس کی بات ہے' ایک غیر لڑکی کے لیے تم اپنے بھائی کو بھروسے کے لائق نہیں سمجھتے۔“ شاہ رخ جذباتی ہوا تھا۔

”بالکل ایسا ہی ہے' اب چلتے پھرتے نظر آؤ۔“ شان نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی تھی۔

”میں بھی دیکھتا ہوں تم مجھ سے پہلے کس طرح گیٹ تک پہنچتے ہو۔“ شان کو دھمکاتے ہوئے وہ چونک کر باہر آتے شیث کی طرف متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل دل پر ہاتھ رکھے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ارمانی کی ٹی شرٹ کو دیکھتا رہ گیا تھا جو مومو نے اسے گفٹ کی تھی۔ دوسری جانب شیث رکے بغیر ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالتا آگے بڑھ گیا تھا۔

”چھوٹے بھائی! تم کانپ کیوں نہ گئے اس شرٹ کو ہاتھ لگاتے ہوئے' کیا تمہیں پتہ نہیں کہ یہ میرے لیے کتنی قیمتی ہے' میں نے ابھی تک پنچ بھی نہیں کیا تھا اِسے۔“ شاہ رخ کی دلگیر آواز پر وہ رک کر پلٹا تھا۔

”اس لیے کہ تم ناشکرے انسان ہو۔“ وہ اطمینان سے بولا تھا۔

”مجھے ابھی اور اسی وقت اپنی شرٹ واپس چاہیے۔“ شاہ رخ بگڑ کر للکار گیا تھا۔

”سوچ لو' میں نے تو صرف تمہاری ارمانی کی شرٹ پہن رکھی ہے مگر تم اس وقت میرے ذاتی وارسک کا کلیکشن سر سے پیر تک سجائے کھڑے ہو۔“ شیث کے سنجیدہ لہجے میں چھپی دھمکی پر شان نے بے ساختہ ہنستے ہوئے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو خونخوار نظروں سے دور جاتے شیث کو گھور رہا تھا۔

کرسی پر آرام سے نیم دراز ہونے والے انداز میں اس نے پیر ٹیبل پر رکھے تھے اور سیل فون سے کنیکٹ ایئر پیس لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

آج صبح سے ہی ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی تھی مگر اس وقت نرم سنہری دھوپ ہوا کے جھونکوں کے ساتھ بہت پرسکون کر رہی تھی' یہ دھوپ اس کے لیے آئیڈیل تھی اور موافق بھی ورنہ سورج سے اس کی دشمنی ابتدا سے ہی تھی' اسے یاد نہیں تھا کہ وہ آخری بار کب اس طرح اطمینان کے ساتھ دھوپ سے ملاقات کر رہا تھا' مگر چند لمحوں بعد ہی اسے احساس ہوا تھا کہ سورج کو اس کا یہ اطمینان پسند نہیں آیا ہے لہٰذا احتیاطاً ساتھ لائے گلاسز جو اس نے گریبان پر سجا رکھے تھے نکال کر آنکھوں پر ٹکائے تھے اور سینے پر ہاتھ لپیٹ کر دوبار Iamalive کے نمبر سننے شروع کر دیئے تھے۔

''لو بھئی...... جو کبھی نہ ہوا وہ آخر کار ہو گیا۔ ہمارے سورج مکھی کو بھی سن باتھ کا بخار ہو گیا' وہائٹ ہیون کے ساحل کا منظر بنائے بیٹھے ہیں۔'' قریب آتی مومو نے ان دونوں کو ارد گرد سے غافل شیث کی طرف متوجہ کیا تھا۔

''واہ...... اس سے زیادہ گھٹیا تبصرہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔'' شان نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

''تم پر ہو سکتا ہے' ابھی کروں ٹاپ کلاس تبصرہ۔'' ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے وہ شاہ رخ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''تمہاری زبان کیوں گنگ ہو گئی ہے؟'' مومو نے حیرت سے اسے دیکھا تھا مگر وہ سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

''بس ایک میری شکل دیکھ کر ہی اڑ جاتی ہیں تمہارے چہرے کی ہوائیاں۔'' وہ کھا جانے والے انداز میں بری تھی۔

''دل بھر کے ناٹک کر لو مگر کینڈل لائٹ ڈنر پر تو تمہیں لے کر ہی جاؤں گی وہ بھی گردن سے پکڑ کے' سمجھے۔'' وہ دھاڑی تھی۔

''کچھ نہیں بولے گا وہ اس وقت جل کر کباب ہو رہا ہے' ڈسٹرب نہ کرو۔'' شان کے مسکراتے لہجے پر مومو نے حیران سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ایک بار چھوٹے بھائی کو غور سے دیکھ لو سب سمجھ آ جائے گا۔'' شان کے اشارے پر اس نے پلٹ کر غور سے ایک ہی پوزیشن میں موجود شیث کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس نے بگڑے تیوروں کے ساتھ شاہ رخ کو گھورا تھا۔

''تم ڈوب کر مر کیوں نہیں جاتے؟'' بری طرح کلس کر وہ غرائی تھی۔

''یہ میرے ہی دیئے گئے گفٹ تم سے پہلے استعمال کر لیتے ہیں اور دلیری دیکھو سینہ تان کے گھومتے ہیں۔'' مومو نے ایک بار پھر شیث کو گھورا تھا۔

''تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ چھوٹے بھائی کو تمہاری چوائس پسند آ جاتی ہے ورنہ وہ کسی ایسی ویسی چیز پر نظر بھی نہیں ڈالتے۔'' شان نے کہا تھا تب ہی وہاں عجلت میں سارہ آئی تھی۔

''شان! تم سے ایک کام نہ ہوا' زینب آ چکی ہے گیٹ پر۔'' شان کو گھرکتے ہوئے وہ رکی نہیں تھی۔

''تم رک جاؤ' میں جا رہا ہوں۔'' شاہ رخ سرعت سے اٹھا تھا مگر اگلے ہی پل گڑبڑا کر پلٹتے ہوئے گلاس ڈور کی طرف گیا تھا کہ مومو نے آستینیں چڑھائی تھیں۔

''یہ ایک اور ہیں مہارانی! پورا پروٹوکول چاہیے گھر میں آنے کے لیے۔'' سر جھٹکتے ہوئے مومو بڑبڑائی تھی۔

جیسے جیسے سارہ کے ساتھ وہ آگے بڑھتی گئی تھی اس کی آنکھیں ایک جانب مرکوز پوری کھلنے لگی تھیں۔ فرق کرنا مشکل تھا کہ سنہری کرنیں آسمان سے اتر رہی تھیں یا اس شخص کے وجود سے پھوٹ کر ارد گرد پھیل رہی تھیں۔

''اُدھر مت دیکھو احمق۔'' سارہ کی مدھم آواز نے اس کی محویت کو توڑا تھا۔

''کون ہے یہ؟'' زینب کے دنگ لہجے پر وہ بمشکل مسکراہٹ چھپا سکی تھی۔

⁂

''وہ مجھے پہلے کیوں دکھائی نہیں دیئے' کیا ایسے معرکے کرنے کے بعد لوگ زمین پر کم دکھائی دیتے ہیں جو تم کہہ رہی ہو کہ وہ نایاب ہو گئے ہیں۔'' اس کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں آتے ہوئے زینب نے ناراضی سے کہا تھا۔

''ایسا ہی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اسے مختلف ایونٹس' فارمل اور اِن فارمل گیدرنگز میں شرکت کرنی پڑتی ہے' کمپنی جو پروڈکٹ اس کے توسط سے مارکیٹ میں لائی ہے اس کی پروموشن کے لیے اسے لوگوں کے درمیان جا کر انہیں کمپنی اور اس کی پروڈکٹ کے متعلق انفارمیشن دینی ہوتی

ہے۔" وہ تفصیلاً بولی تھی۔

"یہ سب تمہیں شیث نے کیسے بتادیا ناراضگی کے باوجود؟" زینب نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اس نے کچھ نہیں بتایا مگر مجھے معلوم ہے۔" اس نے زینب کو گھورا تھا۔

"اگر وہ اس چکا چوند میں گم ہو گئے تو؟" زینب نے کہا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا' مجھے اس پر بھروسہ ہے۔" وہ بولی تھی۔

"اچھا مجھے وہ میگزینز تو دکھاؤ' تم نے تو کر لی ہوں گی ہزار بار آنکھیں ٹھنڈی۔" زینب کو یاد آیا تھا۔

"شہر بھر کے میگزینز اور specific ویب سائٹ میں advertisement ہو چکی ہے' دیکھ لینا اپنے گھر جا کر اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے ان میگزینز کو کھول کر اب تک نہ دیکھا ہے نہ دیکھوں گی۔" وہ خشمگیں لہجے میں بولی تھی۔

* * *

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عاطف نے حیرت سے بیڈ کی سمت دیکھا تھا جہاں مومو اور سارہ تین گھنٹے لگاتار پریکٹس کے بعد شاید تھک کر گہری نیند سوئی نظر آ رہی تھیں۔ الٹے قدموں وہ واپس کمرے سے نکل جانا چاہتا تھا جب یکدم ہی رک کر اسے اسٹڈی کے کھلے دروازے کی سمت متوجہ ہونا پڑا تھا جہاں سے مسلسل کسی کے سیل فون پر آنے والی کال کی تیز ٹون گونجتی جا رہی تھی۔

چند لمحوں تک وہ رکا تھا مگر پھر اسٹڈی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ حیرت کے ساتھ عاطف نے اسے دیکھا تھا جو کمپیوٹر کی روشن اسکرین کی طرف متوجہ نہیں تھی اس کی نظریں اپنے بیگ پر جمی تھیں جس میں موجود سیل فون ایک بار پھر چیخ رہا تھا جبکہ اس کے سفید پڑتے چہرے پر خوف کے کچھ ایسے تاثرات عاطف کو نظر آئے تھے جیسے بیگ میں سیل فون کی آواز نہیں بلکہ سانپ کی پھنکاریں ابھر رہی ہیں۔ ایک بار پھر سناٹا پھیل گیا تھا۔ اسٹک کی مخصوص آواز پر وہ کرنٹ کھا کر اپنی جگہ سے اٹھی تھی جبکہ اس کے چہرے پر پھیلی وحشت نے عاطف کو مزید حیران پریشان کیا تھا۔

"آپ کو بھی کچھ دیر بریک لینا چاہیے۔" عاطف نے کہا تھا جبکہ وہ بس وحشت زدہ نظروں سے اسے تک رہی تھی اور بالکل بھی نارمل نہیں لگ رہی تھی۔

"زینب! آپ کی طبیعت بہتر ہے؟" اس کی ساکت نظروں اور وجود نے عاطف کو صحیح معنوں میں پریشان کیا تھا ورنہ زینب نے تو کبھی چند منٹ بھی اس سے نظریں نہیں ملائی تھیں۔ ابھی عاطف اسی شش و پنج میں تھا کہ رُکے یا واپس پلٹ جائے کہ زینب کے بیگ میں رکھا سیل دوبارہ چیخنے لگا تھا لیکن اس بار زینب نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ مگر تیزی سے سیل نکال کر اسے مکمل آف کر دیا تھا۔ بغور عاطف نے اس کے بے انتہا زرد ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"کس کی کال تھی جسے آپ ریسیو نہیں کرنا چاہتی تھیں۔" عاطف کے لہجے میں کب ناگواری در آئی تھی وہ بھی نہیں جان سکا تھا' دوسری جانب اب وہ سر جھکائے ساکت تھی۔

"سوری...... مجھے اتنا پرسنل سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔" سرد لہجے میں بول کر وہ اس پر سے نظر ہٹاتا جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔

"سب کہتے ہیں وہ میرا منگیتر ہے۔" لرزتی آواز پر عاطف کے قدم رکے تھے۔

"مگر میرے لیے وہ ایک بھیانک حقیقت ہے۔" سر اٹھا کر اس نے عاطف کو دیکھا تھا جس کی دنگ نظریں اس کی شفاف آنکھوں سے پھسلتے قطروں پر ٹھہر گئی تھیں۔

"اور اس حقیقت کی اذیت کو تم تنہا جھیل رہی ہو۔" سارہ کی ابھرتی غصیلی آواز پر زینب نے دھندلائی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو عاطف کے عقب سے نکل کر اس کے قریب آ گئی تھی۔

"کیا میں مر چکی تھی۔" زینب پر وہ غرائی تھی۔

"چلو میرے ساتھ۔" زینب کا بیگ اٹھاتی وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسٹڈی سے نکل گئی تھی جبکہ عاطف ششدر تھا۔

* * *

”مجھے اس سے خوف آتا ہے شدید خوف‘ نہ میرا دل راضی تھا نہ میری روح پر سکون تھی مگر پھر بھی سب کی خوشی کی خاطر میں نے اس رشتے کو قبول کرنے کی کوشش کی تھی مگر......“ دزدیدہ لہجے میں بولتے ہوئے وہ ایک پل کو رکی تھی۔

”منگنی کے کچھ ہی دنوں بعد اس کی اصلیت مجھ پر کھلنے لگی جب اس نے فون کے ذریعے میرا خون پینا شروع کر دیا۔ ہر کوئی مجھے دل و دماغ اور سوچ کے تنگ نظر ہونے کا طعنہ دیتا ہے کہ میں معیز سے فون پر بات کرنے سے بھی گھبراتی ہوں۔ میں کسی کو کیا بتاؤں کہ اس رشتے کو قائم رکھنے کے لیے ہی میں نے کتنی بار آدھی رات کو بھی اس کی کالز مجبوراً ریسیو کی ہیں‘ اس کی اخلاق سے بھٹکی ہوئی گفتگو کو برداشت کیا ہے۔ وہ نفسانی خواہشوں کا غلام، ہوس پرست انسان ہے جو مجھے بھی گناہوں کی دلدل میں کھینچنا چاہتا ہے‘ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اس سچ کو ثابت کرنے کا کہ رات کے آخری پہر میں کس طرح اس کی آواز، اس کے گھٹیا لفظ، نشے کی زیادتی سے لڑکھڑا رہے ہوتے ہیں۔“ بے تحاشہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ آج پہلی بار سارہ کے سامنے کھلی تھی جو سناٹے میں رہ گئی تھی۔

”تم جانتی ہو کہ معیز کا خاندان بھابی کے میکے سے تعلق رکھتا ہے‘ اگر میں نے گھر میں معیز کی شرمناک حرکتوں کا ذکر کیا تو بھابی ایک ہنگامہ اٹھا دیں گی‘ پہلے ہی وہ مجھے طعنہ دیتی رہتی ہیں کہ ان کی وجہ سے میری شادی اتنے اونچے خاندان میں ہوگی مگر میں پھر بھی خوش نہیں ہوں۔“

”زبان کھول کر تم یہ سب طعنے ان کے ہی منہ پر مار دو‘ انہیں بھی تو معلوم ہو کہ وہ اونچا خاندان کس قدر واہیات ہے۔“ سارہ نے شدید ناگواری سے کہا تھا۔

”کس قدر بدفطرت شخص ہے وہ‘ صرف منگنی ہوئی ہے تو یہ حال ہے خدانخواستہ نکاح ہو جاتا تو کیا جلوے دکھاتا وہ۔ محرم نامحرم کو تو چھوڑ و اسے تو شاید انسانیت کے معنی بھی معلوم نہیں ہیں‘ تم مجھے اس کا نمبر دو میں اس کا دیکھنا کیا حشر کرتی ہوں۔“ سارہ غصیلے انداز میں بولی تھی۔

”نہیں...... میں تمہیں اس غلیظ انسان سے رابطہ بھی نہیں کرنے دوں گی‘ وہ اس قابل نہیں ہے کہ کوئی شریف عزت دار عورت اس سے کلام کر سکے۔“ زینب نے دہل کر کہا تھا جبکہ سارہ نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

”کیا سوچ رہی ہو؟“ اس کی خاموشی پر زینب نے پوچھا تھا۔

”سوچ رہی ہوں کہ تمہاری بزدلی نے جن حالوں میں تمہیں پہنچایا ہے اس سے کیسے نجات دلاؤں‘ اگر تم پہلے مجھے بتا دیتیں تو اس طرح گھٹ نہ رہی ہوتیں‘ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ اتنا سب کچھ تم نے کس طرح چھپایا ہے مجھ سے۔“ وہ ایک بار پھر غصے میں بھڑکی تھی۔

”اب رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بس اتنا یاد رکھو کہ اب کسی بھی صورت میں خود کو اس شخص کی تسکین کا سامان نہ بننے دو‘ اپنا نمبر چینج کرو۔ وہ نمبر صرف میرے پاس ہونا چاہیے‘ اس شخص سے ہر قسم کا رابطہ ختم کرو کیونکہ تر نوالہ وہ چھوڑے گا نہیں۔ تم سے رابطہ کرنے کی کوشش میں ناکام ہو کر وہ تمہاری بھابی کے ذریعے تمہیں فورس کرے گا اور تمہیں اسی دن کا انتظار اب کرنا ہے‘ کیونکہ اسی دن تم نے سب کے سامنے اس شخص کی حقیقت کھول دینی ہے اور ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اس کے بعد ہونے والے ہنگامے میں‘ میں تمہارے ساتھ نہ ہوں۔ تمہیں ہمت کرنی پڑے گی‘ اپنے لیے اپنی زندگی کو برباد ہونے سے بچانے کے لیے۔ تم اپنی جگہ ثابت قدم رہو اللہ کبھی تمہیں اندھیروں میں نہیں جانے دے گا۔ اتنا یقین رکھو کہ جب تک تم نہیں چاہو گی کوئی تمہاری زندگی کا فیصلہ تم پر زبردستی نہیں تھوپے گا‘ تم سمجھ رہی ہو؟“ سارہ نے اسے سمجھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

”ہاں...... مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں تم سے بھی سب کچھ چھپاتی رہی۔“ زینب نے کہا تھا۔

”اب بالکل پریشان نہ ہو‘ ذہن پر کوئی دباؤ نہ رکھو‘ لڑکی ہو تو اس کا کیا مطلب ہے گھر والوں کی تسلی کے لیے اپنی عزت داؤ پر لگا دو گی‘ خوش رہو‘ اپنی روح کو ہر فکر سے آزاد چھوڑ دو اور بس تھوڑا انتظار کرو۔ اس شخص سے مکمل نجات میں تمہیں دلا کر رہوں گی کیونکہ اس شخص کو تلافی کا موقع دینا ایک بے وقوفانہ حرکت ہوگی اور تمہارے لیے صورتحال پہلے سے زیادہ خطرناک بھی۔ تم متفق ہو مجھ سے؟“ سارہ نے پوچھا تھا۔

”بالکل تمہارا ایک ایک لفظ میرے دل کا ترجمان ہے۔“ زینب نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔

”چلو اب میں چائے لے کر آتی ہوں‘ اطمینان کے ساتھ بیٹھو‘ زین تمہیں لینے کے لیے آنے والا ہوگا‘ اور کل ٹیسٹ کے لیے بالکل فریش آنا ورنہ مار کھاؤ گی مجھ سے بھی اور عاطف سے بھی۔“ اس کے دھمکانے والے انداز پر زینب مسکرائی تھی۔

⁂

رات کافی گزر چکی تھی جب وہ محفل برخاست کرتا اپنے پورشن کی طرف آیا تھا۔ ابھی وہ گرلز بند ہی کر رہا تھا جب سیل فون پر آنے والی کال ریسیو کرتے ہوئے اس کی رگوں میں خون کھولنے لگا تھا۔

”لگتا ہے شرافت کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔“ وہ ناگوار لہجے میں بولا تھا۔

”تم تو میری آواز سنتے ہی بھڑک اٹھتے ہو یار! اور مجھے دیکھو تمہاری تڑپ نے مجھے کس قدر بے چین کر رکھا ہے۔“ رضی کا انداز فحش تھا۔

”ترس آتا ہے مجھے تم سے زیادہ تمہارے ماں باپ پر جنہیں خود نہیں معلوم ہوگا کہ ان کی اولاد جانور سے بھی بدتر زندگی گزار رہی ہے۔ ابھی بھی وقت ہے سدھر جاؤ ورنہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔“ شیث نے بمشکل ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

”میری فکر مت کرو دوست کیونکہ تم اب میری ضد بن گئے ہو۔“ رضی نے ڈھٹائی کی حد کی تھی۔

”دوست مت پکارو مجھے اپنی غلیظ زبان سے‘ دنیا سے پہلے میں خود پر لعنت بھیج دیتا اگر تم جیسا شخص میرا دوست ہوتا۔“ وہ بھڑکنے والے انداز میں بولا تھا۔

”میں پھر کہوں گا میری آفر پر غور کرو‘ چار دن کی زندگی ہے انجوائے کرو۔“

”چار دن کی زندگی گزرنے دو‘ چمڑی گوشت سے الگ ہوگی تب شروع ہوگی تمہاری انجوائے منٹ‘ سیاہ دھبا ہو تم مردانگی کے نام پر۔“

”تو پھر کب آ رہے ہو؟ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“ رضی نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔

”دعا کرو کہ میرا تمہارا آمنا سامنا نہ ہو ورنہ میں چاہوں تو اسی وقت تم پر دھاوا بول دوں‘ پھر نکلیں گے تمہارے ارمان ٹارچر سیل میں اور پوری ہوں گی حسرتیں۔“ اس کے خونخوار لہجے پر رضی کی مکروہ ہنسی گونجی تھی۔

”صرف تمہاری عزت دار فیملی کا لحاظ ہے مجھے ورنہ یہ تم بھی جانتے ہو کہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں دو منٹ میں تمہارا منہ کالا کرنا ساری دنیا کے سامنے‘ اب بھی اگر تم باز نہیں آئے تو یاد رکھنا میں اپنی اوقات پر آ گیا تو مجھ سے زیادہ برا آدمی تمہیں اس دنیا میں کہیں نہیں ملے گا۔“

”میں بھی تمہاری اوقات دنیا کے سامنے لا کر رہوں گا‘ تم دیکھنا اب میں کیا کرتا ہوں‘ مجھ پر ہاتھ اٹھا کر تم نے اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کی ہے۔“ اس بار رضی سانپ کی طرح پھنکار اٹھا تھا۔

”تم جیسے ابنارمل پر ہاتھ اٹھانا اگر غلطی ہے تو یہ غلطی میں بار بار کروں گا‘ جاؤ جو کرنا ہے کرو‘ پمفلٹ تقسیم کرو‘ لاؤڈ اسپیکر لے کر سڑکوں پر نکل جاؤ‘ ایک ایک بندے کو پکڑ کے میری حقیقت بتاؤ‘ محنت تمہاری رائیگاں نہیں جائے گی‘ مکمل پاگل ہونے کا سرٹیفکیٹ میں خود تمہیں دلواؤں گا‘ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔“ شیث نے اطمینان کے ساتھ مشورہ دیا تھا۔

”بالکل میرے بھی کچھ یہی خیالات ہیں تمہارے بارے میں۔“ رضی کے کسی گھٹیا جملے پر وہ جواباً بولا تھا جس کے بعد رضی خود ہی لائن ڈسکنیکٹ کر گیا تھا۔

”یا اللہ! اس شیطان کو راہ راست پر لے آ ورنہ یہ تو اپنے لیے جہنم کی آگ دہکا چکا ہے۔“ گرلز کا لاک لگاتے ہوئے وہ زیرلب بولا تھا اور پھر پلٹتے ہوئے چونک اٹھا تھا۔ تاریکی میں وہ اسے گلاس ڈور کے پاس نظر آ رہی تھی اور یقیناً شیث کی گفتگو بھی سن چکی تھی۔

”کس سے بات کر رہے تھے تم؟“ گلاس ڈور کا لاک لگاتے ہوئے اسے سارہ کا سوال سنائی دے گیا تھا جسے مکمل نظر انداز کرتا وہ ایک نگاہ بھی اس پر ڈالے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔

* * *

”بھابی! آپ کے کزن شریف تشریف لائے ہیں۔“ لاؤنج میں اس وقت وہ شمس کے ساتھ ہی موجود تھیں جب شان نے آ کر اطلاع دی تھی۔

”کون...... عاشر آیا ہے؟“ سدرہ نے پوچھا تھا۔

”ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔“ سدرہ کی گود سے شیری کو اٹھاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”کہاں ہے وہ؟“ شمس نے پوچھا تھا۔

”باہر رکے ہوئے ہیں چھوٹے بھائی کے پاس‘ انہیں دیکھتے ہی چھوٹے بھائی کا موڈ اتنا خوشگوار ہو گیا ہے کہ میری تو نظریں ہی ان کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔“ شان کے شرارتی لہجے پر شمس نے مسکراتے ہوئے سدرہ کو دیکھا تھا جو مسکراہٹ چھپائے شان کو گھور کر رہ گئی تھیں۔

”عشنا کے رشتے کے لیے کل کچھ لوگ آ رہے ہیں‘ پھپھو نے فون پر مجھے آنے کی تاکید کی تھی‘ میرا جانا تو مشکل ہو گا مگر سارہ کو جانا پڑے گا‘ عاشر اسے ہی لینے آیا ہو گا۔“ سدرہ نے شمس کو بتایا تھا۔

”جلدی آ جانا ورنہ میں بور ہو جاؤں گی۔“ اس کے ہمراہ باہر آتی مومو نے تاکید کی تھی۔ باؤنڈری کے پاس ہی شیث کے ہمراہ کھڑے عاطف نے اشارے سے اپنی طرف بلایا تھا جو وہ سیدھی اس کی طرف گئی تھی۔

”کل کی کلاس کا کیا ہو گا‘ خبردار جو کل غائب ہوئیں تم۔“ عاطف نے مصنوعی سختی سے کہا تھا۔

”جانا ضروری ہے اور فکر نہ کریں میں کہیں غائب نہیں ہونے والی‘ کل آپ کی اسٹڈی میں ہی نظر آؤں گی۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”ٹھیک ہے اب جاؤ جلدی‘ تمہارے کزن باہر انتظار کر رہے ہیں۔“ عاطف نے کہا تھا جس پر اللہ حافظ کہتے ہوئے سارہ نے ایک الوداعی نظر اس پر بھی ڈالی تھی جو لاتعلق نظر آنے کی کوشش میں دوسری طرف متوجہ تھا۔

”کوئی بات نہیں‘ اسے اس طرح مت گھورو‘ وہ کہہ تو رہی تھی کہ جانا ضروری ہے آ جائے گی کل تک۔“ عاطف نے مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا۔

”جانا ضروری تھا یا نہیں اس کا مجھے معلوم نہیں‘ مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ چاند پر بھی جانے کے لیے اس شخص کو انکار نہیں کر سکتی جو گیٹ کے باہر موجود ہے۔“ شیث کے شدید ناگوار لہجے پر عاطف نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا اور پھر الجھ کر اس جانب جہاں سارہ‘ مومو کا ہاتھ پکڑے اب گیٹ کے قریب پہنچ چکی تھی۔

* * *

گیٹ کے اندر داخل ہوتے شاہ رخ نے ایک نظر مومو پر ڈالی تھی جو باؤنڈری پر بیٹھی اب اس کی طرف ہی متوجہ تھی۔ سرعت سے وہ اس پر سے نظر ہٹاتا قدموں کی رفتار تیز کر گیا تھا مگر مومو بھی کسی چھلاوے کی طرح اس کے ہم قدم ہو چکی تھی۔

”بن جاؤ میرا سایہ تاکہ دونوں سب کی نظروں میں آ جائیں‘ کون بھگتے گا تمہارے بھائیوں کو‘ ان کے ساتھ میرے بھی بھائی مل گئے تو پہنچ جاؤں گا میں برزخ میں۔“ چور نظروں سے اردگرد دیکھتے ہوئے وہ اسے گھرک رہا تھا جسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

”سنو‘ میں فائیو اسٹار کے علاوہ کسی اور ہوٹل میں قدم بھی نہیں رکھوں گی۔“ وہ ان سنی کیے ڈھٹائی سے بولی تھی۔

”فائیو اسٹار میں ایک روم بھی ریزرو کروا لوں اگر آپ کا حکم ہو تو؟“ شاہ رخ نے ایک خشمگیں نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

”سچ کہہ رہے ہو؟“ مومو کی خوشگوار حیرانی پر شاہ رخ نے ایک نگاہ پھر اس کے کھلے ہوئے چہرے پر ڈالی تھی اور اگلے ہی پل ہنسی چھپانے کے لیے سر جھکائے چلتا رہا تھا جبکہ مومو خود بھی بمشکل ہنسی روکتی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی تھی مگر کوئی متوجہ نظر نہیں آیا تھا۔

”ڈیٹ کے نام پر باہر کھانا کھلانے پر تو جان جا رہی ہے تمہاری اور بات کر رہے ہو ہوٹل میں روم لینے کی۔“ مومو نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”چیلنج مت کرو‘ اگر عمل کر لیا میں نے تو اس ڈیٹ کے بعد تم ڈیٹ کے نام سے ہی بے ہوش ہو جاؤ گی۔“ شاہ رخ نے کہا تھا۔

”دیکھتے ہیں کون بے ہوش ہوتا ہے میں یا تم۔“ وہ نخوت سے کچھ اِترا کر بولی تھی مگر یکدم چونک کر برابر سے گزرتے شان کو دیکھا تھا۔

”ابھی جا کر بڑے بھائی کو بتاتا ہوں کیا پلاننگ چل رہی ہے۔“ شان نے دھمکایا تھا اور اگلے ہی پل مومو سے بچتے ہوئے بھاگا تھا۔ اس کے پیچھے ہی برآمدے میں آتے ہوئے مومو نے رک کر ایک طرف رکھا وائپر اٹھایا تھا۔

”کیا کر رہی ہو‘ بخش دو اسے‘ یہ اعلان کر دے گا۔“ شاہ رخ نے التجائی انداز میں مومو سے وائپر لینا چاہا تھا۔

”یہ کیا اعلان کروائے گا‘ میں اس کے اعلان مسجدوں میں کروا دوں گی۔“ شاہ رخ سے وائپر چھیننے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے خونخوار نظروں سے شان کو گھورا تھا جو گلاس ڈور کے عقب سے جھانک رہا تھا۔

“ارے جاؤ، شکل دیکھو اپنی اور فائیو اسٹار میں ڈنر کے خواب دیکھ رہی ہو۔” شان نے مزید اسے جلایا تھا۔

“ٹھیر تو ذرا......” تلملا کر شاہ رخ کو پیچھے دھکیلتی وہ سرپٹ بھاگتے شان کے پیچھے بھاگی تھی۔

❋❋❋

کمرے میں آتے ہوئے سدرہ نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا تھا جو بیڈ کراؤن سے پشت لگائے ٹی وی کی طرف متوجہ تھے وہ حیران نہ ہوتیں اگر ٹی وی آن ہوتا۔

“آپ کس سوچ میں گم ہیں؟” سدرہ نے پوچھا تھا۔

“میں سوچ رہا تھا کہ اب ہمارے گھر میں بھی وہ خوشی کا موقع آ جانا چاہیے، تم سمجھ رہی ہو میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔” وہ سنجیدہ مبہم سے لہجے میں بولے تھے۔

“میں بالکل سمجھ رہی ہوں۔” سدرہ مسکراتے ہوئے بیڈ کے کنارے بیٹھی تھیں۔

“تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟” وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔

“میرا خیال بھی آپ کی سوچ کی طرح اچھا ہی ہے، مگر فی الحال تو اس کے لیے انتظار کرنا پڑے گا، شیث کی خطرناک قسم کی ناراضگی ڈھکی چھپی نہیں ہے، مجھے نہیں لگتا کہ ابھی ان حالات میں کسی نئی تبدیلی کی امید رکھنا ٹھیک ہوگا۔” اس بار وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تھیں۔

“شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نئی تبدیلی کا سن کر اس کی ناراضگی کا اختتام ہو جائے۔” وہ بولے تھے۔

“آپ بتائیں آپ کیا چاہتے ہیں؟” سدرہ نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

“میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے بات کرو، مجھے پورا یقین ہے کہ اس معاملے سے اپنی ناراضی کو دور ہی رکھے گا وہ۔” شمس بولے تھے۔

“ٹھیک ہے آپ کہتے ہیں تو میں موقع دیکھ کر شیث سے بات کرتی ہوں، ویسے یہ اچانک اس وقت آپ نے کیسے سوچا اس بارے میں؟”

“تم نے عشنا کا ذکر کیا تھا، اس کے رشتے وغیرہ کے بارے میں تو بس اسی وقت سارہ کو دیکھ کر مجھے بھی یہ خیال آ گیا، ویسے بھی جب اُسے اسی گھر میں رہنا ہے تو بہتر ہے کہ اب اس کا منصب بھی اس گھر میں قائم ہو جانا چاہیے، تم جانتی ہو اس شادی کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔” وہ مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

“آپ جانتے ہیں یہ میری حسرت تھی کہ سارہ کے بارے میں کبھی آپ کے یہ جملے سن سکوں۔” وہ بولی تھیں۔

“سدرہ! جتنی محبت تم اپنی بہن سے کرتی ہو اتنی محبت کا دعویٰ تو میں نہیں کر سکتا مگر شاید مجھے اس کی قدر تم سے زیادہ ہے، کیونکہ اسے میرے بھائی کی بہت قدر ہے۔” وہ گہری سنجیدگی سے بولے تھے۔

❋❋❋

باؤنڈری کے پاس ہی وہ عاطف کے ساتھ باتیں کرتا گراؤنڈ میں بھی نظر ڈالتا جا رہا تھا جہاں شاہ رخ نے تہیہ کر رکھا تھا نہ کھیلے گا نہ کھیلنے دے گا۔ کچھ دیر پہلے ہی اس کی ساتھ کھیلتے اپنے کزنز سے کسی بات پر ان بن ہو گئی تھی۔

“تم نے بال میرے حوالے نہیں کی تو اب اٹھا کر گراؤنڈ سے باہر پھینک دوں گا۔” ایک لڑکے نے فائنل دھمکی دی تھی۔

“شاہی! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟” شیث نے آواز لگا کر متوجہ کیا تھا۔

“خوامخواہ تنگ کر رہا ہے چھوٹے بھائی! اسے آ کر باہر نکالیں۔” شان نے جھنجھلا کر شکایت کی تھی مگر اگلے ہی پل کراہ اٹھا تھا جب شاہ رخ اس کی گردن بازو میں دبا گیا تھا، دوسری جانب شیث پلک جھپکتے ہی گراؤنڈ کے اندر تھا۔

“تم نے مجھے مارا تو قسم سے اس کی گردن توڑ دوں گا۔” شان کی گردن اسی طرح دبائے وہ شیث کو خبردار کر رہا تھا جس نے ایک ہی جھٹکے میں شان کو اس کے شکنجے سے نکالا تھا اور سرعت سے اس کا بازو پکڑے باؤنڈری کی طرف لے گیا تھا۔

“نکلو باہر، اب دوبارہ ان سب کو تم تنگ کر کے دیکھو، بتاتا ہوں پھر تمہیں۔” اسے باؤنڈری کے باہر دھکیل کر شیث نے سختی سے کہا تھا اور واپس منتظر کھڑے عاطف کی طرف بڑھ گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

”ہنس لو بیٹا ہنس لو...... ایک سال بڑے ہیں وہ مجھ سے اس لیے لحاظ کر جاتا ہوں ورنہ ہاتھ تو لگائے کوئی۔“ کالر جھٹکتے ہوئے اس نے بڑے بھرم سے ان سب کو جتایا تھا جو اس پر ہنس رہے تھے۔

گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی زینب کا سارا اعتماد بھک سے اڑ چکا تھا' حالانکہ اس نے کل ہی سارہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے گیٹ تک لینے نہ آئے مگر اب تن تنہا اتنے سارے اجنبی چہروں کی رونق کے درمیان سے گزرنا محال لگ رہا تھا' دوسری جانب فارغ کھڑے شاہ رخ کی نظر گیٹ تک گئی تھی اور اگلے لمحے وہ تیر کی طرح زینب کے مقابل پہنچا تھا جو اس طرح راستہ روکے جانے پر بری طرح گھبرا اٹھی تھی۔

”سارہ نے مجھے آپ کو لینے بھیجا ہے' آیئے۔“ بڑی روانی سے بولتے ہوئے شاہ رخ نے اس کے ہاتھوں سے وہ چیز لی تھی جسے دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس میں کھانے کی کوئی قسم ہوگی۔

”میں خود چلی جاؤں گی' یہ مجھے واپس دیں۔“ فق چہرے کے ساتھ زینب نے اس سے بڑا سا بھاری بھرکم ہاٹ پاٹ لینا چاہا تھا۔

”یہ چاہیے تو میرے پیچھے آ جائیں۔“ رکے بغیر بولتا وہ باؤنڈری کی طرف گیا تھا۔

”یہ سارہ کے لیے ہے' یہ مجھے واپس دیں۔“ ہراساں ہو کر وہ پھر اس سے التجا کر رہی تھی جو باؤنڈری پر آرام سے بیٹھا ہاٹ پاٹ کھول چکا تھا۔ چپلی کباب کی مہک نے گراؤنڈ میں موجود لڑکوں کو بھی دعوت دے ڈالی تھی۔

”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری ایک اسٹوڈنٹ غنڈوں میں پھنس چکی ہے۔“ شیث کی اچانک اطلاع پر عاطف حیران ہو کر پلٹا تھا۔ ان سب کو ہاٹ پاٹ پر ٹوٹتا دیکھ کر اس وقت زینب کا چہرہ بالکل رونے والا ہو چکا تھا جب اس کی نظر قریب آتے عاطف پر پڑی تھی۔

”سر! مجھے میرا ہاٹ پاٹ واپس دلوائیں' ان سب نے زبردستی لیا ہے۔“ وہ روہانسے لہجے میں عاطف سے مخاطب ہوئی تھی جو واقعی شرمندہ ہو گیا تھا۔

”بدتمیزی کی انتہا کر دی ہے تم سب نے مل کر' ادھر دو۔“ سختی سے ان سب پر برستے ہوئے اس نے شاہ رخ سے ہاٹ پاٹ لیا تھا۔

”سب واپس رکھو ابھی اور اسی وقت۔“ عاطف کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے سب نے نا چاہتے ہوئے بھی ہاتھ میں پکڑے کباب واپس ہاٹ پاٹ میں رکھے تھے۔

”کسی کے منہ سے نوالہ چھیننا غلط حرکت ہے۔“ شاہ رخ منمنایا تھا۔

”اور تم جو کسی کی چیز چھین لائے ہو' اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ عاطف نے اسے گھرکا تھا۔

”تم بھی واپس رکھو۔“ عاطف نے شان کو گھورا تھا جس نے عاطف کی ہدایت پر اب تک عمل نہیں کیا تھا مگر اب...... کباب ہاٹ پاٹ میں رکھتے ہوئے اس نے رک کر عاطف کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل ہاتھ واپس کھینچ کر سالم کباب منہ میں رکھ لیا تھا' اس کے ساتھ ہی سب کے اونچے ہوتے بھیانک قہقہوں پر زینب کے ہوش اڑے تھے جبکہ عاطف کو اپنی ہنسی زینب سے چھپانے کیلئے چند لمحوں کیلئے رخ موڑنا پڑا تھا۔

”میں ان سب کی طرف سے معذرت کرتا ہوں' جو بچا ہے اس پر صبر کر لو۔“ عاطف نے سنجیدہ ہوتے ہوئے ہاٹ پاٹ زینب کے حوالے کیا تھا۔

”میں اتنی محنت سے سارہ کے لیے بنا کر لائی تھی۔“ ہاٹ پاٹ کی حالت دیکھ کر زینب صدمے کے ساتھ بولی تھی۔

”عاطف! کس کے لیے آئے تھے یہ کباب؟“ عقب سے ابھرتی آواز پر عاطف نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا جو کچھ فاصلے پر باؤنڈری کے کنارے بیٹھا تصدیق مانگ رہا تھا۔

”سن تو چکے ہو' سارہ کے لیے۔“ عاطف نے مسکراتے لہجے میں کہا تھا جبکہ وہ سرعت سے اٹھ کر قریب آیا تھا۔

”یہ مجھے دے کر شکریہ کا موقع دیں گی آپ؟“ بہت سنجیدگی کے ساتھ شیث نے حیران کھڑی زینب سے ہاٹ پاٹ واپس لیا تھا۔

”تم سب واپس آ جاؤ' جو کباب بچے ہیں سب کھا کر ختم کرو۔“ شیث نے اشارے سے سب لڑکوں کو واپس بلایا تھا۔

”یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟“ عاطف نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا جبکہ وہ اسی سنجیدگی کے ساتھ حق دق کھڑی زینب کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”بہت شکریہ۔“ زینب سے مخاطب ہوتا وہ واپس اپنی جگہ پر جانے کے لیے مڑا تھا مگر اگلے ہی پل بس ایک لمحے کے لیے اس پر نظر ساکت

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

ہوئی تھی جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کچھ ہی فاصلے پر رکی ہوئی تھی۔

”مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا' جو ہے سب تمہارے سامنے ہے۔“ عاطف نے مسکراتی نظروں سے اس کے بگڑتے تاثرات کو دیکھا تھا۔

”شکایت تو آپ سے ہی ہے' آپ کی موجودگی میں اتنا سب کیسے ہو گیا' میری دوست کا نہ کسی سے لینا نہ دینا' سر جھکائے آتی ہے اور اسی طرح چلی جاتی ہے' آج میں اس کے ساتھ نہیں تھی تو سب نے مل کر اس بے چاری کو گھیر لیا اور آپ بھی ان سب میں شامل ہو گئے۔“ وہ شدید ناراضگی کے ساتھ بولی تھی۔

”کوئی بات نہیں سارہ! مجھے برا نہیں لگا ہے اور سر نے تو ان سب کو ڈانٹا بھی تھا۔“ زینب نے مدھم آواز میں سارہ کو شانت کرنا چاہا تھا۔

”ہاں وہ تو میں دیکھ چکی ہوں۔“ ایک تیز نگاہ اس نے شیث پر ڈالی تھی جو اپنے سیل فون کی طرف متوجہ رہا تھا۔

”اچھا اب ناراضی ختم کرو' زینب دوبارہ تمہاری فرمائش پوری کر دیں گی۔“

”مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم اتنی بات کن کیوں رہے ہو۔“ شیث یکدم ہی کچھ ناگوار لہجے میں عاطف سے مخاطب ہوا تھا مگر سارہ کے چہرے پر غصیلے تاثرات پھیل گئے تھے۔

”آپ دونوں چلیں میں آ رہا ہوں۔“ عاطف نے فوراً ہی سنجیدگی سے ہدایت کی تھی جس پر وہ ایک سلگتی نگاہ شیث پر ڈالتی زینب کے ساتھ واپس جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔

”کچھ زیادہ ہی حد نہیں کر دی تم نے؟“ عاطف نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

❁❁❁

گرم کافی کے مگ اٹھائے وہ ان دونوں کی طرف بڑھ رہی تھی جن کی باتیں رات گئے تک ختم نہیں ہوتی تھیں۔

”مجھے نہیں چاہیے۔“ کافی کا دوسرا مگ سارہ نے اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا تھا جب وہ نظر ملائے بغیر سرد لہجے میں بولا تھا۔

”میں تنہا کافی نہیں پیوں گا اس لیے خاموشی سے مگ اٹھا لو۔“ سنجیدہ لہجے میں عاطف نے جیسے تنبیہ بھی کی تھی اور پھر خاموش کھڑی سارہ کو دیکھا تھا۔

”تم ذرا بیٹھو' مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“ عاطف کے کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

”تم نے مجھے بتایا نہیں کہ زینب کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ میں تو اب تک حیران ہوں کہ وہ اپنے منگیتر سے خوفزدہ کیوں نظر آ رہی تھی۔“ عاطف کے استفسار پر وہ حیران ضرور ہوئی تھی کہ اسے توقع نہیں تھی کہ عاطف اس بارے میں کوئی سوال کرے گا' بہرحال ڈھکے چھپے لفظوں میں وہ زینب کے حوالے سے سارا معاملہ بیان کر گئی تھی۔

”یہ تو بہت غلط ہوا ہے اس کے ساتھ' خاموش رہ کر وہ مزید اپنے ساتھ زیادتی کر رہی ہے۔“ عاطف نے کہا تھا۔

”یہی تو میں سمجھاتی رہی ہوں اسے مگر اتنا تو آپ بھی محسوس کر چکے ہوں گے کہ وہ کسی قسم کی دلیری کا مظاہرہ نہیں کر سکتی۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”حالانکہ اسے کرنا چاہیے' وہ ایک اچھی لڑکی ہے اور یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی جو ہوا ہے۔“ عاطف کے سنجیدہ لہجے پر وہ یکدم ہی کچھ چونکی تھی۔

”آپ کو لگتا ہے کہ مجھے اس کے لیے کچھ کرنا چاہیے؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”تم کیا کر سکتی ہو؟“ عاطف نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”بس دیکھتے جائیں' کچھ نہ کچھ تو اب کرنا ہی پڑے گا۔“ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ وہ کچھ اس طرح بولی تھی کہ شیث بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا جو اب وہاں سے جا رہی تھی۔

”کیا ہوا ہے اسے؟“ عاطف نے حیرانی کے ساتھ شیث سے پوچھا تھا۔

”پتا نہیں مگر تمہاری ہمدردی کتنی مہنگی پڑے گی تمہیں' یہ معلوم ہے مجھے۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ عاطف نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو خاموشی کے ساتھ کافی کے سپ لینا شروع کر چکا تھا۔

❁❁❁

عقب سے آتی سدرہ کی پکار پر وہ رک کر پلٹا تھا۔

”اگر اس وقت تمہیں کوئی ضروری کام نہیں ہے تو مجھے بات کرنی ہے تم سے۔“ سدرہ کے سنجیدہ سوالیہ لہجے پر وہ کچھ حیران ہوا تھا۔

”آپ سے زیادہ ضروری اور اہم کوئی کام نہیں ہو سکتا' اس لیے اطمینان سے آپ اپنی بات کہہ سکتی ہیں۔“ جواباً وہ بھی اسی سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

”چلو پھر اوپر تمہارے کمرے میں ہی بات کرتی ہوں۔“ سدرہ نے کہا تھا اور پھر اس کی تقلید میں ہی کمرے تک آئی تھیں۔

کرسی پر براجمان ہو کر اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا جو بیڈ کے کنارے بیٹھیں مسکراتی نظروں سے اس کے روشن چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

”میں اور شمس سوچ رہے تھے کہ اب جلد از جلد پھپھو کی طرف جا کر ان سب کو بھی اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں' میرے میکے میں وہ ہی بڑی ہیں ان کی اجازت اور مشاورت بھی ضروری ہے۔“

”آپ کس فیصلے کی بات کر رہی ہیں؟“ وہ کچھ الجھی نظروں سے انہیں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

”تمہاری اور سارہ کی شادی کا فیصلہ' ان سے بھی تو پہلے بات کرنی ہو گی' مگر میں نے سوچا کہ پہلے تم سے تو بات کر لوں کہیں ناراضگیوں میں ارادے ہی نہ بدل گئے ہوں۔“ سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ شیث کے چہرے کے تاثرات ایکدم ہی تن سے گئے تھے۔

”ارادے تو آپ کو پہلے اپنی بہن کے معلوم کرنے چاہیے تھے۔“ اس کے لہجے میں کچھ تھا جو سدرہ کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

”مگر لگتا ہے کہ آپ کو اپنی بہن سے محبت نہیں یا پھر اس کے مستقبل کی پرواہ نہیں رہی ہے۔“ وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا..... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ وہ حیران پریشان ہوئی تھیں۔

”مطلب تو صاف ظاہر ہے بھابی! کم از کم آپ کو تو اس پر یہ ظلم نہیں کرنا چاہیے' آپ اسے ایک ایسے شخص کی زندگی میں کیوں دھکیلنا چاہتی ہیں جس کی وجہ سے بار بار اسے ذلت اٹھانی پڑی ہے۔ کیوں ایسے شخص کے ساتھ اپنی بہن کا رشتہ استوار کرنا چاہتی ہیں جو اس کے اعتبار کے لائق نہیں ہو سکتا۔ آپ کی بہن کے لیے کوئی ایسا انسان ہونا چاہیے جو اس کی قدر کرے' اسے سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھے' مجھ جیسا انسان اس کے لیے صرف ساری زندگی کی تذلیل ہی بن سکتا ہے' اس کا فخر اس کی ڈھال نہ کبھی بن سکا ہے اور نہ ہی آگے بن پائے گا۔“ ان سے نظر ملائے بغیر وہ سرخ چہرے کے ساتھ بات ختم کرتا اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا اور وہ جو اب تک گنگ بیٹھی تھیں بے یقینی سے اسے دیکھتیں مقابل آ رکی تھیں۔

”کیوں نہیں بن سکتے اس کی ڈھال' کیوں نہیں بن سکتے اس کا فخر؟ کیا اس لیے کہ اس کے چند کڑوے جملے تم سے برداشت نہیں ہوئے' اس چیز کی سزا دینا چاہتے ہو تم اسے؟“ لرزتے لہجے میں وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

”میں اسے نہیں خود کو سزا دینا چاہتا ہوں' اس کے جملوں نے مجھے آئینہ دکھایا ہے۔ میں کیا ہوں، میری حقیقت کیا ہے؟ اس سے آپ بھی واقف ہیں' کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اس کے لیے کسی بہترین شخص کا انتخاب کریں۔“ گہری سنجیدگی سے بولتے ہوئے اس نے رک کر سدرہ کو دیکھا تھا جو بے حس و حرکت تھیں۔ کچھ چونک کر وہ ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتا ہوا پلٹا تھا اور اگلے ہی پل اس کی کیفیت بھی سدرہ سے مختلف نہیں تھی۔ ٹیرس کے کھلے دروازے کے پاس کھڑی وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ان دونوں کی طرف ہی متوجہ تھی۔

”ہنی کا یونیفارم لینے آئی تھی' پریس بھی تو کرنا ہے۔“ وہ سدرہ سے مخاطب ہوتی رُکے بغیر کمرے سے نکل گئی تھی۔

”آپ مجھے جو کہنا چاہیں کہہ دیں مگر میں نے جو کہا ہے اب بھی اس پر قائم ہوں۔“ وہ سدرہ سے نظر ملانے کی ہمت تو نہیں کر سکا تھا مگر مضبوط لہجے میں یہ کہہ گیا تھا۔ دوسری جانب سدرہ کچھ بھی کہے بغیر تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تھیں۔

* * *

دستک کی مخصوص آواز پر وہ ایک گہری سانس لے کر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ شمس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے وہ بمشکل اپنے اعتماد کو برقرار رکھ سکا تھا۔

”کیا کہا ہے تم نے سدرہ سے' میں دوبارہ تم سے سننا چاہتا ہوں۔“ ان کے بھڑکتے مگر مدھم لہجے پر وہ ان کی جانب نہیں دیکھ سکا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”دُہرانے سے وہ لفظ بدلیں گے نہ ہی میرا فیصلہ۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔

”یہ ساری بکواس تم میری طرف دیکھ کر کرو تو بہتر ہے۔“ ان کے بے انتہا سخت اور غصیلے لہجے پر شیث نے انہیں دیکھا تھا۔

”تم جانتے ہو کس طرح سدرہ میرے سامنے رو رہی تھی‘ صرف اور صرف تمہاری وجہ سے۔ میرے کہنے پر میری خواہش پر وہ تمہارے پاس آئی تھی۔ یہ تم بھی جانتے ہو کہ اس نے کبھی دیور کی حیثیت سے نہیں بلکہ ہمیشہ اپنے بھائی کی طرح عزیز رکھا ہے تمہیں۔ مان کیا ہے، فخر کیا ہے تم پر۔ ورنہ وہ اپنی بہن کے لیے خود چل کر تمہارے پاس آ سکتی تھی‘ بتاؤ مجھے۔“ وہ مشتعل لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

”یہ صلہ دیا ہے تم نے اس کی محبت کا‘ اس کی خدمتوں کا؟ میری ضد میں تم نے اس کی تذلیل کر ڈالی ہے۔“

”یہ غلط ہے‘ میں انہیں کیسے......“

”تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ تم کیا کچھ غلط کر چکے ہو۔“ شمس نے بلند آواز میں اس کی بات کاٹی تھی۔

”تم مجھ سے اکھڑے ہوئے‘ بدگمان ہو ٹھیک ہے مگر اس کا اظہار تمہیں اتنے غلط طریقے سے سدرہ کے سامنے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جس مقصد کو لے کر وہ یہاں آئی تھی میرا نہیں تو اس عورت کا ہی لحاظ رکھ لیتے‘ تم یہ کیسے بھول گئے کہ وہ سارہ کی بہن بھی ہے۔ یہی سوچ کر زبان بند رکھ لیتے‘ اپنا فیصلہ سنانے کے لیے مجھے اپنے دربار میں بلا لیتے‘ مگر تم......“

”آپ مجھے کچھ بولنے کا موقع دیں گے۔“ بمشکل ضبط کرتے ہوئے شیث نے ان کے غصے میں دہکتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”اب بھی کچھ باقی ہے تمہارے دل میں بولنے کے لیے۔“ شمس کے لہجے میں شعلوں کی لپک تھی۔

”آپ جو ہمیشہ سے چاہتے تھے وہی تو کیا ہے میں نے۔ اور رہ گئی بات بھابی کی تو میں ان سے ہزار بار معافی مانگ لوں گا۔“ ان کی آنکھوں میں دیکھتا وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

”نہیں ہے اسے ضرورت تمہاری معافی کی اور پہلے کی بات مت کرو کیونکہ پہلے اور اب میں بہت فرق ہے۔“ وہ بھڑک کر بولے تھے۔

”یہی تو میں آپ سب کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ پہلے اور اب میں بہت فرق ہے‘ پہلے جو آپ نہیں چاہتے تھے وہ اب میں نہیں چاہتا۔“ اس کے اٹل اور قطعی لہجے پر شمس دنگ نظروں سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔

”شیث! اس وقت تم نے جو تکلیف مجھے پہنچائی ہے اس کے بعد میں اگر کبھی سکون سے سو جاؤں تو صبح آئینے میں اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکوں گا۔“ شکستہ لہجے میں اتنا کہہ کر وہ وہاں رکے نہیں تھے۔

”مگر مجھے یقین ہے کہ میں آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ سکوں گا اب ہر صبح۔“ جلتی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

* * *

دروازے پر ہوتی دستک پر وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

”کھلا ہے دروازہ‘ آ رہی ہوں۔“ شال کندھوں پر ڈالتی وہ بیڈ سے اتر گئی تھی۔

”کیا ہوا کوئی کام ہے؟“ لائٹ آن کرتے ہوئے وہ شاہ رخ کی طرف بڑھی جو دروازے سے جھانک رہا تھا۔

”یہ دروازہ کھلا رہتا ہے اور ہر بار میں یہ سوچ کر واپس پلٹ جاتا ہوں کہ یہ اندر سے لاک ہوگا۔“ شاہ رخ کے خشمگیں لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

”آج تم ٹی وی نہیں دیکھ رہی ہو‘ خیریت؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”بس موڈ نہیں ہو رہا تھا۔“ وہ بولی تھی۔

”موڈ نہیں ہو رہا تھا یا آنسو بہانے کے لیے چھپنے کی ضرورت تھی۔“ وہ بغور اس کے تاثرات کو دیکھتا بولا تھا۔

”اتنا فارغ وقت نہیں ہے میرے پاس کہ فضول سی باتوں پر بیٹھ کر آنسو بہاتی رہوں۔“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”اچھا تو پھر آ جاؤ‘ باہر عاطف بھائی تمہیں یاد کر رہے ہیں۔“

”کیوں؟“ سارہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"تعزیت کریں گے اور دعا دیں گے کہ جلد ہی تمہیں کوئی دوسرا چاند سا دولہا مل جائے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"مگر اس کا کلر گولڈن تو نہیں ہوگا۔" وہ بمشکل ہنسی روکتی شان کے مسکراتے چہرے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"سارہ! آج شہر کے تمام اخباروں میں تمہارے بریک اپ کی چٹخارے دار نیوز چھپ چکی ہے کچھ عرصے تک گھر سے باہر مت نکلنا۔" شان کی ہدایت پر سارہ نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا تھا جو اس کی شکل دیکھتے ہوئے پاگلوں کی طرح ہنسے جا رہے تھے۔

"شرم تو نہیں آ رہی' بجائے ہمدردی کرنے کے میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ سچ ہی ہے برے وقت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔" ان دونوں کو گھرکتی وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

"میرا خیال ہے چہرہ چھپا ہی لوں' یہ اس قابل نہیں رہا ہے کہ کھلا لے کر گھوموں۔" شال کا کنارہ ناک تک لے جاتے ہوئے اس نے رک کر پیچھے آتے شاہ رخ سے تائید چاہی تھی جس کی رکتی ہنسی ایک بار پھر ابل پڑی تھی۔ دوسری جانب وہ خود بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی تب گلاس ڈور کھول کر اندر آتے شیث کی پہلی نظر سارہ کے بے تحاشہ ہنستے ہوئے چہرے پر پڑی تھی۔

جلتے انگاروں پر جیسے وہ منہ کے بل گرا تھا' سر سے پیر تک کھولتے پانی میں وہ غرق ہوا تھا۔ اگلے ہی پل اس پر سے نظر ہٹاتا وہ سرخ چہرے کے ساتھ برابر سے گزرتا چلا گیا تھا۔

حیران نظروں سے عاطف نے ان دونوں کو دیکھا تھا جن کی ہنسی قریب آنے پر بھی نہیں رکی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے' میں تو کچھ اور ہی صورتحال سوچ بیٹھا تھا۔" عاطف نے حیرت سے کرسی پر پھیل کر بیٹھتے شاہ رخ کو اور پھر سارہ کو دیکھا تھا جو کرسی پر پیر چڑھائے شال میں دبکی بیٹھی تھی۔

"چہرہ کیوں چھپا رکھا ہے تم نے؟" ابھی تک حیران بیٹھے عاطف نے سارہ سے پوچھا تھا۔

"یہ سوال اس سے کرنے کے بعد آپ کو اپنا چہرہ بھی چھپا لینا چاہیے۔" ہنسی کے درمیان شاہ رخ بمشکل عاطف سے مخاطب ہوا تھا۔

"تمہارے لیے شمس بھائی حد درجہ پریشان ہیں' میں نے الگ شیث کو برا بھلا کہہ کر اس کی ناراضی مول لی ہے اور تمہیں یہ سب دیکھ کر ہنسی آ رہی ہے۔" عاطف نے خشمگیں نظروں سے سارہ کے ہنستے چہرے کو دیکھا تھا۔

"آپ بتائیں اس سے بڑا کوئی لطیفہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سارہ کو ٹاٹا بائے بائے کر دیا ہے۔" شاہ رخ ہنستے ہوئے ہی بولا تھا۔

"صبح سے بولائے بولائے گھوم رہے ہیں انہیں خود ابھی تک سمجھ نہیں آیا ہے کہ وہ کیا کر چکے ہیں۔" شاہ رخ کے مزید کہنے پر عاطف کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"شکر ہے تم نے اس کی بے وقوفانہ حرکت کو دل سے نہیں لگایا۔ ورنہ شمس بھائی بہت پریشان تھے کہ تمہارا ردعمل کیا ہوگا۔" عاطف نے کہا تھا۔

"بھابی مجھے سب سے زیادہ ڈسٹرب نظر آ رہی ہیں۔" شاہ رخ نے کہا تھا۔

"وہ دونوں ہی ڈسٹرب ہیں اور خاموش بھی' میری تو خود ہمت نہیں ہو رہی کہ ان دونوں سے نظر ملاؤں۔ آپی نے اس بارے میں نہ میرے سامنے کچھ کہا نہ کچھ پوچھا ہے' مجھے تو لگ رہا ہے کہ ہم تینوں ایک دوسرے کا سامنا کرنے سے کترا رہے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"اور جن کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے وہ منظر سے ہی غائب ہیں۔" شاہ رخ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ اب تک وہ سب کی فرسٹریشن کا مرکز بنا رہا ہے' اپنے دل کا غبار چھپائے وہ کب تک نارمل رہ سکتا ہے' اگر اسی طرح اس کی فرسٹریشن ریلیز ہوتی ہے تو تھوڑا برداشت کرنا پڑے گا۔" عاطف نے بطورِ خاص سارہ کو یہ سمجھانا چاہا تھا۔ دوسری جانب نامحسوس انداز میں شاہ رخ اٹھ کر موموکی طرف بڑھ گیا تھا جو اپنے پورشن کی بند گرلز کے دوسری جانب موجود تھی۔ عاطف کی پشت اس کی جانب تھی اس لیے وہ شاہ رخ کو اشارے سے اپنی طرف بلا سکی تھی۔

"اتنا غصہ آ رہا ہے مجھے چھوٹے بھائی پر' سارہ نے جب مجھے بتایا تھا اسی وقت میں نے میسج میں لکھ کر بھیجا تھا کہ آپ نے بہت غلط کیا ہے۔ انسانیت ہی نہیں ہے آپ میں۔" وہ بتا رہی تھی۔

"پھر کیا ہوا؟" شاہ رخ نے حیرت کے ساتھ پوچھا تھا۔

”پانچ منٹ کے بعد ان کی کال آ گئی، میں پاگل تھی جو ریسیو کر لیتی۔“ وہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی۔

”مگر شام کو آفس سے لوٹتے ہی باہر ہی انہوں نے پکڑ لیا مجھے۔“

”کتنی عزت افزائی ہوئی تمہاری؟“ گرلز سے شانہ ٹکاتے ہوئے شاہ رخ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”بہت زیادہ تو نہیں مگر کہہ رہے تھے کہ آئندہ مجھے کوئی میسج بھیجا تو پہلی فرصت میں تمہارے ہاتھ توڑ دوں گا۔“ وہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی۔

”سارہ بالکل نارمل لگ رہی تھی، مجھے تو اس پر اب تک حیرت ہے۔“ مومو نے کہا تھا۔

”اس کی تو ہنسی نہیں رک رہی، چھوٹے بھائی دیکھ چکے ہیں یقیناً جل کر کباب بن گئے ہیں۔“ شاہ رخ نے کہا تھا۔

”بندے کو ایسی بات منہ سے نکالنی چاہیے جس پر عمل کر سکتا ہو، بولنے کی حد تک ہی ہمت رکھتے ہیں وہ، سارہ کو بھی خبر ہے۔“ مومو نے کہا تھا۔

”تم اب تک کیسے جاگ رہی ہو؟ ورنہ تو اتر جاتی ہو نیند کی وادیوں میں۔“ شاہ رخ نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”اب جاگ رہی ہو تو جاگتی رہنا تین بجے کال کروں گا۔“

”تین بجے۔“ مومو کی حیرت دیکھنے والی تھی۔

”اب تمہاری باری آتے آتے اتنا وقت تو ہو جائے گا۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

”مت آنے دو میری باری، جو کہنا ہے ابھی کہہ دو، میں نہیں ریسیو کرنے والی تمہاری کال۔“ وہ بگڑ کر بولی تھی۔

”تمہاری مرضی، میرے پاس نمبرز کی کمی نہیں۔“ وہ بے نیازی سے بولا تھا دوسری جانب وہ تپ کر گرلز سے دور ہوئی تھی۔

”ویسے تمہارا یہ نیا سلیپنگ ڈریس کافی خطرناک ہے۔“ شاہ رخ نے سرسری نظر اس پر دوڑاتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔ دوسری جانب مومو نے گھبرا کر اپنی گرم شال کا جائزہ لیا تھا جو اس کے سر سے پیر تک لپٹی تھی۔

”کائیاں انسان! اتنی بڑی شال کے باوجود تجھے نئے پرانے اور خطرناک کا پتہ چل گیا۔“ مومو کے کھا جانے والے انداز پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

”ایک ہفتہ رہ گیا ہے میری برتھ ڈے میں، یاد رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری زندگی کی کینڈل ایک پھونک میں، میں بجھا دوں۔“ وہ اسے وارن کر رہی تھی جو اَن سنی کرتا چلتا بنا تھا۔

⁂

بہت سنجیدہ ماحول میں صرف پلیٹوں اور چمچوں کی مدھم آواز وقتاً فوقتاً ابھر رہی تھی۔

”سارہ نہیں آئی اب تک۔“ بالآخر شمس نے خاموشی توڑ کر سدرہ کو دیکھا تھا۔

”آ جائے گی جب آنا ہو گا، اس کا یہاں ہونا ضروری نہیں ہے۔“ ہنی کی پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھیں۔ شیث سمیت سب نے ہی ان کی پیشانی پر پڑے بلوں کو بغور دیکھا تھا۔

”وہ مومو کے ساتھ ابھی تک عاطف بھائی کی اسٹڈی میں ہے پریکٹس کے لیے۔ کہہ رہی تھی کہ کچھ دیر میں آ جائے گی۔“ شان نے فوراً ہی شمس کو اطلاع دی تھی۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے جب سارہ، مومو کے ساتھ ہی آ گئی تھی۔

”میں وہ کھیر کھانے آئی ہوں جو سارہ نے بنائی ہے۔“ اور جھٹ سے کھیر کی ڈش اٹھا کر سامنے رکھی تھی۔

”کہاں تھیں تم؟ کتنی بار ہنی کو اور پھر شان کو بھیجا تھا میں نے۔ مگر تمہارے آنے کا کچھ اَتا پتا نہیں۔“ یکدم ہی جس طرح سدرہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا وہ حق دق کھڑی رہ گئی تھی جبکہ باقی سب بھی دنگ ہوئے تھے۔

”جب جہاں موقع ملتا ہے منہ اٹھا کر نکل جاتی ہو، اتنا یاد رکھا کرو یہ تمہارا گھر نہیں ہے۔“ وہ غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی بولتی چلی گئی تھیں۔ دوسری جانب وہ سرخ چہرے کے ساتھ وہاں سے چلی گئی تھی۔ شدید ناراضی سے سدرہ کو دیکھتے ہوئے مومو بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

”آپ نے شام کو بھی آپی کو ڈانٹا تھا۔“ ہنی نے بھی ماں کو شکایتی نظروں سے دیکھا تھا۔

”خاموشی سے کھانا کھاؤ۔“ سدرہ نے بری طرح بیٹی کو جھڑک دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”یہ سب تم اسے کھانے کے بعد نہیں کہہ سکتی تھیں‘ بیٹھنے تک نہیں دیا اسے۔“ غصیلے لہجے میں شمس ان پر گرجے تھے اور اگلے ہی پل اپنی جگہ سے اٹھتے وہاں سے چلے گئے تھے۔ بے دلی کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے شاہ رخ نے کن انکھیوں سے ساتھ موجود شیث کو دیکھا تھا جس کے سنجیدہ چہرے پر بے چینی کے تاثرات نمایاں تھے۔

⁂

گیٹ پر زینب کو الوداع کہتی مومو کے ہمراہ ہی اپنے پورشن کی سمت بڑھ گئی تھی۔

”اب اپنا موڈ ٹھیک رکھنا اور کھانا ضرور کھالینا۔“ مومو نے تاکید کی تھی۔

”کھا تو لیا ہے تمہارے اور سب کے سامنے۔“ وہ ناگواری سے بولی تھی۔

”اپنا غصہ اس پر کیوں نہیں نکال رہیں جو حق دار ہے‘ لے دے کر میں ہی ملتی ہوں سب کو تختہ مشق۔“ اس کے مزید جلے بھنے انداز پر مومو بس تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

”سارہ! بڑے بھائی نے تمہیں بلایا ہے جلدی چلی جاؤ۔“ وہ سیدھی اپنے کمرے میں جانا چاہتی تھی مگر شان کی اطلاع پر ناچار اسے ارادہ بدلنا پڑا تھا۔

اسٹڈی کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے ایک خفت زدہ نظر سدرہ پر ڈالی تھی جو کمبل میں چہرہ چھپائے پتا نہیں سو رہی تھیں یا جاگ رہی تھیں۔

”آپ نے بلایا تھا مجھے۔“ سارہ کی آواز پر وہ فائل ایک طرف رکھتے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

”آؤ یہاں بیٹھو۔“ ان کی ہدایت پر وہ خاموشی سے اندر آتی کرسی پر بیٹھی تھی۔

دوسری جانب وہ چند لمحوں تک اس کے جھکے چہرے کو دیکھتے رہے تھے۔

”ساری غلطی میری ہے‘ حالانکہ سدرہ نے مجھے کہا تھا کہ یہ درست موقع نہیں ہے مگر میں نے ہی اسے فورس کیا کہ اتنے اہم معاملے پر اگر وہ ان حالات میں بھی شیث سے بات کرے گی تو ہوسکتا ہے ساری کدورتیں اور ناراضیاں ختم ہو جائیں مگر......“ ایک پل کو رک کر انہوں نے گہری سانس لی تھی۔

”شیث کے انکار نے اسے بہت زیادہ صدمہ پہنچایا ہے۔ یہ تو تم بھی جانتی ہو۔“ اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ بولے تھے۔

”شاید اسی لئے سدرہ کا رویہ تمہارے ساتھ سخت ہوا ہے کیونکہ نہ تو وہ مجھ سے کوئی شکایت کر رہی ہے اور نہ ہی شیث سے کچھ کہے گی۔ میں نے آج بھی اسے بہت سمجھایا ہے کہ شیث کے کسی جذباتی فیصلے کو وہ دل سے لگا کر نہ بیٹھے‘ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا تو خود ہی اپنا فیصلہ بدل دے گا۔“

”مگر میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنا فیصلہ بدلے۔“ سارہ کے یکدم ہی اس جملے پر وہ کچھ دنگ ہوئے تھے۔

”اور وہ اپنا فیصلہ کیوں بدلے گا‘ فیصلہ بھی وہ جو اس نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ جذباتی انسان نہیں ہے‘ اسے حق ہے کہ وہ انکار کرے ہر اس انسان سے تعلق جوڑنے سے جس کے لیے اس کے دل میں رتی برابر جگہ نہیں ہے......“

”وہ جذباتی نہیں ہے مگر تمہارے لیے وہ ہمیشہ جذباتی رہا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ اور دوبارہ تم یہ سوچنا بھی نہیں کہ اس کے دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔“ شمس نے کچھ ناراضی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

”یہ آپ کی سوچ ہے اور میں اس پر آپ سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہوں گی‘ آپی کی طرف سے آپ پریشان نہ ہوں‘ مجھے مطمئن دیکھ کر وہ خود بھی چند دنوں میں نارمل ہو جائیں گی۔“ وہ بات ختم کرنے والے انداز میں بولی تھی۔

”وہ تمہاری بہن ہے اس کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں کہ تم اندر سے کتنی مطمئن ہو اور بظاہر کتنی مطمئن ”دکھائی“ دے رہی ہو۔“ شمس کے گہرے لہجے پر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

”میں کچن کی طرف جا رہی ہوں‘ آپ کچھ لیں گے چائے یا کافی؟“ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔ شمس کے لیے یہ محسوس کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ اب یہاں رکنا نہیں چاہتی ہے۔

''نہیں، مجھے تو کچھ نہیں چاہیے مگر تم کھانا ضرور کھاؤ، کسی بات کو سر پر طاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ان کے نرم لہجے پر وہ بس اثبات میں سر ہلاتی اسٹڈی سے نکل گئی تھی۔ وہ واقعی شمس کے سامنے رکنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر نہیں رونا چاہتی تھی، کسی کو یہ یقین نہیں دینا چاہتی تھی کہ اسے کتنی تکلیف پہنچی ہے۔

جس شخص کے بغیر وہ اپنی زندگی کو نا قابل قبول ہی نہیں گردانتی تھی وہی شخص اس کے سامنے کتنی بے حسی کے ساتھ اس کی بہن کو یہ مشورہ دے رہا تھا کہ اس کے لیے کسی اور شخص کا انتخاب کیا جائے۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ شیث کبھی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ تماشہ بننے کے بجائے وہ بس اب اپنی برداشت کا امتحان لے رہی تھی اس وقت تک، جب تک انتہا نہ ہو جاتی۔ بے دھیانی میں گلاس اٹھایا تھا جو فوراً ہی گرفت سے پھسل بھی گیا تھا۔ سارہ کے سنبھالتے سنبھالتے بھی وہ گلاس ٹیبل کے کنارے سے ٹکراتا بری طرح سے اس کے ہاتھوں میں ہی ٹوٹ گیا تھا۔ ایک کراہ کے ساتھ اس نے اپنے کانپتے ہاتھ کی ہتھیلی سے کانچ کا ٹکڑا بمشکل الگ ہٹایا تھا۔ درد کی اذیت اس کی آنکھوں میں نمی بن کر پھیل گئی تھی۔ عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور سرعت سے خون سے آلودہ ہوتا ہاتھ دوپٹے کے پیچھے چھپایا تھا۔ بغور اس کے چہرے پر پھیلے تکلیف دہ تاثرات دیکھتا وہ چند قدم مزید قریب آیا تھا۔

''ہاتھ اپنا سامنے لاؤ، مجھے دیکھنا ہے۔'' وہ بولا تھا۔

''کیوں...... اب کیا دیکھنا باقی رہ گیا ہے؟ جو تماشہ تم نے میرا سب کے سامنے بنایا ہے اسے دنیا دیکھ رہی ہے، کافی نہیں ہے یہ تمہاری تسکین کے لیے۔'' وہ بولی نہیں تھی غرائی تھی۔

''یہ سب تو مجھے تم سے کہنا چاہیے مگر اب میں مزید کچھ کہہ کر ان احسانوں کو ملیامیٹ نہیں کرنا چاہتا جو تم نے مجھ پر کیے ہیں۔'' وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

''یعنی ابھی اور بھی کچھ بچا ہے کہنے کے لیے تمہارے دل میں جو میرا سر جھکا جھکا کر بالکل زمین سے لگا دے۔'' وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

''میں نے کبھی تمہارا سر جھکا ہوا نہیں دیکھنا چاہا۔ کیونکہ تم حق بجانب رہی ہو مگر یہ ضرور چاہوں گا کہ تم قائم و دائم رکھو اپنی اس نفرت کو۔'' وہ تلخی بھرے لہجے میں بولا تھا۔

''مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کتنے سارے بہانے مل گئے ہیں تمہیں۔'' شدید تاسف کے ساتھ اسے دیکھتی وہ بول اٹھی تھی۔

''یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کس نے کس سے چھٹکارا حاصل کیا ہے۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولتا مزید ایک قدم اس کے قریب ہوا تھا۔

''تم جانتی ہو میں تمہارا زخم دیکھے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔'' اسے فوراً پیچھے ہٹتے دیکھ کر وہ بولا تھا۔

''بقول تمہارے جو نفرت مجھے تم سے ہے وہ نفرت مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں تمہیں اپنی کوئی تکلیف بتاؤں، ویسے بھی مجھے کوئی زخم کیوں تکلیف دے گا، میں کیا جانوں درد و اذیت کیا ہوتی ہے، یہ سب تو تم جیسے انسان محسوس کرتے ہیں اور میں انسان نہیں ہوں۔'' شدتِ ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ بلند آواز میں بولی تھی اور اگلے ہی پل اس کے سامنے سے ہٹتی تقریباً بھاگتی ہوئی کچن سے نکل گئی تھی۔

⁂

ایک بار پھر کمپیوٹر اسکرین سے نظر ہٹاتی وہ اس جانب دیکھے ہی گئی جہاں اسٹڈی ٹیبل کے گرد موجود عاطف رات کا کھانا تناول کر رہا تھا۔ آج اسے گھر واپس آتے آتے کچھ دیر ہو گئی تھی، سارہ نے جا کر اسے اطلاع دی تھی کہ زینب کو آج جلدی گھر جانا ہے وہ پریکٹس کے لیے بھی نہیں رک سکے گی، جس کے بعد وہ سیدھا اسٹڈی میں ہی آ گیا تھا، اس لئے اس کی والدہ کھانا اسٹڈی میں ہی لے آئی تھیں، آج صرف ایک ہی پراجیکٹ اس نے کروایا تھا جس کے بعد اب وہ کھانے کی طرف متوجہ تھا۔

سارہ اور موموا اپنے اپنے کمپیوٹرز پر پریکٹس میں مگن تھیں جبکہ وہ سارہ کے ساتھ ہی بیٹھی اپنے بھائی کی کال کا انتظار کر رہی تھی۔

اس کی آنکھیں اس جانب سے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں، پہلی بار وہ دیکھ رہی تھی کہ کوئی اتنی توجہ اور اتنے سکون کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے، اسے یہ خوف بھی تھا کہ اگر عاطف اس کی محویت کو محسوس کر گیا تو کیا سوچے گا، وہ یقیناً اپنی پلیٹ لا کر اس کے سامنے رکھے گا اور اللہ کا واسطہ دے کر کہے گا کہ تم ہی

یہ کھانا کھالو مگر اس خوف کے باوجود وہ بے بس تھی۔ وہ دنگ نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی جب اس نے چھری کانٹوں کے ساتھ بہت سلیقے سے لیگ پیس کھایا تھا، مگر اس وقت وہ مزید دنگ ہوئی تھی جب اس نے عاطف کو بہت نفاست کے ساتھ ہی باقاعدہ سیدھے ہاتھ سے چاول کھاتے دیکھا تھا اور اب بھی دیکھ رہی تھی۔

”زینب! اٹھو جب تک ہم گیٹ پر پہنچیں گے تمہارا بھائی آ جائے گا۔“ سارہ کی ہدایت پر وہ بری طرح چونک کر غائب دماغی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

گیٹ کے قریب رکتے ہوئے اس نے سارہ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا اس کی آنکھوں میں زینب کو کئی سوال ایسے دکھائی دے رہے تھے جن کا سامنا وہ خود بھی کرنے سے قاصر تھی۔

”تم بے شک مجھے کچھ نہ بتاؤ مگر میں سب جان چکی ہوں، اگر تم مجھے اپنے دل کی بات بتانے کے قابل نہیں سمجھتی ہو تو میرے لیے اور اپنے امیج کے لیے صرف اتنا احسان کرو کہ مت گم ہو جایا کرو اس شخص کی ذات میں۔ تمہاری مسلسل بڑھتی محویت کی وجہ اگر عاطف کو معلوم ہو گئی تو جانتی ہو کیا ہوگا؟“ وہ کچھ گھر کنے والے انداز میں بولی تھی۔

”تم سب جانتی ہو سارہ! پھر میں کیا بتاؤں، میں بہت کوشش کرتی ہوں مگر......“ شدید بے بسی کے ساتھ زینب کی آواز بھرا گئی تھی۔

”میرا دم گھٹنے لگتا ہے یہ سوچ کر بھی کہ میرا ان سے یہ سرسری تعلق چند دنوں بعد ختم ہو جائے گا، سر راہ زندگی میں کبھی ایسا بھی ہوگا کہ وہ مجھے پہچانے بغیر اجنبی کی طرح سامنے سے گزر جائیں گے اور میں......“ دنگ نظروں سے سارہ اسے دیکھ رہی تھی جس کی آنکھوں سے ایک تواتر سے آنسو پھسل رہے تھے یہ آنسو اس انسان کے لیے تھے جسے خبر بھی نہیں تھی کہ ایک احمق لڑکی کس طرح اس کے لیے تڑپ اپنے دل میں جگا چکی ہے۔

”میں جانتی ہوں میں ان کا، ان کے خاندان کا مقابلہ نہیں کر سکتی، میری کوئی اوقات نہیں ہے کہ میں ایسا سوچوں بھی، مگر اللہ کے لیے تو سب کچھ ممکن ہے، اس نے تو ہمیشہ مجھے جو دیا میری اوقات سے زیادہ ہی دیا ہے۔“ اس کی لرزتی آواز پر سارہ نے کچھ بھی کہے بغیر اس کے آنسو سمیٹے تھے۔

”اگر تم مجھ سے ناراض ہو تو مجھے معاف کر دو۔“ یکدم سارہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اس نے التجا کی تھی۔

”جو چیز تمہارے اختیار میں نہیں ہے اس کے لیے میں کیوں کر ناراض ہو سکتی ہوں، میں تو اس دن کے بارے میں سوچ رہی ہوں جب یہی سب کچھ تمہارے لیے عاطف کی زبان سے ادا ہوگا بلکہ میں تو دیکھ بھی رہی ہوں کہ تمہاری جگہ عاطف موجود ہیں اور ان ہی جذبات کا اظہار کر رہے ہیں جن کا اظہار تم نے ان کے لیے ابھی کیا ہے۔“ سارہ کے عجیب سے لہجے پر زینب نے دنگ نظروں سے اس کے لبوں پر کھلی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

⁂

گہری نیند سے آنکھیں کھولتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

بہت قریب ہی کہیں سے ابھرتی فائرنگ کی تڑتڑ کرتی آوازیں اور باہر سے ابھرتی مختلف آوازیں اس کے وجود کو لرزا گئی تھیں، تب ہی ہوش میں آتی وہ مسلسل دھڑ دھڑاتے دروازے کی سمت بھاگی تھی۔

”یہ سب کیا ہو رہا تھا؟“ بدحواس ہو کر اس نے مومو کے فق چہرے کو دیکھا تھا۔

”کچھ نہیں! اب سب ٹھیک ہے۔“

”کیا سب ٹھیک ہے۔“ وہ چیخ اٹھی تھی اور تیز قدموں کے ساتھ سدرہ کے کمرے کی طرف جانا چاہا تھا مگر مومو نے اسے روک لیا تھا۔

”وہ ابھی باہر گئی ہیں اور مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔“ مومو نے کہا تھا جب کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑے باہر کی سمت گئی تھی۔ باہر کا منظر دیکھ کر وہ مزید حواس باختہ ہوئی تھی۔ گھر کے سب ہی لوگ باہر موجود تھے، مین گیٹ کی طرف سارے مرد حضرات جمع ہو رہے تھے۔

”ان لوگوں نے صرف ہمارے گھر کو ہی نشانہ بنایا ہے یہ ان کے دھمکانے کا ایک اور گھٹیا طریقہ ہے۔“

”کون لوگ؟“ اس نے خوفزدہ نظروں سے مومو کو دیکھا تھا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ عاطف بھائی اور چھوٹے بھائی جس ادارے سے منسلک ہیں وہ بے شک تشدد کا شکار ہونے والے افراد کو تحفظ دیتا ہے ان

کے حقوق کے لیے لڑتا بھی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کام میں انہیں کئی مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے' آج کل ایک بچے کا کیس چل رہا ہے۔'' مومو کے انکشاف پر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''یہ کیس جن لوگوں کے خلاف ہے وہ کافی اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ بڑے بھائی کی فیکٹری میں اور عاطف بھائی کی اکیڈمی میں مسلسل ان لوگوں کی دھمکیاں پہنچ رہی ہیں۔'' مومو کے مزید بتانے پر اسے یاد آیا تھا کہ کل سے پورے گھر میں کیوں ٹینشن سی اسے محسوس ہو رہی تھی۔

''وہ لوگ اس حد تک پہنچ گئے ہیں تو کیا فائدہ تمہارے تایا اور ان کے بیٹے کا اتنی اہم پوسٹ پر ہونے کا۔'' سارہ کو یکدم ہی غصہ آیا تھا۔

''فائدہ ہے جب ہی تو میرے بھائی ان لوگوں کے سامنے ڈٹے کھڑے ہیں۔ وہ لوگ چھپ کر وار کرنے جیسے ہتھکنڈے بھلے ہی استعمال کرلیں مگر دیکھنا منہ کی ہی کھائیں گے۔'' مومو نے کہا تھا۔

''اس بچے کا کیا حال ہے اور اس کے گھر والے؟'' سارہ نے تشویش سے پوچھا تھا۔

''زیادہ تو مجھے نہیں معلوم مگر بس اتنا پتا ہے کہ وہ بہت سیریس کنڈیشن میں ہے' سنا ہے پولیس تو FIR بھی نہیں کاٹ رہی تھی۔''

''یہ کتنا بڑا المیہ ہے' پیسہ اور رتبہ کس طرح قانون کے ہاتھ باندھنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔'' وہ شدید تاسف کے ساتھ بولی تھی۔

''ایک معصوم کی زندگی داؤ پر لگانے کے بعد بھی وہ مجرم اپنی طاقت سے احتجاج کو دبانا چاہتے ہیں۔ یہ بے حس انسان اپنی طاقت کے نشے میں اندھے ہو کر کیوں بھول جاتے ہیں کہ اوپر آسمانوں پر موجود سب سے بڑی طاقت نے اگر دراز کی ہوئی رسی کھینچی تو وہ سب کے سب کتنی بلندی سے جہنم کی آگ میں گریں گے۔'' خوفزدہ لہجے میں وہ گیٹ کی جانب دیکھ رہی تھی جہاں سے ایک جیپ اور پولیس دین اندر داخل ہو رہی تھی۔

✲ ✲ ✲

سدرہ سے اسے معلوم ہوا تھا کہ کسی پورشن میں شمس کے تمام چچا' تایا اور دیگر حضرات جمع ہیں اور اس گمبھیر معاملے پر مستقل بحث ہوتی رہی ہے' کچھ اس اقدام کی طرفداری کر رہے ہیں تو زیادہ تر مخالفت جن میں سرفہرست شمس ہی تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے شمس کو عاطف اور شیث کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں جاتے دیکھا تو فوراً ہی اپنے کمرے کی دہلیز پر رک کر ڈرائنگ روم سے ابھرتی آوازوں کو بغور سننا شروع کر دیا تھا۔

''یہ قدم کتنا خطرناک ثابت ہوا ہے تم لوگوں کو اس کا اندازہ کیوں نہیں ہوتا' کل رات جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد بھی یہ کہہ رہے ہو کہ وہ صرف دھمکی ہے۔'' شمس کا لہجہ غصیلا تھا۔

''آپ یقین کریں وہ صرف دھمکیاں ہی دے سکتے ہیں' کل رات وہ صرف ہمیں خوفزدہ کرنے کی ناکام کوشش اور پیچھے ہٹنے کا اشارہ دے رہے تھے۔'' عاطف کی آواز ابھری تھی۔

''عاطف! پورے گھر کی سیکورٹی کا معاملہ ہے' جو لوگ گیٹ تک پہنچ سکتے ہیں وہ گھر کے اندر بھی آکر نقصان پہنچا سکتے ہیں' اس کے بعد ہم بیٹھ کر لکیر پیٹتے رہیں گے۔'' شمس بگڑ کر بولے تھے۔

''آپ جانتے ہیں کہ اس گھر کے ہر فرد کی سیکورٹی کی ذمہ داری مہران لے چکا ہے' وہ سب کو کنوینس کر تو رہا تھا آپ کے سامنے۔'' عاطف نے یاد دلایا تھا۔

''آپ سب بھی سمجھنے کی کوشش کریں' وہ لوگ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ ہم خوف سے دبک کر بیٹھ جائیں اور ان بھیڑیوں کو آزاد گھومنے دیں۔'' یہ آواز شیث کی تھی۔

''یہاں کسی کو کچھ نہیں سمجھنا' تم لوگ کل ہی جا کر وہ کیس واپس لو۔ اپنے ساتھ ساتھ پورے گھر کو خطرے میں مت ڈالو۔'' شمس اسی غصیلے لہجے میں بولے تھے۔

''جو کچھ اس بچے کے ساتھ ہوا ہے اگر خدانخواستہ اس گھر کے کسی بچے کے ساتھ ہوتا تو کیا تب بھی آپ ہمیں ہتھیار ڈال کر خاموش رہنے کی تلقین کرتے؟'' شیث کی ابھرتی سوالیہ آواز کے بعد چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

''وہ بچہ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا ہے' اس کے ماں باپ جس کرب سے گزر رہے ہیں کیا آپ اس کرب کو اس اذیت کو محسوس نہیں کر سکتے؟ مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ ان انسانیت کے دشمنوں کو کھلا چھوڑ دینے کی بات کر رہے ہیں۔ کم از کم آپ کو تو اس ظلم پر ہماری آوازوں کو

نہیں دبانا چاہیے۔" شیث کے لہجے میں حیرت و بے یقینی تھی۔

"ان لوگوں کو سزا دلوا کر کتنے دن تک تم انہیں قید رکھ سکتے ہو، نہ تو وہ غربت زدہ ہیں اور نہ ہی اپنے گناہ پر شرمندہ کہ صبر کے ساتھ سزا بھگت لیں گے۔ جیل کی چار دیواری سے نکلنا ان عیاش امیر زادوں کے لیے مشکل نہیں ہے۔" شمس بلند آواز میں کچھ سمجھا بھی رہے تھے۔

"مگر اس بار ان کے بچ نکلنے کا ہر راستہ میں ناممکن بنا کر رہوں گا اور آپ جانتے ہیں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔" قائل ہوئے بغیر وہ اپنا فیصلہ سنا گیا تھا۔

"میں پھر کہوں گا کہ ان لوگوں سے ٹکرا کر تم سب کی جان خطرے میں ڈال رہے ہو شیث! وہ لوگ اب بھی صلح کرنا چاہتے ہیں۔ مل بیٹھ کر مذاکرات کرنے کی آفر دے رہے ہیں۔ نقصان کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہیں تو کیوں تم معاملے کو بڑھائے جا رہے ہو؟ انہیں سلاخوں کے پیچھے دھکیلنے سے کیا اچھا ہو جائے گا؟" شمس بری طرح زچ ہو کر بولے تھے۔

"جن لوگوں نے مجھے violence کا نشانہ بنایا تھا اگر وہ آپ کے ہاتھ لگ جاتے تو کیا اس وقت ان کے بارے میں بھی آپ کی یہی رائے ہوتی؟" شیث کی جھلستی ہوئی تلخ آواز پر باہر موجود سارہ کی سانس رکی تھی۔

"آپ ان لوگوں کے ساتھ بھی بیٹھ کر مذاکرات کرتے؟ انہیں سینہ تان کر چلنے کے لیے زندہ چھوڑ دیتے؟" وہ ان سے سوال کر رہا تھا جو سناٹے میں گھرے بیٹھے تھے۔

"اگر آپ سب نے اس بچے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا، اس کے تڑپتے ماں باپ کی آہ و بکا سنی ہوتی تو مجھ سے پہلے آپ سب کے ہاتھ ان وحشی جانوروں کے گریبان تک پہنچ گئے ہوتے۔ آپ نے نہیں دیکھا اس معصوم کو زندگی اور موت سے لڑتے ہوئے۔ اس کے وارثوں کو انصاف کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے، وہ قاتل جو ایک پوری نسل کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دینا چاہتے تھے، وہ انسانیت سے گرے ہوئے لوگ جنہیں سر عام پھانسی پر لٹکا دینا چاہیے آپ ان سے مذاکرات کی بات کر رہے ہیں۔ کم از کم آپ کو تو یہ سب نہیں کہنا چاہیے۔" اس کے تاسف زدہ لہجے پر شمس کچھ بول نہیں سکے تھے۔ سرعت سے دروازے کی آڑ میں ہو کر سارہ نے اسے دیکھا تھا جو یقیناً گھر سے باہر کی طرف جا رہا تھا۔

"میں اس کے خلاف نہیں ہوں عاطف! میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر میں اس تک پہنچنے والے کسی نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا، مجھے تمہاری اور اس گھر کے ہر فرد کی بھی فکر ہے۔" شمس کمزور لہجے میں عاطف سے مخاطب تھے۔

"آپ مزید فکر مند نہ ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ہم پر بھروسہ رکھیں، ہمیں واقعی آپ سب کی سپورٹ کی ضرورت ہے۔ اس کیس کا فیصلہ بس چند دنوں میں ہی ہو جائے گا، پھر سب کچھ انشاء اللہ نارمل ہو جائے گا۔" عاطف نے انہیں کنوینس کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی۔

* * *

"آپ کے لیے کھانا لے آؤں؟ تھوڑا سا ہی کھا لیں، ٹیبلٹس بھی تو لینی ہیں آپ کو۔" سارہ نے کچھ جھجکتے ہوئے سدرہ کو مخاطب کیا تھا جو نڈھال چہرے کے ساتھ آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھیں۔

"اس طرح تو آپ کی طبیعت اور خراب ہو جائے گی۔" پریشان نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے وہ ابھرتی دستک پر چونکی تھی اور پھر فوراً ہی بس خاموشی سے سدرہ کا ہاتھ دھیرے سے ہلا کر متوجہ کرتی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ ایک طرف ہٹ کر شیث نے اسے باہر جانے کا راستہ دیا تھا اور پھر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ کے زرد چہرے کو دیکھا تھا جو اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں اور شاید اس کے سامنے سے ہٹ جاتیں اگر وہ فوراً ہی جا کر انہیں روک نہ لیتا۔ سدرہ نے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالنے کی کوشش تو نہیں کی تھی مگر بس ایک نظر اسے ضرور دیکھا تھا جو ان کے قدموں کے پاس موجود تھا۔ وہ دوبارہ ان سے نظر ملانے کی ہمت نہیں کر سکا تھا کہ ان کی ایک ہی نگاہ اسے بھاری بوجھ تلے دبا گئی تھی۔

"آپ بھی مجھ سے دور ہو جائیں گی تو کیا رہ جائے گا میرے پاس۔" نظر جھکائے وہ دزدیدہ لہجے میں بولا تھا۔

"تمہیں اب کسی کی ضرورت نہیں رہی ہے، تم بہت زیادہ خود مختار ہو چکے ہو، اپنے فیصلے خود کر سکتے ہو۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ مدھم سپاٹ لہجے میں بولی تھیں۔

"ایسا مت کہیں، مجھے آخری سانس تک آپ کی ضرورت ہے، آپ سب کے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں۔" وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں

جکڑے بھاری آواز میں بولا تھا۔

”میں نے آپ کو دکھ دیا‘ آپ مجھے معاف بھی نہ کریں مگر اپنی ناراضی کا اظہار تو کریں‘ مجھ پر غصہ کریں‘ اس طرح مجھ سے بے نیاز ہو کر آپ مجھے خاموشی کے کوڑے مت لگائیں۔“

”اب احساس ہو رہا ہے ناں؟ تمہاری خاموشی بھی ہم سب کے لیے کسی کوڑے سے کم اذیت ناک نہیں ہے۔“ سدرہ کے نم لہجے پر وہ چند لمحوں تک خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا تھا اور پھر اسی خاموشی کے ساتھ ان کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا تھا‘ ایک گہری سانس لے کر سدرہ نے دہلیز پر رکے شمس کو دیکھا تھا جو وہیں سے پلٹ کر اب جا رہے تھے۔

* * *

اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس نے باہر کا جائزہ لیا تھا۔ اتنی خاموشی اور سناٹا پہلے کبھی اس گھر میں اسے کبھی نہ محسوس ہوا نہ دکھائی دیا تھا۔ حالات کے پیش نظر سب ہی محتاط تھے۔ اسکول‘ کالج‘ یونیورسٹیز جانے والوں کو کچھ دن تک گھر میں ہی محدود رہنا تھا۔ مین گیٹ پر سیکورٹی بہت سخت تھی۔ عجیب سی وحشت اور خوف میں وہ خود بھی مبتلا تھی‘ رہ رہ کر اسے شیث کا خیال آئے جا رہا تھا‘ اس معاملے کو لے کر وہ بہت پر جوش بھی تھا اور مشتعل بھی۔ اسے اگر کوئی نقصان پہنچا تو کیا ہوگا؟ وسوسے اور اندیشے بڑھتے ہی جا رہے تھے کہ یہ کھلا سچ ہے کہ اس شہر میں زندگی کتنی سستی ہے‘ گلی کوچوں اور سڑکوں پر کس طرح انسانیت سسکتی ہے‘ بین کرتی ہے۔ آنکھوں کے بھیگتے گوشے خشک کرتے ہوئے اس کا دل بند ہوا جا رہا تھا‘ کئی بار اس کا دل چاہا کہ شیث سے بات کرے‘ اسے اپنے خدشوں اور خوف سے آگاہ کرے مگر ہر بار یہی سوچ قدم روک گئی کہ اس کی بے رُخی اور سرد مہری برداشت کرنے کی ہمت اب مزید وہ نہیں کر سکتی۔ یہ بھی سچ تھا کہ اسے شیث کے علاوہ بھی اس گھر کے ہر فرد کی فکر تھی‘ یہ سب سفید پوش لوگ تھے‘ یہاں سب کی فکریں پریشانیاں‘ کسی بھی عام انسان جیسی تھیں‘ سادہ لوگ تھے‘ سارا دن تعلیم اور روزی کے حصول کی جدوجہد کے بعد سکون کے ساتھ اپنے خاندان کے درمیان رہنا چاہتے تھے۔ کسی ایک کی خوشی‘ غم‘ پریشانی صرف ایک کی نہیں سب کی تھی۔ اگر یہ سب لوگ پریشان اور خوفزدہ تھے تو صرف اپنی فیملیز کے لیے نہیں‘ ان سب کو شیث اور عاطف کی زیادہ فکر تھی‘ وہ دونوں یہاں کچھ زیادہ ہی سب کی محبت اور توجہ کا مرکز رہے تھے۔

بھٹکتے بھٹکتے اس کا دماغ زینب کی طرف چلا گیا تھا‘ اس کی فکر مزید طبیعت بوجھل کر گئی تھی۔ سیل فون کی آواز پر وہ چونکی تھی‘ کچھ ہول کر اس نے عاطف کی کال ریسیو کی تھی۔

”آپ ٹھیک ہیں؟ اور اب تک کیا اکیڈمی میں ہیں؟“ عاطف کے کچھ بولنے کا بھی اس نے انتظار نہیں کیا تھا۔

”اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں اور ابھی کچھ دیر میں گھر ہی پہنچنے والا ہوں‘ مگر تم اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟“ عاطف نے پوچھا تھا۔

”پہلی بار آپ نے مجھے کال کی ہے تو اس لیے میں کچھ گھبرا گئی تھی۔“ وہ بولی تھی۔

”اللہ کو مانو‘ بار بار تمہیں کال کروں گا تو شیث نے زندہ چھوڑنا ہے مجھے‘ اس وقت بھی میں اُس کی اجازت سے تمہیں مجبوراً کال کر رہا ہوں۔“ عاطف کے مسکراتے لہجے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”وہ آپ کے ساتھ ہے؟ آپ دونوں کو ساتھ باہر آنے جانے سے سختی سے منع کیا گیا تھا۔“

”ہاں معلوم ہے مگر اب تم ظالم سماج بن کر مخبری نہ کر دینا‘ اور میں نے تمہیں یہ کہنے کے لیے کال کی تھی کہ زینب کو اطلاع دے دو کہ کچھ دن تک گھر نہ آئے۔“

”جی میں نے اسے فی الحال منع کر دیا ہے یہاں آنے سے۔“ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اتنا سادہ اور مختصر جواب نہ دیتی عاطف کی اس بطورِ خاص زینب کے لیے دی جانے والی ہدایت کو پکڑ کے رکھتی۔

* * *

باؤنڈری پر دراز ہوتے ہوئے شاہ رخ نے ایک بار پھر موموکے پورشن کی جانب دیکھا تھا۔

”خود تو باہر نکل نہیں رہی اپنے سارے پالتو جانور بھی گھر کے اندر لے گئی ہے۔“ اس نے دھیرے سے ہنستے ہوئے شان کو بتایا تھا جو پریشان چہرے کے ساتھ بار بار اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈال رہا تھا۔

”کیا مسئلہ ہے؟“ ہاتھوں کا تکیہ بناتے ہوئے شاہ رخ نے سوال کیا تھا۔

”یار! لہو پی لیا چھوٹے بھائی نے دو گھنٹوں میں، بڑے بھائی کوئی دس بار ان کا پوچھ چکے ہیں مجھ سے۔“ شان بولا تھا۔

”پھر...... تم نے کون سے راگ الاپے ان کے سامنے؟“ شاہ رخ نے پوچھا تھا۔

”تو کیا کرتا، راگ ہی رہ گئے تھے، سچ بتا کر پھنسنا تھا، بڑے بھائی نے مجھے سختی سے ان پر نظر رکھنے کے لیے کہا تھا۔“

”بیٹا! بہت مار کھاؤ گے اگر چھوٹے کو بھنک بھی لگ گئی۔“

”کوئی آپشن نہیں تھا میرے پاس، عزت تو ہونی ہی تھی اب چاہے بڑے کے ہاتھوں ہو یا چھوٹے کے۔“ شان اسے گھورتے ہوئے بولا تھا اور پھر تیز قدموں کے ساتھ قریب آتی مومو کو دیکھا تھا جس نے آتے ہی شاہ رخ کے بال مٹھی میں جکڑ کر اسے اٹھا کر بٹھایا تھا اور دوبارہ خونخوار نظروں سے شان کو دیکھا تھا۔

”مکار...... جا کر بتاتے کیوں نہیں بڑے بھائی کو کہ سورج مکھی کہاں ہے۔“

”تم بتا دو جا کر، پھر نمٹ لینا اپنے اور میرے بھائی سے۔“ شان بھی جل کر بولا تھا۔

”زیادہ ٹر ٹر نہ کرو، تم دونوں کان کھول کر سن لو اگر تمہارے بھائی کی وجہ سے میرے معصوم بھائی کو خراش بھی آئی تو......“

”یہ سچ کہا تم نے معصومیت تو ختم ہے عاطف بھائی پر۔“ شاہ رخ نے بہت سنجیدگی سے درمیان میں کہا تھا۔

”کس نے ہاتھ پیر جوڑے تھے یہ گواہی دینے کے لیے؟“ مومو نے دانت پیستے ہوئے دوبارہ اس کے سر پر حملہ کیا تھا۔

”دور ہٹو۔“ شاہ رخ نے جھلا کر اسے پرے دھکیلا تھا۔

”اتنی مشقت اٹھا کر میں نے یہ ہیئر اسٹائل رکھا ہے۔“ ہاتھوں سے بال سنوارتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”فدا، قربان وغیرہ ہوئے بیٹھے ہو سر پر اگے بے شمار پروں پر۔“ مومو نے اسے گھورا تھا۔

”یہ اگر پر ہیں تو تمہاری فرمائش پر ہی میرے سر پر نظر آ رہے ہیں۔“ شاہ رخ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

”تم کہاں جا رہے ہو رکو یہاں۔“ مومو نے جھپٹ کر شان کو روکا تھا۔

”تم دونوں کی چونچیں اور تو تکار سننے کے لیے وقت نہیں ہے میرے پاس۔“ شان نے بگڑ کر کہا تھا۔

”تم بڑے بھائی کے سامنے جا کر سچ اگلتے ہو یا نہیں۔“ وہ دھمکانے والے انداز میں بولی تھی۔

”اس کا منہ بند کروا لو آسن جمائے بیٹھے ہو پہلے ہی چھوٹے بھائی نے میرا خون ابال رکھا ہے۔“ شان نے بگڑ کر شاہ رخ کو مخاطب کیا تھا۔

”ویسے یہ چھوٹے بھائی کا اتنا تذکرہ کیوں ہو رہا ہے؟ سمجھ نہیں آ رہا۔“ شاہ رخ نے یکدم ہی جو سوال اٹھایا تھا وہ قابل تحسین تھا۔

”الف لیلیٰ کے سارے ایڈیشن نشر ہو گئے اور اب چن کر اس نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لیلیٰ کون تھی؟“ مومو نے کھا جانے والے انداز میں کہا تھا۔

”ارے...... یہ تو ہمیں بچپن سے پتہ ہے وہ مجنوں کی سہیلی تھی۔“ وہ فخر سے بتا رہا تھا۔

”کون کہتا ہے تم پر کبھی بچپن بھی آیا تھا۔ میرے سامنے لے آؤ اس کو۔“ مومو کے خونخوار انداز پر شاہ رخ نے ابرو سکیڑ کر شان کو دیکھا تھا جو اس پر ہنس رہا تھا، اگلے ہی پل وہ بچوں کی طرح منہ بسور کر ان دونوں کو گھورتا آگے بڑھ گیا تھا۔

”لو...... آ گئے سیر سپاٹوں کے بعد۔“ کھلتے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے شان بولا تھا۔

”یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں، وہ دونوں ایک ساتھ باہر تھے۔“ شاہ رخ ہڑبڑا کر واپس آیا تھا۔

”پھوڑ لو یہ آنکھیں...... تمہارا بھائی پہنچا ہوا تھا میرے بھائی کے پاس۔“ مومو غرائی تھی۔

”قسم سے ایسے دیدہ دلیروں میں پھنس گیا ہوں، مروائیں گے یہ مجھے بھری جوانی میں، بددعائیں لیں گے میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کی۔“ شاہ رخ نہ نظر آنے والے آنسو صاف کرتا دہائی دے رہا تھا جبکہ مومو کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی تھی۔

”سارہ کی پھپھو کی فیملی آ چکی ہے حضرات اور عاشر بھائی سب سے آگے ہیں۔“ شان کی اطلاع پر وہ دونوں بھی متوجہ ہوئے تھے۔

”سارہ کو چھپاؤ۔“ شاہ رخ بوکھلایا تھا۔

”وہ محترمہ باہر تشریف لا چکی ہیں۔“ شان نے مسکراتے ہوئے سارہ کو دیکھا تھا جو تیز قدموں کے ساتھ ان سب کے سامنے سے گزرتی عاشر کے قریب پہنچنے والی تھی۔ آج کل وہ جس پریشان ماحول میں اور ذہنی دباؤ میں مبتلا گھوم رہی تھی اب ان سب کے چہرے دیکھ کر دل مزید بھر آیا تھا۔ عاشر کے سینے سے لگی وہ سسک اٹھی تھی۔

یہ منظر شیث کی نظروں سے بھی چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ لب بھینچے وہ عاشر کو ہی دیکھ رہا تھا جو اب سارہ کے آنسو سمیٹتا اس کے شانوں کے گرد بازو رکھے آگے بڑھ گیا تھا۔

”چھوٹے بھائی آنکھوں ہی آنکھوں میں نگل جائیں گے دونوں کو۔“ دور سے ہی شیث کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے شاہ رخ دبی دبی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔

”یہ تو اور بھی بڑا مسئلہ ہو گیا۔“ مومو نے کچھ تاسف سے کہا تھا۔

”اتنا ہی رونا آ رہا تھا تو میرے گلے لگ جاتی‘ چھوٹے بھائی کم از کم بعد میں مجھے مار کوٹ کے غصہ تو نکال سکتے تھے۔“ شاہ رخ بگڑے انداز میں بولا تھا۔

”میں تجھے زندہ چھوڑتی تو اُن کے مارنے کی نوبت آتی۔“ مومو نے غرا کر اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔

* * *

اس وقت وہ عاطف کے ساتھ کیس کے عنقریب ہونے والے فیصلے سے متعلق بات کر رہا تھا جب بری طرح چونک کر اس نے سارہ کو دیکھا تھا جو بہت بدحواسی میں قریب آئی تھی۔

”عاطف! مجھے ابھی اور اسی وقت زینب کی طرف جانا ہے‘ کیا آپ مجھے اس کے گھر لے جا سکتے ہیں؟“ اس کے عجلت بھرے انداز پر شیث نے بغور اس کے ستے ہوئے چہرے پر پھیلی وحشت کو دیکھا تھا۔

”اسی وقت؟“ عاطف کے حیران سوالیہ انداز پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا‘ جبکہ عاطف نے ایک نظر سامنے موجود شیث کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کے حامی بھر لینے کا اشارہ ملتے ہی وہ اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا حالانکہ ان دونوں کا ساتھ نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا مگر اس وقت صورتحال کچھ ایسی تھی کہ اس چیز کو نظر انداز کرنا پڑا تھا۔

ایک بار پھر شیث نے بیک ویو مرر میں نظر آتے اس چہرے کو دیکھا تھا جو بے انتہا بے چین اور فکرمند نظر آ رہی تھی۔ عاطف نے دو تین بار ”سب خیریت ہے؟“ جیسے سوال کیے تھے مگر وہ اس وقت ہاں اور نہیں سے زیادہ کوئی جواب دینے کی کنڈیشن میں نظر نہیں آ رہی تھی۔

* * *

”گھر میں سب نے میرا جینا مشکل کر دیا ہے‘ ایک ایک پل اذیت بن رہا ہے‘ کچھ کھا کر مرنے کی بات نہ کروں تو اور کیا کروں؟“ زینب بری طرح روتے ہوئے بول رہی تھی۔

”تمہاری ہدایت پر میں نے اس کی کالز بھی ریسیو کرنی بند کر دی تھیں۔ وہ سارے میسجز بھی موجود ہیں جس میں اس نے مجھے بدترین انجام کی دھمکیاں دی ہیں مگر میں نے پھر بھی چپ سادھے رکھی اور اسی چیز نے اسے مزید مشتعل کر دیا ہے‘ کل اس کے گھر والے آئے تھے وہ جلد از جلد شادی کی تاریخ طے کرنا چاہتے ہیں‘ کسی کو اعتراض نہیں ہے مگر پہلی بار میں نے انکار کرنے کی ذرا سی ہمت کیا کر لی‘ سب مجھ سے متنفر ہو گئے‘ طعنے پھٹکاریں کیا کچھ نہیں سنتی رہی ہوں میں۔“ وہ زار و قطار روتے ہوئے بولی تھی۔

”ایسا صرف اس لیے ہے کہ تم نے اس شخص کی گھناؤنی حرکتوں کو اب تک چھپائے رکھا ہے‘ تمہارے گھر والے تمہارے دشمن نہیں ہیں زینب! اتنی ہمت کر لی تھی تو تھوڑی سی اور کر لو۔“ تاسف کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے سارہ نے کہا تھا۔

”نہیں ہے مجھ میں مزید ہمت‘ مجھ میں اب صرف موت کو گلے لگانے کی ہمت ہے۔“

”خبردار جو تم نے دوبارہ یہ غلط بات کی۔“ سارہ نے اسے گھرکا تھا۔

”تو پھر بتاؤ میں کیا کروں؟ اس شخص کا نام سن کر ہی میرا دل کانپنے لگتا ہے‘ یہی خوف طاری رہتا ہے کہ وہ مجھے نقصان پہنچائے گا‘ میں کیسے خود کو

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

محفوظ تصور کر سکتی ہوں، اس کی زندگی اس کے گھر میں جا کر۔‘‘ زینب کی بے طرح کانپتی سسکتی آواز پر سارہ نے بے اختیار اسے گلے سے لگایا تھا۔

’’میں تمہاری زندگی کو جہنم نہیں بننے دوں گی‘ تم اس شخص کی زندگی میں ہی جاؤ گی جس کا نام ہی تمہارے لیے تحفظ کی ضمانت ہوگا۔‘‘ سارہ نے اٹل لہجے میں اسے یقین دلایا تھا۔

⁂

دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا وہ اس پختہ سڑک کے وسط میں رک گیا تھا۔ سڑک کا یہ مخصوص حصہ اسٹریٹ لائٹ کی زرد روشنی میں نمایاں تھا۔ یہ جگہ کتنی مانوس تھی‘ اردگرد بہت کچھ بدل چکا تھا‘ مگر یہ سڑک آج بھی ویسی ہی تھی اور شاید اس کی خوشبو کو بھی پہچان گئی تھی۔ آج کتنے ہی دن گزر جانے کے بعد اس کے قدموں نے اس سڑک کو چھوا تھا‘ یہ وہ سڑک تھی جہاں سے اسے ایک نئی زندگی ملی تھی۔ وہ اس وقت بھی سڑک کی سپاٹ سطح سے ابھرتی کرب ناک آہیں کراہیں سن سکتا تھا‘ ان میں چھپی اذیت کو محسوس کر سکتا تھا‘ مگر پھر بھی اس سڑک سے جو اپنائیت جو اُنس اس کے دل میں تھا وہ اپنی جگہ ہمیشہ قائم رہنے والا تھا۔

گاڑی کے پاس موجود عاطف حیرت سے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا جو اردگرد سے غافل سڑک کے درمیان کھڑا تھا۔ عاطف نے اسے پکارا بھی مگر وہ متوجہ ہی نہیں ہوا تھا۔

’’اسے آواز مت دیں‘ وہ خود آ جائے گا۔‘‘ عقب سے ابھرتی سارہ کی آواز نے عاطف کو چونکایا تھا۔

’’ماضی کی بھول بھلیوں سے گزرنا چند منٹ کی بات نہیں ہے‘ اسے اپنے ماضی کے ساتھ وہیں کچھ وقت گزارنے دیں۔‘‘ شیث کو دیکھتے ہوئے وہ گہری سنجیدگی سے بولی تھی۔

’’اب بھی نہیں بتاؤ گی زینب کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟‘‘ عاطف نے پوچھا تھا۔

’’آپ کو ہی تو بتانا ہے۔‘‘ وہ براہ راست اسے دیکھتی سنجیدگی سے بولی تھی‘ جبکہ عاطف نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

’’اگر کسی شخص کے اردگرد کوئی ایسا انسان ہے جو اس کی بہت پرواہ کرتا ہے‘ اس کے لیے سب کچھ بھول سکتا ہے‘ اس سے محبت بھی کر سکتا ہے مگر وہ شخص اس حقیقت سے بے خبر رہتا ہے تو اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہوگی؟‘‘ سارہ کی اس بات سے زیادہ اس کی سنجیدگی نے عاطف کو مزید حیران کیا تھا۔

’’میرا خیال ہے کہ وہ شخص اپنی بے خبری میں بہت کچھ گنوا کر زندگی کی سب سے سنگین غلطی کرے گا۔‘‘ عاطف نے سادگی سے کہا تھا۔

’’یہ آپ کا خیال ہے مگر میرا یہ مشورہ ہے آپ کے لیے...... بے خبر نہ رہیں‘ اپنی زندگی میں اس سنگین غلطی کو جگہ مت دیں۔‘‘ اس کے مدھم گہرے لہجے پر عاطف نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو شیث کو قریب آتے دیکھ کر گاڑی کی بیک سیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

واپس گھر کی جانب سفر کرتے ہوئے وہ تینوں ہی خاموش تھے اور اپنی اپنی سوچوں میں گم۔ سگنل پر گاڑی رکی تھی جب اتفاقاً ہی شیث کی نظر کچھ فاصلے پر رکی گاڑی کی طرف گئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان رضی بھی اس پر نظر جمائے بیٹھا تھا۔ اس کی خباثت بھری مسکراہٹ نے شیث کو انتہائی کوفت میں مبتلا کیا تھا۔

’’عاطف! آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ وہ اسی طرف دیکھ رہا ہے۔‘‘ سارہ کی آواز پر شیث کے ساتھ عاطف بھی چونکا تھا مگر عاطف کی طرح اس نے دوبارہ رضی کی شکل دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔

دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ عاطف نے اشارے سے رضی سے خیریت بھی دریافت کی تھی‘ جس کا جواب رضی کی طرف سے گرمجوشی کے ساتھ آیا تھا۔

’’تم نے رضی کو نہیں دیکھا؟‘‘ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے عاطف اس کی لاتعلقی پر بولے بغیر نہیں رہ سکا تھا جواباً وہ خاموش تھا مگر دو تین بھاری بھرکم الفاظ اس کے لبوں تک بمشکل ہی محدود رہ سکے تھے۔

ایک بار پھر گاڑی رات کی خاموشی اور سناٹے میں سڑک پر پھسلتی جا رہی تھی۔ بند آنکھوں کے ساتھ وہ زینب کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جب اچانک ہی ایک دھماکے دار جھٹکے سے گاڑی کا رخ بدلا تھا‘ بگڑے توازن کے ساتھ وہ سیٹ پر ہی گری تھی۔ پھٹی آنکھوں سے اس نے اس

سفید کار کو دیکھا تھا اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔ جب اس نے شیث کو ریوالور لوڈ کرتے دیکھا تھا۔ ایک بار پھر سفید کار نے ان کی گاڑی کو ہٹ کیا تھا کہ اس کا سر گاڑی کے فرش سے جا ٹکرایا تھا' ایک کے بعد ایک گونجتی فائر کی دل دہلا دینے والی آوازوں پر وہ حلق کے بل چیختی اٹھنا چاہ رہی تھی جب ایک بھاری ہاتھ نے اسے واپس سیٹ کے نیچے دھکیل دیا تھا۔ ونڈو کے ٹوٹتے شیشوں کی بوچھاڑ اس کے خوف سے لرزتے وجود پر ہوتی چلی گئی تھی' سوائے گولیوں کی تڑتڑ کے اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اپنی ہولناک چیخیں بھی نہیں۔ سیٹ کے نیچے بری طرح پھنسی وہ بس شیث کا نام پکارتی رہی تھی۔ یہ سب کچھ بس چند سیکنڈ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد بے قابو ہوتی گاڑی صرف چند لمحوں کے لئے اردگرد پھیلتے موت کے سناٹے میں رکی تھی اور پھر فوراً ہی دوبارہ اسٹارٹ ہوگئی تھی۔

”سارہ ٹھیک ہے؟“ عاطف نے حواس باختہ انداز میں اس سے پوچھا تھا جس نے سارہ کو شانوں سے تھام کر سیٹ پر لاتے ہوئے اس شدت سے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا کہ اگر وہ حواسوں میں ہوتی تو اس کی گرفت پر چیخ اٹھتی۔

اس کے نیم جاں وجود کو سینے میں چھپائے شیث کو جو سکون محسوس ہوا تھا، جو ٹھنڈک دل میں اتری تھی، وہ اس زمین پر اسے کہیں اور نہیں مل سکتی تھی' یہ کیفیات آسمانی تھیں۔ وہ ٹھیک ٹھاک سلامتی کے ساتھ اس کے قریب تھی' ساری کائنات اس کی بانہوں میں تھی ورنہ کچھ دیر پہلے سارہ کے برف کی طرح ساکت وجود نے اس کی روح ہی کھینچ لی تھی۔

”مجھے بتاؤ وہ ٹھیک ہے؟“ ڈرائیونگ کرتے عاطف نے اضطرابی انداز میں جیسے سوال نہیں دہرایا تھا اس پر دھاڑا تھا۔

”اللہ کا شکر ہے یہ ٹھیک ہے۔“ اس کے خوشنما سر پر چہرہ ٹکائے وہ گہرے گہرے سانس بھرتا عاطف کو اطلاع دے رہا تھا۔ دوسری جانب سارہ خوف کی شدت سے لرزتی اس کے سینے میں چہرہ چھپائے گھٹی گھٹی سسکیاں لے رہی تھی۔

”کچھ نہیں ہوا' سب ٹھیک ہے۔“ اس کے بالوں میں اور لباس پر موجود کانچ کے ٹکڑے ہٹاتا وہ نرم آواز میں تسلی دے رہا تھا۔

* * *

بیک سیٹ پر ہی دبکی وہ دعاؤں اور آیتوں کا ورد کرتی جا رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر ہی کھڑی جیپ کے پاس عاطف اور شیث اپنے کزن مہران کے پاس ہی موجود تھے جو ان دونوں پر دھاڑ رہا تھا۔ اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک غصے میں تھا بقول اس کے کل کیس کی سماعت تھی۔ فیصلہ ان کے ہی حق میں ہونا تھا یہ حقیقت دشمنوں کو بھی معلوم تھی ایسی صورتحال میں وہ لوگ کچھ بھی کر سکتے تھے' اس کے باوجود ان دونوں نے آ بیل مجھے مار والا کام کیا تھا۔

سارہ کی موجودگی نے مہران کو اور بھڑکا دیا تھا کہ پورے گھر کی سکیورٹی کی ذمہ داری اس نے سب کے سامنے لی تھی' اگر گولی کسی کو چھو کر بھی گزر جاتی تو پورا گھر اس پر اُمڈ آتا۔

فق چہرے اور سہمی نظروں سے وہ اسے دیکھنے لگی تھی جو گاڑی کے اندر اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

”ہم گھر کب تک چلیں گے؟“ اس کی کمزور آواز پر شیث نے اسے دیکھا تھا جو گاڑی کے اندر موجود مدھم روشنی میں بالکل ہرن کا گمشدہ بچہ دکھائی دے رہی تھی۔

”تم نے یہ پیکٹ ختم نہیں کیے؟“ اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے شیث نے جوس کے پیکٹس پر نظر ڈالی تھی۔

”ایک کافی تھا' میں اب ٹھیک ہوں' ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے وہ لوگ پھر آ سکتے ہیں۔“ وہ خوفزدہ انداز میں بولی تھی۔ دوسری جانب وہ جو کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا رک کر رسٹ واچ میں وقت دیکھنے لگا تھا۔

”میں گھر جا کر کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔“ سارہ کے یکدم ہی کہنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

”میں جانتی ہوں تم کیا کہنا چاہ رہے ہو اور یہ بھی کہ جو ہوا اس کے بارے میں جان کر گھر میں کتنا وبال اٹھے گا۔ مجھے معاف کر دو' یہ سب ہوا بھی تو میری وجہ سے ہے۔ اپنی پریشانی میں' میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ عاطف اور تم خطرے میں آ سکتے ہو' اور نہ ہی یہ سوچا کہ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں……“ آنسوؤں کا ایک گولہ حلق میں اٹکا تھا جو وہ چپ ہوگئی تھی۔

”جو ہوا اسے بھول جاؤ۔“ شیث نے اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔ کچھ پرسکون بھی ہوا تھا سارہ کی بات سن کر ورنہ وہ واقعی بہت پریشان تھا۔ اس اٹیک کی خبر ہوتے ہی شمس کا ردعمل بہت شدید ہونا تھا۔ شیث کو ان کا ہی خوف تھا یہ سچ سارہ بھی جانتی تھی۔

”میری کار کا جو حشر ہو چکا ہے اس کو دیکھ کر کسی کو سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی' مجھے اس کی سروس کروانی ہی تھی' اسے راستے میں ہی گیراج میں چھوڑوں گا' مہران ہمیں گھر ڈراپ کر دے گا۔“ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے عاطف نے کہا تھا جبکہ شیث اپنے سیل پر آنے والی سدرہ کی کال ریسیو کرتا انہیں کچھ ہی دیر میں گھر پہنچنے کی تسلی دینے لگا تھا۔

⁂

”شکر ہے اس کیس کا فیصلہ اس کے حق میں ہو گیا جو اس کا مستحق تھا' مگر میں اب بھی فکرمند ہوں کہ وہ لوگ مزید خطرناک نہ بن جائیں۔“ شمس اس وقت عاطف سے مخاطب تھے۔

”آپ فکر نہ کریں' وہ لوگ اب صرف اپنے ظلم کی سزا بھگتنے میں ادھ موئے ہو جائیں گے۔“ عاطف بولتے ہوئے سارہ کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کافی کے ساتھ وہاں آ پہنچی تھی۔

”میں نے آپ سے زینب کے بارے میں بات کی تھی' پھر کب چلیں گے اس کے گھر والوں سے بات کرنے؟“ وہ مسمسی صورت بنائے شمس سے مخاطب تھی۔

”اور میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ کسی کے ذاتی معاملات میں مداخلت میں نہیں کروں گا' اور معاملہ بھی ایسا سنگین نوعیت کا ہے سارہ! تم خود سوچو۔“ شمس نے کچھ ناگواری سے کہا تھا۔

”عاطف! آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟ کیسے زینب کو اس گھٹیا شخص کے ہتھے چڑھنے دوں؟“ اس نے مدد طلب نظروں سے عاطف کو دیکھا تھا۔

”کسی کی مداخلت کی ضرورت نہ ہوتی اگر آپ کی فرینڈ خود تھوڑی سی ہمت کر لیتیں' کم از کم اس وقت جب ان کا منگیتر اپنے غلط ارادوں سے خبردار کر گیا تھا۔“ عاطف نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

”آپ نے تو دیکھا ہے کہ زینب کتنی ڈرپوک قسم کی لڑکی ہے' وہ تو معیز کے ذکر سے ہی کانپ اٹھتی ہے' وہ کہاں اتنی ہمت کر سکتی ہے کہ اس کے کرتوت اپنے بھائیوں کے سامنے کھول کر رکھے۔“ وہ بولی تھی۔

”تم اس کی دوست ہو' سمجھاؤ اسے کہ اب تو خاموش نہ رہے۔ آواز اٹھائے یہ بہتر ہے' بجائے اس کے کہ میں زینب کے گھر والوں کے سامنے اس کے منگیتر کی اصلیت کھولوں اور وہ آدمی ہر سچ سے مکر کر مجھے سب کے سامنے جھوٹا ثابت کر دے۔“ شمس نے کہا تھا۔

”وہ تو ہر حال میں مکر جائے گا' اپنے گناہ کو وہ کیسے قبول کر سکتا ہے۔“ عاطف نے کہا تھا۔

”یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔ ہمارے پاس زینب ایک مضبوط ثبوت ہے اسے صرف سپورٹ کی ضرورت ہے۔ آپ' میں اور آپی اس کے ساتھ ہوں گے تو وہ معیز کے سامنے اپنے گھر والوں کو اس کی حقیقت بتائے گی کہ وہ پچھلے ایک سال سے کس طرح اسے ہراساں کرتا رہا ہے۔ مجھے بھی آپ کی سپورٹ چاہیے میں تنہا اس کے گھر والوں کو معیز کے خلاف کنوینس نہیں کر سکوں گی۔“ وہ التجائی لہجے میں بولی تھی۔

”بس...... مجھے اس موضوع پر مزید کوئی بات نہیں کرنی۔“ شمس بیزاری سے بولے تھے۔

”مجھے معلوم ہے آپ کو آپی نے منع کر رکھا ہے۔“ وہ کچھ خفگی کے ساتھ بولی تھی۔

”یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ میں تمہاری بہن کے حکم کا غلام ہوں۔“ شمس نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”کم از کم اس معاملے میں تو آپ ان کے ہی حکم پر چل رہے ہیں۔ آپ کے نزدیک ان کی اہمیت زیادہ ہے۔“ وہ شکایت کر رہی تھی۔

”بیوی ہے وہ میری' اس کی اہمیت نہیں ہوگی تو کیا تمہاری ہوگی؟“ اسے گھرکتے ہوئے وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

”کیوں نہیں ہو سکتی سارہ کی اہمیت؟ سالی کا درجہ بھی تو آدھی گھر والی جیسا ہوتا ہے۔“ عاطف نے ہنستے ہوئے شمس کو دیکھا تھا جو مسکراہٹ چھپائے آگے بڑھ گئے تھے۔

”میں نے زینب کو اطلاع دے دی ہے کل آپ' میں اور آپی جا رہے ہیں اس کے گھر۔“ سارہ نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔

”ایسے ہی بن رہے ہیں' جائیں گے کل میرے ساتھ' ان کی وجہ سے بہت ڈھارس ملے گی زینب کو' اس بے چاری کی جان چھوٹ جائے تو

شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔“

”کتنی بری بات ہے، اپنی دوست کا رشتہ تڑوانے کے لیے تم کتنی بے تاب ہو۔“ عاطف نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

”ایسے تھرڈ کلاس انسان سے اس کا رشتہ جڑنا ہی سب سے بڑی غلطی تھی۔ جو شخص ابھی اس کی عزت نہیں کرتا، گالیوں اور دھمکیوں سے اس کی تواضع کرتا ہے، بعد میں تو دو کوڑی کا نہیں چھوڑے گا اسے۔ زینب تو پہلے ہی اس رشتے کو دل سے قبول نہیں کر سکی تھی اور اب تو اس کے خدشوں کی وجہ بھی سب کے سامنے آنے والی ہے۔“ وہ شدید ناگواری سے بتا رہی تھی۔

”میں تو خود شاکڈ تھا، زینب جیسی لڑکی اس شخص کو ہرگز ڈیزرو نہیں کرتی ہے۔“ عاطف کے سنجیدہ لہجے پر سارہ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”آپ نے ٹھیک کہا وہ تو بس آپ جیسے انسان کو ڈیزرو کرتی ہے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ عاطف نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

”وہی جو آپ سمجھ چکے ہیں۔“ وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

”میرا خیال ہے مجھے یہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔“ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے عاطف اپنی اسٹک سنبھالتا جانے کے لیے اٹھ گیا تھا جبکہ وہ پُرسوچ مسکراتی نظروں سے اسے دور جاتا دیکھتی رہی تھی۔

❀❀❀

واقعی اس نے جو سوچا تھا وہی حالات سامنے آئے تھے۔ شمس کو اس معاملے میں انوالو کرنا اس کی سب سے بڑی عقلمندی تھی، جس طرح انہوں نے ساری حقیقت زینب کے گھر والوں کے سامنے رکھی تھی آدھا فیصلہ تو اسی وقت زینب کے حق میں ہو گیا تھا۔ جس وقت معیز کی آمد ہوئی زینب کے تینوں چھوٹے بڑے بھائی شدید اشتعال میں تھے، مگر شمس کی وجہ سے فوراً ہی آپے سے باہر نہیں ہوئے تھے۔ معیز کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ کون سا محاذ اس کے استقبال کے لیے کھلا ہوا ہے۔ سوالات کی بوچھاڑ سے پہلے تو وہ بوکھلا اٹھا تھا مگر جب زینب نے سب کے سامنے اس کی حرکات گنوائیں تو معیز کی حالت ایسی تھی جیسے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ وہ سب کو جھٹلاتا اور خود کو معصوم ثابت کرتا رہا تھا۔ یہ طویل بحث و مباحثہ اس وقت خطرناک موڑ پر پہنچنے لگا جب معیز نے غلط قسم کی زبان استعمال کرتے ہوئے زینب پر الزام تراشی کی کوشش کی۔ اس کے بعد زینب کے بھائیوں کو ٹھنڈا کرنا شمس کے لیے ناممکن تھا لہٰذا انہیں معیز کو وہاں سے فوری طور پر چلے جانے کا کہنا پڑا۔ دوسری وجہ یہ کہ ایک بگڑتی صورتحال میں زینب کی والدہ کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ سدرہ تو بس انہیں ہی سارا وقت سنبھالنے کی فکر میں لگی رہی تھیں۔ جس وقت معیز، زینب کے بھائیوں سے منہ ماری کرتا بکتا جھکتا، دھمکاتا ہوا جا رہا تھا سارہ نے بروقت ایک کام کیا تھا کہ روتی بلکتی زینب کے ہاتھ سے انگیجمنٹ رنگ اتار کر معیز کو پکڑا دی تھی، جس پر زینب کے بھائی نے کہا تھا کہ رنگ ہاتھ میں دینے کے بجائے اس کے منہ پر مارنی تھی۔

معیز کے جانے کے بعد بھی انہیں کافی وقت زینب کے گھر میں گزارنا پڑا تھا۔ خوشی کے آنسو کیا ہوتے ہیں یہ زینب کے بہتے آنسوؤں نے اسے بتایا تھا۔ ایک طویل عرصہ ذہنی اذیت میں مبتلا رہنے کے بعد آج اس نے سکون کا سانس لیا تھا اور اس کے چہرے کی طمانیت سارہ کے لیے ہر خوشی سے بڑھ کر تھی۔ گھر جس وقت ان کی واپسی ہوئی تقریباً بارہ تو بج ہی چکے تھے۔ چینج کرنے کے بعد وہ ہشاش بشاش سی لاؤنج میں آ بیٹھی تھی، تب ہی سدرہ اس کی طرف چلی آئی تھیں۔

”مجھے تم یہ بتاؤ جب زینب کے گھر کے بڑے وہاں موجود تھے تو تمہیں کیا ضرورت تھی انگوٹھی معیز کے ہاتھ پر رکھنے کی؟“ وہ ڈپٹنے والے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔

”زینب کا رشتہ اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب اس نے رو رو کر اپنے بھائیوں کے سامنے زبان کھولی تھی۔ جو کام غصے میں سب بھول گئے تھے وہ میں نے انجام دے دیا۔“

”ذرا سا ترس نہیں آیا تمہیں زینب کی امی پر، کس طرح وہ بے چاری تڑپ تڑپ کر رو رہی تھیں۔“ سدرہ غصیلے انداز میں بولی تھیں۔

”ساری زندگی کا روگ اپنی بیٹی کو دے کر ہمیشہ تڑپتے رہنے سے بہتر یہی تھا، آپ کے سامنے ہی وہ اللہ کا کتنا شکر ادا کر رہی تھیں کہ ان کی بیٹی

غلط ہاتھوں میں جاتے جاتے بچ گئی۔’’

‘‘ہر بات کا جواب زبان کی نوک پر رکھتی ہو تم۔’’ سدرہ اسی غصیلے لہجے میں بولی تھیں۔ دوسری جانب وہ چند لمحے انہیں خاموشی سے دیکھتی رہی تھی مگر پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر سدرہ کے ہی کمرے کی طرف گئی تھی جہاں شمس سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔

‘‘آپ کچھ سن رہے ہیں یا نہیں؟ جب سے زینب کی طرف سے آئی ہیں مجھے برا بھلا کہے جا رہی ہیں۔’’ وہ بھڑ کنے والے انداز میں شکایت کرتی خاموش ہو گئی تھی جب شمس نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

‘‘تو پھر کیا کروں میں؟’’ وہ کوفت سے بولے تھے۔

‘‘سمجھائیں، خاموش کروائیں انہیں ورنہ....’’ اس نے بات ادھوری چھوڑی تھی۔

‘‘کیا سمجھاؤں؟ وہ بھی تمہاری ہی بہن ہے، میں نے کہہ دیا اور وہ ہو گئی خاموش۔’’ وہ ناگواری سے بولے تھے۔

‘‘اب مجھ تک کوئی آواز آئی تو باہر آ کر گردنیں دبا دوں گا، سونے دو مجھے اور یہ دروازہ بھی بند کرو۔’’ جھلائے انداز میں اسے گھر کتے ہوئے دوسری جانب کروٹ بدل گئے تھے جبکہ وہ حیرت سے انہیں دیکھتی دروازے تک گئی تھی، اسے بند کیا تھا اور پھر واپس بیڈ کی طرف آئی تھی۔

‘‘میں نے بند کر دیا دروازہ۔’’ سارہ کی آواز پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور اگلے ہی پل کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھے تھے۔

‘‘باہر جا کر دروازہ بند کرو بے وقوف لڑکی۔’’ ان کی دھاڑ پر وہ ہڑبڑا کر دروازے کی سمت بھاگی تھی جہاں موجود سدرہ مسکراہٹ چھپائے خشمگیں نظروں سے اسے ہی گھور رہی تھیں جو منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی روکتی آگے بڑھ گئی تھی۔

⁂

برآمدے میں رک کر اس نے دائیں پورشن کے سامنے موجود شیٹ کو دیکھا تھا جو وہاں اپنے کزن سے کوئی بات کر رہا تھا۔ یہ موقع غنیمت جان کر دہ سرعت سے عاطف کی طرف بڑھی تھی جو تنہا نظر آ رہا تھا۔

‘‘مجھے آپ کو ایک خوشخبری سنانی تھی۔’’ عاطف کے سامنے کرسی پر بیٹھتی وہ جھلملائے چہرے کے ساتھ چہکی تھی۔

‘‘زینب کی انگیجمنٹ مکمل ختم ہو گئی ہے انگوٹھی واپس کر کے میں نے قصہ ہی پاک کر دیا ہے۔’’

‘‘یہ خوشخبری ہے؟’’ عاطف نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

‘‘بالکل...اور یہ خوشخبری میں بطور خاص آپ کو سنانے آئی ہوں۔’’ وہ فوراً ہی بولی تھی۔

‘‘اگر یہ تمہارے لیے خوشخبری ہے تو تمہیں مبارک ہو، مگر مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے جو بطور خاص مجھے سنانے آئی ہو؟’’ عاطف کے سنجیدہ لہجے پر سارہ نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔

‘‘عاطف! آپ جانتے ہیں میرے یہاں آنے کا مقصد...آپ اس کے بارے میں کچھ سوچنے کی زحمت تو کر سکتے ہیں۔ وہ بہت اچھی ہے، کیا آپ کہیں اور.....’’ التجائی نظروں سے اسے دیکھتی وہ بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

‘‘سارہ! میں اس بارے میں مذاق میں بھی اب کوئی بات نہیں سنوں گا، بہتر ہے کہ اس موضوع کو یہیں ختم کر دو۔’’

‘‘میں اتنی بڑی بات مذاق میں نہیں کر سکتی، میں ایک اچھے مقصد کو مدنظر رکھ کر اس کے بارے میں آپ کی رائے جاننا چاہ رہی ہوں۔’’ عاطف کی بے انتہا سنجیدگی نے اس کے سارے جوش کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔

‘‘دیکھو! مجھے نہ کوئی رائے قائم کرنی ہے نہ دینی ہے۔ وہ تمہاری دوست ہے، میرے لیے ایک اسٹوڈنٹ ہے قابل احترام ہے۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ وہ یقیناً بہت اچھی ہو گی مگر مجھے اس کی اچھائیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔’’ عاطف نے کہا تھا جبکہ وہ بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہی تھی۔

‘‘میں جانتا ہوں تمہیں برا لگا ہے، مگر میں اس کے علاوہ اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔’’

‘‘مجھے بھی اس وقت بہت زیادہ برا لگے گا جب آپ خدانخواستہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ میں انجانے میں اپنی زندگی کی سنگین غلطی کر چکا ہوں۔’’ اس کے سپاٹ لہجے پر عاطف نے دنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا مگر وہ اپنی بات مکمل کر کے رکی نہیں تھی، تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے

چلی گئی تھی۔

* * *

اسٹیئرز کی جانب بڑھتے ہوئے یکدم ہی اس کے قدم رکے تھے مگراس نے پلٹ کراسے دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی جو چند لمحوں تک اس کے متوجہ ہونے کی منتظر رہی تھی۔

”اگر کسی تیسرے انسان کی بات کرنی ہے تو میں رکتا ہوں۔“ اس کی جانب پلٹے بغیر ہی وہ بولا تھا۔

”اس طرح مجھ سے کترا کرنظر چرائے رکھنے سے تم خود کو مضبوط ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہو تو یہ غلط فہمی ہے تمہاری۔ کوئی ہو گا تم جیسا کمزور انسان اس دنیا میں....“ چبھتے لہجے میں بولتی وہ یکدم اس وقت رکی تھی جب اس نے شیث کو جارحانہ انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا تھا، گڑبڑا کر دو قدم پیچھے ہوتی دیوار سے جا لگی تھی۔

”اب تمہاری غلط فہمی دور کرنے کے لیے مجھے کس حد تک جانا ہو گا؟“ دائیں جانب دیوار پر ہاتھ جمائے وہ قدرے اس کے چہرے کی جانب جھکا بھینچی آواز میں پوچھ رہا تھا۔ دوسری جانب اس کے اتنے نزدیک آ جانے پر سارہ کی سانس بس ایک پل کو ساکت ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل....

لبوں پر گہری ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ وہ مدھم روشنی میں شیث کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھی جو اس کی مسکراہٹ پر کچھ دنگ ہوتا الجھا بھی تھا۔

”ساری زندگی کے لیے تمہاری غلام بن جاؤں گی، اگر تم اس حد سے آگے بڑھ جاؤ۔“ اس کی شرٹ کا کالر مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف واپس جھکاتے ہوئے وہ مدھم مگر پرحدت لہجے میں بولی تھی، دوسری جانب وہ اس کے تراشے لبوں پر سجی مسکراہٹ سے نظر چراتا سرعت سے اسٹیئرز کی جانب گیا تھا جبکہ سارہ بمشکل ہنسی روکتی اس کے پیچھے ہی بھاگی تھی۔

”دو منٹ رکو مجھے عاطف کے بارے میں کچھ پوچھنا تھا۔“ سارہ کی آواز پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو ریلنگ کے پاس ہی نیچے رکی ہوئی تھی۔

”کیا پوچھنا ہے؟“ وہ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

”یہی کہ عاطف اس لیے شادی کے ذکر سے کتراتے ہیں کہ وہ..... بظاہر دیکھنے میں، میرا مطلب ہے کہ.....“ وہ کچھ جھجک کر رکتی اسے دیکھ رہی تھی جو سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”اسے اپنی کمی کا کوئی کومپلیکس نہیں ہے، اگر وہ ابھی شادی کی ذمے داری نہیں اٹھانا چاہتا تو یہ اس کی مرضی ہے۔“ وہ بولا تھا۔

”مگر میں بھی کہاں ان سے فوراً شادی کا کہہ رہی ہوں، وہ میری بات پر غور تو کر سکتے ہیں۔“ وہ بولی تھی۔

”عاطف تمہاری بات ضرور سنیں گے اگر تم ان سے زینب کے بارے میں بات کرو۔“ سارہ نے کہا تھا۔

”میں کوئی بات نہیں کروں گا، جسے کوشش کرنی ہے کرتا رہے۔“ اکھڑے انداز میں بولتا وہ رکا نہیں تھا، دوسری جانب سارہ بھی اطمینان کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شیث اب ضرور عاطف کو کنوینس کرے گا۔

* * *

بے تحاشہ ابر آلود آسمان نے کتنے ہی دلوں کو بے چین کر دیا تھا، متوقع ساون نے ترسے دلوں کو مزید ترسانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ بیدار ہوتے جذبوں کی حدت نے ماحول کی خنکی اور سرد ہواؤں کے جھونکوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ برآمدے میں آتے ہی خوشگوار سی کیفیت اس کے رگ و پے میں سرائیت کرتی مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

ہر طرف پھیلی رونق کسی پکنک اسپاٹ کا منظر پیش کر رہی تھی۔ دور موجود کار کے کھلے دروازوں سے اسٹیریو سے ابھرتی میوزک کی لہریں ماحول کو اور دلکش بنا رہی تھیں۔ برآمدے کے اسٹیپس اتر کر آگے بڑھتے ہوئے اس کی مسکراتی نظریں وسیع گراؤنڈ کی جانب تھیں، جہاں گھر کی سب لڑکیاں آپس میں چہلیں کرتی کھلکھلاہٹیں بکھیر رہی تھیں جبکہ گراؤنڈ کے باہر مرد حضرات پھیلے تھے۔ گاڑیوں کی چھتوں پر، گھر کی چھتوں پر اور ٹیرس پر بھی سب بے تابی سے بارش کے برسنے کا انتظار کر رہے تھے۔ رنگ برنگے سوئیٹرز میں ملبوس بھاگتے دوڑتے بچوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اسے اپنی پشت پر گرم شعاعیں لپکتی محسوس ہوئی تھیں۔ چلتے چلتے اس نے یکدم ہی گردن موڑ کر دیکھا تھا، نظر سیدھی اس تک گئی تھی جو سیاہ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جیکٹ میں ملبوس اپنے کچھ کزنز کے ساتھ موجود تھا، سارہ کے اچانک متوجہ ہونے پر وہ سرعت سے نظروں کا زاویہ بدل تو گیا تھا مگر سارہ اس کی چوری پکڑ چکی تھی۔ لبوں میں مسکراہٹ دبائے وہ مٹی کی سوندھی مہک سانسوں میں اتارتی سرشار ہونے لگی تھی۔ مین گیٹ سے وہ ابھی کچھ ہی فاصلے پر تھی جب اس نے اندر داخل ہوتی زینب کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"بروقت آئی ہو تم..... یہ جو بیزار ہو کر بیٹھی ہو زندگی سے کچھ تو نارمل ہو گی۔" اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

"ساری بلائیں ٹل چکی ہیں، آئینے میں خود کو دیکھا تم نے؟ اتنا سکون اور نکھار ایک عرصے بعد تمہارے چہرے پر دیکھ رہی ہوں۔" اس کے ساتھ آگے بڑھتے سارہ نے اس کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

"اگر تم میرے پاس نہ ہوتیں تو شاید میں کبھی یہ دن نہ دیکھ پاتی۔" زینب نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ابھی تو تمہیں آگے مزید ان گنت خوبصورت دن دیکھنے ہیں، انشاءاللہ۔" سارہ کے دعائیہ انداز پر زینب نے نم ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

اپنے نام کی پکار پر وہ رک کر شان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو اپنے دوسرے کزنز کے ساتھ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا تھا۔

"شاہی سب کے فرمائشی گانے پلے کر رہا ہے، تمہیں کسی کے لیے....."

"ہرگز نہیں۔" سارہ نے درمیان میں ہی اسے روکا تھا جبکہ شاہ رخ گاڑی سے باہر نکلا تھا۔

"عاطف بھائی! ایک خاتون نے آپ تینوں حضرات میں سے کسی ایک کے لیے گانا لگانے کی التجا کی ہے۔" حلق کے بل اس نے مومو کے پورشن میں برآمدے میں موجود عاطف سے کہا تھا۔ سارہ کے ہوش اڑ گئے تھے کیونکہ وہاں عاطف کے علاوہ اس کے بڑے بھائی واصف اور شیث بھی موجود تھے، دوسری جانب شاہ رخ فوراً ہی واپس گاڑی میں گھس گیا تھا۔

"گانا پلے ہو رہا ہے آپ تینوں خود ہی اپنے اپنے ایمان سے فیصلہ کر لیجئے گا۔" واصف نے اشارے سے کچھ پوچھا تھا جو شان نے آواز لگائی تھی۔ زینب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بھی وہ اب مزید تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی جبکہ اسٹیریو کی بلند آواز پر اس کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"نہ بولوں گی، نہ بولوں گی
ان کے منائے بنا
نہ مانوں گی...."

"وہ بندے سوچ میں پڑے ہیں مگر واصف بھائی خوامخواہ خوش ہو رہے ہیں۔" شان کی قہقہہ لگاتی آواز پر بمشکل مسکراہٹ روکتے ہوئے اس نے زینب کو دیکھا تھا جو خود بھی مسکراتی نظروں سے سارہ کو دیکھ رہی تھی۔

"کبھی کبھی مجھے سمجھ نہیں آتا میں ان اعلیٰ درجے کے انسانوں میں کس طرح ایڈجسٹ کر گئی ہوں۔" سارہ نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

"میں نے بھی محسوس کیا ہے تمہارے اندر کافی بدلاؤ آیا ہے جو کہ بہت اچھا ہے۔ ویسے تو جان لٹا دینے والی ہستی تو تم شروع سے رہی ہو۔" زینب کے کہنے پر وہ بس مسکرائی تھی۔

"سر میری غیر حاضری کے بارے میں کچھ پوچھ رہے تھے؟" زینب نے سوال کیا تھا۔

"تمہاری طرح میں بھی غیر حاضر تھی، میری ان سے ناراضی چل رہی ہے۔" سارہ کے فوراً ہی کہنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"تم ان سے کیوں ناراض ہو؟"

"بس ہوں ناراض۔" نخوت سے سر جھٹکتی وہ مومو کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"جلدی آجاؤ دونوں، جتنی مشکل سے میں نے چکن پکوڑے بنائے ہیں اس سے زیادہ مشکل ہو رہی ہے انہیں ندیدوں سے بچا کر رکھنے میں۔" قریب آتے ہی وہ عجلت میں بولی تھی۔

"آپی بھی تو بنا رہی ہیں پتا نہیں کیا کیا۔" سارہ نے کہا تھا۔

"ارے وہ کیا، ہر گھر سے کچھ نہ کچھ پلیٹوں میں بھر کر باہر آ رہا ہے، منٹوں میں سب چٹ ہو رہا ہے ان سب بھوکوں کا منہ ہی ہم تکتے رہ جائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گے۔" مومو نے بیزاری سے کہا تھا۔

"ہاں یہ تو نظر آ رہا ہے۔ زینب! تم آپی سے مل کر آ جاؤ ہم یہیں انتظار کرتے ہیں۔" سارہ کی ہدایت پر زینب سر ہلاتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"مومو! سچ بتاؤ، یہ تمہیں عاطف کے لیے پرفیکٹ لگتی ہے یا نہیں؟" سارہ نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"پرفیکٹ ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ یہ تمہاری دوست ہے۔ میں تو ویسے بھی پہلے دن سے اس کی ہونق شکل پر فدا ہوں۔" مومو بولتے ہوئے ہنسی تھی کیونکہ سارہ نے اسے گھورا تھا۔

"یہ جیکٹ کس کی پہنی ہوئی ہے تم نے؟" سارہ نے مشکوک نظروں سے اس کی لیدر کی جیکٹ کو دیکھا تھا۔

"کس کی ہو سکتی ہے؟" مومو ابرو چڑھائے مسکرائی تھی۔

"تم اتنی غربت زدہ ہو کہ ایک ذاتی سوئیٹر بھی نہیں ہے۔" سارہ نے اسے گھر کا تھا۔

"کبھی کبھی تو اسے مجھ پر پیار آتا ہے، وہ بھی کسی سے برداشت نہیں ہوتا۔" مومو کے کچا چبا جانے والے لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

عاطف کی کوئی بات سنتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو زینب اور مومو کے ساتھ اسی جانب آ رہی تھی۔ اس پر سرد موسم میں اس نے کوئی شال یا سوئیٹر تک لینے کی زحمت نہیں کی تھی، اس وقت بس سادہ کاٹن کے لباس میں ملبوس تھی۔

"میرے نکمے شاگردو! کوئی سلام نہ دعا....." عاطف نے مسکراتی نظروں سے سارہ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا، جبکہ شرمندہ ہوتی زینب نے مدھم آواز میں شیث کو بھی سلام کیا تھا، جس کا جواب سر کے اشارے سے واپس آیا تھا۔

"میں تو نہیں بھیجنے والی ان سب پر سلامتی جو میری دوست کے دشمن ہیں۔" مومو نے مسکراتے ہوئے معنی خیز نظر شیث پر بھی ڈالی تھی۔

"سارہ! کیا یہ سچ کہہ رہی ہے؟" عاطف نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں بات کر رہے ہیں مجھ سے، ناراض ہیں تو ناراض رہیں۔" نخوت سے بولتی وہ تیزی سے گھر کے اندر جا چکی تھی۔

"مجھے تو یہی نہیں معلوم میں کب ناراض ہوا ہوں اس سے۔" عاطف نے حیرانی سے ہنستے ہوئے شیث سے کہا تھا۔

"کچھ کرو میرے دوست! ورنہ یہ خاتون مجھے نفسیاتی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گی۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟ اس کے سامنے جا کر ہاتھ پیر جوڑوں؟" شیث کے ناگوار لہجے پر عاطف حیران نہیں ہوا تھا۔

"تم کچھ نہ کرو بس دل لگا کر مرچیں چباؤ اور اطمینان سے انگاروں پر چہل قدمی کرو۔" عاطف کے خشمگیں لہجے پر وہ سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے عاطف نے ان دونوں کو دیکھا تھا جو ہال میں ہی موجود مومو کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ دوسری جانب سارہ نے مکمل اسے نظر انداز کیا تھا۔

"سارہ! ایک پلیٹ میرے کمرے میں پہنچا دو۔" عاطف نے جان بوجھ کر اسے مخاطب کیا تھا جو چکن پکوڑوں پر ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

"جب تک آپ میری ناراضی دور نہیں کریں گے، مجھ سے اس وقت تک کوئی امید نہ رکھیں۔" وہ فوراً بولی تھی۔

"کیسے ناراضی دور ہو گی تمہاری؟" ایک نگاہ زینب کے حیران چہرے پر ڈال کر اس نے سارہ سے کہا تھا۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں، انجان بنے رہنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔" اس کے شکایتی لہجے پر عاطف ایک گہری سانس لیتا کمرے میں چلا گیا تھا۔

"یہ مومو کہاں رہ گئی، تم بیٹھو میں دیکھوں چائے بنا رہی ہے یا پائے۔" زینب سے کہتی وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔

دروازے پر دستک دے کر وہ رکی تھی اور پھر اجازت ملنے پر جھجکتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔ حیران نظروں سے عاطف نے اسے دیکھا تھا، جو چکن پکوڑوں کی پلیٹ تھامے سامنے آ رکی تھی۔

"میں تو ویسے ہی سارہ کو تنگ کر رہا تھا، آپ یہ میرے لیے کیوں لے آئی ہیں۔ میں تو حد سے زیادہ ان کے ساتھ انصاف کر چکا ہوں۔" پکوڑوں کی سمت اشارہ کرتے ہوئے عاطف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

"سارہ آپ سے کیوں ناراض ہیں؟ وہ مجھے کچھ بتانے پر تیار نہیں۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”یہ بہتر ہے کہ آپ کو اس نے نہیں بتایا، کچھ جاننے کے تجسس میں آپ بھی پریشان نہ ہوں۔“ عاطف نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

”اگر میں کہوں مجھے اس کی ناراضی کی وجہ معلوم ہے تو؟“ اس کے مدھم لہجے پر عاطف نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو رکی نہیں تھی۔ تیزی سے دروازے کی سمت چلی گئی تھی۔ بند دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ گہری سوچ میں گم ہونے لگا تھا۔ اس غیر معمولی لڑکی میں کچھ تھا ایسا جو اس کے بارے میں سوچنے سے وہ خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ اس سچ کو قبول کرنے سے وہ نظر بھی چرائے رکھنا چاہتا تھا۔

❁❁❁

بیک سیٹ پر وہ زینب کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی جب سگنل پر قریب ہی رکی گاڑی نے اسے متوجہ کیا تھا۔

”عاشر بھائی.....!“ وہ بے اختیار ہی پکار گئی تھی جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شیث کے اعصاب تن گئے تھے۔

”آ جاؤ.... میں گھر ہی جا رہا ہوں، سب خوش ہو جائیں گے تمہیں اچانک میرے ساتھ دیکھ کر۔“ عاشر نے فوراً ہی کہا تھا۔

”ابھی نہیں آ سکتی میری دوست ساتھ ہے۔“ سارہ نے جواب دیا تھا کہ بیک ویو مرر سے دو جلتی نگاہیں اس پر ہی جمی تھیں۔

زینب کو اس کے گھر ڈراپ کرنے کے بعد بھی اس نے فرنٹ سیٹ پر جانے کی کوشش نہیں کی تھی، خود کو لاتعلق رکھتے ہوئے پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھی رہی تھی۔

یکدم ہی گاڑی رکنے پر وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی جو ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر اب سامنے شاپ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ یقیناً مومو کے لیے چاکلیٹس لینے جا رہا تھا جس کی فرمائش گھر سے نکلتے ہوئے شیث سے اس نے کی تھی۔

سڑک پر پھیلی زرد روشنیوں میں وہ ہلکی ہلکی برستی بوندوں کو دیکھ رہی تھی تب ہی اس نے چونک کر اپنی طرف ہی متوجہ اس شخص کو دیکھا تھا جو یقیناً اسی کی جانب آ رہا تھا۔ سارہ کو محسوس ہوا تھا کہ اس شخص کو وہ پہلے بھی دیکھ چکی ہے، منٹوں میں اسے یاد آیا تھا کہ اس رات عاطف کو اس نے سگنل پر اس شخص کی طرف متوجہ کیا تھا لہٰذا ونڈو پر جھکتے اس شخص کو دیکھ کر وہ نروس ضرور ہوئی تھی مگر گھبرائی نہیں تھی۔

”جس شخص کے ساتھ تم گھوم رہی ہو، اس کی حقیقت اگر جاننا چاہتی ہو تو اس نمبر پر مجھ سے رابطہ کرنا۔“ قریب آتے ہی ایک کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولا تھا۔ سارہ کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

”میں اس کے گھر کے ایک ایک بندے کو جانتا ہوں، تم سے اس کا کیا تعلق ہے مجھے نہیں معلوم مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے نقاب میں چھپے چہرے کو.....“ یکدم ہی اس شخص کی زہر اگلتی زبان رکی تھی جب ایک جھٹکے سے کسی نے اسے پیچھے دھکیلا تھا، لڑکھڑا کر سنبھلتے ہوئے رضی نے غصیلی نظروں سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔

”اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے چلے جاؤ، ورنہ میں نہیں جانتا کہ میں تمہارا کیا حشر کروں گا۔“ شدید ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے رضی کے ہاتھ سے کارڈ چھین کر اس کے پرزے کر ڈالے تھے۔

”ایسے نہیں جاؤں گا، تمہاری اوقات کی گواہی اسی سڑک پر دے کر جاؤں گا۔“ رضی کے حقارت آمیز لہجے پر وہ بس ایک پل کو رکا تھا مگر اگلے ہی پل وہ رضی کا گریبان ہاتھوں میں جکڑ چکا تھا۔

”شیث.....!“ دہل کر چیختی وہ گاڑی سے اتری تھی۔

”میری اوقات بتاؤ گے، تمہاری اوقات کیا ہے یہ میں بتاؤں تمہیں.....؟“ رضی کا گریبان جھٹکتے ہوئے وہ دھاڑا تھا۔

”شیث! چھوڑ دو اسے، سب دیکھ رہے ہیں۔“ کانپتے ہوئے سارہ نے اس کا بازو تھام کر رضی سے دور کرنے کے لیے زور لگایا تھا۔

”آج تو خاموش ہو جاتا ہوں مگر میری زبان بند نہیں ہو گی۔“ رضی نے غراتے ہوئے دھمکی دینا ہی غنیمت جانا تھا کہ ارد گرد لوگ جمع ہونے لگے تھے۔

وہ شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اب تیز قدموں کے ساتھ اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ سارہ نے اسے اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل لرزتے وجود کے ساتھ وہ سرعت سے بیک سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔

بیک ویو مرر سے وہ اس کی خون آلود آنکھوں کو دیکھ سکتی تھی، اس کی ڈرائیونگ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت بھی کتنے اشتعال میں ہے۔

“جو ہوا ہے اس کا ذکر کسی سے مت کرنا۔” ونڈ واسکرین پر نظر جمائے وہ تنے لہجے میں سارہ کو ہی تاکید کر رہا تھا۔

“وہ... وہ کون تھا؟” بمشکل ہی سارہ کے حلق سے آواز نکلی تھی۔ جواباً شیث کے مدھم مگر شعلہ بار لہجے پر وہ سن ہوگئی تھی، اس نے کبھی شیث کو ایسے جملے ادا کرتے نہیں سنا تھا۔

⁂

“دو گھنٹے گزر چکے ہیں مگر اب تک ان دونوں کی واپسی کی کوئی خبر نہیں، شمس کو اگر معلوم ہوگیا تو تمہاری بھی خیر نہیں ہوگی۔” سدرہ نے غصیلے انداز میں اسے مزید دہلایا تھا جو پریشان چہرے کے ساتھ ٹہل رہی تھی۔

“آپ مجھے اور ہولا ہولا کر بے دم کر دیں۔” وہ جھلا کر بولی تھی۔

“تو کیا کروں، تمہاری طرح لیفٹ رائٹ شروع کر دوں؟ رات سر پر آرہی ہے، شمس باہر ہیں مگر کسی بھی وقت واپس آسکتے ہیں، دو بار چچی نے کاشی کو بھیجا ہے موموکو بلانے کے لیے۔”

“میں نے کہہ دیا تھا اس کے بھائی سے کہ وہ میرے ساتھ پریکٹس کر رہی ہے ٹیسٹ کی۔” وہ مزید جھلائی تھی۔

“آنے دو آج ذرا شاہی کو۔” سدرہ بڑبڑائی تھیں تب ہی کال بیل کی آواز پر سارہ لاؤنج سے بھاگی تھی۔

حیرانی کے ساتھ وہ شان کے پیچھے آئی تھی جو پاگلوں کی طرح ہنستا صوفے پر نیم دراز ہوگیا تھا۔ ہونقوں کی طرح لوٹ پوٹ ہوتے شان کے اشارے پر سدرہ کے ساتھ وہ بھی پلٹی تھی۔ اگلے ہی پل اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، جب اس نے بگڑے تیوروں کے ساتھ آتے شمس کو اور ان کے پیچھے ہی نمودار ہوتے شاہ رخ اور مومو کے لٹکے چہروں کو دیکھا تھا۔

کمرے کے دروازے پر رک کر شمس ان دونوں کی طرف پلٹے تھے جو لاؤنج میں ہی رک گئے تھے۔

“کمرے میں آؤ دونوں۔” غصیلی نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے وہ دھاڑے تھے جس پر پہلے مومو دہل کر اندر گئی تھی اور اس کے پیچھے ہی شمس کی نظروں سے بچتا شاہ رخ۔

“ہوا کیا ہے؟” سدرہ نے پوچھنے کی ہمت کر لی تھی۔

“یہ دونوں باہر آجائیں تو تم اندر آجانا، دے دوں گا سارے جواب۔” ان کے خونخوار لہجے پر سدرہ کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ دوسری جانب دھماکے سے دروازہ بند ہوگیا تھا جبکہ شان کی رکی ہوئی ہنسی پھر اسٹارٹ ہوگئی تھی۔

“یہ کہاں مل گئے ان دونوں کو، تم ہی کچھ بتا دو؟” حیران پریشان کھڑی سارہ نے شان سے پوچھا تھا۔

“اسی ہوٹل میں ڈنر کے دوران بڑے بھائی نے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے دونوں کو۔”

“تم نے ہی خبر دی ہوگی انہیں، شروع سے فتنے بھرے ہیں تمہارے اندر۔” سدرہ نے شان کو لتاڑا تھا۔

“میں نے کچھ نہیں کیا، بڑے بھائی خود اپنے دوستوں کے ساتھ اس ہوٹل میں پہنچ گئے تھے، اب یہ اور بات ہے کہ ڈنر کرنے وہ مومو اور شاہی کی ٹیبل پر ہی جا پہنچے تھے۔”

“تمہیں یہ سب کیسے معلوم؟” سارہ نے دنگ ہو کر پوچھا تھا۔

“بڑے بھائی کے ساتھ کینڈل لائٹ ڈنر کرتے ہوئے شاہی نے مجھے میسج کیا تھا۔” شان نے بتایا تھا جبکہ وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے سدرہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو کمرے کے بند دروازے سے کچھ سننے کی کوشش کر رہی تھیں۔

“آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے اندر جا سکتی ہیں۔” لاؤنج میں آتے شیث نے مسکراتی نظروں سے سدرہ کو دیکھا تھا۔

“تا کہ ان کا سارا غصہ مجھ پر اتر جائے۔” سدرہ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

“آپ خود اندر چلے جائیں، بڑے بھائی کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔” شان نے مسکراتے ہوئے شیث کو مشورہ دیا تھا۔

“میں اندر چلا گیا تو بہت جوتے پڑیں گے شاہی کو۔” صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک سرسری نگاہ سارہ پر ڈالی تھی جو بند دروازے پر نظر جمائے گم صم بیٹھی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

’’پتا نہیں وہ کتنی ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہوں گے۔ مومو نے رونا شروع کیا تو گھر بھر میں خبر ہو جائے گی۔ دونوں نے کیا گل کھلایا ہے۔‘‘ سدرہ پریشان ہوئی تھیں۔

’’ایک تو آپ کے گھر کی زمین بڑی زرخیز ہے، ذرا سی بات پر گل کھل جاتے ہیں۔‘‘ سارہ کلس کر بولی تھی۔

’’یہ ذرا سی بات ہے؟‘‘ سدرہ نے اسے گھر کا تھا۔

’’آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں، جن کی مدد سے وہ دونوں گھر سے نکلے تھے انہیں فکر مند ہونے دیں۔‘‘ شیث کے بے نیاز لہجے پر سارہ بل کھا کر رہ گئی تھی۔

’’سارہ! اپنے سیل فون کا کیمرہ آن کر لو، یادگار مناظر محفوظ کرنے کے لیے۔‘‘ شان ہدایت دیتا استقبال کے لیے اٹھ گیا تھا۔

’’سب سے پہلے مومومنہ سجائے باہر نکلی تھی جبکہ اس کے پیچھے ہی باہر آتے شاہ رخ نے کیمرے سے بچتے ہوئے اس طرح چہرہ ہاتھ سے چھپانے کی کوشش کی تھی جیسے باہر پورا میڈیا استقبال کے لیے کھڑا ہے۔

’’آپ اپنی ناکام ڈیٹ کے بارے میں کچھ کہنا پسند کریں گے؟‘‘ شان نے اپنے ہاتھ کا مائیک اس کے سامنے کیا تھا۔

’’تم نے سوال نہیں کیا میرے بھائی! زخموں پر نمک چھڑکا ہے، تُو جانتا ہے اس ڈیٹ نے مجھے شرم سے پانی پانی کر دیا ہے۔ مگر میں کہنا چاہتا ہوں میرے عزیز ہم وطنو! میرے دلارو! کبھی خاندان کی لڑکی کو ڈیٹ پر مت لے جانا، تالیاں....‘‘ شاہ رخ کی تقریر پر سارہ نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

’’کس جلوس سے خطاب کر رہے ہو، گردن توڑو اس کی، بڑے سوال کر رہا ہے۔ بتاؤں تیرے کارنامے، روز رات کو باہر بائیک کو ریس دیتا ہے اور مرزا صاحب کی دلاری دوڑی چلی آتی ہے کھڑکی میں۔‘‘ مومو نے تلملا کر شان کو گھورا تھا۔

’’دیکھو ذرا، اب بھی شرمندہ نہیں ہے۔ خبردار جو میرے شریف دیوروں پر الزام لگایا۔‘‘ سدرہ نے اسے گھر کا تھا۔

’’ارے کیوں شرمندہ ہو جاؤں؟ کن پوائنٹ پر کیا میں نے لوٹ لیا ہے تمہارے شریف دیور کو، آپ کتنی شرمندہ ہوئی تھیں جب میرے بھائی نے پکڑا تھا آپ کو ساحل سمندر پر گھوم رہی تھیں اپنے میاں کے ساتھ۔‘‘ مومو کا میٹر فل گھوما ہوا تھا۔

’’ڈنکے کی چوٹ پر وہاں جاؤں گی جہاں میرے شوہر لے جائیں گے اور تمہارے بھائی نے نہیں ہم نے اسے پکڑا تھا اس ڈائن کے ساتھ، خبردار جو میرے سامنے زبان چلائی۔‘‘ سدرہ تلملا ہی گئی تھیں۔

’’بھابی! آپ میرے بھائی کے ساتھ ساحل سمندر پر گھوم رہی تھیں، کیا منہ دکھاؤں گا میں دنیا کو۔‘‘ شاہ رخ جذباتی ہوا تھا۔

’’یہ سوال تمہیں اس وقت اپنے لیے سوچنا چاہیے۔‘‘ شیث نے خشمگیں نظروں سے پہلے شاہ رخ اور پھر مومو کو دیکھا تھا۔

’’مومنہ! یہ تو بتا دو تمہارا کینڈل لائٹ ڈنر کیسا رہا؟‘‘ اس نے جلی بھنی مومو کو چھیڑا تھا۔

’’چپ چاپ بیٹھے رہو چھوٹے بھائی! خوامخواہ تپانے والی باتیں مت کیا کرو تم۔‘‘ وہ مزید تنک اٹھی تھی ان سب کے ہنسنے پر۔

’’بیٹا! تُو باہر نکل، تیری ہڈیاں ہی توڑوں گی۔‘‘ وہ بھنا کر شاہ رخ پر چیخی تھی مگر اگلے ہی پل شمس کی ابھرتی دھاڑ پر گڑبڑا کر باہر بھاگ گئی تھی۔

⁂

آج شہر کے اس مصروف ہوٹل میں کمپنی کے نیو برانڈ پروڈکٹ کا Launch تھا، کمپنی کی مکمل آرگنائزیشن کے علاوہ بھی جو کراؤڈ وہاں موجود تھا ان سب کے درمیان شان خود کو بہت uncomfortable محسوس کر رہا تھا، کہ اس قسم کے ایونٹ میں شرکت کا پہلا اتفاق تھا، مگر شیث اسے بالکل نارمل اور پُراعتماد دکھائی دے رہا تھا۔ شان کے لیے یہ حیران کن تھا کہ وہ کس طرح اس بے باک اور گلیمر سے بھرپور ماحول میں مکس اپ ہو چکا ہے۔

بہت پروفیشنل انداز میں شیث نے پروڈکٹ کے حوالے سے audience کو انفارمیشن ہلکی سی اسپیچ کی شکل میں بہم پہنچائی تھی اور اس کے بعد وہاں موجود پرنٹ میڈیا کی ایک بڑی تعداد کو فوٹو سیشن دیا تھا، اسی دوران شان نے بھی اپنے کیمرے میں اس کی کئی تصاویر قید کی تھیں۔

ہوٹل میں بہت اعلیٰ قسم کے ریفریشمنٹ کا اہتمام کیا گیا تھا، مگر شان بس اب یہاں سے نکل کر آزادی کا سانس لینا چاہتا تھا، اس لیے شیث کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا تھا جو پتا نہیں کون کون سی شخصیات سے محوِ گفتگو ہوتا رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اس وقت وہ شیث کے ہمراہ ہی کمپنی کے منیجر کے ساتھ موجود تھا جب اسی کمپنی کے ایم ڈی حسن حیات ایک لیڈی کے ہمراہ آ گئے تھے، حیرت کا جھٹکا شان کو لگا تھا جب اس عورت نے والہانہ انداز میں اپنا سفید نازک ہاتھ شیث کے ہاتھ میں دے دیا تھا، ایم ڈی کو متعارف کروانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی وہ عورت خود ہی شروع ہو گئی تھی۔ کسی مشہور کمپنی کی وہ پروموشنل ماڈل تھی بلاشبہ اس کا حسین چہرہ کسی بھی پروڈکٹ کو چار چاند لگانے والا تھا، مگر یہاں موجود دیگر خواتین کی طرح اس کے پاس بھی لباس کی بہت قلت تھی۔ کوفت زدہ نظروں سے وہ شیث کو ہی دیکھ رہا تھا جو بہت توجہ سے اس عورت کی بات سن رہا تھا۔

”I wish you become a top brand ambassador“۔ اس عورت کی نظریں شیث کے چہرے سے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں۔

”It's your wish or innocent punish for me?“ شیث کے مسکراتے سوالیہ لہجے پر اس عورت کی بے ساختہ رس گھولتی ہنسی بلند ہوئی تھی۔ بیزاری کے ساتھ شان دوسری طرف متوجہ رہا تھا مگر کان ان دونوں کی گفتگو پر ہی لگے تھے۔

” کچھ چونک کر وہ شیث کی طرف متوجہ ہوا تھا جو اس عورت کی فرمائش پر ایکسکیوز لیتا اس کے ہمراہ وہاں سے جا رہا تھا۔ ناگواری کے ساتھ شان تعاقب میں جانے سے خود کو روک نہیں سکا تھا، جس جگہ وہ دونوں جا کر رکے تھے وہ بالکل رونق سے الگ تھلگ حصہ تھا۔ بڑھتے تجسس کے ساتھ شان سرعت سے اس خالی ٹیبل کے گرد جا بیٹھا تھا جو ان دونوں سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ عورت کی پشت شان کی طرف تھی مگر شیث بخوبی شان کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ عورت بہت بے تکلفی سے اپنی جس خواہش کا اظہار کر رہی تھی اسے سنتے سمجھتے ہوئے شان کے چودہ طبق روشن ہونے لگے تھے۔ دنگ نظروں سے وہ شیث کے پرسکون چہرے کو دیکھ رہا تھا جو بہت نرمی اور سلیقے سے اس عورت کی پیش کی گئی آفر پر انکار کر گیا تھا جسے بخوشی عورت نے قبول کیا تھا۔

وہ عورت اب سرسری دوستانہ انداز میں بولتی شیث کے ساتھ وہاں سے جا رہی تھی، اس عورت کی نظر بچا کر شیث نے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا جو ٹیبل کے گرد ہی بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔

❋❋❋

ونڈ اسکرین سے نظر ہٹا کر اس نے ایک بار پھر شان کو دیکھا تھا جو بہت خاموشی کے ساتھ اپنا سیل فون چیک کرنے میں مگن تھا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم وہاں بور ہوئے ہو گے، مگر یہ تمہاری خواہش تھی وہاں میرے ساتھ جانے کی۔“ شیث نے کہا تھا۔

”وہاں سب کیسا لگا تمہیں؟“ اس کی مستقل خاموشی پر شیث نے سوال کیا تھا۔

”Hell“ شان اتنا ہی بولا تھا۔

”وہاں سب لوگ کیسے لگے؟“

”Fake“ جواب آیا تھا۔

”وہاں جو فی میل ماڈلز تھیں ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟“ شیث نے کچھ دلچسپی کے ساتھ مزید پوچھا تھا۔

”Artificial things“ سیل فون پر ہی نظر جمائے شان بولا تھا۔

”اور میرے بارے میں کیا کہو گے؟“ شیث نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”میں چاہتا ہوں اس سوال کا جواب آپ خود دیں۔“ شان نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

”Faithful“ اس نے شان کی طرف دیکھتے ہوئے تائید چاہی تھی۔

”کس کے ساتھ وفادار ہیں آپ؟“ شان کے سوال نے اسے حیران کیا تھا۔

”اپنے ربّ کے بعد ہر اس انسان کے ساتھ، جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے، یہاں تک کہ اپنی ویلیوز اور اپنے ضمیر کے ساتھ بھی.....“

❋❋❋

شان کے سوال پر وہ چند لمحے خاموشی کے بعد دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟"

"اگر آپ اس کے ساتھ وفادار ہیں بھی تو مجھے نہیں لگتا کہ زیادہ عرصے تک مزید رہ پائیں گے۔" شان کے لہجے میں ہلکا سا طنز نمایاں تھا۔

"وہ ایک سمپل لڑکی ہے اور آپ کی دنیا اس تک محدود نہیں رہی ہے، مجھے تو یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ اس انتہا کے لبرل اور چمکتے دمکتے ماحول میں کس طرح ایڈجسٹ ہوئے ہیں۔" شان کے لہجے میں اب ناگواری کا عنصر تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ تم سب نے مل کر مجھے اس فیلڈ میں جانے کے لیے فورس کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ صرف ذمہ داری پوری طرح نبھانے کے لیے مجھے اس ماحول کا حصہ بننا پڑتا ہے، میں جانتا ہوں وہ بالکل الگ دنیا ہے مگر مصنوعی۔ میری ایڈجسٹمنٹ بس کچھ وقت کے لیے اس دنیا میں ہوتی ہے اور تیسری اور آخری بات یہ کہ مجھ سے بات کرتے ہوئے دوبارہ اس "سمپل لڑکی" کا ذکر درمیان میں مت لانا۔" شیث کے سنجیدہ لہجے پر شان نے بغور اسے دیکھا تھا۔

❀❀❀

اسٹڈی میں داخل ہوتے ہوئے اس نے اپنی طرف متوجہ ہوتے عاطف کو دیکھا تھا۔

"تشریف لے آئیں آپ، اپنی ضد میں کلاس کا تو بائیکاٹ کر رکھا ہے آپ نے۔" مسکراتی نظروں سے اس نے سارہ کے بہت سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا جو کچھ فاصلے پر کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔

"مجھے نہیں سمجھ آتا میں کس طرح تمہیں سمجھاؤں سارا! تمہاری ناراضی بے وجہ ہے۔" وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

"میں ناراض نہیں ہوں آپ سے، آپ کی زندگی ہے اس میں کس کو شامل کرنا ہے یہ فیصلہ بھی آپ بہتر کر سکتے ہیں۔ مجھے تو بس اس بات کا افسوس ہمیشہ رہے گا کہ آپ جیسا اچھا انسان ایک ایسے دل سے محروم ہی رہے گا جسے آپ کی کوئی خامی کوئی برائی کبھی نظر نہیں آ سکتی، مگر مجھے امید ہے کہ آپ اپنی شریک سفر کے ساتھ اچھی زندگی گزاریں گے...... کسی بھی سنگین غلطی کے باوجود۔" اس کے مدھم گہرے لہجے پر عاطف کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"میں آپ سے یہ کہنے آئی تھی کہ آپ ہمیں کچھ دن کا گیپ دے دیں، زینب کی والدہ بیمار ہیں، اس دوران ہم پریکٹس کرتے رہیں گے۔"

"کیسی طبیعت ہے اب زینب کی والدہ کی؟" عاطف نے پوچھا تھا۔

"وہ ہارٹ پیشنٹ ہیں ابھی ان کی طبیعت بہتر نہیں ہے، انشاءاللہ کچھ دن میں بہتر ہو جائیں گی وہ۔" بولتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر زینب کے آنے پر کلاسز اسٹارٹ کریں گے مگر اس سے کہہ دینا کوشش کرے کہ پریکٹس نہ رکے۔" عاطف کی ہدایت پر وہ اثبات میں سر ہلا کر دروازے کی سمت بڑھی تھی مگر پھر یکدم ہی رک کر پلٹی تھی۔

"میں اس گھر میں رہوں یا نہ رہوں مگر میں نے ٹھان لیا ہے کہ زینب کو اسی گھر میں آپ کے خاندان کے درمیان ہمیشہ کے لیے لاؤں گی۔" اس کے اچانک سنجیدگی سے یہ کہنے پر عاطف خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس کے لیے آپ جیسا کوئی دوسرا تو نہیں ہو سکتا مگر اس گھر میں بہت اچھے انسانوں کی کمی نہیں ہے۔" بولتے ہوئے سارہ نے بغور اسے دیکھا تھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا، کچھ بھی کہے بغیر وہ مکمل کمپیوٹر کی روشن اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

❀❀❀

کچھ چونک کر رکتے ہوئے اس نے ڈرائنگ روم میں جھانکا تھا جہاں شان جوتوں سمیت صوفے پر دراز چھت پر لٹکے روشن فانوس کو تک رہا تھا۔

"کس سوچ میں گم ہو، لگتا ہے وہاں اچھا وقت نہیں گزرا۔" سارہ کی مسکراتی آواز پر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"مجھے تو معلوم ہی نہیں ہوا تم واپس کب آئے، ذرا بتاؤ مجھے کہ وہاں کتنی خواتین فریفتہ ہوئی ہیں تم پر؟" سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا مگر جواباً اس کی خاموش سنجیدہ نظروں پر وہ الجھی تھی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے، ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

”یہ دیکھ رہا ہوں کہ کیا واقعی تم دنیا کی احمق ترین لڑکی ہو۔“ شان کے عجیب سے لہجے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”یہ کیوں کہہ رہے ہو تم؟“

”تمہیں یہ بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“ بولتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھ گیا تھا۔

”مجھ سے کھل کر بات کیے بغیر تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔“ اسے روکتے ہوئے وہ قطعی لہجے میں بولی تھی۔

* * *

گیٹ لاک کرنے کے بعد اندر آتے ہوئے وہ چونک اٹھا تھا' لاؤنج میں موجود سارہ اپنی جگہ سے اٹھتی مکمل اس کی طرف متوجہ تھی جو اسے نظر انداز کرتا لاؤنج سے گزرتا چلا گیا تھا' دوسری جانب وہ جو سلگتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ایک فیصلہ کرتی تیز قدموں کے ساتھ اس کے پیچھے ہی کچن کی طرف گئی تھی۔ عقب میں اس کی موجودگی کا یقین ہونے کے باوجود شیث نے بہت اطمینان کے ساتھ پانی کا گلاس ختم کیا تھا اور پھر اس کی سمت پلٹا تھا جو شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتی مقابل آ رکی تھی۔

”اب تک کتنی تعداد ہو چکی ہے ان پرستاروں کی جو تمہاری قربت کے لیے بے قرار ہیں؟“ اس کے زہر خند لہجے پر بس ایک پل کے لیے شیث کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

”ان پرستاروں میں کیا تم بھی شامل ہونا چاہتی ہو؟“ سرد لہجے میں پوچھتا وہ چبھتی نگاہوں سے اس کے آگ کی طرح تپتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”راستے میں اگر کوئی چمکتی چیز پڑی ہو تو کئی لوگ اسے دیکھنے کے لیے رک بھی جاتے ہیں اور ان کی تعداد و شمار یاد کرنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔“ وہ تلخ لہجے میں مزید بولا تھا۔

”اس راستے تک خود پہنچے ہو تم اپنی نمائش کے لیے۔“ وہ کاٹ دار لہجے میں بولی تھی۔

”اور تب تک وہاں پڑا رہوں گا جب تک تم اپنی زبان سے اس راستے سے واپس آنے کے لیے نہیں کہو گی۔“ بھنچے لہجے میں بولتا وہ اس کے سامنے سے ہٹ رہا تھا جب سارہ نے سرعت سے اسے روکا تھا جبکہ وہ بھی اسی سرعت سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے الگ ہٹا گیا تھا۔

”جس پر تھوک دیا جائے اس سے اپنے لئے فیصلے نہیں مانگے جاتے شیث شاہنواز! تمہیں عیاشیوں سے روک کر میں اپنی ذات پر مزید کسی الزام کی سیاہی نہیں لیپ سکتی تھی۔“ وہ انگارے چباتی بولی تھی۔

”مجھے عیاشیوں کا طعنہ دوبارہ مت دینا۔“ وہ بگڑے تیوروں کے ساتھ بولا تھا۔

”کیوں...... برا لگ رہا ہے تمہیں؟“ وہ تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

”اس وقت کیسا لگ رہا تھا جب وہ عورت تمہیں آفر کر رہی تھی' کس چیز نے روک لئے تھے تمہارے قدم؟“ اس کا لہجہ زہر سے تر تھا۔

”نہیں رکتے میرے قدم اگر اس عورت کی جگہ تم ہوتیں۔“ وہ سرد لہجے میں اسے بھڑکتی آگ کے شعلوں میں دھکیل گیا تھا' اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس کا ہاتھ اٹھا' ہوش تب آیا جب وہ سرعت سے اس کا ہاتھ اپنے چہرے تک پہنچنے سے پہلے ہی روک چکا تھا۔

”کیوں برداشت نہیں ہوا؟“ اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں جکڑے وہ اس کی خونخوار نگاہوں میں دیکھ رہا تھا۔

”تمہاری زبان کے نشتر نہیں روک سکتا مگر ہاتھ روکنے کا حق ہے مجھے۔“

”ہاتھ چھوڑو میرا......“ غصے کی شدت سے کانپتی وہ غرائی تھی۔

”میرا ہاتھ لگانا تم سے برداشت نہیں ہوتا' مجھ سے پوچھو کس طرح میں نے برداشت کیا تھا جب تمہارے نام نہاد عاشر بھائی نے میری نظروں کے سامنے تمہیں' تمہارے چہرے کو چھوا تھا۔“ سرخ چہرے کے ساتھ بول رہا تھا۔

”میرے روپے لیتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے مگر اس کے دیئے ہوئے روپے تم اپنے پاس سنبھال کر رکھتی ہو' مجھ سے کوئی فرمائش کرتے ہوئے تمہاری زبان رکتی تھی' مگر وہ بغیر کہے تمہاری ہر فرمائش پوری کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے...... کیوں؟“ شدید اشتعال میں شیث نے کچھ اس طرح اس کا ہاتھ چھوڑا تھا کہ وہ لٹھے کی مانند سفید چہرے کے ساتھ لڑکھڑا کر کاؤنٹر سے جا ٹکرائی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

’’تمہارا اعتبار کھو دینے کے بعد مجھے اب موت کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔‘‘ دھندلائی آنکھوں کے ساتھ وہ کانپتی آواز میں بولی تھی، دوسری جانب اس کے خطرناک ارادوں کو بھانپتے ہی شیث برق رفتاری سے اس تک پہنچا تھا اور اس کی مزاحمت کے باوجود چند سیکنڈ میں ہی تیز دھار چھری اپنے قبضے میں لے کر دور پھینک دی تھی۔

’’اگر دوبارہ تم نے خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اتنا یاد رکھنا کہ تمہاری سوچ سے بھی زیادہ نقصان میں اپنے ہاتھوں سے خود کو پہنچاؤں گا، سنا تم نے۔‘‘ شدید غصیلے انداز میں وہ اسے وارن کر رہا تھا جو یکدم پلٹ کر بھاگتی ہوئی کچن سے نکل گئی تھی۔

شیث کو کچھ وقت لگا تھا اپنے خطا ہو جانے والے اوسان پر قابو پانے میں، گہری سانس لے کر چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ رک کر شان کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کچھ شرمندگی اور کچھ سہمے تاثرات چہرے پر سجائے قریب آرکا تھا۔

’’مجھے آپ سے بس یہ کہنا ہے کہ مجھے بالکل افسوس نہیں ہے کہ میں سارہ سے کچھ نہیں چھپا سکا تھا، ویسے بھی اس کی طرح اب میں بھی نہیں چاہتا کہ آپ اس فیلڈ سے کوئی تعلق رکھیں۔‘‘ خفت زدہ نظروں سے شیث کو دیکھتے ہوئے وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

’’ٹھیک ہے پھر اسے جا کر یہ بھی بتا دینا کہ میں آج اور اسی وقت خود کو ہمیشہ کے لئے اس فیلڈ سے الگ کر چکا ہوں۔‘‘ وہ گہری سنجیدگی کے ساتھ بولا تھا۔

’’زبردست فیصلہ ہے آپ کا، میں ابھی جا کر سارہ کو بھی یہ خوشخبری سنا دوں؟‘‘ خوشی سے کھلتے چہرے کے ساتھ شان بے تاب ہوا تھا۔

’’ضرور سنانا اسے یہ خوشخبری، اتنی جلدی بھی کس بات کی ہے۔‘‘ بہت نرم لہجے میں شیث نے یہ کہا تھا اور اگلے ہی پل اس کا زوردار مکا شان کے چہرے سے ٹکراتا اسے زمین بوس کر گیا تھا۔

⁂

گلاس ڈور کھولتے ہوئے اس نے رک کر ریوالونگ چیئر پر براجمان شخص کے متوجہ ہونے کا انتظار کیا تھا۔

’’آؤ شیث! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔‘‘ حسن حیات استقبالیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔

’’آپ کا انتظار میرے لیے ایک اعزاز ہے۔‘‘ وسیع ٹیبل کے گرد بیٹھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

’’مجھے آسمان پر مت پہنچاؤ ورنہ میں جانتا ہوں کہ میری کسی بات پر تم سوچنے کی زحمت بھی نہیں کر رہے۔‘‘ حسن حیات شکایتی لہجے میں بولے تھے۔

’’میں جانتا ہوں آپ مجھ سے کیا امید رکھتے ہیں۔ اس کے لیے میں آپ کا مشکور بھی ہوں مگر آپ کو یاد ہوگا کہ کمپنی کی دوسری پروڈکٹ کی پروموشن کے لیے حامی بھرتے ہوئے میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں مزید اب اس سلسلے کو آگے جاری نہیں رکھ سکوں گا۔‘‘ وہ یاد دلا رہا تھا۔

’’اور میں نے اُس وقت بھی تم سے کہا تھا کہ اپنے فیصلے پر اچھی طرح سوچ بچار کرو۔‘‘ حسن حیات نے کہا تھا۔

’’میں نے اُس وقت بھی بہت سوچ سمجھ کر اپنا فیصلہ سنایا تھا۔‘‘

’’شیث! تم جانتے ہو مجھ سمیت ساری آرگنائزیشن تمہارے فیصلے سے کس قدر ناخوش ہے۔ کوئی تمہیں الگ نہیں کرنا چاہتا، اتنے کم عرصے میں تم نے نا صرف کمپنی میں بلکہ اس سے منسلک ہر شخص کے دل میں اہم اور مستحکم جگہ بنا لی ہے، اس کمپنی کو اور بہت سے نئے چہرے مل جائیں گے یہاں تک کہ Celebrities بھی مگر ہماری برانڈز کو تم جیسے Brand Ambassador کی ضرورت ہے، تم ایک Well connected شخص ہو، کیا تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ ایک Brand Ambassador کی ویلیو کیا ہوتی ہے؟‘‘ حسن حیات اسے کنوینس کرنے کی کوشش میں تھے۔

’’میرے لیے سب سے اہم میری اپنی ویلیوز ہیں۔ میری زندگی نے مجھ پر کچھ اصول لاگو کر رکھے ہیں۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ کچھ حدود ہیں جن کو کراس کرنے کی اجازت میں خود کو کبھی نہیں دے سکتا۔ اس فیلڈ کی طرف آتے ہوئے جس طرح میری زندگی متاثر ہوئی ہے میں اب مزید اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔‘‘ اس کے گہرے سنجیدہ لہجے پر حسن حیات چند لمحوں تک بغور اسے دیکھتے رہے تھے۔

’’کیا تم مجھے بتاؤ گے تمہاری زندگی کیسی ہے؟‘‘ وہ پوچھ رہے تھے۔

”بہت حد تک سرپھری۔“ شیث نے برجستہ کہا تھا۔

”اندازہ ہو رہا ہے تمہاری ڈھٹائی سے بخوبی۔“ حسن حیات نے خشمگیں نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔

”میں واقعی اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہتا ہوں اور اس سے مطمئن بھی ہوں۔“ وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

”مجھے تمہارا کوئی فیصلہ نہیں سننا، مجھے اب شمس سے ہی رابطہ کرنا پڑے گا۔“

”اگر آپ کو لگتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ ہوگا تو ان سے ضرور رابطہ کریں۔“ شیث نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

”اب مجھے اجازت ہے؟ آفس سے کچھ ٹائم لے کر میں یہاں آیا تھا۔“

”ہاں ضرور۔“

”شیث!“ ان کی پکار پر وہ رکا تھا۔

”تمہارے انکار کے باوجود کمپنی کی آفر اپنی جگہ قائم رہے گی، بہت وقت ہے تمہارے پاس اپنی زندگی سے مشورہ کرنے اور اسے راضی کرنے کے لئے۔ ویسے بھی زندگی آگے بڑھتے رہنے کا نام ہے، مجھے یقین ہے کہ تمہاری زندگی بھی تمہیں آگے بڑھنے سے نہیں روکے گی بلکہ تمہارے ہمقدم ہی آگے بڑھے گی۔“ حسن حیات نے مسکراتے ہوئے بڑی گہری بات کی تھی جواباً وہ بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں خدا حافظ کہتا آفس سے نکل گیا تھا۔

❀❀❀

حیران نظروں سے شان کے چہرے کو دیکھتے وہ اندر داخل ہوئے تھے، اس کی آنکھ کے قریب کافی حصہ سوج کر نیلا پڑا ہوا تھا۔

”کس کی کارستانی ہے یہ؟ کس سے جھگڑا کیا تم نے؟“ شمس نے غصیلی نظروں سے اس کے لٹکے چہرے کو گھورا تھا جبکہ شان نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورا تھا جو شمس کے پیچھے ہی اندر آیا تھا۔

”میں نے کیا پوچھا ہے تم سے؟“ شمس کے سوال دہرانے پر وہ اسی خاموشی سے پیر پٹختا لاؤنج کی طرف چلا گیا تھا۔

”مجھے بھی کچھ نہیں بتا رہا ہے اب اس چہرے کے ساتھ چھپ کر بیٹھے ہیں زبان بند رکھے۔“ پانی کے گلاس شیث اور پھر شمس کو دیتے ہوئے سدرہ بولی تھیں۔

”کس نے مارا ہے تمہیں، بتاؤ ابھی جا کر اس کے ہاتھ توڑتا ہوں۔“ شیث نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

”بہت شکریہ اس ہمدردی کا۔“ شان کھول ہی تو اٹھا تھا جبکہ مسکراہٹ چھپانے کے لیے شیث نے پانی کا گلاس لبوں سے لگا لیا تھا تب ہی وہاں مومو کی آمد ہوگئی تھی۔

❀❀❀

”شان! تمہیں دیکھ کر لگتا ہے چاند زمین پر اتر آیا ہے۔“ مومو کے چھیڑنے نے اسے مزید غضبناک کر دیا تھا جو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر مومو کے پیچھے دوڑا تھا جو سرعت سے قلانچیں بھرتی پہلے ہی بھاگ اٹھی تھی۔

”سارہ کہاں ہے؟“ لاؤنج سے نکلتے ہوئے شیث نے سنا تھا، شمس پوچھ رہے تھے۔

”اس کی طبیعت صبح سے خراب ہے۔ مگر وہ ایک ٹیبلٹ تک لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔“ اسے سدرہ کی آواز بھی بخوبی سنائی دے گئی تھی۔ ایک تشویش بھری نظر اس نے سارہ کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے پر ڈالی تھی اور پھر تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تھا۔

سدرہ کی آواز پر اس نے بمشکل اپنی جلتی آنکھیں کھولی تھیں۔ ان کے عقب میں ہی موجود شمس نے دنگ نظروں سے اس کے ہلدی کی طرح زرد پڑے چہرے کو دیکھا تھا اور پھر خود ہی آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا جو توقع کے عین مطابق انگاروں کی طرح دہک رہی تھی۔

”پتا نہیں کن جھمیلوں میں الجھی رہتی ہو تم، صبح سے وہ اس حالت میں ہے اور تم نے مجھے ایک فون تک کرنے کی زحمت نہیں کی۔“ شمس بری طرح سدرہ پر برسے تھے۔

”نہیں کچھ مت کہیں، میں خود ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔“ نڈھال انداز میں بولتی وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

”ٹھیک ہے پھر میں ڈاکٹر کو گھر ہی بلوالیتا ہوں۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، میں چاہتی ہوں اس طرح ہی میرے کچھ گناہ کم ہو جائیں۔“ اس کے کمزور مگر عجیب سے لہجے پر شمس اور سدرہ کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔

”اچھا، ابھی تو اٹھو، ہاتھ منہ دھو کر فریش ہو جاؤ، میں نے تمہارا فیورٹ دلیہ بنایا ہے، وہ کھا کر ٹیبلٹ لینا ڈاکٹر کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔“ نرم لہجے میں سدرہ اس کا ہاتھ پکڑے واش روم کی طرف بڑھ گئی تھیں، جبکہ شمس انتہائی پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جو انہیں کہیں سے بھی نارمل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ٹیبل کے گرد بیٹھے ہوئے شیث میں ہمت نہیں تھی کہ دوبارہ اسے نظر بھر کر دیکھ لے۔ سامنے ہی وہ کملائے چہرے کے ساتھ موجود تھی۔ اس کے نقوش پر بکھری مردنی سی چھاپ پر شیث کے دل و دماغ منتشر ہونے لگے تھے۔ غیر معمولی تناؤ محسوس سب ہی کر رہے تھے مگر خاموشی کے ساتھ کھانا کھاتے چور نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے جو سر جھکائے باؤل میں موجود دلیے میں بس چمچہ دھیرے دھیرے ہلا رہی تھی۔

”میں ہاسٹل میں شفٹ ہونا چاہتی ہوں جلد از جلد۔“ یکدم ہی اس کی ابھرتی سرد آواز نے جیسے دھماکا کیا تھا۔ شیث کے علاوہ سب کی نظریں اس پر ساکت تھیں مگر وہ بس شمس کی دنگ نظروں میں دیکھ رہی تھی۔

”آپ میرے ہاسٹل میں رہنے کا انتظام کروا سکتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ یہ کام میرے لئے بھی مشکل نہیں ہے۔“

”تمہارا بخار کیا دماغ پر چڑھ گیا ہے جو یہ فضول بات کر رہی ہو۔“ شدید بے یقینی کے ساتھ شمس نے اسے جیسے گھر کا تھا۔

”بخار تو اب اترا ہے۔ مجھے اب کسی صورت اس گھر میں نہیں رکنا ہے۔“ فیصلہ کن لہجے میں بولتی وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔ ایک تیز نظر شمس نے اس پر ڈالی تھی جو گلاس پر نظر جمائے بالکل ساکت بیٹھا تھا۔ اس پر سے نظر ہٹاتے شمس وقت ضائع کیے بغیر سارہ کے پیچھے ہی گئے تھے۔

بیڈ کے کنارے بیٹھی وہ سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی جو سدرہ کے ساتھ ہی اس کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

”مجھ سے کوئی سوال مت کیجیے گا خدا کے لئے۔“ لرزتی آواز میں وہ بولی تھی مگر اندر بھڑکتے آتش فشاں نے اسے ہتھے سے اکھاڑنا شروع کر دیا تھا۔

”تم اس گھر کو چھوڑ جانا چاہتی ہو؟ مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟“ سدرہ کی آواز بھرانے لگی۔

”ہاں...... میں جانا چاہتی ہوں اس گھر سے اور کیوں نہ جاؤں؟ یہاں رک کر اپنے زندہ درگور ہونے کا انتظار کروں؟“ حلق کے بل چیختی وہ اٹھی تھی۔

”اس گھر میں ختم کر دیا ہے میں نے خود کو۔ مار دیا ہے۔ میں بھول چکی ہوں میری حقیقت کیا تھی، یہ میں نہیں ہوں، یہ میں نہیں ہوں۔“ ہیجانی کیفیت میں وہ چیخ رہی تھی، سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا، مگر شمس نے سرعت سے آگے بڑھ کر اس کے بکھرتے ٹوٹتے وجود کو بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا۔ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے سدرہ بے دم ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔ دروازے کے پاس ساکت کھڑے شاہ رخ نے باہر موجود شیث کے چہرے پر لہراتے تاریک سائے نمایاں طور پر دیکھے تھے۔ وہ تھکے تھکے قدموں کے ساتھ اسٹیپس طے کرتا اوپر جا رہا تھا کہ وہاں رک کر کمرے سے ابھرتی گھٹی گھٹی سسکیوں کو سننا انتہائی اذیت ناک تھا۔ بالکل تلوار کی دھار پر برہنہ پاؤں چلنے کے مترادف۔

✿✿✿

خاموشی کے ساتھ عاطف بغور اس کے چہرے کا مطالعہ کر رہا تھا جو ٹیبل کی سطح پر اپنی سرخ اور متورم آنکھیں جمائے ساکت بیٹھا تھا، مگر اس کے چہرے پر گردش کرتا اضطراب اندرونی خلفشار کی نشاندہی کر رہا تھا۔

”ایسی تکلیف کیوں دیتے ہو اسے جس کی اذیت خود تمہاری اپنی برداشت سے باہر ہوتی ہے۔“ عاطف کے سخت لہجے پر اس نے بھیگی سنہری پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

”وہ نہیں رکے گی، چلی جائے گی، میں جانتا ہوں وہ اب نہیں رکے گی۔“ وہ مدھم اضطرابی لہجے میں بول اٹھا تھا۔

”جس طرح اس کے ساتھ تم نے بے اعتنائی کے مظاہرے کیے ہیں، اس کے بعد بھی تم چاہتے ہو کہ وہ یہاں رکے گی؟“ عاطف نے ناگواری

سے اسے گھر کا تھا۔

”جب وہ تمہاری نظروں کے سامنے رہ کر بھی تمہارا دل اپنی طرف سے صاف نہیں کر سکی تو جانے دو اسے' کیا ہو جائے گا اس کے جانے پر بھی۔“

”میں مر جاؤں گا۔“ وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

”کوئی کسی کے لئے نہ مرتا ہو اس دنیا میں مگر...... سارہ کے لیے مر سکتا ہے شیث۔“ اس کی بھاری لرزتی آواز میں کچھ تھا جو عاطف نے دنگ نظروں سے اس کے جھکے ہوئے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔

❋❋❋

کروٹ بدلتے ہوئے اس کے سوکھے خشک ہونٹوں سے کراہیں بلند ہوئی تھیں۔ سر سے پیر تک اسے اپنا وجود شعلوں میں لپٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ پھٹنے والے آتش فشاں کا لاوا جیسے مساموں سے پھوٹتا اسے شدت کی تپش سے بے حال کر رہا تھا۔ کسی کروٹ سکون نہیں تھا۔ اس کے حلق میں کانٹے چبھتے جا رہے تھے۔ بمشکل جلتی آنکھیں کھول کر اس نے اپنے نڈھال وجود کو حرکت دینا چاہی تھی' بالآخر ہمت مجتمع کرتی وہ اٹھ بیٹھی تھی اور اس میں ہی اس کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا تھا۔ انتہائی بے بسی کے ساتھ اس کے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ جب اس نے سائیڈ ٹیبل سے ہاتھ بڑھا کر پانی کی بوتل اٹھانی چاہی تھی جو اس کے بے جان کانپتے ہاتھ کی بے ترتیبی سے گرتی دور چلی گئی تھی۔ اسے یاد آیا تھا کہ وہ بوتل تو آدھے گھنٹے میں اس نے خالی کر دی تھی۔ جانے اندر کیسی آگ جل رہی تھی کہ اتنا پانی پینے کے بعد بھی بھڑکتی جا رہی تھی۔ بے ترتیب کھلے بال ایک ہاتھ سے سمیٹ کر دائیں شانے پر ڈالتے ہوئے اس نے دوپٹہ شانوں کے گرد لپیٹا تھا۔

یخ بستہ ماربل کا فرش اس کے جلتے نرم تلوؤں میں چبھتا چلا گیا تھا۔ نڈھال قدموں کے ساتھ دروازہ کھولتی وہ باہر آئی تھی مگر اسٹیئرز کی سمت نظر جاتے ہی اس کے قدم رکے تھے۔ ساکت نظروں سے اسے دیکھتا وہ اسٹیپ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اگلے ہی پل سرعت سے اس کی طرف گیا تھا جو فوراً ہی پلٹ کر کمرے میں گئی تھی' مگر دروازہ مکمل بند کرنے میں ناکام ہو گئی تھی۔

”سارہ!“ ایک کراہ کے ساتھ وہ اسے پکار گیا تھا مگر دروازے میں پھنسا ہاتھ نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی' دوسری جانب وہ پوری قوت دروازہ بند کر دینے میں استعمال کر رہی تھی۔

”تم صرف میری بات سن لو۔“ وہ مدھم آواز میں التجا کر رہا تھا مگر سارہ کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ مجبوراً شیث کو وہ کام کرنا پڑا تھا جو وہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک ہی جھٹکے میں اس نے دروازہ کھول دیا تھا بغیر کوئی آواز نکالے وہ منہ کے بل جا گری تھی۔ وحشت زدہ نظروں سے اسے دیکھتی وہ دیوار کی جانب کھسکتی چلی گئی تھی۔

”چلے جاؤ یہاں سے ورنہ......“ اس کی کانپتی آواز حلق میں ہی گھٹ گئی تھی کہ وہ اپنا ہاتھ سختی سے اس کے منہ پر رکھ چکا تھا۔ سرخ مدھم روشنی میں وہ ساکت نظروں سے اس کے دزدیدہ تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

”جانتی ہو تم یہاں سے جاتے ہوئے کیا کچھ ساتھ لے جاؤ گی؟“ اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ پوچھ رہا تھا۔

”میری دھڑکنیں' میری روح اور سانس لینے کا حق بھی...... بتاؤ' ان سب کے بغیر میں کیسے زندہ رہوں گا؟ کیا تم چاہتی ہو میں تڑپ تڑپ کر مر جاؤں؟ ایسا چاہتی ہو تم؟ بولو......“ جذبات کی شدت سے بھنچی آواز میں وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ پر ہی جمائے بولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

”تم دوبارہ یہاں سے جانے کی بات نہیں کرو گی' گردن ہلا کر جواب دو سارہ! میرا دم گھٹ رہا ہے۔“ اس کے لہجے کی لرزش پر وہ جو ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی فوراً ہی نفی میں گردن کو حرکت دے گئی تھی۔ دوسری جانب وہ چند لمحوں تک اس کی پھیلی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا' اس کے بعد وہ نہیں جانتا اسے کیا ہوا تھا۔ انگاروں کی طرح دہکتے لبوں پر رکھے اپنے جھلستے ہاتھ کی پشت پر وہ لرزتے ہونٹ رکھ چکا تھا اور سارہ کے دل کی دھڑکن ہی نہیں اس کی سانس بھی رک گئی تھی۔ ایک بار پھر اس کی ساکت نظروں میں دیکھنے کے بعد شیث نے دروازے کی سمت نظر ڈالتے ہوئے اس کے منہ پر سے اپنا ہاتھ ہٹا دیا تھا۔

”باہر کیوں جا رہی تھیں؟“ مدھم لہجے میں وہ اس سے پوچھ رہا تھا جس کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے سے نظر ہٹاتی وہ اپنا چہرہ پھیر گئی تھی۔ دوسری جانب شیث نے گردن موڑ کر فرش پر گری بوتل کو دیکھا تھا۔

’’میں تمہارے لیے پانی لاتا ہوں۔‘‘ بولتے ہوئے وہ اس کے سامنے سے اٹھ گیا تھا' اس کے جاتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور دروازہ لاک کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

❀❀❀

’’اسے واقعی یہاں سے چلے جانا چاہیے' دو دن میں سب ٹریک پر آ جائیں گے۔‘‘ شان بیزاری سے سر جھٹکتا بولا تھا۔

’’ٹریک سے اور پرے ہٹ جائے گا' وہ بے چاری ہاسٹل گئی تو بڑے بھائی آسمان' زمین پر لے آئیں گے اور اگر اپنی پھپھو کے گھر گئی تو چھوٹے بھائی' عاشر صاحب کو آسمان پر چھوڑ آئیں گے۔‘‘ شاہ رخ نے کہا تھا۔

’’چھوٹے بھائی تو میری سمجھ سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے اور اپنے بارے میں سارہ اپنے کزن کو سب بتا چکی ہے۔‘‘ مومو ناگواری سے بولی تھی۔

’’کیا بات کر رہی ہو' سارہ نے بتا رکھا ہے عاشر بھائی کو کہ اس نے میرے بھائی کو اپنے جال میں پھانس رکھا ہے۔‘‘ شاہ رخ شدید حیرانی کے ساتھ بولا تھا۔

’’سب کچھ اس نے کیا' تمہارے بھائی کے ہاتھ میں تو جیسے فیڈر تھا۔‘‘ مومو نے جل کر کہا تھا۔

’’میں تو بڑے بھائی کی طرف سے بہت زیادہ پریشان ہوں' بالکل خاموش ہو گئے ہیں۔‘‘ شان تشویش سے بولا تھا۔

’’اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ سارہ کی ہی فکر میں مبتلا ہیں' ویسے ایک میان میں دو تلواریں ایڈجسٹ کیسے ہو گئیں' میرے خیال میں اس کا سارا کریڈٹ سارہ کو جاتا ہے۔‘‘ شاہ رخ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

’’مجھے تو سارہ کی ہی فکر ہے آخر وہ کتنا برداشت کرے گی۔ اسے تو یہ گھر چھوڑنے کی بات اسی وقت کر دینی چاہیے تھی جب چھوٹے بھائی نے انکار کیا تھا۔‘‘ مومو نے تاسف سے کہا تھا۔

’’اب یہ تم سارہ کے سامنے مت کہہ دینا۔‘‘ شان نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

❀❀❀

تیز قدموں کے ساتھ مومو ان کی طرف ہی بڑھ رہی تھی جو برآمدے میں حواس باختہ سی کھڑی تھیں۔

’’مجھے معلوم ہی نہیں وہ کب گھر سے نکل گئی تھی' شمس تو قیامت اٹھا دیں گے۔‘‘ سدرہ کے انکشاف پر وہ حق دق رہ گئی تھی۔

’’صبح وہ میرے سامنے زینب کے گھر جانے کی بات کر رہی تھی......‘‘

’’اور میں نے تمہارے ہی سامنے اسے سختی سے منع کر دیا تھا اس کی طبیعت کی وجہ سے۔‘‘ سدرہ نے درمیان میں کہا تھا۔

’’میرے پاس زینب کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے۔‘‘

’’میرے پاس بھی نہیں ہے' مگر آپ پریشان مت ہوں میں ابھی چھوٹے بھائی کو فون کرتی ہوں' وہ زینب کے گھر جا کر معلوم کریں گے۔‘‘ مومو کی تسلی کے باوجود سدرہ کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہوتے جا رہے تھے۔

❀❀❀

دور فلیٹس کی خستہ حال عمارتیں پھیلی تھیں جبکہ دائیں جانب اجاڑ بنجر زمین کا وسیع سلسلہ اس سڑک کے ساتھ ساتھ تھا جس کے چوڑے پاٹ کے کنارے پر وہ دھیرے دھیرے زینب کے ہمراہ چل رہی تھی۔ اس علاقے میں اب یہی ایک پرسکون جگہ رہ گئی تھی' جب جب موقع ملتا وہ زینب کے ساتھ یہاں واک کرنے ضرور آتی تھی۔ زینب کے گھر جانے کے لیے وہ شارٹ کٹ کے طور پر اس سڑک کو استعمال کرتی تھی۔

’’پہلے مجھے لگتا تھا کہ دل کو مار کر زندگی گزارنا بھی کوئی زندگی ہوتی ہے مگر اب وقت کے ساتھ یہ سمجھ آ گیا ہے کہ زندہ رہنے کے لیے یہ ضروری ہے۔ ورنہ زندگی کی مار جتنی سخت ہے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ دل کو مار لیا جائے۔‘‘ تارکول کی چمکتی سطح پر نظر جمائے وہ عجیب سے لہجے میں بولی تھی۔ ایک بار پھر گہرے ہوتے سکوت سے گھبرا کر اس نے زینب کو دیکھا تھا جس کی پتھرائی آنکھیں دور ہوا سے اڑتی دھول پر جمی تھیں۔

’’اپنی ذات کو بے وقعت کرنے سے بہتر ہے کہ راستہ بدل لو' زندگی ہر بار وہ سب کچھ دامن میں نہیں ڈال سکتی جس کی چاہت ہوتی ہے۔‘‘ مدھم

لہجے میں بولتے ہوئے اس نے رک کر زینب کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر پھیلا سناٹا اطراف میں پھیلے سناٹے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ سارہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی، جو شاید زمین آسمان کے درمیان معلق تھی۔ سارہ کے رکنے کا اسے احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ کسی ٹرانس میں وہ بے جان قدموں کے ساتھ آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ماحول پر طاری سکوت کو یکدم ہی ایک آواز نے توڑنا شروع کر دیا تھا۔ زینب کی پشت سے نظر ہٹا کر وہ پلٹی تھی دور سے اسے ایک بائیک بہت تیز رفتاری کے ساتھ قریب آتی دکھائی دے رہی تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر سائیڈ میں ہوتے ہوئے اس نے زینب کو پکارا تھا۔

''سڑک سے ہٹ جاؤ زینب! یہ سڑکیں کسی کی نہیں ہوتیں اور جس کی ہو جاتی ہیں اسے کبھی اپنے حصار سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتیں۔'' خود کلامی کے سے انداز میں بولتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک سنہری چہرہ لہرایا تھا۔ کچھ چونک کر اس نے قریب سے گزرتی بائیک کو دیکھا تھا جو واپسی کے لیے پلٹتی زینب کے قریب یکدم رکی تھی، اس شخص کے کریہہ چہرے کو پہچاننے میں جہاں سارہ کو دیر نہیں لگی تھی وہیں زینب دہشت میں گھری پتھر کی مورت بن چکی تھی۔ ساکت کھڑی سارہ نے اس شخص کے ہاتھ میں موجود کسی چیز کو دیکھا تھا۔

''زینب......'' اس کی چیختی آواز پر زینب نے جیسے ہوش میں آ کر اپنی جگہ سے حرکت کی تھی مگر پھر بھی وہ زد میں آ گئی تھی، اگلے ہی پل اس کی فلک شگاف چیخوں پر وحشت سے سارہ کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔

''معیز......'' حلق کے بل چلاتی وہ چیل کی طرح اس پر جھپٹی تھی جو سفاکی کی انتہا کرتا بائیک اسٹارٹ کر رہا تھا۔ زینب کی بلبلاتی آسمان تک جاتی چیخوں پر پاگل ہوتی وہ معیز کے بھاگنے کی کوشش ناکام کر رہی تھی، جب معیز کی ایک ہی ضرب پر سڑک پر وہ منہ کے بل گری تھی مگر بھوکی شیرنی کی طرح اس بار وہ اس کے پیر کو دبوچ گئی تھی جو بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا۔ اگلے ہی پل وہ بائیک کے ساتھ ہی سڑک پر گھسٹتی جا رہی تھی۔ معیز کی بوکھلاہٹ عروج پر تھی۔ اپنے ارادوں میں وہ پہلے ہی پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا تھا، اپنا پیر سارہ کے شکنجے سے نکالنے کی کوشش میں وہ بائیک کا توازن قائم نہیں رکھ پا رہا تھا، اگر اس کے پاس تیزاب کی ایک اور بوتل ہوتی تو وہ ضرور اسے سارہ پر انڈیل دیتا۔ اس بار سر پر لگتی بھاری ضرب نے اس کے زخمی دبے حال وجود کو بے جان کر دیا، وہ حلق کے بل چیخ رہی تھی اس لیے نہیں کہ کھردری سڑک نے اسے لہولہان کر دیا تھا بلکہ اس لیے کہ ایک گدھ اس کی گرفت سے نکل چکا تھا۔ دوسری جانب اپنی کامیابی پر ہوتی معیز کی خوشی کافور ہو چکی تھی کیونکہ بہت قریب اسے اپنی موت کھڑی دکھائی دے رہی تھی، جانے کہاں سے نمودار ہوتی وہ کار سڑک کے درمیان اس طرح رکی تھی کہ بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایک زوردار دھماکا ہوا تھا کار کی چھت سے ٹکرا کر دوسری جانب گرتا اس کا وجود سڑک سے دو فٹ اوپر اچھلتا ٹکراتا دور چلا گیا تھا۔ بمشکل سر اٹھا کر اس نے اپنی خون سے بھیگتی آنکھوں سے اس شخص کو پہچاننے کی کوشش کی تھی جو بلند آواز میں اس کا نام لیتا دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔

''شیث......'' سر سے پیر تک وہ پکار بنی اٹھنے کے قابل نہیں تھی، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہتا چلا گیا تھا۔

''شیث کی زندگی بھی تم پر قربان ہے۔'' اس کا نیم جاں وجود سینے میں چھپائے وہ تڑپ اٹھا تھا مگر سارہ کے حواس بس یہیں تک ساتھ دے سکے تھے۔

❀❀❀

کاریڈور میں داخل ہوتے ہوئے عاطف کی نظر پولیس کانسٹیبل کے ساتھ کھڑے شاہ رُخ تک گئی تھی جو اب اسی جانب آ رہا تھا۔

''اگر کچھ دیر پہلے آپ آتے تو دیکھتے کیسا گھمسان کا رن پڑا تھا یہاں۔ معیز کے سپورٹرز یہ احتجاج لے کر آئے تھے کہ اس پر تشدد کر کے ہڈیاں توڑی گئی ہیں، جبکہ چھوٹے بھائی نے تو بانگ دہل یہ اسٹیٹمنٹ دے دیا کہ اگر اس پر تشدد ہوتا تو اس وقت وہ ہاسپٹل کے بجائے قبر میں اُتر چکا ہوتا۔'' عاطف کے کسی سوال کا انتظار کیے بغیر وہ تفصیل بتا رہا تھا۔

''بہت اچھا ہوا کہ چھوٹے بھائی معیز کو اس ہاسپٹل میں نہیں لائے، ورنہ زینب کے بھائی تو خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ وہ تو پِل پڑتے معیز کے سپورٹرز پر، اگر پولیس بیچ بچاؤ نہ کرتی۔''

''مہران ابھی نیچے ملا تھا مجھے، اسے انوالو کر کے اچھا کیا۔ میں تو چاہتا ہوں وہ سفاک آدمی ہاسپٹل سے نکل کر سیدھا ٹارچر سیل میں جائے۔'' عاطف شدید ناگواری سے بولا تھا۔

''سارہ کیسی ہے؟ پولیس نے کوئی بیان لیا اُس سے؟''

''سارہ تو ابھی کچھ بھی بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور زینب i.c.u میں ہے۔ کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔'' شاہ رخ کے تشویش زدہ لہجے پر وہ مزید کچھ بول نہیں سکا تھا، تب ہی مومو تیز قدموں کے ساتھ ان دونوں کی طرف آئی تھی۔

''میں ابھی زینب کو دیکھ کر آ رہی ہوں، ایسڈ نے اس کے کندھے سے لے کر کہنی تک اثر دکھایا ہے۔ اس کی بہن سے بات ہوئی تھی میری، وہ تو بے ہوشی میں بھی تکلیف سے کراہ رہی ہے، مجھ سے تو....'' مومو کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا اٹکا تھا۔

''رونے کے بجائے تم اس کے لئے دعا کرو گی تو زیادہ بہتر ہوگا، وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔'' اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے عاطف نے اسے تسلی دی تھی حالانکہ اس وقت اس کی اپنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔

* * *

روم میں داخل ہوتے ہوئے اس نے کچھ حیرانی سے عاشر کے بگڑے تیوروں کو دیکھا تھا۔ روم میں اس وقت عاشر کے دونوں بڑے بھائی، ان کی بیویاں اور بہنیں بھی موجود تھیں، سدرہ اور شمس تو مستقل سارہ کے پاس ہی تھے۔

''اتنی دور یہ تنہا گھر سے نکل کر چلی گئی اور تم کہہ رہی ہو کہ تمہیں کچھ خبر نہیں، کل کو خدانخواستہ اس سے بھی بڑا حادثہ ہوا تو تب بھی تم یہ بیان دو گی؟'' عاشر بگڑے انداز میں سدرہ سے باز پُرس کر رہا تھا۔

''اگر تم اس کا خیال نہیں رکھ سکتی ہو تو بہتر ہے کہ اسے ہمارے حوالے کر دو۔'' عاشر کے مزید کہنے پر شیث کی رگوں میں خون کھول اُٹھا تھا۔

''عاشر! یہ کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہے جو تم حوالے کرنے کی بات کر رہے ہو۔ تمہارا غصہ جائز ہے مگر اس قسم کی غلط بات دوبارہ مت کرنا۔ ناگہانی آفات کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ نازل ہو سکتی ہیں۔ سدرہ اسے زبردستی باندھ کر نہیں رکھ سکتی تھی کیونکہ وہ جانا چاہتی تھی۔ اسے بھی نہیں معلوم ہوگا کہ وہ کس مشکل میں گرفتار ہونے والی ہے۔'' شمس مزید عاشر کی باتیں برداشت نہیں کر سکے تھے اس لیے کچھ برہم ہو کر بولے تھے۔

''وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں عاشر! جو ہونا تھا ہو گیا، ہمیں تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ سارہ محفوظ ہے۔'' شمس کے تیور بھانپ کر عاشر کے بڑے بھائی عظیم نے بات کو سنبھالا تھا۔

''سوری! میں واقعی کچھ زیادہ ہی کہہ گیا۔'' یکدم احساس ہونے پر عاشر نے شمس کے ساتھ سدرہ کو بھی مخاطب کیا تھا۔

''تم کیوں معذرت کر رہے ہو؟ سارا قصور تو اس کا ہے۔'' بڑی دیر سے ضبط کیے بیٹھیں سدرہ اس پر بھڑکی تھیں جو چادر میں چہرہ چھپائے لیٹی تھی۔

''اس کی وجہ سے ہم یہاں پریشان بیٹھے ہیں اور ایک پڑی ہے i.c.u میں....''

''سدرہ.....!'' شمس نے ناگواری سے انہیں روکا تھا۔

''بدلے کی آگ میں جل رہا تھا وہ شخص، آج یا کل اسے اپنی اوقات دکھانی تھی۔ شکر ہے کہ سارہ وہاں موجود تھی ورنہ جانے اس لڑکی کا کیا حال ہوتا۔''

''اگر ابھی سارہ ڈسچارج ہو جاتی ہے تو ہم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں؟'' عظیم کی بیوی نے شمس سے اجازت چاہی تھی۔

''یہ ابھی کافی انجرڈ ہیں، میری بات ہوئی ہے ڈاکٹر سے۔ انہوں نے منع کر دیا ہے ابھی ڈسچارج کرنے سے۔'' شمس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ سرد لہجے میں سب کو اطلاع دیتا روم سے نکل گیا تھا۔ باہر آتے ہی اس نے اشارے سے مومو کو اپنی طرف بلایا تھا جو کاریڈور کے آخری سرے پر کچھ لڑکیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

''چھوٹے بھائی! ان لڑکیوں کی ہمت نہیں ہو رہی یہاں آنے کی۔ دو منٹ کے لیے میرے ساتھ آ جائیں وہ آپ سے آٹوگراف لینا چاہ رہی ہیں۔'' قریب آتے ہی مومو نے التجائی نظروں سے اس کے خطرناک سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''ان سے کہہ دو فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہے میرے پاس۔ یہاں تفریحاً نہیں گھوم رہا میں۔'' اس کے بری طرح گھرکنے پر مومو خفیف سی ہو گئی تھی۔

”اور ذرا غور سے سنو، اس کے جو ویل ڈِشرز بیٹھے ہیں وہ چلے جائیں تب بھابی سے کہہ دینا کہ سارہ ڈسچارج ہوگئی ہے، اسے لے کر گھر پہنچیں۔“ سختی سے اسے ہدایت دیتا وہ اپنے سیل پر آنے والی کال ریسیو کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔

* * *

نیند ٹوٹی تھی تو اس نے خالی خالی نظریں اِرد گرد دوڑا کر وجہ جاننے کی کوشش کی تھی، مگر وال کلاک میں وقت دیکھتی اُٹھ بیٹھی تھی۔ لبوں سے ایک سسکی سی نکلی تھی کہ زخمی وجود ذرا سی حرکت پر چٹخنے لگا تھا۔ چند لمحوں تک وہ خاموشی سے بیٹھی زینب کے بارے میں ہی سوچتی رہی تھی۔ زینب دنیا و مافیا سے بے خبر جس اذیت کے بھنور میں پھنسی تھی، اس اذیت کے سامنے تو اُس کے زخم کچھ بھی نہیں تھے۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگی تھیں۔ ماحول اتنا خاموش اور گمبھیر تھا کہ اسے وحشت ہونے لگی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے زندگی کے آثار کمرے میں ہیں نہ کمرے کے باہر۔ ورنہ عموماً شیری کی آوازیں تو سنائی دے ہی جاتی تھیں۔ کمرے سے باہر آتے ہوئے اس نے ویران پڑے لاؤنج کو دیکھا تھا، ابھی وہ سدرہ کے کمرے کی جانب بڑھنے کا ارادہ کر رہی تھی جب ڈرائنگ روم سے اُبھرتی مانوس آوازوں نے اس کے قدم روک لیے تھے۔

”تمہاری منطق میری سمجھ سے باہر ہے، اگر تمہارے دلچسپی نہ لینے کے باوجود سارہ نے ایک سے زائد بار زینب کا ذکر جس مقصد کو سامنے رکھ کر کیا ہے تو اس کے پیچھے کوئی تو محرک ہوگا۔“ شیث کی آواز بخوبی سنائی دی تھی۔

”شیث! اب تم دوبارہ اس موضوع پر مجھ سے کوئی بحث نہ کرو۔“ عاطف کے لہجے میں ناگواری تھی۔

”مگر میں پھر تم سے کہوں گا کہ اگر سارہ کسی لڑکی کو تم سے منسلک کرنا چاہتی ہے تو یقیناً وہ لڑکی معمولی نہیں ہوسکتی۔“

”مجھے اس کے معمولی یا غیر معمولی ہونے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”عاطف! سارہ کبھی تمہیں نہیں بتائے گی مگر مجھے یقین ہے کہ زینب انٹرسٹڈ ہے۔“ شیث نے جیسے اسے کچھ سمجھانا چاہا تھا۔

”وہ ایک بے وقوف لڑکی ہو سکتی ہے، جو ایک اسٹک کے سہارے چلنے والے شخص کی ہمدردی میں حد سے بڑھنے کی خواہش رکھتی ہے اور میں سارہ کی بات مان کر اپنے شرمندہ ہونے کے مواقع حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ اس کا فیانسی بعد میں جیسا بھی نکلا مگر اس کے بڑوں نے یہی دیکھ کر اسے چُنا ہوگا کہ وہ ہر طرح سے مکمل ہے۔ وہ ان کی بیٹی کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکتا ہے۔ پھر میں کیسے....؟“ یکدم ہی عاطف کے خاموش ہو جانے پر شیث جو صوفے پر نیم دراز تھا چونک کر اُٹھ بیٹھا تھا۔

”آؤ سارہ! وہاں کیوں رُکی ہو؟“ اسٹک تھام کر اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے عاطف نے کچھ گڑبڑا کر اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا۔

”جب آپ مجھے زینب کے لیے بار بار انکار کر چکے ہیں تو پھر اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ کر اسے ڈسکس کیوں کر رہے ہیں؟“ وہ سرد لہجے میں عاطف سے سوال کر رہی تھی۔

”یہاں کوئی اسے ڈسکس نہیں کر رہا ہے۔“ شیث کو اچھا نہیں لگا تھا اس کا یہ کہنا۔

”میں تم سے بات نہیں کر رہی ہوں، اس لیے تم خاموش رہو۔“ سارہ کے سخت ناگوار لہجے پر شیث کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا تھا۔

”اگر وہ مضبوط بیک گراؤنڈ رکھنے والی ہائی اسٹیٹس لڑکی ہوتی تو وہ کبھی آپ کو بے وقوف نہ لگتی، میں تو سمجھتی تھی کہ آپ جیسے انسان کے نزدیک اس کی سادگی کی بہت اہمیت ہوگی مگر.....“ شدید تاسف سے بولتی وہ ایک پل کو رُکی تھی۔

”کسی کے دل میں اپنی محبت اور جگہ بنانا آسان نہیں ہے۔ مگر آپ کو کوئی محنت کیے بغیر یہ مقام مل گیا۔ اس کے باوجود بدلے میں آپ کسی کے جذبوں کی قدر نہیں کر سکے۔ محبت اور ہمدردی میں فرق آپ سمجھتے ہیں یا نہیں؟“ چبھتے لہجے میں وہ عاطف سے سوال کر رہی تھی۔

”آپ مجھے صاف یہ بتا دیتے کہ مجھ پر کوئی بھروسا کر کے آپ اپنی شرمندگی کے مواقع نہیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اگر آپ کو اس کے جذبے صرف ہمدردی لگتے ہیں تو یہ آپ کی غلطی ہے۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔ اور نہ ہی یہ اس کا قصور ہے کہ آپ اسٹک کے بغیر دو قدم نہیں چل سکتے۔“

”سارہ! بہت زیادہ بول چکی ہو تم، مگر بس اب اس سے زیادہ نہیں۔“ یکدم ہی شیث نے برہمی کے ساتھ اسے روکا تھا۔

”براہِ مہربانی اب زینب کا نام بھی میں کسی کی زبان پر آتا نہ سنوں، ہاسپٹل کے کمرے میں پڑی اس بے وقوف لڑکی کو اپنی بے وقوفیوں کی سند کسی سے نہیں چاہیئے۔“ تیز نظروں سے عاطف کو دیکھتی وہ بولی تھی اور اگلے ہی پل ڈرائنگ روم سے نکل گئی تھی۔

''عاطف! میں سارہ کی طرف سے تم سے معذرت.....!''

''نہیں یہ مت کہو، اس نے کچھ غلط نہیں کہا۔'' عاطف نے سنجیدگی کے ساتھ اسے روکا تھا جبکہ شیث نے شرمندہ ہوکر اس کے چہرے پر لہراتے سائے کو دیکھا تھا۔

❁❁❁

کرسی پر پیر چڑھائے بیٹھی وہ گُم صم کیفیت میں تھی جب اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتا شاہ رخ ٹیبل کے کنارے ہی بیٹھ گیا تھا۔

''کہاں گم ہو؟ کل سے اب دکھائی دے رہی ہو مجھے۔''

''کچھ نہیں، بس ایسے ہی طبیعت بیزار ہو رہی ہے، سارہ اور زینب کی کنڈیشن نے ہر چیز سے دل اُچاٹ کر دیا ہے۔'' پیشانی پر بکھرتی تراشیدہ لٹیں سمیٹتے ہوئے وہ واقعی روہانسی ہونے لگی تھی۔

''زہر لگ رہی ہو اس طرح منہ لٹکائے۔'' شاہ رخ نے خشمگیں نظروں سے اس کے آزردہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''سارہ بس اپنی دوست کی وجہ سے خاموش سی ہوگئی ہے، فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تمہارے لیے یہ کہنا آسان ہے، مگر میرے لیے عمل کرنا مشکل ہے۔'' ناخن کریدتے ہوئے وہ افسردگی سے بولی تھی۔

''سیدھی دل میں اُتر رہی ہو اس وقت۔'' شاہ رخ نے وارفتگی سے اس کے ہونٹوں پر بکھرتی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

''تیار ہو جاؤ، میں کل ہی تمہاری اور اپنی شادی کی بات کر رہا ہوں بھابی سے۔'' وہ یکدم ہی سنجیدگی سے بولا تھا۔

''تم مذاق کر رہے ہو؟'' مومو مشکوک تھی۔

''کم از کم اس معاملے میں، میں مذاق برداشت نہیں کر سکتا۔''

''مجھے خواب مت دکھاؤ، چھوٹے بھائی سے پہلے تمہاری شادی ہو نہیں سکتی اور وہ تو پہلے ہی انکار کر چکے ہیں۔''

''مجھے سب معلوم ہے، ان سے پہلے تو اپنی شادی کا میں سوچ بھی نہیں سکتا، مگر شادی ساتھ ساتھ تو ہو سکتی ہے اور ان کے انکار کی اہمیت خود ان کے نزدیک کچھ نہیں، سارہ نے تو گن گن کر بدلے لینے ہیں ان سے۔'' مومو کی بات کاٹتا وہ بولا تھا۔

''واصف بھائی کی طرح نہ لٹک جانا جو بیٹھے ہیں عاطف بھائی کے انتظار میں۔'' وہ بیزاری سے بولی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا، یہ آنے والا نیا سال ہمیں جدا جدا نہیں رہنے دے گا، ویسے بھی میں اب اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔'' مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ گہری نظروں سے اس کے گلابی ہوتے رخساروں کو دیکھ رہا تھا۔

''اچانک مجھ پر مہربان ہو کر یہ کیسے سوچ لیا تم نے؟'' اس کی والہانہ نظروں کی تپش سے جھلستی وہ اُٹھلائی تھی۔

''یہ تو کچھ بھی نہیں ہے مومنہ! تم کیا جانو میں تمہارے بارے میں کیا کیا سوچتا ہوں۔'' وہ ٹھنڈی آہ بھر کے بولا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا لیچڑ انسان؟'' پلک جھپکتے ہی وہ بھپرائی تھی تو شاہ رخ سرعت سے اُٹھ کر دور گیا تھا۔

''بتا کر جاؤ مجھے خبیث، کیا کیا سوچتے ہو تم؟'' وہ غرّاتی ہوئی اس کے پیچھے گئی تھی جو قہقہے لگاتا مزید اسے جلاتا بھاگ گیا تھا۔

❁❁❁

لاؤنج میں آتے ہوئے شمس نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا جو خاموش بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

''ہاسپٹل گئی تھیں تم چیک اپ کے لیے؟''

''جی، شان کے ساتھ گئی تھی۔'' سوگوار، مدھم لہجے میں وہ بولی تھی۔

''زینب کی طبیعت کیسی ہے؟'' ان کے سوال پر وہ سر جھکائے بس خاموش رہی تھی۔

''سارہ! مجھے یہ بتاؤ اس طرح خاموش اور کمرے میں بند رہنے سے کیا زینب بالکل صحت یاب ہو جائے گی؟'' کھڑے کھڑے ہی وہ ناراضی سے پوچھ رہے تھے۔

''کسی سے بات کرنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔'' وہ بھرائے لہجے میں بولی تھی۔

”یہ مایوسی بالکل نہیں بچ رہی تم پر۔ تمہیں تو خود کو مضبوط رکھ کر زینب کا حوصلہ بڑھانا ہے۔ اسے نارمل زندگی کی طرف واپس لانا ہے۔ اس کے لئے جو کچھ تم کرسکتی ہو وہ اس کے گھر والے بھی نہیں کر سکتے۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“ ان کے سوال پر وہ اس بار بھی خاموش رہی تھی۔

”چلو اُٹھو ذرا، باہر جاؤ، طبیعت کچھ سنبھلے گی۔ عاطف تمہارا پوچھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ تمہیں بھیج رہا ہوں۔“ نرم لہجے کے ساتھ شمس نے اس کے سر کو دھیرے سے تھپتھپایا تھا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اُٹھنا پڑا تھا۔

منتظر بیٹھے عاطف کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے گراؤنڈ میں موجود شیٹ کو دیکھا تھا، جو بچوں کو باسکٹ بال کھیلنے میں مدد دے رہا تھا۔

”میں تمہاری طبیعت معلوم کرنے آنا چاہتا تھا، مگر پھر تمہاری ناراضی کے پیشِ نظر قدم رُک گئے۔“ عاطف نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

”میں آپ سے ناراض نہیں ہوں، شرمندہ ہوں کہ میں نے آپ سے بہت غلط طریقے سے بات کی تھی۔“ نظر جھکائے وہ مدھم آواز میں بولی تھی۔

”تم نے مجھے موقع نہیں دیا سارہ! ورنہ میں تمہیں بتاتا کہ مجھے اپنی کسی کمی پر کوئی احساس کمتری کبھی نہیں رہا۔ میری کمی گھر میں کسی کو محسوس نہیں ہوسکتی، تمہیں بھی نہیں۔ شاید زینب کو بھی نہیں، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ زینب کے گھر والوں کو یہ نقص دکھائی نہ دے؟“ بلاتمہید عاطف نے سوالیہ لہجے میں کہا تھا۔

”ایک بار مجھ پر بھروسا کر کے آپ اپنے خدشات کا ذکر تو کرتے، میں خود کو داؤ پر لگا دیتی۔ مگر کوئی انگلی آپ کی طرف نہ اُٹھنے دیتی۔ آپ نہیں جانتے خدا نے آپ کو جو منفرد شخصیت اور آپ کی زبان میں جو شیرینی دی ہے وہ آپ کی ہر کمی پر غالب ہے۔ آپ کی ذات سچ میں عزت و محبت کے قابل ہے۔“ وہ نم آنکھوں کے ساتھ بولی تھی۔

”سارہ! تمہارے دل میں اتنی زیادہ اہمیت ہے میرے لیے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“ عاطف نے دنگ نظروں سے اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔

”مگر اب ان سب باتوں کا ذکر بے معنی ہے، اب سب کچھ بدل چکا ہے۔“ وہ مدھم آواز میں بولی تھی جس پر عاطف چند لمحوں کے لیے بالکل خاموش ہوگیا تھا۔

”زینب کو مزید کتنا عرصہ ہاسپٹل میں رہنا ہوگا؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔“

”وہاں اس کے علاج سے تم مطمئن ہو؟“ عاطف نے بغور اس کے پریشان چہرے کو دیکھا تھا۔

”مطمئن تو ہوں مگر.....!“ وہ جھجھک کر رُکی تھی۔

”بات مکمل کرو۔“ عاطف چونکا تھا۔

”اس ہاسپٹل میں پیسہ پانی کی طرح خرچ ہو رہا ہے۔ زینب کی فیملی فنانشلی بہت اسٹرونگ نہیں ہے۔ وہ سب اتنے خوددار ہیں کہ کسی سے مدد بھی نہیں لیں گے۔ ہاسپٹل کے اخراجات کسی نہ کسی طرح تو پورے ہو جائیں گے، مگر زینب کی سرجری ہونی بھی تو ضروری ہے۔“ وہ پریشان انداز میں بتا رہی تھی۔

”اس کی سرجری ضرور ہوگی، اگر تم میری مدد کرو گی تو میں یہ کام آسانی سے کرسکتا ہوں۔“ عاطف کے سنجیدہ لہجے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

”اس معاملے میں زینب کے بھائی میری مداخلت بھی برداشت نہیں کر سکتے، پھر آپ ہمدردی کرنے کا یہ حق کیسے حاصل کرسکتے ہیں؟“

”ہمدردی کے لفظ استعمال کر کے مجھے ہرٹ مت کرو سارہ! جو حق میں حاصل کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد اگر میں اس لڑکی کے لئے اپنا آپ بھی فروخت کر دوں تو کسی کو اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں ہوگا اور تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔“ عاطف کے حتمی لہجے پر وہ بس دنگ بیٹھی ساکت نظروں سے اس کے پُرسکون چہرے کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

❀❀❀

”چچی جان تو بہت خوش ہو جائیں گی۔ اکثر باتوں باتوں میں وہ مجھے باور کروا چکی ہیں کہ وہ اب موموکی شادی کرنا چاہتی ہیں، انہوں نے تو ساری تیاری مکمل کر رکھی ہے۔“ کھانے کے دوران سدرہ مسلسل خوشی کا اظہار کرتیں شاہ رخ کو بھی خوشی سے پھلا رہی تھیں۔

”ظاہر ہے اپنی بلا ہمارے سر منڈھ کر چچی نے خوش ہی ہونا ہے۔“ شمس کے سنجیدہ لہجے پر شان نے ہنستے ہوئے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”شمس! جلدی کھانا ختم کریں، واصف بھی گھر میں ہوگا، سب کے سامنے بات ہو جائے گی۔“ سدرہ مزید عجلت میں بولی تھیں، جس پر سارہ نے مسکراتی نظروں سے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو سنجیدہ رہنے کی کوشش میں کامیاب تھا۔

”میرا خیال ہے کہ مجھے کھانے سے ہی ہاتھ روک لینے چاہئیں، پتہ نہیں کس بات کی جلدی ہے تمہیں؟“ پانی کا گلاس اُٹھاتے ہوئے شمس نے خشمگیں نظروں سے سدرہ کو دیکھا تھا جو فوراً ہی اپنی جگہ سے اُٹھی تھیں۔

”بس اُٹھیں، اب چلتے چلتے پانی پی لیجیے گا۔“ سارہ نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا جو زبردستی شمس کا بازو پکڑے وہاں سے لے ہی گئی تھیں۔

”ایسی بھابی ہونی چاہیئے ہر دیور کی، کیوں چھوٹے بھائی؟“ شاہ رخ نے اس سے تائید چاہی تھی جو اَن سنی کیے اپنے کھانے کی طرف متوجہ رہا تھا۔

”سارہ! ابھی بھی وقت ہے سوچ لو، شاہی تمہارے لیے اپنا فیصلہ بدل سکتا ہے۔“ شان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ویسے بھی میری بہن کو مشورہ دیا گیا ہے کہ میرے لیے کسی بہترین شخص کا انتخاب کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ جلد کسی بہترین شخص کو میرے لیے ڈھونڈ لیں گی۔ مجھے بھی اب اسی شخص کا انتظار ہے۔“ طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے سارہ نے ایک نگاہ شیث پر ڈالی تھی جو ایک سلگتی نظر اس پر ڈالتا سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ ایک جھٹکے سے اُٹھا تھا اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔

”اب نہیں بچنے والی ہو تم۔“ شان نے اسے ڈرایا تھا۔

”تو میں کون سا چھوڑنے والی ہوں۔“ وہ نخوت سے بولی تھی۔

”اب بنا ہے جوڑ دبنگ۔“ شاہ رخ نے ٹیبل بجائی تھی، جبکہ وہ ناگواری سے ان دونوں کے ہنستے چہرے دیکھ رہی تھی۔

⁂

دستک دے کر وہ کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔

”شیث! تم نے کیوں ڈانٹ دیا شان کو، وہ دودھ کا گلاس ہی تو دینے آیا تھا؟ نہیں چاہیئے تھا تو منع کر دیتے، وہ ناراض ہو گیا ہے۔“ لائٹ آن کرتے ہوئے وہ اسے گھرک رہی تھیں جو تکیے میں چہرہ چھپائے لیٹا تھا۔

”میں کیا پوچھ رہی ہوں، کیوں ڈانٹ کر بھگایا تم نے شان کو؟“

”آپ اسے بلائیں، میں اس کے پیروں میں بیٹھ کر معافی مانگ لیتا ہوں۔“ تکیہ چہرے سے ہٹا کر وہ بگڑے انداز میں بولا تھا اور پھر دوبارہ چہرہ تکیے میں چھپایا تھا۔

”آخر ہوا کیا ہے؟ کیوں اتنے آگ بگولہ ہو رہے ہو؟“ سدرہ نے ہنستے ہوئے اس کے شانے کو ہلایا تھا۔

”کچھ نہیں ہوا ہے، میری فکر نہ کریں گھر کے باقی لوگوں کی فکر کریں۔“ ناراضی سے بولتا وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔

”اتنے بڑے ہو گئے ہو مگر حرکتیں تمہاری ابھی بھی بچوں جیسی ہیں۔“ مسکراتے ہوئے سدرہ نے اس کے بکھرے بال سنوارنے چاہے تھے مگر وہ سر جھٹکتا پیچھے سرک گیا تھا۔

”ہوا کیا ہے؟ چہرہ دیکھو آئینے میں، شیری بھی ہنس پڑے گا تمہیں دیکھ کر۔“ سدرہ بے ساختہ ہنسی تھیں، تب ہی شاہ رخ دندناتا ہوا چلا آیا تھا۔

”تم کیوں آئے ہو یہاں؟“ شیث نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”سونے آیا ہوں، پیچھے سرک جائیں۔“ شاہ رخ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

”فوراً چلے جاؤ میرے کمرے سے، ایک سیکنڈ بھی نہیں رُکنے دوں گا یہاں۔“ وہ بگڑ کر بیڈ سے اُترا تھا۔

”میری خوشی دیکھی نہیں جا رہی ناں تم سے؟ دو دن میں تمہیں جلا جلا کر سورج مکھی سے کالا گلاب نہ بنا ڈالا تو نام بدل دینا۔“ چہرے پر ہاتھ پھیرتا

وہ شیث کو جتا رہا تھا، مگر اگلے ہی پل بلبلا اُٹھا تھا جب شیث ایک ہاتھ میں اس کی گردن دبوچے کمرے سے کھینچتا لے گیا تھا۔ جبکہ سدرہ ہول کر دونوں کے پیچھے گئی تھیں۔ لاؤنج میں موجود سارہ نے حیرت سے اوپر دیکھا تھا جہاں شاہ رخ ایک ہی دھکے میں لڑکھڑاتا سیڑھیوں کی طرف آیا تھا۔

”دیکھو دنیا والو! یہ کس طرح اپنے چھوٹے بھائیوں پر تشدد کرتے ہیں۔“ شاہ رخ دہائی دے رہا تھا۔

”اس کو سمجھالیں ورنہ ماروں گا اسے۔“ شیث نے بگڑے انداز میں سدرہ سے کہا تھا، جو بمشکل ہنسی روکے کھڑی تھیں۔

”چھوٹے بھائی! آپ اتنے خوش باش کیوں نظر آرہے ہیں؟“ کمرے سے باہر آتے شان نے پوچھا تھا، مگر اگلے ہی پل اس کے تیوروں پر بدک کر واپس کمرے میں گھس گیا تھا۔

”مجھے پتا ہے تم مجھ سے جل رہے ہو۔“ شاہ رخ کی للکار پر پھر وہ بھڑک کر اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا، مگر سدرہ درمیان میں آ گئی تھیں۔

”بس کرو، کیوں اتنا غصہ کر رہے ہو؟“ سدرہ نے ہنستے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔

”پاگل ہو گیا ہوں میں۔“ وہ بری طرح جھنجھلاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”بہت زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ سارہ نے خشمگیں نظروں سے شاہ رخ کو گھورا تھا۔

”سارہ جی! رسّی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔“ وہ مزے سے بولا تھا۔

”شاہی! اب دوبارہ اسے کچھ مت کہنا ورنہ خیر نہیں ہے۔“ سدرہ اسے تاکید کرتیں کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں جہاں شمس کو دیکھتے ہی ان کی ہنسی پھر شروع ہو گئی تھی۔

”تم دیور بھابی مل کر میرے بچے کو کتنا تنگ کر رہے ہو۔“ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے شمس نے کہا تھا۔

”آپ کے بچے نے بھی ہم سب کو کم تنگ نہیں کیا ہے۔ ویسے شاہ رخ کا آئیڈیا زبردست ہے۔ شیث شادی جیسا معرکہ پہلے شاہی کو سر ہرگز نہیں کرنے دے گا۔“ وہ بولی تھیں۔

”اس آئیڈیے میں پہلا فائدہ تو شاہی کو ہی حاصل ہوا ہے، کائیاں آدمی ہے وہ۔“ شمس کے کہنے پر سدرہ ایک بار پھر ہنس پڑی تھیں۔

* * *

مضطرب نظروں سے سارہ نے اس کے برف کی طرح سفید اور نقاہت زدہ چہرے کو دیکھا تھا اور پھر مدھم آواز میں اسے پکارتے ہوئے اس کے سرد ہاتھ کو تھاما تھا، اس کی زندگی سے خالی بے رونق آنکھوں نے سارہ کے دل کی حالت عجیب کر دی تھی۔ مگر وہ پھر بھی لبوں پر مسکراہٹ سجاتی اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی تھی۔

”کیوں جینے کی خواہش سے منہ پھیر رہی ہو۔ اتنے محبت کرنے والے رشتوں کو کیوں اذیت سے دوچار کر رہی ہو؟“ وہ مدھم لہجے میں بولتی اس کی بند آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔

”جب جینے کی خواہش باقی نہ رہ جائے تو انسان بے حس ہو ہی جاتا ہے۔“ کسی کھائی سے زینب کی آواز اُبھری تھی۔

”بوجھ بن گئی ہوں میں خود سے جڑے ہر رشتے پر، میرا جھلسا وجود اس سے پہلے کہ خود میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو جائے، تم دُعا کرو مجھے نجات مل جائے۔“

”خدا نہ کرے....!“ سارہ دھک سے رہ گئی تھی۔

”اتنی مایوسی زینب....! اتنی بیزاری....؟“ اس کی بند آنکھوں سے گرتے گرم قطرے سارہ کو اپنے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

”تم تو خوش نصیب ہو کہ اللہ نے تمہیں آزمائش کے لیے چُنا ہے، وہ کتنی محبت کرتا ہے تم سے اس کا اندازہ بھی تم نہیں لگا سکتیں۔ مگر میں نے دیکھا ہے وہ ابلیس بالکل تمہارے سامنے کھڑا جو نقصان تمہیں پہنچانا چاہتا تھا کس طرح ناکام ہو کر اب لاچار پڑا ہے۔ اور تم....! تمہارے چہرے پر ایک خراش تک نہیں آئی ہے زینب! اس مہربان ہستی کا شکر ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ تک نہیں ہیں۔ تمہارے یہ زخم بھی وقت کے ساتھ مندمل ہو جائیں گے زینب! کیا اب تک تمہیں احساس نہیں ہوا کہ اللہ کتنی محبت رکھتا ہے تم سے؟ تمہیں نقصان پہنچانے والا سیاہ دھبّہ لگا چکا ہے اپنے چہرے پر، اور تم، تم کتنی محبتوں، کتنی دُعاؤں میں گھری ہو، کس طرح اس نے تمہاری نگہداشت کی ہے، محفوظ کیا ہے، سرخرو کیا ہے۔ کیا تمہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

احساس نہیں ہوا؟ کیا وہ تمہیں اپنی شہ رگ کے قریب محسوس نہیں ہوتا؟'' زینب کے چہرے کے گرد ہاتھ رکھے وہ اس کی ساکت نظروں میں دیکھتی بولتی چلی گئی تھی۔ خاموشی کے ساتھ وہ زینب کی سسکیاں سنتی رہی تھی اور پھر دھیرے سے اس کی بھیگی آنکھوں اور تر چہرے کو صاف کیا تھا۔

''جانتی ہو، عاطف تمہارے لیے بہت فکر مند ہیں، روز وہ مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھتے ہیں۔ مگر یہاں آتے ہوئے جھجکتے ہیں۔'' اس کے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے ہوئے سارہ نے مدھم آواز میں بتایا تھا۔

''وہ فون پر تمہاری خیریت تم سے دریافت کرنا چاہتے ہیں، کیا تم ان سے بات کروگی؟'' سارہ کے سوال پر اس کی بے یقین نظریں گرم سیال سے دھندلانے لگی تھیں۔

''مجھے ان کے ترس کی ضرورت ہے نہ ہمدردی کی۔'' وہ لرزتی آواز میں بولی تھی۔

''ایسا مت کہو زینب! وہ بہت.....!''

''مجھے ان کا ذکر نہیں سننا۔'' آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے سارہ کو روک دیا تھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ ان کے لیے جن جذبات کا اظہار تم نے کیا ہے ایک دن تمہارے لیے بھی وہ کچھ ایسے جذبات کا اظہار کریں گے، تمہیں خوشی نہیں ہوئی کہ میری پیشین گوئی کس قدر درست ثابت ہوئی ہے؟'' سارہ کے سرگوشیانہ لہجے پر زینب نے چہرہ دوسری جانب پھیر لیا تھا، جس پر سارہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی تھی۔

''بس اب جلدی سے اس ہاسپٹل سے نکلو، کوئی بہت بے چینی کے ساتھ دن گن گن کر تمہارے لوٹنے کا انتظار کر رہا ہے۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر بھی زینب نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

⁂

آواز لگانے پر وہ اوپر جاتے ہوئے اس جانب متوجہ ہوا تھا اور بس ایک نظر اس پر ڈالی تھی، جو اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

''ارے پکڑ کے لاؤ اسے، اتنی محنت کی ہے میں نے اس کی سڑی شکل پر۔'' شاہ رخ سے کہتے ہوئے اس نے سارہ کو گھورا تھا۔

''نہیں پکڑ کے لانے سے بہتر ہے اس کو ہی اوپر لے جاؤ ان کے کمرے میں۔'' شاہ رخ کے مشورے پر وہ بس اسے ناگواری سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''اندھیر مچی ہے کیا..... لاکھوں روپے خرچ کرو پہلے پھر میں خود اسے لے کر جاؤں گی اس کے کمرے میں، اتنی بڑی رقم تو میرج ہال والے ہی لے لیں گے۔'' بولتے ہوئے موموں نے کھلکھلا کر سارہ کے بگڑتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''اتنی رقم خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ سارہ تو اتنی رحم دل ہے ایسے ہی پہنچ جاتی ہے ان کے کمرے میں، گلاب جامن لے کر''۔ وہ مسکراتے ہوئے سارہ کو دیکھ رہا تھا، جس کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا تھا۔

''ارے.....رُکو میں تو مذاق کر رہا تھا یار!'' وہ بگڑے انداز میں خاموشی سے جا رہی تھی، جب شاہ رخ نے فوراً ہی اسے روکنے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑا تھا، اور اس کے ساتھ ہی سارہ کی چیخ بلند ہوئی تھی۔

''بیٹا آج تو گیا، اب تجھے کوئی میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتا کلمہ پڑھنے کا وقت بھی نہیں دوں گی۔'' موموغرّاتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

''رانا بھائی! تمہیں قسم ہے اگر تم نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو۔'' اس کے ہاتھوں سے بچتے ہوئے شاہ رخ دھاڑا تھا۔

''کیا کر رہی ہو تم..... پھر دورہ پڑ گیا کیا تمہیں؟'' کمرے سے باہر آتے ہوئے شمس نے ناگواری سے موموکو دیکھا تھا۔

''بڑے بھائی! آج درمیان میں نہیں آنا، میں بتا دیتی ہوں آج یہ نہیں بچے گا، آج تو میں اسے ادھیڑ کر ہی دم لوں گی۔'' شاہ رخ کا کالر اپنے قبضے میں لیے وہ بگڑ کر شمس سے بولی تھی۔

''ارے چھوڑیئے ہمیں، شرم تو آتی نہیں ہے۔ دن دھاڑے مردوں کے کپڑے کھینچتے ہوئے۔'' ایک جھٹکے سے اپنا کالر چھڑاتے ہوئے شاہ رخ بگڑا تھا۔

''میرا دماغ مت گھمانا شاہ رخ! میں بتا رہی ہوں۔ دوبارہ میرے سامنے یہ حرکت کی تو اُدھیڑ ڈالوں گی۔'' وہ غصیلے انداز میں شاہ رخ کو کھا

جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"بات سنو! وہ کیا تمہیں کوئی رضائی گدّا نظر آ رہا ہے، جو اُدھیڑ ڈالو گی، ہوش میں ہو یا نہیں؟" شمس نے اسے گھر کا تھا۔

"بڑے بھائی! یہ جو کہہ رہی ہے ناں اسے کرنے دیں اور آپ بھی دیکھیں، چلو بھئی آ جاؤ میدان میں۔" شمس کو مخاطب کرتے ہوئے شاہ رخ نے اسے دعوت دی تھی۔

"ارے جا، منہ نہ لگ میرے۔" ناک پر سے مکھی اُڑاتے ہوئے موموں نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

"تمہارے منہ لگنا بھی کون چاہتا ہے، آ جاؤ آج تو کر ہی دو میرا تیا پانچہ۔" شاہ رخ سینہ ٹھونک کر چیلنج کرتا ہوا اس کی طرف بڑھا تھا۔

"بڑے بھائی! آپ سمجھا لو اسے ورنہ.....!" موموں نے بری طرح کھول کر شمس کو مخاطب کیا تھا۔

"اب انہیں کیوں لا رہی ہو درمیان میں؟" شاہ رخ نے اسے گھورا تھا، دوسری جانب سارہ نے مسکراتے ہوئے شمس کو دیکھا تھا جو مسکراتے ہوئے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"اب کھڑی گھور کیا رہی ہو آؤ اُدھیڑو مجھے، شکل جا کر پہلے آئینے میں دیکھ لو، نفسیاتی.....!" شاہ رخ نے اسے گھورا تھا۔

"سن رہے ہیں؟ نفسیاتی بول رہا ہے مجھے، ابھی میں نے کچھ کہہ دیا تو سب کو آگ لگ جائے گی۔" موموں نے بھڑک کر شمس کو دیکھا تھا۔

"کوئی غلط بات نہیں کی اس نے، بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔" مسکراہٹ چھپائے وہ اطمینان سے بولے تھے۔

"جا رہی ہوں میں، اب شکل بھی نہیں دکھاؤں گی، دو دن نہیں نظر آؤں گی ناں تو دماغ ٹھکانے آ جائیں گے سب کے۔" شدید ناراضی کے ساتھ تن فن کرتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

"بیٹا! تو باہر تو آ ذرا اب۔" جاتے جاتے وہ جس طرح چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شاہ رخ کو دھمکاتی ہوئی گئی تھی، بے ساختہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اس نے شاہ رخ کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا، جبکہ شمس خود بھی مسکراتے ہوئے جانے کے لیے پلٹ گئے تھے۔

"بڑی ہنسی آ رہی ہے تمہیں۔ ایسے ہی جھگڑے کرواتی رہیں ناں تو ساتھ گزارہ مشکل ہے۔" مصنوعی خفگی کے ساتھ شاہ رخ نے بتایا تھا۔

"مجھے الزام مت دو، تمہیں ہی شوق ہے اس سے مار کھانے کا۔" وہ مسکراہٹ چھپائے بولی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے، قسم سے مارنے کے لیے پیچ کرتی ہے تو رگ رگ میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔" وہ شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا، جبکہ وہ خود بھی ایک بار پھر ہنسی تھی۔

"اوئے ہوئے، بھابی کیا لگ رہی ہیں آپ، ساڑھی میں لش پش۔" وہ اب سدرہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، جو شیری کو گود میں اُٹھائے کمرے سے باہر آ رہی تھیں۔

"مجھے چھوڑو، میرے بیٹے کو دیکھو، لگ رہا ہے ناں پورا چاند؟" سدرہ نے مسکراتے ہوئے سوٹڈ بوٹڈ شیری کا چہرہ اس کی طرف کیا تھا۔

"اللہ معاف کرے روتا ہوا چاند، وہ بھی ڈنر سوٹ میں۔" اس کے کوٹ کی جیب میں دودھ کی بوتل یاد سے رکھ دیجیے گا۔" شاہ رخ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"کبھی میرے بچے کی عزت مت کرنا۔" سدرہ اسے گھورتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

* * *

ڈریسنگ پر رکھی گلاب کی نازک منہ بند کلی کو اُٹھاتے ہوئے اس نے ساتھ ہی رکھے اس خوبصورت سے کارڈ کو بھی اُٹھایا تھا۔

"تم اور سورج دونوں ایک جیسے ہو
دونوں آنگن میں اُترو تو جھلمل ہونے لگتی ہے
دونوں کی حدّت سے دل کی برف پگھلنے لگتی ہے
دونوں آنکھ کی وُسعت سے بڑھ جاتے ہو
دونوں آنکھیں چُندھیاتے ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دونوں آگ میں جھلساتے ہو"

چند لمحوں تک اس مانوس تحریر کو دیکھتے رہنے کے بعد کچھ چونکتے ہوئے، اس نے سرعت سے وہ دونوں چیزیں ڈریسنگ کی دراز میں رکھی تھیں اور پھر پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

"بھابی! اس نے چلنا کب سے شروع کر دیا؟" خوشگوار حیرت کے ساتھ سدرہ سے پوچھتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کر شیری کو گود میں اُٹھایا تھا، جو لڑکھڑائے قدموں کے ساتھ اس کی طرف ہی آ رہا تھا۔

"تمہیں اس سے کیا، اتنی فرصت تو ہے نہیں تمہارے پاس کہ میرے بیٹے کی طرف ہی دیکھ لو۔" ناراضی سے اس کو گھرکتے ہوئے وہ ڈریسنگ کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھیں۔

"میں اسے ہی تو دیکھتا ہوں، ہے ناں شیری؟" وہ شیری کے چہرے پر پیار کرتے ہوئے اس سے ہی پوچھ رہا تھا۔

"آپ کہیں جا رہی ہیں کیا؟" وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو آئینے کے سامنے کھڑیں ادھ کھلے بالوں میں برش پھیر رہی تھیں۔

"کیوں پوچھ رہے ہو؟" فوراً ہی ابرو چڑھا کر وہ آئینے میں اس کے عکس کو گھور رہی تھیں۔

"کیونکہ آپ گھر میں تو اس طرح نہیں رہتی ہیں تو.....!"

"تم لوگ نہیں رہنے دیتے ہو مجھے اس طرح۔" فوراً ہی اس کی طرف پلٹتے ہوئے وہ غرائی تھیں جس پر اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"ذرا سی لپ اسٹک بھی لگا لوں، تو سب مل کر میرا ریکارڈ لگا دیتے ہو۔ دیور ہیں کہ پتا نہیں دشمن۔" ان کے مزید ناراض ہونے پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

"میں کہاں آپ کو کچھ کہہ رہا ہوں، صرف یہ پوچھ رہا ہوں آپ کہاں جا رہی ہیں؟" وہ بولا تھا۔

"پھپھو کی طرف، ان کے گھر میں خوشی ہے تو ظاہر ہے جانا تو ضروری ہے۔" وہ بولی تھیں۔

"اچھا....!" ایک طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھری تھی۔

"لگتا ہے آپ کی بہن نے پھپھو کے صاحبزادے کے لیے ہاں کر کے آپ کی خوشیوں کو بھی دوبالا کر دیا ہے۔"

"خبردار! جو کوئی فضول بات کی تم نے۔" سدرہ نے فوراً ہی اسے گھورا تھا۔

"خوشیاں میری نہیں پھپھو کی دوبالا ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ عاشر کی اپنی بیوی سے صلح ہو گئی ہے اور وہ اب اس کے ساتھ ہی ہے اور دوسرا یہ کہ وہ آج اپنے بچے کا عقیقہ کر رہا ہے، دنیا میں رہو، تو کوئی خبر ہو نا تمہیں۔" وہ ڈپٹنے والے انداز میں بولی تھیں جبکہ وہ ان کی بات سنتے ہوئے چند لمحوں کے لئے دنگ ہی رہ گیا تھا۔

"اور اب ذرا تم بھی شرافت سے میرے میاں جی سے صلح کر لو۔ سیدھے منہ ان سے بات تک نہیں کرتے ہو۔ دماغ پھر گیا ناں ان کا تو ہوش درست ہو جائیں گے تمہارے بھی۔" ان کے گھرکنے والے انداز پر وہ خاموش ہی رہا تھا۔

"اسے ذرا سنبھالو، یہ تو تیار ہو گیا ہے مگر ابھی ان کے والد محترم کی تیاریاں باقی ہیں، میں دیکھ لوں ذرا جا کر۔" اس سے کہتے ہوئے وہ دروازے کی سمت بڑھ گئی تھیں۔

* * *

"ابھی تک ایک ٹائی نہیں مل سکی ہے تمہیں، میرے ہی کاموں کے لیے ہاتھوں میں سستی آ جاتی ہے۔" وہ ان کے سر پر کھڑے مستقل جھلا رہے تھے جو مزید بوکھلا گئی تھیں۔

"اور یہ تمہیں مشورہ کس نے دیا تھا، اس قسم کا واہیات لباس پہننے کا، اور کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں تھا؟" وہ مزید ان پر غصہ ہوئے تھے، جو بار بار ساڑھی کی فال میں اُلجھی جا رہی تھیں، دوسری جانب ڈریسنگ کے سامنے کھڑی سارہ نے حیرت سے پلٹ کر پہلے شمس کو پھر سدرہ کو دیکھا تھا۔ آف وہائٹ اور سلور امتزاج کی ساڑھی میں بلاشبہ وہ غضب ڈھا رہی تھیں اور اس پر ان کی پشت پر لہراتے سیدھے سیاہ بال، اس وقت تو ان کی چھب ہی قیامت خیز تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”بڑے بھائی! ذرا دھیان سے دیکھیں، بھابی اس ڈریس میں ”مس“ ”ایشیا پیسیفک“ نظر آرہی ہیں۔“ جوتے پالش کرتا شان ڈرتے ڈرتے ان سے اختلاف کر ہی گیا تھا۔

”تم بھی ذرا دھیان سے یہ جوتے پالش کرو۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ یہی جوتا ہو، اور نیچے تمہارا سر ہو، اتنا تو ہوتا نہیں ہے کہ بڑے بھائی کا کوئی کام بولے بغیر کردو۔ سارے زمانے کے نکمے کام چور میرے گھر میں بھرے پڑے ہیں۔“ شان کو بُری طرح ڈانٹتے ہوئے وہ ڈریسنگ کی طرف بڑھے تھے۔

”تم تو ہٹ جاؤ اب یہاں سے، اور سج سنور کے جاؤ تاکہ تمہاری پھپھو صاحبہ ایک کے بعد اب اپنی کسی دوسری نالائق اولاد کے لئے تمہارے نام کی مالا جپنا شروع کردیں۔“ ان کے گھرکنے پر وہ فوراً ہی آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی تھیں۔

”ویسے تمہاری پھپھو کے پاس بھی بڑا ٹائم تھا، بغیر کسی بریک کے لڑکوں کی لائن لگا رکھی ہے انہوں نے۔“ پرفیوم کا اسپرے خود پر کرتے ہوئے وہ جس طرح بولے تھے وہ تو بمشکل ہی ہنسی روک سکی تھی، مگر شان کی ہنسی بلند ہوئی تھی، جس پر سدرہ کو آگ ہی لگ گئی تھی۔

”کیا بول رہے ہیں آپ، بزرگ خاتون ہیں انہیں تو بخش دیں۔“ وہ شدید ناراضی سے انہیں دیکھتے ہوئے قریب آرہی تھیں۔ جو خود بھی مسکرا رہے تھے، مگر دروازے کی سمت نگاہ جاتے ہی سنجیدہ ہو چکے تھے۔

شیری کو گود میں اُٹھائے اندر آتے ہوئے بس ایک نگاہِ غلط اس پر ڈالی تھی، جو اپنا سیاہ جھلملاتا دوپٹہ سنبھالتی نظر جھکائے باہر نکلتی چلی گئی تھی۔

”ٹائی باندھ رہی ہو یا میری گردن میں پھندا ڈال رہی ہو؟“ وہ خوامخواہ سدرہ پر بھڑکے تھے۔

”بھابی! آپ اسے سنبھالیں، میں ٹائی باندھ دیتا ہوں۔“ شیری کو سدرہ کے حوالے کرتے ہوئے اس نے ٹائی ان کے ہاتھ سے لی تھی۔

”رہنے دو، میں یہ کام خود کرسکتا ہوں۔“ ناگواری سے اسے روکتے ہوئے شمس نے اس کے ہاتھ سے ٹائی لینا چاہی تھی جو کہ اس نے نہیں دی تھی۔

”بڑے بھائی! چھوٹے کو یہ کام کرنے دیں ورنہ آج آپ کے سسرال میں بھی سب کو پتا چل جائے گا کہ آپ کو ٹائی باندھنی ہی نہیں آتی ہے۔“ کمرے سے باہر نکلتے شان کی ہدایت پر وہ مسکراتے ہوئے ان کے قریب ہوا تھا۔

”میں منع کر رہا ہوں، سنائی نہیں دے رہا تمہیں؟“ سختی سے وہ اسے روکتے ہوئے بولے تھے مگر وہ ذرا بھی پرواہ کیے بغیر ٹائی بڑے ماہرانہ انداز میں باندھنا شروع کرچکا تھا، البتہ مسکراتی نظروں سے ان کے ناراض چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

”کیا دیکھ رہے ہو اس طرح، زہر لگ رہے ہو اس وقت مجھے۔“ وہ ناگواری سے اسے ٹوک گئے تھے۔

”آپ کو دیکھ رہا ہوں، یہ دن بدن نکھرتے کیوں جا رہے ہیں آپ؟“ مسکراہٹ چھپائے وہ ان سے پوچھ رہا تھا، دوسری جانب وہ چند لمحوں تک اس کے چہرے کو دیکھتے رہے تھے، پھر بے اختیار ہی اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

”مجھ سے ناراض مت ہوا کر یار! میں دنیا سے کیا اپنے آپ سے بھی بیزار ہو جاتا ہوں۔“ اس کی پشت کو دھیرے سے تھپتھپاتے ہوئے وہ گہرے سنجیدہ لہجے میں بولے تھے۔

⁂

رات کافی ہو چکی تھی، مگر نیند سے خالی آنکھوں کے ساتھ در و دیوار تکتے ہوئے پتا نہیں وہ کن سوچوں میں گم تھی۔ قریب ہی سوئی ہوئی ہنی کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ چونکی تھی، اور پھر یکدم ہی اُٹھ کر تیزی سے کھڑکی کی سمت بڑھی تھی، ذرا سا پردہ سرکا کر اس نے باہر تاریکی میں کچھ دیکھنے کی کوشش کی تھی، جہاں وہ گرل بند کرنے کے بعد اب اندر کی سمت ہی آرہا تھا۔ کھڑکی سے ہٹ کر وہ تیز قدموں کے ساتھ دروازے کی سمت چلی گئی تھی۔ بس ایک پل کو ٹھٹھک کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوا تھا، جو اچانک ہی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ اگلے ہی پل اس پر سے نظر ہٹائے آگے بڑھ گیا تھا، تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ بروقت ہی اپنی جگہ پر رُکا تھا، کیونکہ وہ بہت سرعت سے سیڑھیاں چڑھتی اس کے مقابل آرُکی تھی، خاموش نظروں سے وہ بس اسے دیکھ رہا تھا، جس کی سانسیں اس وقت پھولی ہوئی تھیں۔ دوپٹہ شانے سے پھسل چکا تھا، چہرے اور گردن کے گرد بالوں کی بے ترتیب لٹیں بکھر چکی تھیں۔ بہت مدھم روشنی میں لانبی پلکوں کے سائے اس کے صبیح چہرے کو کچھ اور پُراسرار

بنا رہے تھے۔ دوسری جانب وہ جو اسے مخاطب کرنا چاہ رہی تھی، اس کی سنہری نگاہوں میں زیادہ دیر تک دیکھ بھی نہیں سکی تھی، سوایک بے بسی کے ساتھ نظر چُرا گئی تھی، مگر پھر چونک کر ریلنگ پر دھرے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا تھا جس کے نیچے رکھا وہ اپنا ہاتھ دھیرے سے نکال چکا تھا۔

"میں جانتی ہوں تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے مگر.....!" وہ کترا کر نکل رہا تھا، تو اس نے فوراً اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر روکتے ہوئے کہا تھا۔ چند لمحوں تک وہ اس کی نم آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا۔ پھر اسی خاموشی کے ساتھ پیچھے ہٹتے ہوئے وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا، جبکہ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی خوابناک روشنی میں اس کے گولڈن براؤن بالوں کی خیرہ کن چمک کو دیکھ رہی تھی۔ خاموشی بڑھنے لگی تھی، جب وہ اس کے جھکے سر کر دیکھتے ہوئے قریب آ بیٹھی تھی۔

"تم نے کہا تھا تم مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتے ہو۔" وہ لرزتی آواز میں بولی تھی۔

"یہ سچ ہے، میں صرف اپنے آپ سے ناراض ہوں۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ مدھم سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

"میں تم سے وہ سب کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی، میں نے جو کچھ کہا اس کے لیے تم مجھے معاف کر دو۔" لرزتی آواز میں بولتے ہوئے اس کی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

"معافی تو مجھے تم سے مانگنی ہے، میری وجہ سے اب تک تمہیں کیا کچھ نہیں برداشت کرنا پڑا ہے۔ کبھی سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ میں آخر کیوں اپنی وجہ سے تمہاری زندگی کو مشکل بنا رہا ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں تھا تم پر زندگی تنگ کرنے کا، مگر مجھے احساس ہو چکا ہے کہ واقعی میں ایک بہت خود غرض انسان ہوں، ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا، کم از کم مجھے اپنی حیثیت تو یاد رکھنی چاہیے تھی۔ تمہارے لیے میرے جیسا انسان نہیں ہونا چاہیئے تھا، ایسا انسان جو.....!" چہرہ دوسری جانب پھیرے وہ مدھم مگر دریدہ لہجے میں بولتے ہوئے رُکا تھا۔

"تم اس سب کی مستحق نہیں تھیں، تمہیں واقعی مجھ سے دور ہی ہو جانا چاہیئے، قریب رہ کر تمہیں ملا بھی کیا ہے، سوائے تکلیف اور اذیت کے، تم نے مجھے کیا کچھ نہیں دیا ہے، مگر بدلے میں، میں اب تک تمہیں کیا دے سکا ہوں؟"

"ایسا مت کہو، تم نہیں جانتے تم نے مجھے کیا دیا ہے۔" آنکھوں سے گرتے گرم قطروں کے ساتھ وہ لرزتی آواز میں بولی تھی۔

"میں خود پر آئی ہر مشکل، ہر مصیبت کا مقابلہ کر سکتی ہوں، مگر میری وجہ سے تم پر کوئی آنچ آئے، یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ میری وجہ سے انہیں تم پر ہاتھ اُٹھانا پڑا تھا۔ میری وجہ سے تم سے ان کی محبت میں کمی آ جائے، میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لیے میں نے سوچا تھا کہ میں خود ہی تم سے دور ہو جاؤں، اسی طرح سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ تم مجھ سے دور ہو جاؤ گی، تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟" اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں، شاید سب کچھ ٹھیک ہو بھی گیا ہے، بس اتنا ہوا ہے کہ میری زندگی میں ایک بار پھر تاریکی پھیل گئی ہے، مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے، باقی سب کچھ تو ٹھیک ہو گیا ہے، یہ کافی ہونا چاہیئے۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ اسی دریدہ لہجے میں بولا تھا، گھٹی گھٹی سسکیوں کو روکتے ہوئے وہ پیشانی اس کے بازو سے لگائے ساکت بیٹھی تھی۔

"میں جانتا ہوں میرے پاس کچھ نہیں، مگر محبت ہے، جس کی گہرائی کا اندازہ شاید میں بھی نہیں لگا سکتا ہوں، مگر میرے پاس وہ لفظ بھی نہیں تھے کہ جن کا سہارا لے کر اس محبت کا کوئی یقین میں تمہیں دے سکتا۔"

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، مجھ پر سے تمہارا اعتبار ختم ہو سکتا ہے، مگر مجھے اپنے آپ سے بڑھ کر تم پر یقین ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔" بھیگے چہرے کے ساتھ وہ یکدم ہی بول اُٹھی تھی اور اگلے ہی پل اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی، مگر وہ سرعت سے اُٹھ کر اس کے مقابل آتے ہوئے راستہ روک چکا تھا۔

"دوبارہ یہ سوچنا بھی مت کہ تم پر سے کبھی میرا اعتبار ختم ہو سکتا ہے، تم نہیں جان سکتیں تم میرے لیے کیا ہو۔" اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ گہرے لہجے میں بولا تھا، جبکہ رُکی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ ساکت نظروں سے ان آنکھوں سے پھوٹتی اُلوہی چمک کو دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتی ہو اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ کسی پہاڑ کی اونچائی سے گر کر اپنے وجود کا نام و نشان مٹا ڈالوں، کیونکہ اس وقت تم میری وجہ سے رو رہی ہو۔" اس کی پلکوں پر اٹکے آنسو دھیرے سے سمیٹتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”اس شہر میں اگر تمہیں کوئی پہاڑ مل جاتا ہے تو فوراً سے پیشتر یہ نیک کام کر لینا۔“ خفگی کے ساتھ بولتی وہ سیڑھیاں اُترنے لگی تھی۔

”دل رکھنے کے لیے ہی اس نیک کام کو انجام دینے سے روک لیتیں۔“ پیچھے سے اُبھرتی اس کی ناراض آواز پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی مگر پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

* * *

ایک طائرانہ نگاہ اس نے چہار سمت دوڑائی تھی، ہر سمت روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔ زمین سے لے کر آسمان کی وسعتوں تک ایک جشن کا سا سماں بندھا ہوا تھا۔ مبہوت کر دینے والی آتش بازی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ دھیرے دھیرے قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اشتیاق بھری نظروں سے اس جانب دیکھا تھا جہاں گھر کی سب ہی خواتین جمع تھیں اور گراؤنڈ کی طویل باؤنڈری پر سجے دیئے روشن کر رہی تھیں۔ یہ وسیع خطہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ لہراتے آنچل، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا چراغاں، خوش گپیوں میں مگن چہلیں کرتے ہنستے مسکراتے چہروں کو بغور دیکھتی بہت مطمئن اور پُرسکون ذہن و دل کے ساتھ ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے یکدم ہی اس کے قدموں کی رفتار سست پڑنے لگی تھی۔ گراؤنڈ میں اس وقت گھر کے سب ہی بچے موجود تھے، اور وہ ان سب کے درمیان ہی اسے نظر آ رہا تھا۔ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ روشنیاں بکھیرتی پھلجھڑیاں ان کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے۔ انہیں ساتھ ساتھ ہدایت بھی کرتا جا رہا تھا۔ پھلجھڑیوں کے شراروں سے پھوٹتی روشنیوں میں جگمگاتے اس کے چہرے پر کچھ اور بھی تھا۔ ایک پل کے لیے سانسوں کو روک دینے والا، وہ کوئی نور ہو سکتا تھا، سرتاپا نور ہی نور، یا شاید نور ان آنکھوں میں ہو سکتا تھا جو بہت دور کہیں سے اس پر مرکوز تھیں، جن سے انجان وہ مگن تھا۔ اس کے قدموں کی رفتار کم ہوتے ہوتے بالکل ساکت ہو گئی تھی۔ یکدم ہی اردگرد سے سب کچھ غائب ہونے لگا تھا۔ رونق، چراغاں، قہقہے، ہنستی کھلکھلاتی آوازیں، اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، ہر سمت بس اب ایک مہیب گہرا سناٹا تھا، اور پھر بہت آہستہ آہستہ اس خاموش ہولناک سناٹے میں کچھ مدھم آوازیں اُبھرنے لگی تھیں۔ کسی کی رُکتی ہوئی سانسوں کے زیر و بم، دل کو چیر دینے والی رونے کی آوازیں، بے بس، عرش تک جا کر ٹکرانے والی آہ و زاریاں، اذیت سے بلند ہوتی کبھی مدھم ہوتی کرب ناک کراہیں۔ اس کے اردگرد بکھر رہی تھیں، گونج رہی تھیں، اور بس وہ ایک ہی منظر، بہت سارے معصوم چہروں کے درمیان اس وقت اس کے چہرے پر زندگی مسکرا رہی تھی۔ تکلیفوں اور اذیتوں کے صبر آزما امتحان و آزمائش کے بعد ڈھل کر نکھرتی مسکراتی زندگی کتنی پُرسکون اور سحر انگیز ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی نظریں اس جانب سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔ جانے کتنے ہی پل وہ ساکت کھڑی رہی تھی۔ سر اُٹھا کر اس نے ایک نظر کھلے آسمان پر ڈالی تھی، جہاں پورا چاند جگمگا رہا تھا، لاتعداد ستارے سیاہ آسمان کی چادر پر ٹکے ہوئے ٹمٹما رہے تھے۔ زمین پر اس وقت جتنی روشنی تھی اس سے کہیں زیادہ اوپر آسمان پر پھیلی ہوئی تھی، یک بیک ہی موتیوں سے سجا آسمان کا تھال اس کی آنکھوں میں دھندلانے لگا تھا۔

”اگر اسے مجھ تک پہنچنا ہی تھا تو اتنی اذیتوں سے گزر کر ہی کیوں؟“ اس کے دل میں ہُوک سی اٹھی تھی۔ پلکیں جھپکتے ہوئے اس نے نمی کو اندر اُتارنے کی کوشش کی تھی اور ایک بار پھر نظریں اس منظر پر جما دی تھیں۔

”کاش تم بھی ان کی جماعت میں سے ہوتے، جو انسان نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے تھے، اور جن پر ”قومِ لُوطؑ“ کے مرد انڈے چلے آئے تھے۔ انہیں اپنے خلافِ فطرت فعل کا شکار بنانے۔ وہ قوم جس نے جنس پرستی اور بے راہ روی اختیار کر لی تھی، جن کے نفس نے انہیں اتنا اندھا کر دیا تھا، مگر ان کے ناپاک ارادے مٹی میں مل گئے۔ وہ فرشتے تو اللہ کا عذاب اس غلیظ بیماری میں مبتلا قوم پر نازل ہونے کی خبر لے کر آئے تھے، اور پھر کیا ہوا؟ جو ہوا اس کی گواہی مقدس کتاب میں موجود ہے۔ اس قوم کی بستیاں اُلٹ دی گئیں، اللہ کا قہر ان پر نازل ہوا، آسمان سے گرنے والے پتھروں میں ان کے اندر باہر کی غلاظتیں دفن ہو گئیں۔ مِٹ گئی صفحۂ ہستی سے وہ قوم جس نے ایسے غلیظ فعل کا ارتکاب روا رکھ کر ثبوت دیا تھا کہ وہ انسانیت کے مقام سے ہی گر چکے تھے۔ بہت پستیوں میں۔ اللہ نے اس قوم کو قیامت تک کے لئے عبرت کا نشان بنا ڈالا۔ مگر اب ایک بار پھر اس غلیظ بیماری اور بے راہ روی کے آثار جنم لے چکے ہیں، اور اُبھرتے ہی جا رہے ہیں۔ تم کوئی آسمان سے اترے فرشتے تو نہیں تھے جو اس غلیظ فعل کا ارتکاب کرنے والے شیطانوں کی شیطانیت کے شر سے محفوظ رہتے؟ تم فرشتے ہو سکتے ہو مگر آسمان کے نہیں، اس زمین کے، شاید اسی لیے تم اس شیطانیت کا شکار ہو گئے، کیا ایک بار پھر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی؟ اس نافرمان قوم کی طرح، کیا پھر اس دور کے انسان نما شیطانوں کو آسمان کی اونچائی سے نیچے گرایا جائے گا، یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس گناہ کے مرتکب ہونے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ کسی کی آبرو کو پیروں

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

تلے روندنے والے اگلا سانس کس طرح لے سکتے ہیں، آبرو کو عورت یا مرد کے پلڑے میں نہیں رکھا جا سکتا، کہ آبرو تو بس آبرو ہوتی ہے، ہر انسان کی آبرو بے مول ہوتی ہے، انمول ہوتی ہے۔

''اے میرے پروردگار! ہر باعصمت عورت کی عصمت کو بُری نظر سے بھی بچائے رکھ، اور مردوں کی بھی۔ تیری عطا کردہ ایک یہی چیز تو انسان اپنے ساتھ لاتا ہے، اور اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے، باقی سب تو فنا ہو جانے والا ہے۔''

گونجنے والے پٹاخوں کے ساتھ بلند ہوتے شور کی آوازوں پر وہ یکدم ہی چونک کر واپس اس ماحول میں آئی تھی، جہاں زندگی جاگ رہی تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر اس نے بوجھل ہوتے دل کو سنبھالا تھا، اور پھر اپنے اردگرد نظر ڈالتے ہوئے وہ اس جانب بڑھنا چاہتی تھی جہاں وہ سب لڑکیاں اب تک دیئے روشن کرنے میں مصروف تھیں۔ دو قدم ہی وہ اس جانب بڑھی، مگر پھر بلند پکارتی آواز پر رُک کر پہلے دور گراؤنڈ کی سمت نظر ڈالی تھی، اور اس کے بعد گردن موڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تھا، جہاں کافی فاصلے پر شان اپنے چند کزنز کے ہمراہ کھڑا تھا۔ شیث کے پکارنے پر وہ بھی اس جانب متوجہ ہوا تھا، مگر پھر ایک نظر سارہ پر ڈالنے کے بعد دوبارہ اپنے کزنز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، جبکہ سارہ نے حیرت سے شان کو دیکھا تھا، جس نے اپنے نام کی پکار سننے کے باوجود کوئی رسپانس شیث کو نہیں دیا تھا۔ حیرانی کے ساتھ اس نے ایک بار پھر گردن موڑ کر شیث کی جانب دیکھا تھا جو اب پھر مزید بلند آواز میں شان کو ہی پکار رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ شان کو اپنی طرف متوجہ کرتی، دوبارہ بلند ہوتی پکار پر شان لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کی طرف آنے لگا تھا۔

''تمہیں ان کی آواز سنائی نہیں دے رہی کیا؟'' قریب آتے ہی وہ جھلائے انداز میں سارہ سے بولا تھا، جبکہ وہ مزید حیران ہوئی تھی۔

''کم سنتے ہو کیا؟ وہ تمہیں آوازیں لگا رہا ہے اور تم سن کر بھی ان سنی کر رہے ہو، جاؤ اب اس کے تو حلق میں خراشیں پڑ گئی ہوں گی۔'' وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''محترمہ! مجھے سنائی دے رہا ہے کہ وہ مجھے پکار رہے ہیں، مگر تمہیں تو لگتا ہے کہ دکھائی بھی نہیں دے رہا، ان کی آواز سن رہی ہو بس، ذرا ان کے اشارے اور لپسنگ پر تو غور کر لو۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

''کیا بول رہے ہو؟'' سارہ کو سمجھ نہیں آئی تھی اس کی بات۔

''احمق خاتون! اگر تمہارے پیچھے اس وقت میری جگہ بڑے بھائی کے علاوہ کوئی بھی بندہ موجود ہوتا تو وہ اسے بھی آواز لگا کر تمہیں اپنی طرف متوجہ کرتے، اب اتنا لاؤڈ اسپیکر کھول کر سارہ، سارہ تو پکار نہیں سکتے ورنہ بڑے بھیا تم سے پہلے ان کے سر پر پہنچ جائیں گے۔'' شان نے جس طرح سر پیٹتے ہوئے تفصیل بتائی تھی وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے گراؤنڈ کی سمت پلٹی تھی، جہاں اب وہ کچھ خشمگیں انداز میں سر جھٹکتے ہوئے زیرِ لب کچھ کہتا آگے بڑھ چکا تھا۔

''اب یہ لپسنگ بھی سمجھ آئی ہے تو بتا دو، میرے تو کچھ پلّے نہیں پڑا۔'' اس پر سے نظر ہٹاتے ہوئے وہ شان سے پوچھ رہی تھی۔

''یہ والی گستاخانہ لپسنگ میں تمہیں نہیں سمجھا سکتا، کیونکہ یہ خاص میرے لیے تھی، اس لیے تم بے فکر رہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''مگر پھر بھی میں جاننا چاہتی ہوں، وہ کیا بڑبڑاتا ہوا گیا ہے؟'' وہ بضد تھی جاننے کے لیے۔

''ذاتیات پر حملہ کر دیا ہے انہوں نے، کیوں پوچھ کر مزید شرمندہ کر رہی ہو مجھے؟ چلی جاؤ۔'' وہ جس طرح بولتے ہوئے گیا تھا سارہ بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کی جانب بڑھ گئی تھی، جو اسے مین گیٹ کی سمت جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ادھ کھلے آہنی گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے سارہ نے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا تھا، جو ٹہلتے ہوئے آگے جا رہا تھا۔

اس پر سے نظر ہٹا کر سارہ نے بائیں جانب ڈالی تھی، ایک طویل خاموش سڑک دھند میں لپٹی دور تک جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ شانے سے پھسلتی شال درست کرتے ہوئے وہ دائیں جانب اس کی سمت ہی قدم بڑھا رہی تھی، مانوس قدموں کی چاپ پر وہ رُک کر اسے ہی دیکھ رہا تھا، جو مہرون شال، چہرے اور جسم کے گرد لپیٹے مسکراتی نظروں سے اسے ہی دیکھتی قریب آ گئی تھی۔

''نیا سال مبارک ہو۔''

''تمہیں بھی یہ سال بہت مبارک ہو، اور ہو گا انشاءاللہ!'' جواباً وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی اور پھر اس کے ہمراہ ہی قدم آگے بڑھا

دیئے تھے، چند لمحوں تک کی خاموشی کے بعد وہ اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

‘‘تو.... میں اور سورج دونوں ایک جیسے ہیں، دونوں آگ میں جھلساتے ہیں؟’’ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا، جواباً ایک جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ سارہ نے اس کے چہرے سے نظر ہٹائی تھی۔

‘‘خوش نصیب ہو کہ اس دنیا میں ایک لڑکی تو ہے، جو تمہاری شان میں قصیدے لکھتی ہے، ورنہ تم نے تو کبھی بھولے سے بھی میری کسی چیز کی تعریف نہیں کی ہے آج تک۔’’ وہ شکایتی لہجے میں بولی تھی۔

‘‘مگر میں کس چیز کی تعریف کروں؟’’ وہ بنا سوچے سمجھے ہی بول گیا تھا جس پر وہ یکدم ہی رُک گئی تھی۔

‘‘یعنی میرے پاس ایسا کچھ ہے ہی نہیں، جس کی تعریف بھی تم کر سکتے؟’’ وہ شدید ناراضی سے پوچھ رہی تھی، جبکہ وہ گڑبڑا ہی گیا تھا۔ دوسری جانب وہ اسی ناراضی سے اسے دیکھتے ہوئے آگے قدم بڑھا گئی تھی۔

‘‘پتا نہیں وہ کون سے مرد ہوتے ہیں، جو اپنی من چاہی عورت کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں؟’’ سامنے دیکھتے ہوئے وہ مزید ناراضی کا اظہار کر رہی تھی۔

‘‘اب یہ شکایت کر کے تم زیادتی کر رہی ہو، چند لمحوں تک خاموشی سے تمہیں دیکھتا رہوں تو بھی تم ناراض ہوتی ہو، اگر تمہاری تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملانا شروع کر دوں تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ آسمان پر میری جگہ کہاں ہوگی، کیونکہ زمین پر تو مجھے تم رہنے نہیں دوگی۔’’ اس کے خفگی سے کہنے پر سارہ نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی تھی۔ سڑک پر پھیلے سکوت کو توڑتی اس کی خوبصورت ہنسی کی کھنکھناہٹیں سماعتوں پر خوشگوار تاثر چھوڑ رہی تھیں۔

‘‘کتنی خوبصورت لگ رہی ہے ناں یہ رات؟’’ اردگرد نظریں دوڑاتے ہوئے وہ بولی تھی۔

‘‘تاریکی ہے، مگر روشنی بھی ہے، خاموشی بھی ہے اور آوازیں بھی اور.....!’’

‘‘اور میں بھی ہوں اور تم بھی ہو۔’’ اس کے درمیان میں دھیرے سے کہنے پر سارہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا مگر خاموش رہی تھی۔

‘‘سنا ہے تمہاری شادی ہونے والی ہے، پھر کیا تم مجھے بھول جاؤ گی؟’’ وہ پوچھ رہا تھا جس پر سارہ نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی تھی۔

‘‘دیکھو! اگر میرا شوہر بہت اچھی نیچر کا ثابت ہوا، تو بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ورنہ دوسری صورت میں معذرت۔’’ وہ ہلکی سی نخوت کے ساتھ صاف گوئی سے بولی تھی۔

‘‘میں بھی تم سے کچھ ایسی ہی معذرت کرنے والا تھا۔’’ اس کے فوراً ہی خشمگیں لہجے میں کہنے پر وہ مسکرائی تھی۔

‘‘ویسے مجھے پتا ہے، تمہاری بیوی ہرگز بھی تمہیں کہیں اور دیکھنے نہیں دے گی۔’’ وہ مسکراہٹ دبائے بولی تھی۔

‘‘اور مجھے بھی یہ یقین ہے کہ تمہارا ہسبینڈ اپنے علاوہ تمہیں اور کسی کی طرف دیکھنے بھی نہیں دے گا۔’’ وہ پُریقین انداز میں بولا تھا۔

‘‘ہاں مجھے معلوم ہے کہ میرا ہسبینڈ بہت ہی کوئی بددماغ قسم کی چیز ہوگا۔’’ سارہ نے فوراً ہی تصدیق کر ڈالی تھی۔

‘‘کیا مطلب ہے تمہارا؟’’ شیث نے چونکتے ہوئے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

‘‘وہی مطلب ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔’’ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ ہنسی تھی۔

‘‘بتاؤں گا تمہیں کہ تمہارا ہسبینڈ کتنا بددماغ ہے، صبر کر جاؤ۔’’ آنکھیں سکیڑے اسے گھورتے ہوئے وہ دھمکا رہا تھا جبکہ وہ مزید کھل کر ہنسی تھی۔

‘‘اور کتنا چلنا ہے، اب واپس چلیں؟’’ سامنے سڑک پر نظر دوڑاتے ہوئے وہ بولی تھی۔

‘‘کیوں، تمہیں کوئی خوف محسوس ہو رہا ہے؟’’ قدم روکتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

‘‘نہیں، تم ساتھ ہو تو مجھے کسی چیز سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے، تمہارے ساتھ اگر میں ساری رات بھی اس سڑک پر چلتی رہوں، تو یہی چاہوں گی کہ کبھی نہ یہ رات ختم ہو اور نہ ہی اس سڑک کا اختتام ہو۔’’ مستحکم لہجے میں بولتے ہوئے سارہ نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

‘‘اتنا بھروسا ہے تمہیں مجھ پر؟’’ اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”ہاں، اتنا کہ تمہاری سوچ کی حد بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔“ اس کے قطعی لہجے پر وہ چند لمحوں تک اس کی آنکھوں سے چھلکتی سچائی کو دیکھتا رہا تھا اور پھر ایک گہرا سانس آزاد کرتے ہوئے اس کے چہرے سے نظر ہٹالی تھی۔

”تم جانتی ہو، یہ سڑکیں مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہیں“۔ واپسی کے لئے پلٹتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”شاید اس لیے کہ اسی سڑک سے میں نے دوسرا جنم لیا تھا، رات کے اسی پہر مجھے کسی خاموش سنسان سڑک پر چلنا بہت اچھا لگتا ہے، مجھے اس سے ایک اُنس، ایک اپنائیت سی محسوس ہوتی ہے، میں اس کی سانسیں سن سکتا ہوں، کیا تم یقین کرسکتی ہو، یہ سڑک سانس لیتی ہے؟“ اس کے مدھم مگر عجیب سے لہجے پر وہ دنگ نظروں سے بس اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں جانتا ہوں کہ یہ ایک ناقابلِ یقین بات ہوسکتی ہے، مگر میرے لیے یہ چیز حیرت انگیز نہیں ہے۔ اس وقت بھی میں چل رہا ہوں تو مجھے لگ رہا ہے کہ میرے پیروں کے نیچے یہ کولتار کی سڑک سانس لے رہی ہے، مجھ سے یہ اپنے عجیب سے رشتے کا احساس دلا رہی ہے۔ اس سڑک نے شاید پہلی بار کسی انسان کے زخموں سے چُور وجود کو اپنی آغوش میں لیا ہوگا، اور وہ وجود میرا تھا۔“ دور تک جاتی دھند میں لپٹی سڑک کو دیکھتے ہوئے وہ اس سے مخاطب تھا، جو بغور اس کے سنجیدہ چہرے کے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

”پتا ہے، اس سڑک نے مجھے بہت کچھ دیا ہے، نئی زندگی، نئی روح، نیا آسمان، اپنی ذات کی پہچان اور بھی بہت کچھ، اور اسی بہت کچھ میں سب سے زیادہ اہم اور قیمتی مجھے اس سڑک سے جو ملا ہے، وہ تم ہو“۔ سامنے سے نظر ہٹا کر وہ اب سارہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”ہاں یہی تو سچ ہے، یہ سڑک ہی مجھے تم تک لے گئی تھی، اور پھر تمہاری محبت تک، اسی سڑک نے مجھے تمہارے لمس سے، تمہاری قربت سے روشناس کروایا تھا۔ میرے بے یار و مددگار وجود کو اپنی آغوش سے تمہاری بانہوں میں منتقل کردیا تھا۔ میں آج بھی اس سڑک کے وسط میں رُک کر آنکھیں بند کرتا ہوں، تو یہ مجھے وہیں ان ہی لمحات میں لے جاتی ہے۔ بند آنکھوں سے میں تمہارے لمس کو، تمہاری خوشبو کو پہچان سکتا ہوں، اپنی ماں کے بعد میں نے اس رات پہلی بار کسی عورت کے وجود کو اپنے انتہائی قریب محسوس کیا تھا۔ اتنا وقت گزرنے کے بعد میں اب بھی اپنے وجود کے ہر اس حصّے پر تمہارا لمس محسوس کرسکتا ہوں، جہاں تم نے کسی مسیحا کی طرح اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ میرے کان کی لو اس وقت بھی تمہاری سانسوں کی حدّت کو محسوس کررہی ہے جیسے اس رات محسوس کی تھی۔ میں آج تک اس پانی کا ذائقہ نہیں بھول سکا ہوں، جو اس رات میں نے تمہارے ہاتھوں سے پیا تھا۔ میں اس کیفیت کو لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا، جو اس رات تمہاری گود میں سر رکھے میں محسوس کررہا تھا۔ دوبارہ تم سے ملنے تک میں ان سب ہی احساسات کے ساتھ تم سے ملاقات کا منتظر رہا تھا، باوجود اس کے کہ اس وقت میں تم سے ہی نہیں بلکہ اپنے آپ سے بھی نظر ملانے کے قابل نہیں تھا۔ کیا تم یقین کروگی، میں نے اب تک تمہاری وہ شال سنبھال کر رکھی ہوئی ہے؟“ یکدم ہی کہتے ہوئے اس نے سارہ کی جانب دیکھا تھا، جس کی آنکھوں میں شدید حیرانی اسے دکھائی دے رہی تھی۔

”میں ابھی تمہیں یہ بات نہیں بتانا چاہتا تھا مگر.....!“ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے وہ رُکا تھا جبکہ اس کے رُکنے پر وہ خود بھی رُک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”ایک بات پوچھوں تم سے؟“ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا، دوسری جانب وہ بس ان ہی خاموش سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں تمہارے قریب آیا تھا یا تم میرے قریب آئی تھیں؟“ اس کے گہرے لہجے سے زیادہ اس کے گہرے سوال پر وہ بس ایک پل کو اُلجھی تھی مگر پھر ہلکا سا مسکرائی تھی۔

”نہ تم میرے قریب آئے تھے، نہ میں تمہارے قریب آئی تھی، بلکہ وہ جو اوپر آسمانوں پر موجود ہے ناں وہ ہمیں ایک دوسرے کے قریب لایا تھا، ہمیشہ کے لئے۔“ اس کے مستحکم، پُریقین لہجے پر شیث نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالی تھیں مگر پھر دوبارہ اسے دیکھا تھا۔

”تم نے کبھی مجھ سے نہ کوئی سوال کیا نہ کچھ پوچھا ہے۔ کیا آج بھی کوئی سوال نہیں کروگی؟ جبکہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ تم کوئی سوال کرو۔“ وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

”اس سفر کے بارے میں تم سے کیا سوال کروں شیث! جس سفر میں ہر پل میں تمہارے ساتھ، تمہارے قریب رہی ہوں۔“ اس کے سنجیدہ لہجے

میں کچھ تھا، جو وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

”میں بس اتنا جانتی ہوں کہ جس انسان کے ساتھ میں اپنی زندگی کا ایک نیا سفر شروع کرنے جا رہی ہوں، وہ مجھ سے کئی گنا بہتر اور اچھا انسان ہے۔ میری خواہش کے مطابق، یہ کافی سے بھی بڑھ کر ہے میرے لیے۔“ وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اٹل لہجے میں بولی تھی۔

”تم نے یہ سب کچھ پہلی بار مجھ سے شیئر کیا ہے مگر آخری بار بھی..... کیونکہ جو اٹل ہے وہ ہے، اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہارا اس سڑک سے جو تعلق ہے، وہ مجھ سے بھی ہے۔ کیونکہ صرف یہ سڑک ہی نہیں اسی سڑک پر میں اور تم بھی سانس لے رہے ہیں۔ مگر میں اس سڑک پر رُک کر بار بار پیچھے نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمہارے ساتھ اس سڑک پر چلتے رہنا چاہتی ہوں، آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔“ اس کے مدھم لہجے پر وہ بس ساکت نظروں سے اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ یکدم ہی اُبھرتی ہلکی آوازوں پر سارہ نے چونک کر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی تھی، جہاں خوش رنگ جھلملاتے ستارے بکھر کر ایک دائرے کی شکل میں آسمان پر پھیلتے جا رہے تھے۔ سانس روکے وہ اس کے آسمان کی جانب تھوڑا اوپر ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا، جس کی نظریں جھلمل کرتے آسمان پر ہی مرکوز تھیں۔ سرخ، سنہری، بنفشی پھوٹتے ستاروں کی چمک ان کے بدلتے رنگ اس کے رخساروں پر بھی اترتے جا رہے تھے۔ ان ستاروں کا عکس اس کی سیاہ آنکھوں کی پتلیوں میں ٹھہرنے لگا تھا۔

تیری صورت میری آنکھوں کا سرمایہ ہے
تیرے چہرے سے نگاہوں کو ہٹاؤں کیسے؟

آسمان پر پھوٹتے بکھرتے ستاروں سے نظر ہٹا کر سارہ نے اسے دیکھا تھا، جو مبہوت کھڑا اسی کی جانب متوجہ تھا۔

”یہ آسمان آج کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔“ کچھ سحر انگیز کیفیت میں وہ جھلملاتے چہرے کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

”ہاں، بہت، بہت زیادہ۔ اتنا کہ آج پہلی بار مجھے اپنا ضبط ٹوٹتا محسوس ہو رہا ہے۔“ گہری نظریں اس کے چہرے پر جمائے وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔ دوسری جانب ایک جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ دباتے ہوئے سارہ نے اس سے نظر چرا کر قدم آگے بڑھا دیئے تھے۔ ایک پل کو رُک کر شیث نے مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا اور پھر خود بھی آگے اس کی جانب بڑھ گیا تھا، دوسری جانب سارہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا، جو اس کے ہمقدم چلتے ہوئے دھیرے سے اس کے پہلو میں گرے ہاتھ کو اپنے مضبوط پُر حدّت ہاتھ کی گرفت میں لے چکا تھا۔

”آج تو کم از کم تم نے مایوس نہیں کیا، میرے بولے بغیر ہی یہ کام کر دیا ہے۔“ شرارتی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے سارہ نے اس کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کی سمت اشارہ کیا تھا۔ جواباً شیث نے ایک بے ساختہ جھینپی ہوئی مگر دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بس اس کے کھلکھلاتے چہرے کو دیکھا تھا۔ طویل سیاہ چمکتی سڑک کے بولتے سکوت میں کھلکھلاتی مدھم سرگوشیاں رقص کرتی جا رہی تھیں۔ جبکہ آسمان پر پھیلتے ستاروں کی خیرہ کن جھلملاہٹیں اس حدِّ نظر تک جاتی سڑک کو مزید روشن کرتی جا رہی تھیں، دسمبر کی آخری سرد راتوں میں سڑک ہمیشہ بھیگی ہوئی تھوڑا ہی ہوتی ہے۔

❁❁❁

نئے سال کی شروعات کے ساتھ وہ عاطف اور زینب کو ایک بندھن میں باندھنے کی مہم مزید تیز کر چکی تھی۔ بالآخر آج گھر کے چند بڑے جن میں سدرہ اور شمس بھی شامل تھے زینب کی طرف باقاعدہ معاملات طے کرنے گئے ہوئے تھے۔ کچن میں وہ شیری اور ہنی کے ساتھ سوئیٹ ڈش بنانے کی تیاری کر رہی تھی، جب مومو کی تیز تیز آوازوں پر اسے کچن سے نکلنا پڑا تھا۔ حیرانی سے وہ لاؤنج کا منظر دیکھ رہی تھی جہاں مومو اخبار کا رول بنا کر پے در پے شان پر برسا رہی تھی۔

”تم جانتی ہو، اس معصوم میسنے نے کیا گُل کھلایا ہے؟ جس کے سامنے زبان نہیں کھلتی تھی اسے بڑے دھڑلے سے شادی کا پیغام دے چکا ہے۔“ کچا چبا جانے والی نظروں سے شان کو گھورتی وہ بتا رہی تھی۔

”ہاں، مجھے معلوم ہے، عاطف کی اکیڈمی کی لفٹ کافی کراماتی ہے۔“ شان کو دیکھتی وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔ یہ ابھی کل ہی کی تو بات تھی، شان اکیڈمی کی لفٹ میں اپنی تایا زاد رومیصہ کے ساتھ پھنس گیا تھا۔ جانے لفٹ میں کیا خرابی ہوگئی تھی کہ ایک گھنٹے تک وہ دونوں لفٹ میں بند رہے تھے اور اس چیز کا پورا پورا فائدہ شان اُٹھا چکا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مومو اور رومیصہ ایک دوسرے کی دشمن ہیں، ان دونوں کی جھڑپیں معمول کی

بات تھی۔ جب سے رومیصہ نے عاطف کی اکیڈمی میں پڑھانا شروع کیا تھا، تب سے مومو مزید اس سے خار کھانے لگی تھی۔ کیونکہ اکثر وہ شان یا شاہ رخ کے ساتھ ہی اکیڈمی آتی جاتی تھی۔ موموکا آگ پر لوٹ جانا حیران کن نہیں تھا۔

”جب تمہیں سب خبر ہوگئی ہے تو یہ بھی سن لو، میں نے سیریسلی اسے پرپوز کیا ہے، میں اُسی سے شادی کروں گا۔ تم میری خاطر اسے برداشت نہیں کرسکتیں؟“ شان لڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

”لاڈلا ہو رہا ہے قطعی اکلوتی اولاد، بڑے جتن سے پالا ہے جو برداشت کرلوں اس نخریلی ناگن کو۔“ مومو تلملا اُٹھی تھی۔

”نہ کرو برداشت، اسے اسی گھر میں آنا ہے، دیکھتا ہوں تم کتنی دیواریں کھڑی کرتی ہو۔“ شان کے چیلنج کرنے والے انداز پر سارہ نے سرعت سے موموکو اس کی جانب بڑھنے سے روکا تھا۔

”بعد میں میرا تیاپانچہ کردینا، پہلے وہ خوشخبری تو سن لو جو میں تم دونوں کے لیے لایا ہوں۔“

”یقیناً زینب کی طرف سے سب آ گئے ہیں، جلدی بتاؤ کیا خوشخبری ہے؟“ سارہ بے تابی سے بولی تھی۔

”خوشخبری ذرا دل تھام کر سنو۔“

”نیزہ گردن سے آر پار کروں گی، تب کچھ پھوٹو گے؟“ مومو بھنائی تھی۔

”تمہارے بھیا تمہارے ہی راستے میں آ گئے ہیں، ان کا نکاح پہلے ہوگا۔“ خشمگیں نظروں سے شان نے موموکو دیکھا تھا۔

”کیا مطلب؟“ سارہ اُلجھی تھی۔

”مطلب یہ کہ آپ دونوں کی متوقع شادی، غیر معینہ مدت تک کے لیے آگے دھکیل دی گئی ہے، اور یہ سب تمہاری کاوشوں کا نتیجہ ہے۔“ سارہ کو جتاتے ہوئے وہ مزید دھماکے کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

”اب دیکھو گی تم چھوٹے بھائی کے جلوے اور بھنائے ہوئے گھومیں گے شاہی صاحب!“ استہزائیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھتا شان وہاں سے گیا تھا۔

”اب کیا ہوگا؟ شیث تو مجھ پر ہی بھڑکے گا۔“ سارہ کا چہرہ فق تھا۔

”میں تو اپنے بھائی کی خوشی میں خوش ہوں۔“ مومو سب کچھ بھلائے چہکی تھی۔

⁂

لاؤنج میں ہی وہ سوئی جاگی کیفیت میں تھی جب کسی نے اس کے سر کے نیچے سے کشن کھینچ لیا تھا۔ ہڑبڑا کر اُٹھتی وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی جو جارحانہ قدموں کے ساتھ واپس جا رہا تھا۔ سیڑھیوں کے اسٹیپس پر بیٹھتا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا، جو شرمندہ چہرے کے ساتھ قریب آ گئی تھی۔

”میری نیند اُڑا کر سو رہی ہو سکون سے، عاطف، زینب، عاطف، زینب، ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی اور اب میں بھگت رہا ہوں۔“

”مجھے کیا معلوم تھا کہ ان کے نکاح کی وجہ سے ہماری شادی آگے بڑھ جائے گی۔“ وہ منمنائی تھی۔

”اس عاطف کو تو میں کسی صورت نہیں بخشوں گا، کب تک چھپے گا۔“ وہ بگڑا تھا۔

”ایسا تو مت کہو، زینب کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لینے کے لیے انہوں نے عجلت کی ہے، انہیں بھی یہ پتہ نہیں ہوگا کہ گھر کے بڑے یہ فیصلہ کریں گے۔ گھر میں دو شادیاں ہیں اور ان سے پہلے نکاح کی تقریب، تیاریوں کے لیے کچھ دن کا گیپ تو چاہیئے ہوگا۔“

”مجھے کچھ مت سمجھاؤ، ساری رکاوٹیں، سارے مسائل میرے ہی راستے میں آجاتے ہیں۔“ وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

”شیث! اتنے ان سیکیور کیوں نظر آ رہے ہو؟ کوئی اندیشہ ہے دل میں؟“ سارہ نے بغور اسے دیکھا تھا۔

”ایک عرصے سے بنتے بگڑتے حالات میرا سانس لیتے ہوئے وہم سے ستانے لگے ہیں اور پھر کل کس نے دیکھی ہے؟“ اس کے لہجے میں تھکن تھی۔

”مگر ہمارے پاس آنے والے کل کے لیے اچھی اُمیدیں تو ہیں۔ حالات کیسے ہی کیوں نہ رہے ہوں، ہم آج بھی ساتھ ہیں، خود کو پریشان مت کرو۔ عاطف کے سامنے کسی ناگواری کا اظہار مت کرنا، تمہیں اپنی خوشی سے پہلے ان کی خوشی عزیز ہونی چاہئے۔ ویسے بھی دوست کا حق پہلے

ہوتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی، شیث بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

* * *

وسیع سبزہ زار روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، دونوں خاندانوں کی طرف سے خاص خاص لوگ ہی مدعو تھے، لہٰذا سبزے پر بکھری رونقیں پُرسکون تھیں۔ تقریب میں جب اس کی پھپھو اپنے بیٹوں اور بہوؤں کے ہمراہ شرکت کے لیے پہنچیں تو اس کے قدم ہی زمین پر ٹکنے کے لیے تیار نہیں تھے، اچانک ریسیپشن پر اُبھرتے شور پر سب اپنے کیمرے اور موبائل کیمرے آن کیے اس جانب بھاگے تھے۔ ڈھول کی کان پھاڑ دینے والی آوازوں پر وہ سب جانے رقص کی کون سی فارم میں مہذب لباس میں ملبوس اتنا جوش وولولہ دکھا رہے تھے۔ رقص میں مگن شاہ رخ پر واری صدقے ہوتی موموکو وہیں چھوڑ کر وہ اس کی تلاش میں کچھ آگے بڑھی تھی، جسے آج سارا دن دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ اس کا چہرہ دور سے ہی شیث کو دیکھتے ہوئے کھل اُٹھا تھا، بلیک اور سلور امتزاج کی اسٹائلش سی شیروانی زیب تن کیے وہ سارہ کی طرف متوجہ تھا اور دنگ ہی رہ گیا تھا۔ پہلی بار اس نے سارہ کو اتنی سج دھج کے ساتھ دیکھا تھا، اس کے دلکش روپ کو آنکھوں میں اُتارتا وہ بے اختیار اس کی جانب بڑھا تھا، مگر سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ سارہ فوراً ہی پلٹ کر اس کی نگاہوں کی حد سے دور بھاگ گئی تھی۔ پھولوں کے کنگن موموکے لیے ہاتھ میں پکڑے وہ حیرت سے ان دونوں کو دیکھتی قریب آئی تھی، جو ایک دوسرے کو کچا نگلنے کے لیے تیار کھڑے نظر آرہے تھے۔

"ہماری شادی آگے بڑھ گئی، تمہارے بھائی کی وجہ سے مگر کوئی دکھ نہیں ہے تمہیں؟" شاہ رخ کلس کر بولا تھا۔

"اور تم جو ابھی ڈھول کی تھاپ پر بنے ہوئے تھے قطعی البیلی ناگن۔" موموغرائی تھی۔

"دل پر پتھر رکھا ہوا ہے۔" شاہ رخ جس طرح بولا تھا، سارہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

"غصہ بعد میں کر لینا، پہلے اپنے ہاتھوں سے موموکو یہ کنگن پہنادو۔" سارہ نے کنگن شاہ رخ کو تھمائے تھے جبکہ مومو نے فوراً ہاتھ پشت پر کر لئے تھے۔

"پہن لو ورنہ سارہ کو ہی پہنادوں گا، ویسے بھی میرا دھیان تو پہلے ہی تم پر سے ہٹ چکا ہے۔"

"کیا بول رہے ہو؟" سارہ نے اسے گھر کا تھا اور فوراً موموکا ہاتھ پکڑ کے سامنے کیا تھا۔

"تمہارے بھائی جو میرے ساتھ کر رہے ہیں، گن گن کر سارے بدلے تم سے لوں گا۔" کنگن اسے پہناتے ہوئے بھی وہ باز نہیں آیا تھا۔

"سارہ!" سدرہ کی پکار پر وہ ان کی سمت گئی تھی۔

"تم سیدھی سامنے والے روم میں جاؤ، میں آرہی ہوں۔" وہ بہت عجلت میں بولی تھیں۔

"کیا کام ہے، یہیں بتادیں، دوسرے روم میں زینب کا فوٹو سیشن ہو رہا ہے، مجھے وہاں جانا ہے۔" وہ کوفت سے بولی تھی۔

"تم سے جو کہا ہے وہ کرو، فوراً روم میں جاؤ میں آتی ہوں۔" سدرہ کے گھر کنے پر ناچار وہ موموکے ہمراہ روم کی طرف گئی تھی، روم کے ٹھنڈے پُرسکون ماحول میں مومو تو آرام سے صوفے پر نیم دراز ہوگئی تھی، جبکہ وہ دیوار گیر آئینے میں اپنا تنقیدی جائزہ لینے میں مصروف ہوگئی تھی، تب ہی کھلتے دروازے نے اسے چونکا دیا تھا، جبکہ مومو سرعت سے صوفے سے اُٹھی تھی۔ شمس کو بڑے تایا اور ان کے ساتھ ہی آتے ایک اور باریش بزرگ کو پہچانتے ہوئے سارہ کو کچھ گھبراہٹ ہوئی تھی۔

"زینب اس روم میں نہیں ہے۔" بولتے ہوئے سارہ کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی، جب شمس کے تایا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ روم کے اندر جانے کس کس کی آمد ہو رہی تھی۔ غائب دماغی کے ساتھ اس نے شمس کو دیکھا تھا جو اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھا چکے تھے۔ دنگ نظروں سے وہ سدرہ کو دیکھ رہی تھی جو ایک جھلملاتا سرخ دوپٹہ اس کے سر پر ڈال رہی تھیں۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے، وہ سمجھنے سے قاصر تھی، ایک ایک کا چہرہ تکتے ہوئے اس کا وجود گلیشیر بننے لگا تھا، گہرے سنجیدہ ماحول میں اُبھرتی آوازیں بڑھتی جارہی تھیں۔

"یہ سب عاطف کی خواہش پر ہو رہا ہے، تم بعد میں اس کی خبر لے سکتی ہو، گھبراؤ نہیں بالکل۔" اس کے لرزتے ٹھنڈے پڑتے وجود کے گرد اپنا حصار تنگ کرتے ہوئے شمس نے ڈھارس دی تھی۔

باہر نصب فل اسکرین ایک جھماکے سے روشن ہوتی سب کو متوجہ کر گئی تھی، جہاں نکاح کی ساری کارروائی نشر ہو رہی تھی، سارہ کی طرح گھر کے

باقی لوگوں کے لیے بھی یہ ایک حیران کن سرپرائز تھا، ایک کے بعد ایک سب روم کی طرف بھاگے تھے۔

روم کھچا کھچ بھر چکا تھا، شمس کیا بول رہے تھے، اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، وہ بار بار پلکیں جھپکتی اس خواب سے نکلنا چاہتی تھی۔ اس کے کانوں میں سدرہ کی مدھم سسکیاں پہنچ رہی تھیں۔ دھیرے دھیرے اس کا سن ہوتا دماغ بیدار ہونے لگا تھا۔ دل و دماغ اس رونما ہونے والی صورتحال کو قبول کر رہے تھے، مگر اس کے وجود کی لرزش بڑھتی جا رہی تھی، بھاری پلکوں کو حرکت دے کر اس نے سامنے آتے نکاح نامے کو دیکھا تھا، آنے والے اس نئے موڑ پر، گزری زندگی کا ایک ایک پل کسی فلم کی طرح اس کی نظروں کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس کی سانسیں بے تحاشہ پھولتی جا رہی تھیں، ایک غبار، طوفان کی صورت وجود میں گردش کرتا جا رہا تھا، اس کے کانپتے ہاتھ میں قلم آ چکا تھا۔ شمس کا مہربان حصار اپنے گرد محسوس کرتے ہوئے وہ سدرہ کی بڑھتی سسکیاں سن رہی تھی۔ اسے بتایا جا رہا تھا کہ کہاں دستخط کرنے ہیں، مگر اس سے یہ کام نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اس شدت سے کانپ رہا تھا کہ بالآخر شمس کو اس کا ہاتھ تھامے رکھنا پڑا تھا، کیمروں کی تیز فلیش لائٹس میں اس نے سائن کرنے شروع کر دیے تھے، آنسوؤں کا ریلا اس کی آنکھوں سے بہہ نکلا تھا، اردگرد کا ہوش نہیں رہا تھا، شمس کے سینے میں چہرہ چھپائے وہ سارے بند توڑ گئی تھی۔

”یہاں ابھی تک رونے دھونے کا سیشن چل رہا ہے۔“ روم میں داخل ہوتے شان نے حیرت سے سارہ اور سدرہ کو دیکھا تھا۔

”دونوں بہنوں سے ہم بھائیوں کی خوشیاں برداشت نہیں ہوتیں۔“

”بتاؤں ابھی تمہیں؟“ آنسو صاف کرتے ہوئے سدرہ نے شان کو گھرکا تھا۔

”فوٹوگرافر آ رہا ہے، چھوٹے بھائی کو بہت مشکل سے راضی کیا ہے یہاں آنے کے لیے۔“ شان اطلاع دیتا ہوا گیا تھا۔ شیث کے پہنچنے تک موموں نے اپنی کزنز کے ساتھ مل کر اس کے حُلیے کو بہتر کیا تھا جو وہ رو رو کر بگاڑ چکی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کا سرخ دوپٹہ بھی سر پر بہت خوبصورتی سے سیٹ کر دیا تھا۔ شیث اگر تنہا فوٹو سیشن کے لیے آتا تو وہ اتنی زیادہ نروس نہ ہوتی مگر اس کے پیچھے اس کے سارے کزنز کا جلوس بھی چلا آیا تھا۔ وہ تو نظر تک نہیں اُٹھا سکی تھی مگر شیث نے ایک ہی نگاہ میں اس کے انوکھے پُرفسوں روپ کو آنکھوں سے دل میں اُتار لیا تھا۔ اپنے کزنز کے فقروں اور بار بار مداخلت پر جہاں شیث خود بھی بوکھلا گیا تھا، وہیں فوٹوگرافر کے تیور بھی اس ڈسٹربنس پر بگڑنے لگے تھے۔ لہٰذا سارہ کے ساتھ صرف دو تصویریں بنوا کر وہ روم سے نکلا تو پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ شرم و حیا ایسی غالب تھی کہ سب کے اصرار پر بھی وہ روم سے نکلنے کے لیے تیار نہ تھی۔ موموتپ کر شمس کو لے آئی تھی۔ ان کی ڈانٹ سن کر وہ روم سے نکل تو آئی تھی، مگر اپنی پھپھو کی فیملی کے درمیان ہی چھپی بیٹھی رہی تھی۔ دور سے ہی وہ دیکھ سکتی تھی اس خوبصورت منظر کو جس میں زینب بالکل مغلیہ شہزادی ہی لگ رہی تھی، جبکہ عاطف کی وجاہت بھی قابلِ دید تھی، وہ دونوں ایک ساتھ بہت جچ رہے تھے، یقیناً وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے ہی بنے تھے۔

❀❀❀

سر اُٹھا کر اس نے نفاست سے سجے کمرے میں نظر دوڑائی تھی۔ کتنی بار وہ اس کمرے سے گزر کر اسٹڈی تک گئی تھی، مگر اس وقت تو یہاں سب کچھ اجنبی سا لگ رہا تھا، یہاں تک کہ اپنا وجود بھی۔ جھلسا وجود، دل میں خوشی کی اک رمق تک نہیں جاگی تھی۔ صرف ہمدردی اور ترس کے بل بوتے پر یہاں تک پہنچنا کوئی قابلِ فخر چیز نہیں تھا۔ ہمدردی کی خاطر ایک جھلسی لڑکی کو اپنی زندگی، اپنے گھر اور کمرے تک لا کر شاید وہ جنت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا دل مزید بوجھل ہونے لگا تھا، مخصوص آہٹ نے اس کے وجود کو برف کی طرح سرد اور منجمد کر دیا تھا۔ یہ شخص اس کی شدید آرزو تھا۔ محبت کا آسمان تھا مگر وہ خود تو زمین میں دھنسی ہوئی تھی، اپنی زخم خوردہ روح کے ساتھ اب وہ کس طرح اس کی طرف مائل ہو سکے گی، جس کی موجودگی سے لاتعلق بھی نہیں رہا جا سکتا تھا۔

”بہت پریشان کیا ہے تم نے زینب! کوئی عورت کسی اچھے خاصے مرد کی نیند، سکون، چین بھی اُڑا سکتی ہے، یہ سب مجھے افسانوی باتیں لگتی تھیں، مگر تم نے جس طرح میری زندگی اجیرن کی ہے، اس کے بعد اندازہ ہوا کہ کچھ تو حقیقت ہوتی ہے جو افسانہ بنتا ہے۔“ پتہ نہیں وہ شکوہ کر رہا تھا یا ناراضی کا اظہار، زینب سر جھکائے ساکت تھی۔

”کتنی بار میں نے سارہ کے ذریعے یہ درخواست تم تک پہنچائی کہ ایک بار مجھ سے بات کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ مگر..... شاید تمہاری نظروں میں، میں بھی قابلِ اعتبار نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میری اس عجلت کی وجہ سے تمہارے دل میں میرے لیے شکایتیں مزید بڑھ گئی ہیں، کم از کم

مجھے یہ سکون تو ہوگا کہ اب میں شکایتیں خود تمہارے چہرے پر پڑھ سکوں گا۔" سنجیدہ نظروں سے عاطف نے اس کی جھکی پلکوں کو دیکھا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ ترس اور ہمدردی میں کوئی انسان اپنی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ کر سکتا ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا جو بت کی طرح بے حس و حرکت تھی۔

"تم یہ کہتی ہو کہ تم میرے قابل نہیں ہو اور میں یہ کہتا ہوں کہ میں تمہارے لائق نہیں ہوں، پہلے میرے انکار یا احتراز کی وجہ بھی یہی تھی۔ جب تم نے مجھے میری ہر کمی کے ساتھ اپنے دل میں جگہ دی تھی، تو پھر تمہیں یہ کہنے کا بھی حق نہیں کہ تم کس قابل ہو یا کس قابل نہیں، سختیاں ہر انسان پر آتی ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان خود ترسی میں مبتلا ہو جائے۔ کسی پر بھروسہ نہ رکھے۔ اپنی ذات پر سے بھی اعتبار ختم کر دے۔" عاطف کے نرم لہجے پر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"میں جانتا ہوں اس میں تمہارا قصور نہیں ہے۔" نرمی سے عاطف نے اس کے آنسو پوروں میں سمیٹے تھے۔

"میں تمہیں سکھاؤں گا کہ اعتبار کیسے کیا جاتا ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ اپنی ذات کا کھویا اعتبار کیسے واپس حاصل کیا جاتا ہے، ویسے تم میری کافی نا اہل اسٹوڈنٹ رہی ہو مگر مجبوری ہے، ذمہ داری تو نبھانی پڑے گی، تمہارا درجہ بھی تو بڑھ چکا ہے۔" مسکراتے لہجے میں وہ بولا تھا، جھکی نظروں سے زینب نے مخملیں کیس میں جگمگاتی رِنگ کو دیکھا تھا۔

"تمہارے سامنے اس تحفے کی کوئی اہمیت نہیں، مگر میرے نزدیک یہ رِنگ بہت قیمتی ہو جائے گی، جب یہ تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔" عاطف کی گہری نظریں اس کے چہرے سے پھسلتیں اس کے مہندی سے سجے ہاتھوں پر آ ٹھہری تھیں، ایک پل کو رُک کر عاطف نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو اپنا ہاتھ پیچھے سرکاتی دوپٹے کے اندر لے گئی تھی۔

"تم چاہتی ہو کہ تمہارے دوسرے ہاتھ میں یہ رِنگ پہناؤں؟" اس کی گھبراہٹ بھانپ لینے کے باوجود وہ پوچھ رہا تھا اور بے ساختہ اس وقت مسکرایا تھا، جب وہ دوسرا ہاتھ بھی دوپٹے میں چھپا گئی تھی۔ اس کے خوف میں مبتلا وہ کس طرح خود کو اس سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے گریز سے لطف اندوز ہوتے ہوئے عاطف نے اس کا ہاتھ دھیرے سے تھام لیا تھا، جس کی سانس رُک گئی تھی، وہ رِنگ اس کی انگلی میں پہنا چکا تھا مگر ہاتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"آج میں تمہیں بتاؤں گا کہ مجھے واقعی تم سے کوئی محبت نہیں ہے۔" اس کے مدھم پُرتپش لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا، زینب کی دھڑکنیں رُکی تھیں، جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا تھا۔

⁂

"دیکھا تم نے، تمہارے بھائی نے میرے بھائی سے کس طرح گٹھ جوڑ کر کے ہمیں مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے، آخر ہماری شادی بھی تو ان کے ساتھ ہی ہونی تھی۔" بُری طرح تلملاتی وہ شاہ رخ سے مخاطب تھی۔

"اب میرے کان بھرنے کا ہوش آیا ہے تمہیں؟" شاہ رخ نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"قطعی بے بی بوائے بننے کی ضرورت نہیں ہے، ابھی فلائٹ پکڑ کے دنیا میں نہیں آئے تم۔" وہ غرائی تھی اور چونک کر قریب رُکتی گاڑی کو دیکھا تھا۔

"کل نکاح ہوا ہے، اور آج بالکل ہی دیدہ ہوائی ہو کر لے جا رہے ہیں ساتھ مہارانی کو سیر سپاٹوں کے لیے۔" مومو نے جل بھن کر شیث کو دیکھا تھا، جو دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ سے اُترا تھا۔

"چھوٹے بھائی! تم نے میری پشت پر خنجر گھونپا ہے۔" شاہ رخ للکار اُٹھا تھا۔

"سینے میں بھی گھونپ دوں؟" شیث نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"اب اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھا تو بہت ماروں گا۔"

"اوہو....! آئے بڑے مارنے والے، یہ کیوں دیکھنے لگا اس چڑیل کو؟" مومو بھنا کر بولی تھی۔

"یہ لقب نہ دو اسے، میری تو صبح اسے دیکھے بغیر نہیں ہوتی۔" خفت سے بولتا شاہ رخ کرنٹ کھا کر فوراً اس سے دور بھاگا تھا جو چیل کی طرح اس

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

پر جھپٹی تھی۔ ایک بار پھر شیث نے اسے دیکھا تھا جو مستقل ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی جانے کہاں گم تھی۔

”کل سے اب تک میں ہواؤں میں اُڑ رہا ہوں، تمہارے علاوہ کچھ ذہن میں نہیں، اور ایک تم ہو کہ...!“ ناراضی سے شیث نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

”تم جانتے ہو کہ میری خوشی کس چیز نے غارت کر رکھی ہے۔“ وہ مضطرب لہجے میں بولی تھی۔

”میں جانتا ہوں کہ تم نے آج رضی کو ہمارے گھر میں عاطف اور شان کے ساتھ دیکھا ہے، یہ کوئی نئی بات میرے لیے نہیں ہے۔ وہ عاطف کو شادی کی مبارکباد دینے آیا تھا، اس کے تو بھائی سے بھی بہت اچھے تعلقات ہیں۔“ وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

”وہ شخص دنیا بھر میں تمہارے خلاف زہر اُگلتا پھر رہا ہے اور تمہارے ہی گھر میں تمہارے ہی بھائیوں سے ہاتھ ملا کر بڑی ڈھٹائی سے سب کو دھوکہ دے رہا ہے۔ تم سب کے سامنے اس کی حقیقت فاش کیوں نہیں کرتے؟ تمہاری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر وہ مزید تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔“ وہ پریشان ہو کر بولی تھی۔

”آخر وہ کب تک اور کہاں تک میرے ساتھ غلط کر سکتا ہے؟ میں اس کا پردہ اس وقت تک رکھوں گا جب تک مجھ میں اسٹیمنا باقی ہے، اس کے نزدیک کسی کی عزتِ نفس کی اہمیت نہ ہو، مگر میرے نزدیک اہمیت ہے، میں اسے سدھرنے کے مواقع دینا چاہتا ہوں۔“

”پتہ نہیں تم کس مٹی سے بنے ہو؟“ وہ جھلائی تھی۔

”اور یہ بتاؤ، آخر کس طرح تم نے عاطف کو بلیک میل کیا کہ وہ اپنے نکاح سے پہلے ہمارا نکاح کروانے کے لیے ڈٹ گئے؟“ اچانک یاد آنے پر سارہ نے اسے دیکھا تھا، جو پراسراری مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ لینڈ لارڈ کو اگر تمہارے ساتھ میری گمشدگی کا پتہ چل گیا تو کیا سوچیں گے؟“ وہ بگڑی تھی۔

”اتنی بڑی تبدیلی کے بعد اگر اس وقت تم تھوڑی سی شرم و حیا کا دامن پکڑ کر خاموش رہو تو کیا یہ بہتر نہیں؟“ شیث کے خشمگیں لہجے پر وہ زبان دانتوں تلے دبائے شرمندہ ہو گئی تھی۔ لفٹ سے باہر آتے ہوئے اس نے حیرت سے طویل روشن کاریڈور کو دیکھا تھا۔

”کیا ہم یہاں کسی سے ملنے آئے ہیں؟“ اس کے تیز قدموں کا ساتھ دیتی وہ پوچھ رہی تھی مگر جواب ندارد۔ اپارٹمنٹ کا لاک کھول کر شیث نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا تھا، مگر وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی فوراً پیچھے ہٹ گئی تھی، ناچار شیث کو خود ہی اس کا ہاتھ تھام کر اندر لے جانا پڑا تھا۔

”یہ تو بالکل خالی ہے، یہاں کون...؟“ حیرت سے در و دیوار کا جائزہ لیتی وہ رُکی تھی۔

”شیث! تمہیں اپارٹمنٹ پسند ہیں، یہ تمہارا ہے؟“ وہ حیرت و خوشی سے اُچھل پڑی تھی۔

”میرا نہیں، یہ صرف تمہارا ہے۔“ مسکراتی نظروں سے شیث نے اس کے جگمگاتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”سچ...؟ میں ابھی سب دیکھوں گی۔“ بے تابی سے بولتی وہ اس سے پہلے کہ دور جاتی، شیث نے اسے روکا تھا۔

”ابھی تم پہلے وہ دیکھو جس کے لیے خاص طور پر میں تمہیں لایا ہوں۔“ اس کا ہاتھ تھام کر شیث سامنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ لائٹس آن کرتے ہوئے شیث نے اسے دیکھا تھا جو دنگ تھی، روشنیوں سے جگمگاتے کمرے میں عمدہ قسم کا بیڈ روم سیٹ لشکارے مارتا آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا، اتنی خوبصورتی سے سب کچھ ڈیکوریٹ تھا، جیسا کہ اس نے سوچ رکھا تھا، پردوں سے لے کر کارپٹ تک ہر چیز کا کلر کومبینیشن ایسا تھا کہ وہ پلک نہیں جھپک سکی تھی۔

”یہ گھر تمہارا ہے، لیکن یہ بیڈ روم ہمارا ہے، میری محنت کا اتنا صلہ تو دینا ہوگا۔“ شیث کے مطالبے پر وہ اس کی جانب پلٹی تھی جو دنگ رہ گیا تھا۔

”سارہ! کیا ہوا ہے، رو کیوں رہی ہو تم؟“ اس کے سوال پر بھی وہ بس نہ رُکتے آنسو صاف کرتی رہی تھی۔

”میری زندگی کا خوبصورت منظر بن جائے، اگر اس وقت تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی آ جائے۔“ شیث نے دھیرے سے اس کا بھیگا چہرہ ہاتھوں میں بھرا تھا۔

”پتہ نہیں، اچانک اتنا سب کچھ مل گیا ہے، ڈر سا لگ رہا ہے، اگر یہ خواب ہے تو کہیں ٹوٹ نہ جائے؟“ وہ بھرائے لہجے میں بولی تھی۔

”ہر خوف، ہر اندیشے کو جھٹک دو، اب ہم ایک مضبوط رشتے میں بندھ چکے ہیں، میں تمہارے چہرے پر صرف مسکراہٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔

تمہارے مسکرانے سے ہی تو میری زندگی مسکراتی ہے۔'' مدھم لہجے میں بولتے ہوئے شیث نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا، مگر اگلے ہی پل اس کی چیخ پر کرنٹ کھاتا پیچھے ہوا تھا۔

''میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔'' سرخ چہرے کے ساتھ غراتی وہ دو قدم اس کی جانب بڑھی تھی جو چار قدم مزید دور ہوا تھا۔

''ذرا کچن دیکھ لوں پھر آ کر تمہیں دیکھتی ہوں۔'' غصیلی نظروں سے اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھتی وہ دروازے کی سمت بڑھی تھی، مگر پھر یکدم رُکی تھی۔

''بات سنو، شادی کے بعد ہم یہاں شفٹ ہو جائیں گے، سب سے الگ.....!''

''یہ سوچ کر مرنا نہیں ہے مجھے، ذبح کرواؤ گی کیا مجھے بھائی کے ہاتھوں۔'' وہ خفت سے ہی بولا تھا۔

''اب تو میں یہیں رہوں گی۔'' مسکراہٹ چھپائے وہ ہٹ دھرمی سے بولی تھی جبکہ شیث پریشان ہوا تھا۔

''سارہ! رحم کرو گی مجھ پر یا نہیں؟''

''تم تو کہہ رہے ہو یہ میرا گھر ہے، میں دلہن بن کر آؤں گی تو اس بیڈروم میں، بس کہہ دیا میں نے۔'' فیصلہ سناتی وہ کمرے سے نکلی تھی، جبکہ شیث بھک سے اُڑتا اس کے پیچھے گیا تھا۔

''تمہارے لینڈ لارڈ میرے چودہ طبق روشن کر ڈالیں گے، ہم مستقل یہاں نہیں رہ سکتے، مگر ہمیشہ ویک اینڈ یہاں گزاریں گے۔''

''پھر اس بیڈروم پر اتنی محنت کیوں کی تم نے؟'' وہ جھلائی تھی۔

''اس لیے کہ میں اپنے کمرے کی کوئی چیز ادھر سے اُدھر بھی نہیں کرنے دوں گا اور تمہیں وہاں ایسے ہی گزارا کرنا پڑے گا، مگر یہاں تمہاری حکومت ہے جو چاہے کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس کے خاموشی سے گھورتے رہنے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا، جبکہ وہ ناگواری سے سر جھٹکتی کچن کی تلاش میں نکل گئی تھی۔

* * *

عاشر کی اچانک آمد اسے غنیمت لگی تھی کہ وہ خود بھی اپنی پھپھو کی طرف جانا چاہتی تھی، اپنی کزنز کو منانے کے لیے، جو اس کے اچانک نکاح اور بے خبر رکھے جانے پر ناراض ہو چکی تھیں، عاشر کے ساتھ جاتے ہوئے اس نے ایک چیز جو محسوس کی، وہ تھی عاشر کی غیر معمولی سنجیدگی۔ اس وقت وہ اپنی کزنز کے درمیان موجود تھی، جب عاشر نے اسے بلا بھیجا تھا، لان میں وہ تنہا ہی تھے، سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتی وہ سامنے چیئر پر بیٹھی تھی۔

''میں نے اس لیے تمہیں یہاں بلایا ہے کہ فی الحال میں سب کے سامنے اپنی زبان نہیں کھولنا چاہتا تھا۔'' عاشر کے لہجے نے اسے بری طرح چونکایا تھا۔

''جب تم نے مجھ سے اپنے اور شیث کے تعلق کا ذکر کیا تھا، تو میں بہت مطمئن تھا۔ ہم سب تمہیں عزیز رکھتے ہیں تو چاہتے تھے کہ تمہاری ذمہ داری ایسے انسان پر ڈالیں جو ہر طرح سے تمہارے قابل ہو، بلکہ تم سے زیادہ قابل اور بہتر ہو۔ شیث میں ہمیں ہر قابلیت اور خوبی نظر آئی تھی، اس لیے جب سدرہ نے تمہارے لیے ہم سب سے شیث کے بارے میں رائے مانگی، تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا، اور نہ ہی اچانک نکاح کرنے پر ہم نے کوئی اعتراض اُٹھایا۔ وہ ایک ویل ایجوکیٹڈ، ویل آف فیملی سے ہے۔ یہ بھی اطمینان تھا کہ سدرہ تمہارے قریب ہوگی، سب کچھ اچھا نظر آ رہا تھا، مگر یہ سب تصویر کا ایک رُخ ہے، لیکن اگر تصویر کے دوسرے رُخ سے تم بھی ناواقف ہو تو میں نہیں جانتا کہ میں سدرہ کے ساتھ کس طرح پیش آؤں گا، لیکن اگر واقف ہو تو ہم سب کو کیوں ہر چیز سے انجان رکھا گیا ہے۔'' عاشر کے غصیلے لہجے پر وہ ساکت بیٹھی سن ہو چکی تھی۔

''میں اس شخص کو نہیں جانتا مگر اس نے وہ سارے کچے چٹھے کھول کر رکھ دیئے ہیں جنہیں تمہاری بہن اور اس کے شوہر نے ہم سے چھپایا۔ یہ میں جانتا ہوں کہ آج میں کس طرح خود پر قابو رکھ کر خاموشی سے چلا آیا، ورنہ میں آج ہی ان دونوں سے سوال کرتا کہ ہماری آنکھوں میں کیوں دھول جھونکی گئی؟ تمہاری خاموشی بتا رہی ہے سارہ! تم ہر حقیقت سے واقف ہو، تمہاری بہن نے تو پہلے ہی ہمیں ایک طرف ہٹا دیا تھا، تمہارے نزدیک بھی ہم سب کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔'' عاشر کا لہجہ شدید مشتعل تھا۔

''ایسا مت کہیں، آپ جانتے ہیں کہ آپ سب کی اہمیت میری زندگی میں کیا ہے، اگر وہ حادثہ میرے ساتھ پیش آیا ہوتا تو کیا آپ اسے بار بار

سب کے سامنے دہرانا بہتر سمجھتے؟'' وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی۔

''مجھے لفظوں میں مت اُلجھاؤ سارہ! رشتوں کی بنیاد اعتبار پر قائم ہوتی ہے، میں کسی کو اس طرح دھوکے میں نہیں رکھ سکتا، جس طرح مجھے اور میرے گھر والوں کو رکھا گیا ہے۔''

''آپ کو تکلیف پہنچی ہے تو جو کہنا چاہتے ہیں کہہ دیں، میں سب سنوں گی، مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے آپ کو بھی بے خبر رکھا، مگر آپ شیث کے بارے میں کچھ غلط مت سوچیں۔'' وہ بمشکل بول سکی تھی۔

''تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے، سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس انسان سے اپنی زندگی منسلک کرتے ہوئے تم نے ذرا نہیں سوچا کہ جن حالات سے وہ گزرا ہے، اس کے بعد کس طرح تمہارے ساتھ ایک نارمل زندگی گزار سکتا ہے؟ ایسے حادثات میں انسان کی پوری شخصیت بگڑ جاتی ہے، اس کے لیے ہزاروں مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا کچھ تم اس کے ساتھ فیس کرو گی اور کہاں تک؟'' عاشر نے بُری طرح بگڑ کر کہا تھا۔

''مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں تھی، سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہے وہ ایک بہتر شخصیت کا حامل، نارمل انسان ہے، میری زندگی اس کے ساتھ ہر طرح سے نارمل ہو گی۔'' پیشانی پر بل ڈالے وہ ضبط کیے بولی تھی۔

''تم سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، تمہاری عقل میں کوئی بات نہیں آئے گی۔ مجھے اب جو بات کرنی ہے، تمہاری بہن اور اس کے شوہر سے کرنی ہے۔ ان دونوں نے ہمارے اعتبار اور سادگی کا ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے، میں ہر سوال کا جواب ان دونوں سے لوں گا۔''

''آپ ان سے کوئی بات نہیں کریں گے۔'' وہ دہل اُٹھی تھی۔

''تو کیا کروں، اب بھی آنکھیں اور زبان بند رکھوں؟ شمس کو میرے ہر سوال کا جواب دینا ہو گا۔'' غصیلے انداز میں بولتے وہ اُٹھ گئے تھے۔

''اس گھٹیا شخص نے جسے آپ جانتے تک نہیں، جانے کتنے زہر اُگلے ہیں آپ کے سامنے شیث کے خلاف۔ وہ شخص انتقامی کارروائی میں شیث کے راستے میں کانٹے اور پتھر بچھانے کی کوششوں میں ہے اور آپ اس پر یقین کر کے اسے کامیاب کر رہے ہیں، اس کی سازشوں میں، میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ آپ گھر جا کر کسی سے کوئی سوال نہیں کریں گے۔'' وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

''تم اپنے حکم مجھے مت سناؤ، اس گھر میں ہم نے فروخت نہیں کیا تمہیں کہ نہ زبان کھولیں نہ سر اُٹھائیں۔'' عاشر نے بھڑک کر کہا تھا۔

''میں آپ سے معافی مانگ رہی ہوں، وہاں جا کر کیوں سب کچھ بگاڑنا چاہتے ہیں؟ نکاح ہو چکا ہے میرا، اسے ختم کروا دیں گے؟'' سارہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

''نکاح ہو جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم نے سارے حق گنوا دیئے، یا پھر ابھی کہہ دو کہ ہم سب مر چکے ہیں تمہارے لیے، میں ہمیشہ کے لیے زبان بند کر لوں گا۔'' عاشر کے انتہائی سخت انداز پر ساکت بیٹھی انہیں دور جاتا دیکھتی رہی تھی، دل و دماغ ماؤف ہونے لگے تھے، تب ہی سیل فون پر آئی کال ریسیو کرتے ہوئے دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے۔

''میڈم! گھر واپس آنے کا ارادہ ہے؟''

''تم ابھی آ سکتے ہو؟'' لہجے کی نمی چھپائے وہ بولی تھی۔

''تم نے کہا اور میں آ گیا، اب جلدی سے سب کو خدا حافظ کہہ کر آ جاؤ باہر، میں اندر نہیں آؤں گا۔''

''بس دو منٹ میں آتی ہوں۔'' سرعت سے وہ بھی اُٹھ گئی تھی کہ مزید یہاں رُکنا اب اس کے لیے ناممکن تھا۔

⁂

اس کے چہرے کے تاثرات نے شیث کو اسی وقت چونکا دیا تھا، جب وہ فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھی تھی۔ فوری طور پر وہ اس سے کوئی سوال نہیں کر سکا، مگر سارہ زیادہ دیر تک اس سے اپنی پریشانی نہیں چھپا سکی تھی۔

''میں تم سے کہتی رہی کہ اس شخص کا کوئی بندوبست کرو۔ وہ تمہارے خلاف گل افشانیاں کرتا گھوم رہا ہے اور تم صبر کے ساتھ اس کے پہنچائے گئے نقصان سہنے پر تیار ہو۔'' وہ آنسو ضبط کیے بول رہی تھی۔

''اس سے پہلے عاشر بھائی نے کبھی مجھ سے اس طرح بات نہیں کی ہے، ان کے تیور بہت خطرناک ہیں۔''

”وہ اپنی جگہ ٹھیک ہیں، غلطی واقعی ہماری طرف سے ہوئی ہے، مگر بھائی اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔“ شیث نے کہا تھا۔

”مجھے بہت زیادہ ڈر لگ رہا ہے، اگر عاشر بھائی نے اپنی بات پر عمل کرلیا تو.....!“

”تو کچھ نہیں ہوگا، فی الحال تم سب سے پہلے عاشر بھائی تک میرا میسج پہنچاؤ کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، اگر تم چاہتی ہو کہ وہ بھائی تک نہ پہنچیں تو میرا ان سے براہِ راست ملنا ضروری ہے۔“ سارہ کے چہرے پر نظر آتے تذبذب پر وہ بولا تھا۔

”سب میری وجہ سے ہو رہا ہے، میری وجہ سے تمہیں کسی کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا، آج ایک شخص تمہاری ذات پر سوال اُٹھائے گا، تو کل کوئی دوسرا منہ اُٹھا کر یہ کام کرنے آ جائے گا، میں کیسے یہ سب برداشت کرسکتی ہوں۔“

”جہاں اتنا کچھ برداشت کیا ہے وہاں تھوڑی سی برداشت کا اور مظاہرہ کرلو، عاشر بھائی اپنی جگہ درست ہیں، انہیں غلط مت کہو۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ فکر مند نظروں سے بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

❀❀❀

دوسرے دن تک اسے شدید بخار نے آ گھیرا تھا، دل و دماغ پر حاوی عجیب سے خوف اور پریشانی کے دباؤ کا یہی نتیجہ نکلنا تھا۔ عاشر سے رابطہ کرنے کی اس نے کوشش کی تھی، مگر وہ کال ریسیو نہ کرنے کا عہد لیے بیٹھے تھے۔ دوپہر تک طبیعت کچھ سنبھلی تو زینب کا ہوش آیا، موموا سے اپنے گھر ساتھ لے جانے کے لیے آ پہنچی تھی، وہاں سب کے درمیان کچھ وقت کے لیے وہ اپنی پریشانی بھول گئی تھی۔ شام سر پر آ رہی تھی، جب شان اسے بلانے چلا آیا تھا، مومو کے ہمراہ باہر آتے ہوئے اس نے منتظر کھڑے شان کے پریشان تاثرات کو دیکھا تھا۔

”سارہ! کچھ دیر پہلے عاشر بھائی آئے تھے۔“ شان کی اطلاع نے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچی تھی۔

”وہ بڑے بھائی سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتے تھے، ان دونوں کے درمیان کوئی بحث ہوئی ہے۔ آوازوں سے بس یہی اندازہ ہوا تھا کہ بات تمہارے اور چھوٹے بھائی کے بارے میں ہو رہی تھی۔ ابھی عاشر بھائی بہت غصے میں گئے ہیں، کیونکہ بڑے بھائی نے تکرار کے دوران خود انہیں گھر سے چلے جانے کے لیے کہا تھا۔“ شان بتا رہا تھا اور سارہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوتا جا رہا تھا۔

”وہ تمہیں بلا رہے ہیں، گھبراؤ نہیں۔ میں پہلے ہی چھوٹے بھائی کو اطلاع دے چکا ہوں وہ بس آنے والے ہوں گے۔“

”شان! پہلے چھوٹے بھائی کو آ جانے دو، میں ابھی سارہ کو نہیں جانے دوں گی۔“ سارہ کی گنگ کیفیت نے مومو کو معاملے کی سنگینی کا احساس دلایا تھا۔

”بڑے بھائی انتظار کر رہے ہیں، اگر کچھ دیر مزید ہوئی تو وہ خود یہاں آ جائیں گے، غصے میں کچھ سوچیں گے نہ سمجھیں گے، سب کے سامنے تماشہ بن جائے گا۔“ شان بے بسی سے بولا تھا حالانکہ وہ خود نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت سارہ، شمس کے سامنے جائے۔

”ٹھیک ہے، پھر میں بھی چلوں گی۔“ سارہ کا یخ بستہ ہاتھ پکڑتے ہوئے مومو نے کہا تھا۔

سارہ کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے، وہ نہیں جانتی تھی کہ کس طرح وہ ان کا سامنا کرسکے گی۔ گزرے دنوں میں وہ ان کے نرم لب و لہجے کی اس قدر عادی ہو چکی تھی کہ اب ان کا ایک سخت جملہ بھی برداشت کرنے کی سکت اس میں نہیں تھی۔ اپنے بھائی پر حرف آتا دیکھ کر شمس جب عاشر جیسے شخص کو خاطر میں نہیں لائے، تو پھر ان کے سامنے وہ کیا حیثیت رکھ سکتی تھی۔ اسے اپنے جسم سے جان کھنچتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اسی وقت نے اس کی جان سولی پر چڑھا رکھی تھی، جو دبے پاؤں آ چکا تھا۔ عاشر کی عجلت نے پانی سر سے اونچا کر دیا تھا، مگر کتنا اونچا؟ اس بارے میں وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ کون، کس جگہ موجود تھا، اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، نظر آ رہا تھا تو بس یہ کہ لاؤنج کے وسط میں کھڑے شمس شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ جس کے چہرے سے زندگی کی رمق غائب ہوتی جا رہی تھی، ان کی جانب اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے اس کا دل کسی کھائی میں ڈوب رہا تھا۔ لرزتے وجود کے ساتھ وہ ان کے سامنے رُکی تھی، جن کی آنکھوں سے نکلتی چنگاریاں اس کے وجود کو بھسم کر رہی تھیں۔

”کیا کچھ بتایا ہے تم نے عاشر کو؟ کیا کہا ہے تم نے اس سے، بتاؤ مجھے؟“ ان کے بلند، کرخت لہجے پر سارہ کی آواز حلق میں گھٹ گئی تھی۔

”تم نے تو اس کا پردہ رکھنا تھا، پھر کیوں توڑا میرا یقین، کیوں توڑا میرا اعتبار، جواب دو مجھے؟“ شدید طیش میں وہ جس طرح دھاڑے تھے،

درودیوار لرز اُٹھے تھے۔ ساکت نظروں سے ان کے دہکتے چہرے کو دیکھتی وہ ایک دم ان کی طرف بڑھی تھی۔

"پہلے آپ مجھے جواب دیں، کیا اس کی ذات آپ کے لیے شرمندگی کا باعث ہے؟ مشقت اُٹھا کر اسے دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے قابل بنا کر، کیوں آپ اس کے لیے دنیا کا سامنا نہیں کر سکتے؟ اس سے اتنی محبت کے باوجود کیوں وہ آپ کے لیے قابلِ فخر نہیں ہے؟" لرزتے لہجے میں وہ پوچھ رہی تھی۔

"میں نے تم سے جو پوچھا ہے، مجھے اس کا جواب تم سے چاہیئے، تمہاری شہ پر عاشر کی اتنی ہمت ہوئی کہ وہ مجھ پر دھوکہ دہی کا الزام عائد کر رہا ہے۔ کس کس کے سامنے تم نے تصدیق کی ہے۔ مجھے بتاؤ ورنہ.....!" شدید اشتعال میں وہ اس کی طرف بڑھے تھے جو دھندلائی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اس کے کسی سچ پر شرمندگی نہیں، میں سر اُٹھا کر اس کے لیے دنیا کا سامنا کر سکتی ہوں۔ ایک ہی جواب دے کر ہر سوال کرنے والے کا منہ بند کر سکتی ہوں کہ مجھے اس کے کل اور آج پر فخر ہے، میں ہر سچ کا سامنا کر سکتی ہوں، کیونکہ میں آپ کی طرح بزدل نہیں ہوں۔"

"بکواس بند کرو۔" غصے میں بھڑکتے شمس کا ہاتھ اُٹھا تھا، جسے ایک مضبوط گرفت نے راستے میں وہیں روک لیا تھا۔

"آپ کو جو کہنا ہے، مجھ سے کہیں۔ مارنا چاہتے ہیں تو میں موجود ہوں یہاں۔ مجھے جان سے مار دیں، مگر اب دوبارہ کبھی آپ سارہ پر ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے۔" شیث کے لہجے اور چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میرا ہاتھ روکنے کی؟ تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے؟" ایک جھٹکے سے اس کی گرفت اپنے ہاتھ سے ہٹاتے وہ پھر دھاڑے تھے۔

"تم جانتے ہو یہ کیا کر چکی ہے؟ اپنی تصدیق کے ٹھپے لگا چکی ہے۔ آج اس کے خاندان کا ایک فرد اُنگلی اُٹھا چکا ہے، کل اس کا پورا خاندان یہ کام کرے گا۔" شدید طیش میں بولتے وہ اس کی سمت اشارہ کر رہے تھے جو پتھر کا بت بن چکی تھی۔

"وہ سب اس کے خونی رشتے ہیں۔ وہ حق رکھتے ہیں ہر سچائی کو جاننے کا۔ میری ذات آپ کے لیے ذلت کا باعث ہے تو اپنے ہاتھوں سے میری زندگی ختم کر دیں، مگر یہ سب کر کے مجھے میری نظروں میں مت گرائیں۔" شیث کی بلند آواز نے شمس کے اشتعال کو آسمان پر پہنچا دیا تھا۔

"تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو چکی ہے، مگر میری ایک بات غور سے سن لو، میں اب اس لڑکی کو اپنے گھر میں ایک منٹ بھی نہیں رُکنے دوں گا، سمجھے تم؟" غصے میں بے قابو ہوتے شمس بولے تھے۔

"آپ ایک منٹ کی بات کر رہے ہیں، میں اسے ایک سیکنڈ بھی اس گھر میں نہیں رُکنے دوں گا۔" سرخ چہرے کے ساتھ وہ بھنچی آواز میں بولتا سارہ کی طرف بڑھا تھا۔

"اگر تم اس کے ساتھ یہ گھر چھوڑ کر گئے تو میں تمہیں اپنی زندگی سے بھی بے دخل کر دوں گا۔" شیث کے تیوروں نے ان کے غصے کی انتہا کر ڈالی تھی۔

"یہ خبر آپ اشتہار کی صورت میں دیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور اس میں ایک جملے کا اضافہ بھی کر دیجئے گا کہ شیث آپ کے لیے مر چکا ہے۔" اس کے سرد لہجے پر شمس کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"میں اس گھر سے کہیں نہیں جاؤں گی، میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔" لرزتے لہجے میں بولتی وہ شیث سے دور ہوتی سرعت سے ساکت کھڑے شان کے عقب میں جا چھپی تھی۔

"تم چاہتی ہو کہ تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکالا جائے؟" شدید جارحانہ انداز میں وہ سارہ کے پیچھے گیا تھا، شان اسے تو نہیں روک سکا تھا مگر سارہ کو اس سے بچانے کی کوشش ضرور کی تھی۔ لیکن شیث ایک ہی جھٹکے میں سارہ کو اس کی گرفت سے نکال گیا تھا۔ آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ چیختی وہ بالکل بھی اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہ تھی۔ سانس روکے سب یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہے تھے، مگر سدرہ کا سکتہ ٹوٹ گیا تھا، سارہ کی دلخراش پکاروں نے ان کے دل میں خنجر اُتار دیا تھا۔ بجلی کی سی تیزی سے وہ سارہ کی طرف گئی تھی۔

"شیث! تمہیں میری قسم ہے، تم یہاں سے نہیں جاؤ گے، وہ نہیں جانتے کہ وہ غصے میں کیا کہہ گئے ہیں، مگر تم یہ انتہائی قدم مت اُٹھاؤ۔" بہتے

آنسوؤں کے ساتھ التجا کرتے ہوئے سدرہ کی آواز بلند ہوگئی تھی۔ جب شیث نے اپنی گرفت سے نکلنے کے لیے تڑپتی ہوئی سارہ کی گردن اپنے ایک ہی ہاتھ میں جکڑ لی تھی۔

”آپ اسے جہاں لے جانا چاہتے ہیں لے جائیں، مگر آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟“ شیث کے ارادے بھانپ کر شاہ رخ اپنی جگہ نہیں رُک سکا تھا، دنگ کھڑی موموں نے شدید خوف میں مبتلا ہو کر شمس کو دیکھا تھا، مگر وہ اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے لیکن ان کی نظریں سارہ پر تھیں جس کے چہرے پر اذیت دور سے بھی واضح تھی۔ شیث کی گرفت اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش میں اس کی گھٹی گھٹی چیخیں مزید گھٹنے لگی تھیں۔

”میں اسے ساتھ لے کر جاؤں یا اسے مار دوں، بتائیں کیا کروں؟“ اس کے غضبناک لہجے نے سدرہ کے قدم خود بخود پیچھے ہٹا دیئے تھے، ایسا جلال انہوں نے کبھی شیث کی آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا، سارہ کا بے جان وجود اپنے ساتھ کھینچتا وہ جا چکا تھا۔ موت جیسا سناٹا پورے لاؤنج میں پھیلا ہوا تھا کہ یکدم موموں کی چیخ گونجی تھی۔ سب سے پہلے شمس، سدرہ تک پہنچے تھے جو اپنے پیروں پر کھڑی نہ رہ سکی تھیں۔

⁂

پارکنگ سے اپنے اپارٹمنٹ تک بھی شیث نے اس کا نہ ہاتھ چھوڑا تھا، نہ اردگرد کی کوئی پرواہ کی تھی۔

”اپنی طاقت مجھ پر مت آزماؤ۔“ وہ حلق کے بل چیخی تھی جب شیث نے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

”تم بھی مجھے میری برداشت سے زیادہ مت آزماؤ۔“ شیث کی آواز اس سے زیادہ بلند تھی۔

”اب اس گھر سے کہیں اور جانے کی خواہش بھی زبان پر مت لانا۔“

”اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تم زبردستی مجھے یہاں روک لو گے، میرے باپ نے کبھی مجھ پر اپنی مرضی مسلّط نہیں کی تو پھر تم کون ہوتے ہو مجھ پر جبر کرنے والے؟“ وہ بھڑک اُٹھی تھی۔

”ہر مرد میں اپنے باپ کو مت ڈھونڈا کرو۔“ غصے میں وہ انتہائی نازک سچ منکشف کر گیا تھا۔

”تمہیں کوئی حق نہیں ہے میرے باپ کے بارے میں کچھ کہنے کا۔“ وہ چیخی تھی اور اگلے ہی پل بھاگتی ہوئی کمرے میں گئی تھی، چند لمحوں تک شیث رُکا تھا، مگر پھر تیز قدموں کے ساتھ کمرے میں گیا تھا، جہاں وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔

”کس طرح تم مجھ پر جبر کا الزام لگا سکتی ہو، یہ کام میں نے پہلے اور کتنی بار تمہارے ساتھ کیا ہے، مجھے بتاؤ؟“

”پہلے نہیں کیا مگر اب تو کر رہے ہو، جائیداد جو بن چکی ہوں تمہاری۔“ وہ چیخی تھی۔

”جتنے الزام لگانے ہیں، لگاؤ۔ میری شکل بھی نہ دیکھو، اپنے سائے کو بھی میری پہنچ سے دور رکھو، مگر اب اس گھر سے جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ تمہیں وہاں رہ کر ذلت اُٹھانے کی عادت ہو چکی ہے، مگر میں اب اور برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر آج میں یہ قدم نہ اُٹھاتا تو وہاں کل پھر یہی سب دہرایا جاتا، میری اولاد کو بھی ذلت اور حقارت سے نوازا جاتا، اسے بھی اسی طرح دربدر ہونے کا حکم دیا جاتا۔“ شدید طیش بھری نظروں سے وہ اسے دیکھتا بولا تھا۔

”تم جتنے آنسو بہانا چاہتی ہو، شوق سے بہاؤ، کیونکہ ایک بات تو طے ہے کہ تم اس گھر سے اب کہیں نہیں جاؤ گی۔“

”تو پھر لاش ہی جائے گی میری یہاں سے، ایک کوشش تو تم کر چکے ہو، کیوں رُکے ہو، کون ہے یہاں روکنے والا؟ حاصل کر لو مجھ سے چھٹکارا۔“

”اگر تم نے اپنی ضد نہیں چھوڑی تو میں ایسا ہی کروں گا۔ میں شمس نہیں ہوں جو ہر بار تمہارے سامنے گھٹنے ٹیک دوں گا۔“ اس کی بلند آواز نے سارہ کو ساکت کیا تھا۔

”اگر تم نے دوبارہ مجھے اس نام کا طعنہ دیا تو پھر میری زبان سے بھی بہت کچھ نکلے گا۔“ وہ غصے میں پاگل ہوئی تھی۔

”اور میں تھپڑ مار کر تمہاری زبان بند کر دوں گا۔“ شیث یقیناً ہوش و حواس کھو چکا تھا۔

”تو پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ ہر اُٹھنے والا ہاتھ شمس کا نہیں ہوگا، جسے سارہ برداشت کر لے گی۔“ وہ بپھر کر غرائی تھی اور اگلے ہی پل اس کے پیچھے گئی تھی، جو ایک دھماکے سے دروازہ بند کرتا باہر جا چکا تھا۔

”شیث! دروازہ کھولو۔“ دروازہ پیٹتی وہ چنگھاڑی تھی۔

”تم سب کچھ بھول چکے ہو، مگر مجھے ان تمام حدود کی پاسداری کرنی ہے، جو مجھ پر لازم ہیں، میں کسی حال میں ان کا یقین نہیں ٹوٹنے دینا چاہتی جو نکاح کے وقت سے لے کر ابھی تک مجھ پر ہے۔ میں اس طرح تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔ ان کی رضا، ان کی اجازت میرے لیے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ نہیں سہہ سکتی میں بھائی کو بھائی سے الگ کر دینے کا الزام۔“ بند دروازے پر ہاتھ برساتی وہ چیختی ہی رہ گئی تھی۔

❀❀❀

کابک نما اس تاریک کمرے کا دروازہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ کھلا تھا۔ کئی گھنٹوں بعد گھپ اندھیرے میں داخل ہوتی روشنی کی لکیر اس کی آنکھوں میں چبھتی چلی گئی تھی، وہ اس قابل نہیں تھا کہ آنے والے شخص کو تاریکی میں پہچان سکتا۔

”یہاں تمہارا وقت کیسا گزرا؟ رضی!“ مانوس سرسراتی آواز نے اس کے وجود میں سنسنی دوڑا دی تھی۔

”کسی کو تاریکی میں دھکیلنا زیادہ آسان ہوتا ہے، مگر اس تاریکی میں رہنا اتنا ہی مشکل۔“ چبھتے کاٹ دار لہجے نے رضی کی آواز حلق میں ہی گھونٹ دی تھی۔

”تم حیران ہو گے کہ اپنے حوالے سے تمہیں ہر کارروائی کی اجازت دینے کے باوجود میں نے کیوں یہ سب کیا؟“ جھلستے سوال پر رضی نے تاریکی میں اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

”کیونکہ تم اسے درمیان میں لے آئے جس پر میں تمہاری غلیظ نظر بھی نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔ تمہاری وجہ سے میں نے اسے تکلیف اُٹھاتے دیکھا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں نے اس کی آنکھوں میں سب کچھ ختم ہوتے دیکھا ہے۔“ شیث کی آواز تاریکی میں گونجی تھی۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میں سب کچھ بھول گیا تو مجھ سے زیادہ بُرا انسان تمہیں دنیا میں کہیں نہیں ملے گا، اب تمہارا وقت ختم ہو چکا ہے۔“

”مجھے یہاں سے نکالو، اللہ کے لیے مجھے معاف کر دو۔“ رضی کی کراہتی آواز تاریکی میں اُبھری تھی۔

”اپنی زبان پر یہ مقدس نام مت لاؤ، سیاہ کاریاں کرتے وقت تم نے کتنی بار اللہ کو یاد کیا تھا؟“ وہ غرایا تھا۔

”اب اس تاریک قبر میں بیٹھ کر اپنے کارنامے یاد کرو اور انتظار کرو، اس دنیا کو اپنے وجود سے پاک کرنے کا۔

”شیث! مجھے اس کی خاطر معاف کر دو، جس کی وجہ سے تمہاری برداشت ختم ہوئی ہے۔ جس کا میں مجرم ہوں، میں اس سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں گا۔ ہر اس انسان سے معافی مانگوں گا، جس کے سامنے میں نے تمہارے خلاف مغلظات نکالے تھے۔“ اس کی پکاروں نے شیث کے قدم روکے تھے۔

”تمہیں معاف کرنا اب میرے لیے آسان نہیں مگر تمہارے ماں باپ، تمہارے بھائی ان سب کے چہرے مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں تمہیں ایک آخری موقع دوں، اس کے بعد تم اپنے خاندان کے نام پر مزید کالک پھیر دو یا پھر راہِ راست پر آ جاؤ، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔“ سرد لہجے میں بول کر وہ رُکا نہیں تھا۔

❀❀❀

کمرے میں داخل ہوتا وہ اس کی طرف متوجہ تھا جو تکیے میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔ اس کی گونجتی سسکیاں شیث کے اضطراب کو بڑھا گئی تھیں۔ یہ سچ انتہائی تکلیف دہ تھا کہ وہ اس کی وجہ سے رو رہی تھی، اس کی محبت کو جبر کا نام دے رہی تھی۔ اس کے حق کے لیے ہی تو وہ یہ قدم اُٹھانے پر مجبور ہوا تھا مگر وہ تھی کہ کوئی مؤقف سننے سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی، آہٹ محسوس ہوتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی تھی،

”بہت فخر محسوس ہو رہا ہو گا تمہیں خود پر کہ ایک عورت کو اپنا محتاج بنا کر قید کر دیا ہے کمرے میں، جو تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی، جس پر اپنی طاقت آزمانے کا سنہری موقع ملا ہے تمہیں۔“ وہ روتے ہوئے ہی چیخ رہی تھی۔

”اس سے زیادہ شرمناک بات میرے لیے کوئی اور نہیں ہو سکتی سارہ!“ شیث کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

”کیا میں تمہارے لیے صرف ایک مرد ہوں؟ کیا میرے لیے تم صرف ایک عورت ہو؟ میں تمہارے حق، تمہاری عزت کے لیے وہ گھر چھوڑ آیا ہوں اور تم مجھ سے بدظن ہو کر مجھے بے موت مار رہی ہو۔“ شدید تاسف کے ساتھ، شیث نے کہا تھا۔ دوسری جانب وہ دوبارہ تکیے میں چہرہ چھپائے

پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر چکی تھی۔ خود پر ضبط کیے وہ چند لمحوں تک اسے ٹوٹتا بکھرتا دیکھتا رہا تھا۔ مگر پھر تھکے تھکے انداز میں بیڈ کے قریب ہی گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اور دھیرے سے اس کا پیر اپنی گرفت میں لیا تھا، درد کے سمندر کی شوریدہ لہروں سے اُلجھتے ہوئے ماہ و سال کی ریاضتوں کے بعد اتھاہ گہرائیوں سے جو محبت کے نایاب موتی سمیٹے تھے، اب ان موتیوں کو اس کی آنکھوں سے گرتے دیکھنا کسی عذاب جیسا تھا اور وہ تھی کہ دنیا کی فکر میں اپنی محبت کو بھی روند کر آبلہ پا چلتے رہنا چاہتی تھی۔ جلتے لب اس کے پیر پر رکھے وہ مزید اس کی کراہیں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

”کیا مانگ رہا ہوں تم سے؟ کون سے ایسے مطالبے کر رہا ہوں جو تم مجھے سانس لینے کا حق بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہو۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے مگر تم یہاں خود کو قید تصور کر رہی ہو۔ میرے قریب آنے کے لیے تمہیں ان کی اجازت کی ضرورت ہے جو تمہیں ذلت دے کر میری روح کھینچ چکے ہیں۔ تم اب بھی انہیں ہر چیز پر فوقیت دے رہی ہو، جو تمہیں اپنے گھر سے اور مجھے اپنی زندگی سے نکال کر کسی کھائی میں پھینک چکے ہیں۔“ جلتی پیشانی اس کے پیر سے ٹکائے وہ ٹوٹے لہجے میں بول رہا تھا۔

”میں انہیں ہر چیز پر فوقیت نہ دوں تو کیا کروں؟ میں اس شخص کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی، جس کا خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ جس نے تمہارے لیے سب کچھ بھلا دیا، جس نے اپنی آغوش میں چھپا کر تمہیں زمانے کے سرد گرم سے بچایا ہے۔“ اس کا کالر مٹھی میں جکڑے وہ پھٹ پڑی تھی۔

”نفرت ہے مجھے اپنے وجود سے جو سبب بنتا رہا ہے تمہارے اور ان کے درمیان فاصلے بڑھانے کا۔ میرے لیے ہر زیادتی کو بھولنے کے لیے یہ کافی ہے کہ انہوں نے تمہارا نام میرے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔“ شدتِ گریہ سے سرخ انگارہ ہوتی اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شیث سپاٹ چہرے کے ساتھ جانے کے لیے اُٹھ گیا تھا۔

”مجھے آپ سے بات کرنی ہے، کم از کم اتنا حق تو دو مجھے۔“ اس کے چیخنے پر شیث نے رُک کر اسے دیکھا تھا۔

”اگر بات حق کی ہے تو ٹھیک ہے، تم ابھی مجھے میرا حق دینے کے لیے تیار ہو جاؤ، میں تمہیں تمہارا حق دوں گا۔“ اس کے سرد لہجے پر وہ پتھرائی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی، جو اس کے چہرے سے نظر ہٹاتا کمرے سے نکل گیا تھا۔

* * *

سدرہ کا سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے اس وقت وہ روم میں تنہا تھی۔ سدرہ کی جو حالت تھی اس نے سب کے ہی ہاتھ پیر پھلا دیئے تھے۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی سدرہ سے الگ نہیں ہوئی تھی۔ اسے تو یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ گھر میں ایک تقریب شروع ہونے والی ہے۔ زینب کی والدہ کی طبیعت کی ناسازی کے باعث ملتوی ہونے والی ولیمے کی تقریب آج گھر میں ہی سادگی سے منعقد کی جا رہی تھی، کسی طرح ابھی معاملے کی سنگینی وہاں نہیں پہنچی تھی، سب کو یہ ہی پتہ تھا کہ سدرہ کو فوڈ پوائزن ہو گیا ہے اور یہ کہ وہ کچھ ہی دیر میں ہاسپٹل سے گھر آ جائیں گی، سدرہ کے بالکل سفید چہرے سے نظر ہٹا کر اس نے اندر آتے شاہ رخ کو دیکھا تھا۔

”پریشان مت ہو، بھابی اب ٹھیک ہیں۔“ شاہ رخ نے اسے تسلی دی تھی۔

”تمہیں گھر جانا چاہیے، وہاں تمہاری غیر موجودگی سب محسوس کریں گے۔“ اس کی خاموشی پر وہ مزید بولا تھا۔

”عاطف بھائی نہیں آ رہے ہیں، میں نے انہیں سب بتا دیا ہے۔“ وہ مدھم مگر بگڑے تیوروں کے ساتھ بولی تھی۔

”چھوٹے بھائی کا فون مسلسل آف جا رہا ہے، ہم ان سے سب چھپا لیں گے تو کیا وہ خود نہیں پہنچیں گے، چھوٹے بھائی اور سارہ تک؟“ مومو کے سوالیہ لہجے پر وہ خاموش رہا تھا، ظاہر ہے، آج کی اہم تقریب میں شیث اور سارہ کی غیر موجودگی نے عاطف کو ہی نہیں سب کو ہی چونکا دیا تھا، باہر سے آتی شمس کی آواز پر وہ تیز قدموں کے ساتھ روم سے باہر نکلا تھا۔

”شیث اس حد تک کبھی نہیں جا سکتا تھا، میں مانتا ہوں اس نے گھر چھوڑ کر غلط کیا ہے، مگر آپ تو اس وقت اسے روک سکتے تھے، آگے بڑھ کر سارہ کو ہی روک لیتے، پھر وہ کیسے آپ کی مرضی کے خلاف جا سکتا تھا؟“ نا چاہتے ہوئے بھی عاطف ان کے سامنے اپنی ناراضی کا اظہار کر گیا تھا۔

”میرے سامنے اس کی وکالت مت کرو، وہ جانتا ہے کہ اس وقت میں غصے میں کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر سارہ کے ساتھ غلط کر گیا تھا۔ میں مانتا ہوں میں نے سارہ کو گھر میں رکھنے سے انکار کیا تھا، مگر میں نے اسے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اسی وقت میرے گھر سے نکل جائے اور ان دونوں باتوں

میں فرق ہے، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نہیں نکالا، یہ کام شیث نے کیا ہے، وہ زبردستی سارہ کو لے گیا ہے۔" شمس کی آواز ہلکی تھی مگر لہجے کا اشتعال ہنوز برقرار تھا۔

"اور تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کہ مجھے روکنا چاہیئے تھا، سدرہ نے یہ کام کیا تھا اس کے بعد پہنچ گئی ہے وہ ہاسپٹل۔ سدرہ کے سامنے اس نے سارہ کو جان سے مار دینے کی دھمکی دی، اس کی وجہ سے سدرہ کی یہ حالت ہوئی ہے۔" ان کے طیش بھرے لہجے پر عاطف نے خاموش کھڑے شاہ رخ کو دیکھا تھا جبکہ شمس کاریڈور میں آتے عاشر کی طرف متوجہ ہوئے تھے، اگلے ہی پل ان کے تاثرات تن چکے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے سدرہ کی؟ کیا ہوا ہے اسے؟" عاشر کے چہرے کا رنگ اس وقت بالکل اُڑا ہوا تھا۔

"وہ اب بہتر ہیں، بس کچھ ہی دیر میں انہیں گھر جانے کی اجازت مل جائے گی۔" شاہ رخ نے فوراً ہی آگے بڑھ کر کہا تھا، جبکہ عاشر کچھ کہتے کہتے رُک کر شمس کی طرف متوجہ تھے جو ان کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔

"میرا یقین کریں، میں آپ کے گھر میں کوئی دراڑ نہیں ڈالنا چاہتا تھا، میری نیت یہ بالکل نہیں تھی کہ میری وجہ سے آپ کے گھر میں بگاڑ پیدا ہو۔" عاشر کا لہجہ پشیمان تھا۔

"میں نے بہت غلط طریقے سے آپ سے بات کی، میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں، آپ سے معذرت کرتا ہوں، مگر آپ میری غلطی کی سزا سارہ کو مت دیجئے گا، وہ بے قصور ہے۔"

"تم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے، معذرت تو مجھے کرنی چاہیئے، تم اپنی جگہ درست تھے، حق بجانب تھے۔ تمہاری ناراضی بالکل جائز تھی، تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میرا ردعمل بھی ویسا ہی ہوتا۔" شمس کچھ کمزور لہجے میں بولے تھے۔

"سدرہ کو کیا ہوا ہے؟ کیا وہ میری وجہ سے....!"

"نہیں، ایسا نہیں ہے۔" شمس نے کہا تھا تب ہی موموکی آواز پر متوجہ ہوتے وہ روم میں گئے تھے۔

"سدرہ! تم ٹھیک ہو؟" پریشان نظروں سے شمس نے انہیں دیکھا تھا۔

"سارہ نہیں آئی؟" وہ شدید نقاہت زدہ آواز میں بولی تھیں۔

"وہ اگر یہاں آئی تو تمہیں دیکھ کر بہت پریشان ہو جائے گی، تم گھر پر اس سے ملنا، مگر پہلے اپنے آپ کو سنبھالو ورنہ رات یہیں گزارنی پڑے گی۔" شمس نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"وہ گھر پر کیسے ہو سکتی ہے، شیث نہ خود آئے گا نہ اسے آنے دے گا۔" سدرہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"جب میں تم سے کہہ رہا ہوں تو یقین رکھو، میں سارہ کو گھر لے آؤں گا، شیث کیسے روک سکتا ہے مجھے؟"

"میں بھی آپ کے ساتھ اس کو لینے جاؤں گی۔"

"ہرگز نہیں، تم پہلے یہاں سے نکلنے کے لیے اپنا بی پی نارمل کرو، گھر میں سب منتظر ہیں۔ ہماری وجہ سے گھر کی تقریب خراب نہیں ہونی چاہیئے، ورنہ عاطف کیا سوچے گا، وہ خود سب کچھ چھوڑ کر یہاں ہاسپٹل آ گیا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، تمہیں گھر پر چھوڑ کر سارہ کو لینے جاؤں گا، مگر تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، ابھی ڈاکٹر چیک اپ کے لیے آنے والے ہیں۔" سدرہ کا ہاتھ پکڑے وہ سمجھانے والے انداز میں بول رہے تھے جبکہ سانس روکے کھڑی مومو نے ایک گہری پُرسکون سانس بھری تھی۔

* * *

رات کے دس بج چکے تھے، جب وہ کھانے کی ٹرے اُٹھائے کمرے میں داخل ہوا تھا، زخمی شیرنی کی طرح وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتا اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ہاتھ منہ دھو کر آؤ اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔" شیث نے کہا تھا جواباً وہ بس لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جو کہا ہے وہ کرو۔" اس کی ڈھٹائی پر شیث نے خود اس کا ہاتھ پکڑ کے اُٹھانا چاہا تھا مگر وہ اس کا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔

"ہاتھ مت لگانا مجھے۔" وہ غرائی تھی جبکہ شیث کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

”میں تمہارے لیے نامحرم نہیں ہوں، اغواء کر کے تمہیں یہاں نہیں لایا ہوں۔“ بمشکل ضبط کیے وہ بولا تھا، اس وقت وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح کھانا کھائے۔ اس کی طبیعت پہلے ہی ناساز تھی وہ جانتا تھا اور یہ بھی کہ اس نے پانی کا ایک گھونٹ بھی اب تک نہیں لیا تھا۔

”تم مجھے یہاں زبردستی لائے ہو، تم کھانے کی بات کر رہے ہو، میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ اب کرو جبر، مجبور کر دو نوالے نگلنے پر۔“ وہ شدید غصے میں اس پر چیخی تھی۔

”میری زندگی، میری سانسیں تک تمہارے اختیار میں ہیں۔ میں کیا جبر کروں گا تم پر، جبر تو میں اب تک خود پر کر رہا ہوں۔“ بلند آواز میں بولتا وہ سُلگ اُٹھا تھا۔

”تم سب کی انا، تم سب کی مرضی اور اُصولوں پر صبر کے ساتھ سر جھکا کر میں خود پر جبر کرتا رہا ہوں۔ گنوا دیئے میں نے اپنی زندگی کے قیمتی دن، بے شمار لمحے، سب کچھ ٹھیک رکھنے کے لیے۔ سب کو راضی رکھنے کے لیے بنا رہا ایک ڈمی۔ اشاروں کا منتظر، دنیا کی ایسی کون سی طاقت ہے جو میرے نقصان کو پورا کرے گی؟ کون دے گا ان لمحوں کا حساب جو گم ہو گئے، بھینٹ چڑھ گئے۔“ جھلستے لہجے میں وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل جارحانہ قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ ادھ کھلے دروازے کو دیکھتی رہی تھی اور اگلے ہی پل رگوں میں اُبلتے خون کے ساتھ بیڈ سے اُٹھ گئی تھی۔ وال کلاک پر نظر ڈالتی وہ جن تیوروں کے ساتھ کمرے سے نکلی تھی، ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا صبر و ضبط حد سے تجاوز کر چکا ہے۔ ہال میں ہی اسے گلاس وال کے دوسری جانب ٹیرس پر وہ موجود نظر آیا تھا۔

”مجھے آپی سے بات کرنی ہے، ان سے بات کیے بغیر نہ میں خود سکون سے بیٹھوں گی نہ تمہیں چین سے رہنے دوں گی۔“ وہ بھڑکتے لہجے میں مطالبہ کر رہی تھی۔

”جس سے بھی بات کرنی ہے صبح کر لینا، اس وقت بہتر ہے کہ اپنے کمرے میں جاؤ اور وہیں تک محدود رہو۔“ پیشانی پر بل ڈالے وہ تاکید کر رہا تھا۔

”شیث! مجھے ایسا کچھ کرنے پر مجبور مت کرو، جو میں کرنا نہیں چاہتی۔“

”تم کیا کر سکتی ہو، میں دیکھنا چاہتا ہوں، مجھے تمہاری ان دھمکیوں کی پرواہ نہیں ہے۔“ شیث کی بات ادھوری رہ گئی تھی، جب وہ یکدم پلٹ کر ٹیرس سے نکلتی اس کمرے تک گئی تھی، جہاں صرف ایک میٹرس پڑا تھا۔ اس کی عقابی نظریں میٹرس پر رکھے شیث کے سیل فون تک پہنچ گئی تھیں۔ سارہ نے اگر برق رفتاری دکھائی تھی تو پیچھے وہ بھی نہیں رہا تھا۔ عقب سے وہ اس کا ہاتھ گرفت میں لے چکا تھا۔ جس میں سیل فون موجود تھا۔ اس کی مزاحمت کو خاطر میں لائے بغیر وہ ایک ہی جھٹکے میں سیل اس سے لے چکا تھا۔ لڑکھڑا کر سنبھلتی وہ اپنی جگہ ساکت ہوئی تھی کہ شیث نے سیل فون دیوار کی طرف پھینک کر اس کے پرخچے اُڑا دیئے تھے۔

”تم نہ مجھے جینے دو گی نہ مرنے دوں گی، اگر تم اپنی ضد نہیں چھوڑ سکتی ہو تو اب میں بھی تمہارے لیے کوئی لچک نہیں رکھوں گا، سنا تم نے؟“ اس کے شعلہ بار لہجے نے سارہ کو ایک پل کے لیے سن کیا تھا اور اگلے ہی پل وہ دنگ ہوا تھا جب اس نے سارہ کو اندھا دھند کمرے سے نکلتا دیکھا تھا، پھولی سانسوں کے درمیان اس نے عجلت میں گیٹ کھول کر ایک قدم ہی باہر نکالا تھا، جب وہ ایک جھٹکے میں اسے واپس اندر کھینچتا پیچھے کر گیا تھا۔ چکنے فرش پر منہ کے بل گرتی وہ پھسلتی گئی تھی، اس کے حلق سے بلند ہوتیں کربناک چیخوں پر شیث سرعت سے اس تک پہنچا تھا، اس کے خون میں لت پت چہرے نے شیث کے ہوش اُڑا دیئے تھے۔

”دور رہو مجھ سے۔“ اس کے ہاتھ جھٹکتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اگلے ہی لمحے چہرہ ہاتھوں میں چھپائے چیخ چیخ کر رونا شروع کر چکی تھی۔

”سارہ! تم میری بات سنو۔“

”نہیں سننا کچھ بھی، تم نے مجھے دھکا دیا، قبر میں مجھے پھینکا ہے، قتل کیا ہے، تم شیث نہیں ہو سکتے، کوئی اور ہو۔“ ہذیانی انداز میں اس کا گریبان جھنجھوڑتی، چلاتی وہ کچھ بھی سننے کے لیے راضی نہیں تھی۔

”ہوش میں آؤ سارہ!“ اس کا چہرہ ہاتھوں میں جکڑے وہ بلند آواز میں بولا تھا، لیکن اگر سارہ کی چیخیں بند ہوئی تھیں، تو اس کی بلند آواز پر نہیں، رُکی ہوئی سانسوں کے ساتھ اس نے سارہ کے خون آلود ہوتے نقوش کو دیکھا تھا اور پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں کھلے دروازے کی سمت۔

دہلیز پر رُکے وہ دنگ نظروں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے عقب میں ہی موجود شان حق دق تھا۔ سناٹے میں گھرا وہ سارہ سے دور ہونا چاہتا تھا، جب وہ خود اس کے ہاتھوں سے اپنا چہرہ آزاد کرواتی تیر کی طرح شمس کی سمت بھاگی تھی۔

شیث کے حواس مختل اور چہرے کا رنگ سفید ہو چکا تھا۔ شمس کے سینے سے لگی وہ زاروقطار رو رہی تھی۔ اس صورتحال نے شمس کا دماغ بھی ماؤف کر ڈالا تھا۔ شیث نے چاہا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ پورا اس میں دفن ہو جائے۔ اس لمحے جب شمس کی نظریں اس کے بے ترتیب کھلے گریبان سے پھسلتیں اس کے پیروں کے پاس گرے سارہ کے دوپٹے تک آئی تھیں، شان کچھ کہہ رہا تھا، جو وہ ہوش میں آتے سارہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اس کی ناک اور ہونٹوں سے بہتے خون نے ان کے گریبان کو بھی رنگ دیا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑے وہ کچن میں ہی لے گئے تھے جبکہ ان کے پیچھے جاتے شان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو نظر ملانے کے قابل نہ رہا تھا۔

ٹھنڈے پانی کے بے دریغ استعمال کے بعد خون رُکا تھا۔ اس کی حالت کچھ سنبھلی تو شمس کی جان میں جان آئی تھی۔ کچن سے باہر آتے وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے جس کی نظریں ہی نہیں، سر بھی جھکا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت وجامد تھا، اس کے قریب آ کر شمس نے نیچے پڑا دوپٹہ اُٹھایا تھا اور خاموشی سے پلٹ کر واپس کچن میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے سدرہ سے جھوٹا وعدہ نہیں کیا تھا۔ عاشر کی آمد ہاسپٹل میں نہ ہوتی، براہِ راست اختلاف پر بات نہ ہوتی، تب بھی وہ سارہ کو گھر واپس لے جانے کے لیے آتے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زیادتی ان کی طرف سے ہی ہوئی ہے اور یہ بھی کہ انہوں نے جو کیا وہ غلط تھا، وہ سچ کو بدل نہیں سکتے تھے مگر جھک سکتے تھے، اور انہوں نے یہی کیا تھا، سدرہ کو گھر ڈراپ کر کے وہ سیدھا یہیں آئے تھے۔

”اسے گھر لے جاؤ، سدرہ انتظار کر رہی ہوگی، میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔“ شمس کی ہدایت پر شان نڈھال سی سارہ کو ساتھ لیے باہر نکل گیا تھا، جبکہ شمس اس کے مقابل آ رُکے تھے جو اسی طرح نظر جھکائے ساکت تھا۔

”کیا ہو رہا تھا یہاں؟ کیا کر رہے تھے تم اس کے ساتھ؟“ جس لہجے میں انہوں نے سوال کیے تھے، شیث کو ان کی طرف دیکھنا پڑا تھا۔

”آپ جانتے ہیں کہ آپ مجھ سے کیا سوال کر رہے ہیں؟“

”اور تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے تھے؟“ شمس نے درمیان میں کہا تھا۔

”جو کچھ میں دیکھ چکا ہوں اس کے بعد کوئی اور سوال کرنے کی کسر چھوڑی ہے تم نے؟“ وہ غصیلے لہجے میں بولے تھے۔

”بتاؤ مجھے کیا تم نے اس پر ہاتھ اُٹھایا ہے؟“

”میں اس وقت آپ کے گھر میں نہیں ہوں، عورت پر ہاتھ اُٹھانے کا رواج تو آپ کے گھر میں ہے۔“

”جتنی بکواس کرنی ہے بعد میں کرنا، میں سنوں گا۔ کیونکہ میں نے خود اپنے آپ کو سب کی نظروں میں گرایا ہے۔ میں نے تم سب کی زندگی کو درہم برہم کیا ہے، مگر ابھی مجھے یہ بتاؤ کہ کیا جواب دوں گا جا کر اس کی بہن کو؟ کیا حالت ہو رہی تھی اس کی، میں ہل گیا تھا اسے دیکھ کر۔“ وہ شدید طیش میں اسے دیکھ رہے تھے۔

”میں نے اسے کسی غلط نیت سے ہاتھ نہیں لگایا، میں صرف اسے باہر جانے سے روک رہا تھا، آپ اس سے تصدیق کر لیتے۔“ شیث کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

”روک رہے تھے، اس طرح؟“ اس کے کھلے گریبان کو چٹکی میں جھٹکتے وہ غرائے تھے۔

”اس کی گردن پکڑتے ہوئے، اس کے ساتھ زبردستی کرتے ہوئے، کیسے بھول گئے تم کہ یہ جو سانسیں لے رہے ہو یہ اسی کی بدولت ہیں۔ اس پر چلاتے ہوئے تم یہ کیسے بھول گئے کہ تم اس کے سامنے سر اُٹھانے کے قابل بھی نہیں ہو۔ کہاں اُتار کر پھینکا ہے تم نے اس کے احسانوں کا بوجھ اپنے کندھوں سے؟“

”اسے ذلت دے کر اپنے گھر سے نکالتے ہوئے جب آپ سب کچھ بھول گئے، تو میں کیوں سب یاد رکھوں؟“ شیث کا لہجہ تلخ تھا۔

”اس لیے کہ تمہاری زندگی پر اس کا جتنا زیادہ حق ہے، تمہارا اپنا بھی نہیں ہے۔“ ان کے سخت لہجے پر وہ بس ان کی شعلہ بار نظروں میں دیکھ رہا تھا۔

''اور میں کچھ نہیں بھولا ہوں، مجھے یاد ہے، میں نے کیا کچھ کیا ہے، میں سب کے سامنے معافی مانگوں گا، تمہارے سامنے سارہ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لوں گا، مگر تم میرے ساتھ واپس گھر چلو۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولے تھے۔

''میں یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ آپ کسی کے سامنے ہاتھ جوڑیں، کسی کے سامنے آپ کا سر جھک جائے، میں آپ کے لیے کسی کے بھی پیروں میں گر سکتا ہوں، مگر آپ کو کسی انسان کے سامنے جھکتے نہیں دیکھ سکتا۔ میری ذات آپ کے لیے تذلیل کا باعث بنتی ہے، تو اس کی سزا بھی مجھے دیں۔ آپ کو بہت پہلے اپنی زندگی سے مجھے الگ کر دینا چاہیئے تھا، اگر آپ ایسا کر لیتے تو آج میں اللہ سے یہ دعا نہ کر رہا ہوتا کہ میرے ماں باپ مجھے بھی اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاتے۔ میرا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈال کر نہ جاتے۔'' وہ لرزتے لہجے میں بولا تھا، اس کے چہرے پر پھیلے کربناک سائے اور سرخ آنکھوں نے شمس کا دل مٹھی میں جکڑا تھا۔ بے اختیار وہ اسے اپنے سینے سے لگا چکے تھے، جلتے انگاروں پر جیسے چھینٹے پڑ گئے تھے۔

''تمہیں خود سے جدا میں کیسے کر سکتا ہوں؟ تم میرے وجود کا حصہ ہو، تمہارے بغیر میرا گھر، میری دنیا، میری خوشیاں سب کچھ ادھورا ہے، بے معنی ہے، اپنی انا، اپنے اشتعال میں تمہیں اذیت پہنچا کر، سارہ کو تکلیف دے کر میں نے تم دونوں پر نہیں خود پر ظلم کیا ہے، میں نے بھائی ہونے کا حق تک ادا نہیں کیا۔'' وہ شدید اذیت سے بولے تھے۔

''ایسا مت کہیں، آپ نے ہی تو سارے حق ادا کیے ہیں، آپ کے علاوہ کون ہے جو میرے لیے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر سکتا ہے؟''

''تو پھر کیوں گئے گھر چھوڑ کر؟ سارہ کو بھی ساتھ لے گئے، قبرستان بنا گئے، اس گھر کو، تم نے مجھے تھوڑا سا وقت بھی نہیں دیا۔'' نم آنکھوں سے شمس نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

''آپ اس وقت میری جان لے لیتے میں اُف بھی نہیں کرتا۔ مگر وہاں بات حق کی تھی، میری وجہ سے سارہ کی تذلیل ہو یہ ناقابلِ برداشت تھا۔ میں مانتا ہوں، میں نے آپ کو دکھ دیا، آپ سے گستاخی کی، آپ کے دل کو ٹھیس پہنچائی، آپ مجھے معاف کر دیں۔ جو سزا دینی ہے دیں مگر مجھے معاف کر دیں ورنہ مجھے اللہ سے بھی معافی نہیں ملے گی۔''

''سارے بگاڑ میرے پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تم سے ناراض نہیں ہے۔ آج تم نے جو کیا درست کیا اور مجھے احساس دلایا کہ میں بھی سر اٹھا کر ہر سچ کو بیان کر سکتا ہوں۔ تمہاری ذات، تمہارا آج اور کل میرے لیے پہلے سے زیادہ قابلِ فخر ہے، مجھے فخر ہے کہ تم میرے بھائی ہو۔'' پُر شفقت نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے شمس نے ایک بار پھر اسے گلے لگایا تھا۔

''پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس، اپنا حُلیہ درست کر کے آؤ، میں انتظار کر رہا ہوں۔'' شمس کی ہدایت پر اس نے عمل نہیں کیا تھا، کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے مگر پھر نظر جھکا لی تھی۔

''کچھ کہنا ہے تمہیں؟'' اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار شمس کو چونکا گئے تھے جواباً شیث نے ایک پل کو رُک کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''خاموش مت رہو، جو کہنا ہے کہہ دو۔'' شمس نے اُلجھ کر اسے دیکھا تھا۔

''آپ انکار تو نہیں کریں گے؟''

''سمجھو، میں نے تمہاری بات مان لی ہے، اب بتاؤ کیا منوانا ہے؟'' ان کی یقین دہانی پر شیث نے انہیں دیکھا تھا۔

''میری طرف قدم بڑھانے کے لیے بھی اسے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے، میں چاہتا ہوں آپ اپنی اجازت سے اسے میرے حوالے کریں، تین دن کے اندر۔'' نظر جھکائے اس نے جو مطالبہ کیا وہ شمس کو دنگ کر گیا تھا۔

''صرف تین دن، شیث! تم ٹھیک ہو؟''

''آپ پہلے ہی میری یہ بات مان چکے ہیں۔'' شیث نے یاد دلایا تھا۔

''یہ گھر واپس جانے کے لیے تمہاری شرط ہے؟'' شمس نے بغور اسے دیکھا تھا جو ایک چور نگاہ ان پر ڈالتا خاموشی سے ان کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

* * *

شدید بے چینی کے ساتھ وہ مومو کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اتنا سب کچھ گھر کے اندر ہو چکا تھا اور وہ بے خبر تھی۔ سارہ کی غیر موجودگی نے پہلے ہی حواس گم کر رکھے تھے، مومو سے سب کچھ معلوم ہونے پر وہ اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سارہ پر جانے کیا گزر رہی ہو گی اور وہ ویسے کی تقریب میں سب کے درمیان بیٹھی رہی۔ جس کی وجہ سے آج وہ اس گھر میں سب کی توجہ کا مرکز ہے، اس کے لیے ہی اس گھر میں جگہ تنگ ہو گئی ہے۔ مومو کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی، اس کا بڑھتا اضطراب مجبور کر رہا تھا کہ وہ ساری شرم و حیا ایک طرف رکھ کر خود باہر جائے، دروازے کی سمت قدم بڑھاتی وہ یکدم رُکی تھی، اندر داخل ہوتے عاطف نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

”زینب! کیا ہوا ہے تمہیں؟“ وہ پریشان ہوتا اس کی طرف آیا تھا، جس کی آنکھیں عاطف کو دیکھتے ہی مزید آنسوؤں سے لبالب ہوئی تھیں۔

”کسی نے کچھ کہا تم سے، مجھے بتاؤ کس بات نے تکلیف پہنچائی ہے تمہیں؟“ اس کی خاموشی نے عاطف کو مزید پریشان کیا تھا۔

”کیا تم سارہ کے لیے پریشان ہو؟“ عاطف کے سوال پر اس بار زینب نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

”کل سے اب تک مجھے تم سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا اور میں یہ سمجھا کہ تم میرے لیے آنسو بہا رہی ہو۔“ عاطف کے خشمگیں لہجے پر وہ بس سر جھکائے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”سارہ کی غیر موجودگی میں تم یہاں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہو؟“ عاطف کے سوال پر بھی وہ اس کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی۔

”اتنے مختصر وقت میں تم میرے اتنے قریب آ گئی ہو کہ میں اپنی ہر سانس کے ساتھ تمہاری سانسیں بھی محسوس کر رہا ہوں، اور تم ہو کہ مجھے محسوس کرنا ہی نہیں چاہتی ہو۔“ اس کے پُرشکوہ لہجے نے زینب کا رنگ اُڑایا تھا۔

”آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“ کچھ سہمے انداز میں زینب نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تمہاری یہی بات مجھے اچھی لگتی ہے، بغیر کسی لمبی چوڑی وضاحت کے تمہیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آتی۔“ مسکراتی نظروں سے عاطف نے اس کی حیران آنکھوں میں دیکھا تھا۔

”سارہ کہاں ہے؟“ وہ پھنسی پھنسی آواز میں پوچھ رہی تھی۔

”فکر مت کرو، وہ گھر واپس آ چکی ہے، یہ اس کا گھر ہے وہ یہاں سے کہاں جائے گی؟“ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ تسلّی دے رہا تھا۔

”میں سارہ کے پاس چلی جاؤں؟“

”مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جاؤ گی؟“ وہ زچ ہوا تھا۔

”بس تھوڑی دیر کے لیے۔“ التجائی نظروں سے زینب نے اسے دیکھا تھا۔

”سارہ خیریت سے ہے، صبح اس سے ملنا، ابھی تم مجھ پر توجہ دو، کیا یہ بہتر نہیں؟“ خشمگیں نظروں سے عاطف نے اس کے اُترے چہرے کو دیکھا تھا اور پھر کچھ چونک کر سیل فون پر آتی کال ریسیو کی تھی۔

”شیث آ گیا ہے، کب.....؟“ دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد عاطف نے کہا تھا اور پھر لائن ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے زینب کو دیکھا تھا۔

”زینب! میں کچھ دیر میں آتا ہوں، تم چینج کر کے آرام کرو، مومو کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔“ عجلت میں اسے مخاطب کرتا وہ دروازے کی سمت گیا تھا، جبکہ زینب حق دق کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

* * *

تیز قدموں کے ساتھ برآمدے کی سمت بڑھتی وہ خونخوار نظروں سے قریب آتی بائیک کو دیکھتی برآمدے کے اسٹیپس پر ہی رُک گئی تھی۔ شان کے ساتھ رومیصہ کو دیکھ کر وہ حقیقتاً انگاروں پر لوٹ گئی تھی، جبکہ رومیصہ بڑے اطمینان سے شاپر ہاتھ میں پکڑے اس کی طرف آئی تھی۔

”تین دن کے الٹی میٹم نے سب کو گھن چکر بنا دیا ہے، بھابی نے اتنی لمبی لسٹ شان کو تھما دی تھی، اب میں اس کے ساتھ نہیں جاتی تو کون جاتا؟ تم تو مصروف تھیں۔“ رومیصہ بڑی نخوت سے بولی تھی۔

”میں مصروف تھی اور تم آ گئیں نمبر بڑھانے، سارے ڈرامے سمجھ آ رہے ہیں۔“ مومو نے دانت پیس کر اسے دیکھا تھا۔

”مجھے کوئی ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو جو کام کرتی ہوں ڈنکے کی چوٹ پر کرتی ہوں۔“ رومیصہ سر جھٹک کر بولتی گھر کے اندر چلی گئی تھی جبکہ مومو کھل کر شان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”بالکل مر گئے، فریفتہ ہو گئے اس پنک پینتھرنی پر۔ میری اس چڑیل سے کبھی نہیں بن سکتی، یہ اگر گھر میں آئی تو تم بھائیوں کے گریبان آپس میں پکڑوا دوں گی۔“

”جتنے واویلے کرنے ہیں کرلو، جس شخص کی طرف اشارہ کرو گی، میں خود اس کا گریبان پکڑوں گا مگر میری شادی رومیصہ سے ہی ہو گی۔ اگر میری شادی اس سے نہیں ہوئی تو میں تمہیں بھی کسی کا نہیں ہونے دوں گا۔“ شان بے طرح جذباتی ہوا تھا۔

”تیرے منہ میں خاک، پہلے ہی میں ہوا میں لٹکی ہوئی ہوں، ریٹائر ہو جائے گا میرے ہاتھوں آج۔“ اس کا کالر جھپٹ کر مومو نے کرارا ہاتھ بھی برسایا تھا۔

”اس کو چھوڑ دوں گا، تو کس سے شادی کروں گا۔ گھر سے اکیڈمی تک میں اس کے ساتھ بدنام ہو چکا ہوں، کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا، کون دے گا مجھے اپنی بیٹی؟“

”تو کس نے کہا تھا اپنے ہی گھر کی لڑکی کے پیچھے لفٹ میں گھسنے کے لیے؟“ مومو نے ایک اور ہاتھ برسایا تھا۔

”رومیصہ کو اپنی بہن بنالو، میں لڑکی ڈھونڈ کر دوں گی۔“

”پھر تو دولوں گا۔“ وہ فوراً بولا تھا اور اگلے ہی پل ہنستے ہوئے اس سے دور ہوا تھا جو دانت پیستی اسے گھور رہی تھی۔

”میں کسی قیمت پر اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔“ وہ پیر پٹختا قریب آیا تھا۔

”باز آجا، بالکل اب برداشت نہیں کروں گی۔ یہ خون آشام بلا اس گھر میں جس دن آئی، اسی دن بلوا ڈال دوں گی، فرق کرنا مشکل ہو جائے گا، دنگل ہو رہا ہے یا گھمسان کا رن پڑا ہے۔“

”اگر تم نے میرے راستے میں آنے کی کوشش کی تو میں بھی ایک ہفتے کا الٹی میٹم دے کر بھوک ہڑتال پر چلا جاؤں گا۔ پھر جس طرح عاطف بھائی نے واصف بھائی کو اوورٹیک کیا ہے، میں بھی یہی کروں گا۔ چھوٹے بھائی تو ریس سے ہی نکل گئے ہیں۔“ شان استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھتا گھر میں دوڑا تھا۔

”اور تم اس دنیا سے نکلو گے۔“ مومو کی بیٹری فُل چارج ہو گئی تھی۔ عجلت میں وہ دروازے کی سمت بڑھ رہا تھا، جب ایک جھٹکے سے دروازہ کھلتا اس کے چہرے سے ٹکرایا تھا، لڑکھڑا کر پیچھے ہٹتا وہ کراہ اُٹھا تھا۔

”بھئی میں تو واری صدقے ہو گئی، قطعی مرمٹی سورج مکھی کے کارناموں پر۔ اچانک نکاح بھی پڑھوالیا اور اب پورے گھر میں ریڈ الرٹ کروا دیا۔ دنیا جائے جہنم میں، بھیا انہوں نے اپنی گوٹ وقت سے پہلے نکال لی۔“ ناک سہلاتے ہوئے شاہ رخ حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا جو پُر جوش انداز میں قصیدے پڑھ رہی تھی۔

”اور سب چھوڑو اسے دیکھو۔ وہ جو ابھی ابھی اُگا ہے زمین سے، زمانے بھر میں اپنی محبت کے ڈنکے بجاتا پھر رہا ہے۔ رومیصہ نے اسی ڈنکے پر اسے بجا بجا کر قیمہ بنانا ہے کیکر کا۔ یار! میں تو فین ہو گئی تمہارے بھائیوں کی، دلیری تو ختم ہے ان پر۔“ بڑی گرمجوشی سے مبارک باد دینے والے انداز میں مومو نے اس کا ہاتھ پکڑ کے ہلایا تھا جسے یہی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ خوشی کا اظہار کر رہی ہے یا مخمل میں لپیٹ لپیٹ کر مار رہی ہے۔

”ایک منٹ، ایک منٹ۔“ درمیان میں اسے روکتے ہوئے شاہ رخ نے بڑے آرام سے اس کے چہرے پر آتی تراشیدہ لٹ پیچھے سرکائی تھی۔

”ہیئر اسٹائل اچھا ہے، میرا فیورٹ۔“ وہ اس پر نثار ہوا تھا جو خونخوار نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

”میرے بھائیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، اب میرے بارے میں بھی تو کچھ کہو۔“ وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل بھونچکا کر رہ گیا تھا جب مومو نے کلس کر اس کا کالر دبوچا تھا۔

”کھنے کوئی گناہ کر رکھے ہوں گے میں نے جو تم جیسے رینگتے، سستی مارے کچھوے کے انتظار میں سر پھوڑ رہی ہوں۔“ اس کا کالر جھٹکتی وہ غرائی تھی۔

"کان کھول کر سن لو، میں تم سے اپنا رشتہ ختم کر کے جا رہی ہوں۔"

"کیا بول رہی ہو، میں مر جاؤں گا تمہارے بغیر۔" شاہ رخ کے ہوش اُڑے تھے۔

"میں نے بھی کون سا تمہیں زندہ چھوڑنا ہے، طمنچے کے سارے تیر تمہارے سینے میں نہ اُتارے تو میرا نام بھی مومنہ نہیں۔" وہ پھر اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"یہ طمنچے کون بنا رہا ہے، جس میں سے تیر نکل رہے ہیں؟" اس کے تڑ تڑ پڑتے ہاتھ قبضے میں لیتا وہ دنگ ہوا تھا۔

"میرے ہاتھ چھوڑ و ورنہ چھے کی جگہ سات بھائی ہو جائیں گے میرے۔" وہ غرائی تھی۔

"بکو مت، لگاؤں گا ایک تھپڑ، بھول جاؤ گی ساری طراری۔" اس کی کلائیاں جھٹکتا وہ بُری طرح اسے گھرک گیا تھا۔

"ہوش میں ہو یا بالکل ہی ہو گئے قطعی گون سروس؟" مومو نے حیرت کے ساتھ مشکوک نظروں سے بھی اسے دیکھا تھا۔

"تم مجھے یہ بتاؤ، اگر چھوٹے بھائی تیز گام میں سوار ہو گئے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے، شان جلتے توے پر کھڑا ہے تو میری کیا غلطی ہے؟" زچ ہو کر شاہ رخ بولا تھا۔

"اتنا ظلم کرتی ہو یار! تم اپنے ہاتھوں پر، یہ تشدد کے لیے نہیں چومنے کے لائق ہیں۔" اس کے ہاتھ اپنی گرفت میں پکڑے وہ تاسف سے بولا تھا۔

"زبان کاٹ کر چیل کوؤں کو کھلا دوں گی۔" مومو نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وارن کیا تھا۔

"اپنے ہاتھوں سے تم مجھے کوٹ کر رکھ دینا، مگر مجھ سے الگ ہونے کی بات مت کرنا۔" اسے قریب کرتے ہوئے وہ بے چارگی سے بولا تھا۔

"تو میں اور کیا کروں، کبھی میرے بھائی درمیان میں آ جاتے ہیں اور کبھی تمہارے۔" چہرہ پھلائے وہ شکایت کر رہی تھی۔

"فکر مت کرو اب کوئی ظالم سماج درمیان میں نہیں آئے گا، میں اسی ڈیٹ پر تمہیں لینے آؤں گا، جو فکس ہوئی ہے، ورنہ میں بیٹھنے والا تھا اتنے اطمینان سے؟"

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری چکنی چپڑی باتوں میں آ جاؤں گی؟" مومو نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں، شادی کے کارڈز آ چکے ہیں، دنیا ادھر سے اُدھر ہو سکتی ہے مگر ہماری شادی نہیں۔ ٹھہرو میں تمہیں وہ کارڈز دکھاتا ہوں۔" اس کی بے یقینی نے شاہ رخ کو جذباتی کیا تھا۔ مشکوک نظروں سے ہی وہ اسے دیکھ رہی تھی جو کارڈز کے بنڈل میں سے ایک کارڈ نکال رہا تھا۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا؟" جھڑکتے ہوئے مومو نے اس سے کارڈ لیا تھا، خوبصورت سے کارڈ پر اپنے اور شاہ رخ کے جگمگاتے نام دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اُٹھا تھا۔

"اب یقین آیا، جلد بد پر تم نے میرے ہی نصیب پھوڑنے ہیں۔" مسکراتے ہوئے شاہ رخ نے اس کے چہرے پر بکھرے رنگوں کو دیکھا تھا جو کارڈ کے پیچھے چہرہ چھپا گئی تھی۔

"چلتی پھرتی قیامت ہو تم، اب شرمانے کی کوشش کر کے مزید میرے دل پر قیامت مت ڈھاؤ۔" کارڈ اس کے چہرے سے الگ ہٹاتے ہوئے شاہ رخ نے وارفتہ نگاہوں سے اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا، جو بے ساختہ ہنسی تھی۔

* * *

آئینے میں اپنا عکس دیکھتی وہ خود کو پہچان نہیں سکی تھی، یقین کرنا مشکل تھا کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ خواب تھا یا پھر وہ جو ہونے جا رہا ہے۔ سدرہ کے دباؤ میں آ کر نہ صرف اسے ایک طرف بیٹھنا پڑا تھا، بلکہ اُبٹن وغیرہ سے بھی فیض یاب ہونا پڑا تھا، اتنے کم وقت میں سدرہ جو کچھ کر سکتی تھیں کر رہی تھیں اور وہ خود جیسے کسی ٹرانس میں قید تھی۔ وہ کمرے تک محدود تھی مگر اندازہ تھا کہ باہر کیسا بھونچال آیا ہوا ہے۔ وجہ جانتی تھی اس لیے سب کے سامنے شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔ کچھ چونک کر آئینے کے سامنے سے ہٹتی وہ تیزی سے دروازے کی سمت گئی تھی۔ عقب سے اُبھرتی مدھم پکار وہ نظر انداز کر دینا چاہتا تھا مگر یہ ہو نہ سکا، قدم خود بخود رُکے تھے، پلٹ کر اس نے سارہ کو دیکھا تھا، زرد باریک دوپٹے کے ہالے میں اس کا سوگوار چہرہ ایک پل کے لیے سب کچھ بھلا گیا تھا۔ سفید کلیوں کے آویزوں اور زرد پھولوں کے کنگن میں مہکتی وہ دل کو پگھلا گئی تھی۔ مگر یہ بس چند لمحوں کے لیے

ہی ہوا تھا، تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا جو کچھ فاصلے پر آ رُکی تھی۔

”اگر تمہاری وجہ سے سب مجبور ہوئے ہیں تو یہ میرے لیے بہت شرم کا مقام ہے۔“ اس کے مدھم لہجے پر شیث کا دل ہی نہیں آنکھیں بھی سُلگ اُٹھی تھیں۔

”جو ہمیشہ سب کے سامنے مجبور رہا ہے، وہ کیا کسی کو مجبور کرے گا؟“ وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

”یہ بات تمہیں اس سے پوچھنی چاہیئے تھی جو تمہارے الزامات سہتا زمین میں دفن ہو چکا ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جس کے لہو کا ایک قطرہ بھی تم زمین پر گرتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اس وقت تمہارے سامنے وہ ہے، جس نے تمہیں چوٹ پہنچائی، جبر کیا تم پر، اپنے حق کا تم سے مطالبہ کیا، وہی جسے تم نہیں پہچانتیں۔“ اس کے سُلگتے تلخ لہجے نے سارہ کا چہرہ بھی اس کے لباس کی طرح زرد کر دیا تھا۔

”تمہیں جن کی اجازت درکار تھی اگر انہوں نے میری بات مان کر اجازت دی ہے، تو صرف اس لیے کہ وہ تمہاری طرح مجھے بار بار موت کی اذیت سے متعارف نہیں کروا سکتے تھے۔ تم جو کچھ، جس طرح چاہتی ہو، سب اسی طرح ملے گا تمہیں، ہر وہ اعزاز بھی جس کی تم مستحق ہو، لیکن اگر یہ عجلت تمہیں ناگوار گزر رہی ہے تو پھر کوئی الزام اُٹھا کر سب کچھ روک دو۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ خوش تو میں اب بھی نہیں ہوں۔“ اس کے بھینچے دہکتے لہجے نے سارہ کا دل مٹھی میں جکڑا تھا، جھلستی نظریں اس کی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے ہٹا تا وہ سرعت سے اسٹیئرز کے اسٹیپس طے کرتا نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

❋❋❋

کانوں سے جھمکیاں اُتارتی وہ چونک کر کھلتے دروازے کی طرف متوجہ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل جھینپے انداز میں سرعت سے بیڈ پر پڑا دوپٹہ اُٹھانے بڑھی تھی، ہاف سلیوز نے اس کے ہاتھ کے وہ داغ نمایاں کر رکھے تھے، جنہیں وہ اس سے بھی چھپانا چاہتی تھی، جو بغور اسے دیکھتا قریب آ رہا تھا۔

”فرصت مل گئی آپ کو اپنی بیسٹ فرینڈ سے؟“ مسکراتی نظروں سے عاطف نے اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔

”خوش ہو سارہ کے لیے؟“

”بہت زیادہ، میں چاہتی ہوں اسے بہت ساری خوشیاں ملیں۔“ بلا جھجک بولتی وہ اپنی خوشی کا اظہار کر گئی تھی۔

”میں بھی یہی چاہتا ہوں کیونکہ اس کی وجہ سے ہی تم میرے پاس ہو۔“ عاطف کے مدھم لہجے پر وہ نظر جھکا گئی تھی۔

”ایک بات کہوں تم سے؟“ اس کے سوال پر زینب نے اسے دیکھا تھا۔

”تمہیں مجھ سے وہ داغ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے، جو مجھے دکھائی نہیں دیتے، اور عنقریب تمہیں بھی دکھائی نہیں دیں گے، میرا یقین کرو، ہر زخم، ہر داغ مندمل ہو جائے گا، تمہاری ہر تکلیف دور کرنے کے لیے میری محبت ہی کافی ہے۔ وہی محبت جو تمہیں محسوس نہیں ہوتی۔“ اس کی جھکی پلکوں پر نظر جمائے وہ بولا تھا اور پھر دھیرے سے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے چھوا تھا۔ محبت سے لبریز یہ لمس زینب کے وجود میں سرائیت کرتا انگ انگ مہکا گیا تھا، وہ نظر نہیں اُٹھا سکی تھی۔

”کیا تمہارے دل میں اب بھی مجھے دوبارہ وہ مقام نہیں ملے گا جو پہلے تھا، کیا اب بھی تمہیں میری آنکھوں میں محبت کی رمق تک نظر نہیں آتی؟“ اس کے گمبھیر لہجے نے زینب کو بے چین کر دیا تھا۔

”آپ نے ہی تو مجھے محبت سے روشناس کیا ہے۔ میرے لیے آپ محبت ہی محبت ہیں۔ میرے دل میں آپ کے لیے وقتی طور پر جو بدگمانی پیدا ہوئی، میں اس کے لیے آپ سے شرمندہ ہوں۔ آپ سے زیادہ خود سے، وہ سب کچھ جو میں نے کھو دیا تھا، آپ نے اس سے بڑھ کر مجھے دیا ہے، اتنا کہ میرا دامن تنگ ہو رہا ہے۔“ نم لہجے میں بولتی وہ اسے دنگ کر گئی تھی۔

”میرے دل میں آپ اس سے بھی اونچے مقام پر ہیں جو پہلے تھا، اس مقام کی اونچائی تک آپ کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔“

”میں یہ سب جانتا ہوں، تمہیں اظہار کی ضرورت نہیں تھی، یہ ہنر تمہیں خوب آتا ہے۔ خاموش رہ کر سب کچھ کہہ جانا مگر پھر بھی اپنے بارے میں تم سے یہ سب سننا مجھے سرشار کر گیا ہے۔“ اس کی نم آنکھوں میں دیکھتا وہ مسکرایا تھا۔

”تمہارے دل میں جو میرا مقام ہے اس کا حق دار میرے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہو بھی نہیں سکتا، ورنہ تمہیں قتل کرنا میرے لیے دشوار ضرور ہوتا مگر ناممکن نہیں۔“

”آپ مجھے قتل بھی کر سکتے ہیں؟“ زینب نے شدید بے یقینی اور حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

”ہاں، مگر اس قت تو تم یہ کام بڑی دلیری سے کر رہی ہو اور آگے بھی جانے کتنی بار کرو گی؟“ اس کی گہری نظروں پر زینب کے رخسار دہک اُٹھے تھے۔ شرمگیں مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس نے خود کو مضبوط بانہوں کے حصار میں قید ہونے دیا تھا کہ محبت سے بھرپور یہ مہربان پناہ گاہ صرف اس کے لیے ہی تو تھی۔

❋❋❋

آج سورج اس طور سے طلوع ہوا تھا کہ اس کی کرنیں ذرے ذرے کو چمکا گئی تھیں، سڑکوں پر پھیلا سکوت ٹوٹ چکا تھا۔ ہر گلی، کوچے میں رونق جاگ اٹھی تھی، ہر سمت زندگی سانس لے رہی تھی، پھول آج ایک انوکھے ڈھنگ سے انگڑائی لیتے کھل اُٹھے تھے، نوخیز کلیاں سرمت مہکتی ہواؤں میں محوِ رقص تھیں۔ رب کی حمد و ثناء بیان کرتے چرند پرند بھی عطا ہوئی اس انوکھی روشن صبح کا استقبال کر رہے تھے، مگر اس چمکتی دمکتی صبح کے اسرار سمجھنے سے قاصر تھے۔ کھلے آسمان کی نیلگوں وسعتوں میں پرواز بھرتے طیور کے غول جب آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے، اسی وقت زمین کے سبز قالین پر سجے بے شمار پھولوں کے کنج میں بھی ایک سفید گلاب، سرخوشی سے جھومتے سرخ گلاب پر سر جھکائے سرگوشی کر رہا تھا۔

”صبح ایسی دلفریب ہے تو رات کا عالم کیا ہوگا؟“ سرسبز و شاداب یہ وسیع و عریض خطہ شاید اس دنیا کا ہی نہیں تھا، تیز روشنیوں سے منور اس ماحول میں لاتعداد خوش رنگ پھولوں کی بہتات بصارتوں کو تراوٹ بخش رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چہل پہل بڑھتی جا رہی تھی، فضاء میں اُبھرتی آرکسٹرا کی مدھم لہریں جادو جگا رہی تھیں۔ کھنکھناتی ہنسی کی جلترنگ، جاندار قہقہے، سرسراتے مہکتے آنچل، شوخ فقرے، یہاں ہر رنگ نمایاں تھا، ہر رنگ دوسرے سے جدا تھا، بظاہر اس رنگ و ترنگ سے بھرپور خطے میں کوئی کمی دکھائی نہیں دیتی تھی مگر......!

”کیا واقعی یہاں سب کچھ مکمل ہے؟“ زندگی نے مسکراتے ہوئے سوال اُٹھایا تھا۔

”نہیں، ہر رنگ کی اہمیت اپنی جگہ مگر چاند کی چاندنی اور سورج کے جلوؤں کے بغیر کائنات مکمل نہیں ہو سکتی۔“ محبت کے دیوتا نے تفاخر سے کہا تھا۔ لمحے دھیرے دھیرے سرکتے جا رہے تھے، رونق عروج پر پہنچ رہی تھی مگر پھر ساعتیں جیسے رُک سی گئی تھیں اور ہر نگاہ بھی اس جانب جہاں ہنستے مسکراتے چہروں کے جھرمٹ میں وہ جلوہ گر ہو چکی تھی۔ بصارتوں کو دنگ کر گئی تھی۔ عروسی لباس میں تمام حشر سامانیوں کے ساتھ وہ کسی اور ہی دنیا کی لگ رہی تھی، مووی اور کیمروں کی فلش لائٹس میں اس کے بے تحاشہ جھلملاتے سراپے سے نظریں ہٹانا مشکل تھا۔ اس قیامت ڈھاتے خیرہ کن روپ میں اسے پہچاننا بھی ناممکن تھا۔ بظاہر اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں مگر وہ اپنے اردگرد سے مکمل باخبر تھی۔ دل کی دھڑکنیں اس وقت بڑھ گئی تھیں جب اس نے شیث کو قریب محسوس کیا تھا، اور شیث.....اس نے دور سے سارہ کو ایک نظر دیکھا تھا، اس کے بعد دوبارہ دیکھنے کی تاب نہ رہی تھی۔ قریب آنے کے بعد بھی وہ یہ جرأت نہ کر سکا تھا۔ تیز روشنیوں میں گھرے وہ دونوں مرکزِ نگاہ بنے ہوئے تھے، دلہن کے روپ میں اگر سارہ کا حسن لاثانی تھا، تو شیث کی منفرد شخصیت اور روشن چہرے سے بھی نگاہ ہٹانا ممکن نہیں تھا۔ شمس اور سدرہ کی نگاہیں مستقل ان دونوں کا طواف کرتے نہیں تھک رہی تھیں، کئی لوگ اس بات کے گواہ تھے کہ آج سے پہلے کبھی شمس کو اس قدر خوش باش نہیں دیکھا گیا، جبکہ سدرہ کے لیے بھی یہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کا دن تھا۔

❋❋❋

مہکتے خوابناک ماحول میں وہ ساکت بیٹھی موم کا حسین مجسمہ ہی دکھائی دے رہی تھی، فینسی لائٹس اور اسٹینڈ پر روشن کینڈلز نے فضاء کو مسحور کن نکھار بخش دیا تھا، جس کے دل کے تخت پر صدیوں سے براجمان وہ حکومت کرتی رہی تھی، آج اس کے نام کی سیج پر بھی تفاخر سے بیٹھی دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے تھی۔ قریب آتے حسین لمحوں کا عکس اس کے ملکوتی نقوش میں دمکتا اس کے چہرے کو قیامت خیز بنا رہا تھا، مگر اس کی سجی سنوری بند آنکھوں کے پردے پر ایک کے بعد ایک گزرتے مناظر کی تھکن پھیلی تھی۔ محبت کی سڑک پر سفر کرنا آسان نہیں تھا، کتنی خندقیں، کتنے صحرا، کتنے سمندر عبور کرنے پڑے، وہ یاد نہیں کرنا چاہتی تھی مگر.....!

اس کی روح تک اس سفر کے گرد وغبار میں اٹی ہوئی تھی۔ لق ودق صحرا کی پیاس حلق میں کانٹے اُتار رہی تھی۔ کنارے کی تلاش میں ڈوبتے اُبھرتے ہوئے اس کے ہاتھ شل تھے، آج بھی محبت کی اس سڑک پر وہ موجود تھی، وہی راستہ تھا، فرق صرف اتنا تھا کہ اب منزل سامنے تھی، اتنا کہ وہ اسے ہاتھ بڑھا کر چھوسکتی تھی، کیا اب بھی منزل نہ ملتی، کیا اب بھی یہ شاہانہ استقبال نہ ہوتا؟

اسے خود پر کوئی فخر نہیں تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ جو اعزاز، شان اور عزت اسے حاصل ہوئی ہے وہ کسی نے طشتری میں سجا کر اسے پیش نہیں کیا تھا۔ محبت سانس لینے کے لیے قربانیوں کا ایندھن مانگتی ہے، زمانے لگے تھے یہ سب حاصل کرنے میں۔ کئی بار خود کو قبر میں اُتارنا پڑا تھا، اسے معلوم تھا کہ وہ شیث کی آخری محبت تو ہوسکتی ہے مگر پہلی نہیں۔ اس کی پہلی محبتوں کے حق دار وہ سب تھے، جن کی بدولت اس نے زندگی کے معرکے سر کیے، جن کی محبت کا وہ مرکز رہا ہے، جن سے اس کا خون کا رشتہ ہے، شیث سے تعلق اور محبت رکھنے والا ہر انسان روزِ اوّل سے اس کے لیے اہم رہا تھا اور ہمیشہ رہنا تھا، مگر اس نے اپنا مقام، اپنا منصب بھی نہیں چھوڑنا تھا، جو اعزاز اور محبتیں اسے ملیں، اسے معلوم تھا کہ وہ اس کی مستحق ہے اور وہ جو شکوے، شکایتیں دل میں لیے آنے والا تھا، وہ بھی تو اسے مانتا تھا، سراہتا تھا، آخر اس کے حق کا علمبردار وہی تو رہا تھا۔ وہی تو اس کے لیے وقت کو قریب کھینچ لایا تھا، ایک وہی تو تھا، جس کی رفاقت اور ثابت قدمی کی وجہ سے آج اسے سب کچھ حاصل ہوا تھا، گہری پُرسکون سانس لے کر اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو بے تحاشہ پھولوں میں گھرا پایا، یکا یک اس کے دل میں انجانا سا خوف بیدار ہوا تھا، اس کا سامنا کرنا بہت کٹھن لگ رہا تھا۔ بے شک اس نے تنہا صرف اپنے لیے کچھ حاصل نہیں کرنا چاہا تھا، مگر سب کو ساتھ رکھنے کی کوشش میں وہ کئی بار اس کے جذبوں کو نظر انداز کرتی، اس کی محبت سے منہ پھیرتی رہی تھی۔ مگر اس سے دل اور دھڑکن جیسی قرابت داری رہی تھی، روح کی عمیق گہرائیوں تک وہ اس سے جڑی تھی۔ مہندی کے خوبصورت نقش ونگار اور چوڑیوں سے سجے ہاتھوں پر نظر جمائے وہ بالکل ساکت تھی مگر مانوس آہٹ نے اس کے دل کو پھڑ پھڑانا شروع کر دیا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی مسحور کن خوشبوؤں نے قوتِ شامہ کو بیدار کر دیا تھا۔ مگر ان ملی جلی خوشبوؤں میں بھی وہ اس خوشبو کو پہچان سکتا تھا جو ہر پل، ہر لمحہ اس کے اردگرد رہتی تھی۔ وہ خوشبو جس سے وہ زندگی اور موت کے درمیان متعارف ہوا تھا، اس خوشبو نے اسے بتایا تھا کہ ایک عورت کی قربت کیا ہوتی ہے، اس کے لمس میں زندگی کیسی جنت جیسی ہوتی ہے، کیسا مان، سمان ہوتا ہے، وہ اس خوشبو کو جانتا تھا۔ یہ محبت کی وہ نایاب خوشبو تھی جو نایاب انسانوں کے حصے میں آتی ہے اور وہ ان میں سے ایک تھا، یہ خوشبو تو اس کی لوحِ محفوظ میں بھی رچی بسی تھی۔ وہ اس سے کیسے ناآشنا رہ سکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت اور مبہوت تھا، پھولوں کے درمیان وہ سرخ گلاب جیسی ہی دکھائی دے رہی تھی، اس کا دل آنکھوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

گہری خاموشی میں وہ اپنے دل کی دھڑکنیں سن رہی تھی، نظروں کی تپش سے ہتھیلیاں عرق آلود ہو رہی تھیں، وجود جیسے سماعت بنا ہوا تھا مگر اضطرابی کیفیت میں اس نے جھکی نظروں سے ہی اسے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔

”آج بھی تم دنیا کو میرے اور اپنے درمیان حائل رکھوگی؟“ دور سے اُبھرتی مدھم آواز میں جو کچھ پنہاں تھا، اسے محسوس کرتے ہوئے وہ نگاہ اُٹھانے پر مجبور ہوئی تھی۔ گلاب کے سرخ پردے بھی نگاہوں کے اس ارتکاز میں مخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکے تھے۔ ایک نہیں کئی سورج اس کی آنکھوں میں طلوع ہوتے وہ دیکھ سکتی تھی، اس کے چہرے، اس کے لباس سے پھوٹتی سنہری کرنوں نے سب کچھ ماند کر دیا تھا۔ یہ دنیا سے الگ انسان اس لائق تھا کہ وہ خود اُٹھ کر اس کا استقبال کرے، شاید اس تک آنے کے لیے وہ آج بھی اجازت کا طلبگار تھا۔

مخملی سیج سے نیچے قدم رکھتے ہوئے اس نے اپنے بھاری لباس کی بھی پرواہ نہیں کی تھی، آرائشی زیورات کی مدھم جلترنگ کسی موسیقی کی طرح بکھرتی خاموشی کو توڑ گئی تھی، ایک قدم ہی اس نے آگے بڑھایا تھا، جب پیر بُری طرح اُلجھے تھے، توازن نہیں بگڑا تھا مگر کوئی نوکیلی چیز اسے پیر میں چبھتی محسوس ہو رہی تھی، قدم جمانے میں دشواری ہو رہی تھی مگر آگے تو بڑھنا ہی تھا۔

سانس روکے وہ اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ رہا تھا، محبت جب چلتی ہے تو قیامت ڈھا دیتی ہے۔ اس وقت شدت سے اس سچ کا احساس ہو رہا تھا، شفق کے رنگوں سے نکھرا چہرہ، چاندنی میں بھیگا وجود، آنکھیں چندھیائے دے رہا تھا۔

یہ سج دھج، یہ خیرہ کن روپ وہ صرف اس کے لیے ہی تو اپنائے ہوئے تھی، اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لیے خود اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ یکدم شیث کو ندامت کا بوجھ اپنے دل، اپنی روح پر بڑھتا محسوس ہوا تھا، جانے کس مٹی سے اللہ نے عورت کو بنایا ہے کہ وہ بس دینا جانتی ہے، ہر روپ میں، ہر دور میں عورت دان کرتی رہی ہے۔ بدلے میں اسے کچھ بھی نہیں چاہیئے، اس کی وفاداری اور بے لوث محبتوں کے بدلے میں کوئی کیا

دے سکا ہے؟ کوئی کیا دے سکے گا؟

بغیر پلک جھپکے وہ اسے دیکھ رہا تھا جس کے خمیر میں شہد اور پھولوں کا رس، اوس کے قطرے، محبت کے سات رنگ، چاند کی ٹھنڈک اور سورج کی گرمی کو بھی یکساں طور پر ملایا گیا ہوگا۔ اسے شک نہیں، یقین تھا جو آج مستحکم بھی ہو چکا تھا۔ ایک پل کو رُک کر سارہ نے سنہری آنکھوں کی سطح پر اس روشنی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی جو ہمیشہ وہ اپنے لیے اس کی آنکھوں میں اُبھرتی دیکھا کرتی تھی۔

”ایک جھوٹی مسکراہٹ بھی تمہارے چہرے پر میرے لیے نہ آ سکی؟“ سارہ کے لہجے میں تھکن تھی، دل کی اذیت آنکھوں میں بھی اُبھر آئی تھی، دوسری جانب چند لمحوں تک وہ اس کی پلکوں تلے بڑھتی سرخی کو دیکھتا رہا تھا۔

جو چہرے سے ظاہر ہے، اسے چھپائیں کیسے
تیری مرضی کے مطابق، نظر آئیں کیسے

زیرِ لب اس کے گھمبیر لہجے پر وہ بس ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ جو گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا تھا، احتیاط سے شیث نے مہندی سے سجے اس کے نازک نرم و گداز پیر کو گرفت میں لیا تھا اور جھلملاتی پازیب جو تقریباً ٹوٹ گئی تھی اس کے پیر سے الگ کر دی تھی، اس کے مقابل اُٹھتا وہ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ سکتا تھا۔

”ہر بار میری طرف بڑھنا تمہیں تکلیف سے دوچار کر دیتا ہے۔“ ہاتھ میں موجود پازیب سے نظر ہٹا کر شیث نے اسے دیکھا تھا۔

”یہ تکلیفیں ہی تو ہیں جو تمہاری قدر اور اہمیت میرے دل میں بڑھاتی ہیں، یہ میرے قدم نہیں روک سکتیں۔“ اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ بولی تھی۔

”پھر بھی کہتی ہو کہ میں وہ نہیں رہا، کوئی اور ہوں؟“ اس کے لہجے، اس کی آنکھوں میں سارہ کو شکوہ نظر آیا تھا۔

”تم جانتی ہو کہ میں تمہارے لیے کبھی نہیں بدل سکتا، میں آج بھی وہی شیث ہوں جو سارہ کے لیے اپنے وجود کو ٹکڑوں میں کاٹ کر اس کے قدموں میں رکھ سکتا ہے، جو سارہ کے لیے اپنی زندگی فروخت کر سکتا ہے، دنیا کو بھول سکتا ہے، پھر بھی تم نے کیوں.....؟“ یکدم ہی خاموش ہوتا وہ دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، جو بھیگی آنکھوں سے اسے ہی دیکھتی مزید قریب ہوئی تھی اتنا کہ واقعی وہ سب کچھ بھول گیا تھا، یاد رہا تو بس یہ کہ وہ اس کی دھڑکن کو محسوس کر رہا ہے، پھولوں سے بھری نازک ڈالی جیسے مہکتے وجود کا لمس اسے جنت میں پہنچا گیا تھا، پہلی بار پورے استحقاق سے اسے اپنے حصار میں محصور کرتے ہوئے کوئی پہرہ، کوئی جھجک نہیں تھی، اس قرب میں پاکیزگی تھی، طہارت تھی، محبت کا تقدس تھا۔

”جو کہنا ہے آج کہہ دو، میری ہر زیادتی، ہر دی گئی اذیت کی شکایت کرو، میں اب صرف تمہیں سننا چاہتی ہوں۔“ اس کے سینے سے چہرہ ٹکائے وہ کانپتے لہجے میں بول رہی تھی۔

”میری خوشی کے لیے تمہیں بھی ایک طویل سفر کرنا پڑا ہے، اپنے بے شمار قیمتی لمحے میرے لیے گنوائے ہیں تم نے، میں اس نقصان کا ازالہ کس طرح کر سکوں گا؟“

”کوئی لمحہ، کوئی پل ضائع نہیں ہوا ہے تمہاری سنگت میں، ہر گزرتے لمحے نے ہم دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے قدر و محبت بڑھائی ہے۔ میں نے کچھ نہیں گنوایا، بس حاصل کیا ہے، کچھ بھی گنوانے سے پہلے، مجھے تمہاری صورت میں سب کچھ حاصل ہو گیا تھا۔“ اس کے آنسو سمیٹتے ہوئے شیث نے اس کی آنکھوں میں تیرتے حزن کو دیکھا تھا۔

”ازالہ تو مجھے کرنا ہے، ان تمام اذیتوں کا جو میرے لیے تم سہتی رہی ہو، اور اب میں کسی اذیت کو تم تک پہنچنے نہیں دوں گا، اپنے سوا تمہیں کسی جانب دیکھنے نہیں دوں گا۔ اب کوئی مجبوری ہمارے درمیان نہیں آ سکے گی۔“ جذبات کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا، اس کے لہجے کی حدت نے سارہ کے دل کو ہی نہیں، وجود کو بھی پگھلا دیا تھا۔

”تمہارے یہ آنسو آج مجھے اذیت نہیں پہنچا رہے کیونکہ یہ تمہارے چہرے کو اس قدر خوبصورت بنا رہے ہیں کہ میرا دل دھڑکنے سے انکار کر رہا ہے۔“ اس کے مدھم لہجے نے سارہ کی دھڑکن روکی تھی۔

”جانتی ہو، تمہارے چہرے کی یہ پاکیزگی، یہ نور مجھے کسی بھی گستاخی سے روک دیتا ہے، میرے دل میں آج بھی یہ خوف ہے کہ کہیں میری نظر

کی شدت تمہارے لیے تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔“ اس کی جھلملاتی آنکھوں کے سحر میں گرفتار، وہ اس کے ملکوتی نقوش کے طلسم میں قید ہونے لگا تھا۔

تیرے چہرے کے نقوش ایسے ہیں
آنکھ اُٹھاتا ہوں، بھٹک جاتا ہوں
تیری آنکھوں سے تیرے ہونٹوں تک
سفر اتنا ہے کہ تھک جاتا ہوں

بمشکل سانس لیتے ہوئے شیث نے واقعی تھکے تھکے انداز میں پیشانی اس کی دمکتی پیشانی پر رکھی تھی، مگر پھر جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

”آج بھی کوئی ضد، کوئی احتراز؟“ سوالیہ نظروں سے شیث نے اس کی بوجھل پلکوں کو دیکھا تھا، لبوں کی تراش میں مسکراہٹ دبائے سارہ نے پلکیں اُٹھائی تھیں اور پھر نظر نہیں چرا سکی تھی، برسوں کی پیاس آنکھوں میں سجائے وہ منتظر تھا۔

”آج میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے کب اور کہاں، کہاں مجھے موت کی سختی سے روشناس کروایا تھا، کتنی بار مجھے.....!“ سرعت سے اپنا ہاتھ اس کے لبوں پر رکھتی وہ مزید کچھ کہنے سے اسے روک گئی تھی۔

”ان سختیوں سے تم تنہا نہیں گزرے، میں تمہارے ساتھ تھی، کیا تم نے مجھے اپنے قریب محسوس نہیں کیا تھا؟“ شکایتی نظروں سے سارہ نے اسے دیکھا تھا جو اس کا خوش رنگ حنائی ہاتھ آہستگی سے اپنے لبوں سے سرکاتا اپنے چہرے پر اس کا نرم گرم لمس محسوس کر رہا تھا۔

”تو پھر وعدہ کرو، جنت میں بھی میرے بغیر قدم نہیں رکھو گی۔“ اس کے گمبھیر لہجے اور آنکھوں کی تپش نے سارہ کے چہرے کو دہکا دیا تھا۔ اس کے لبوں پر اُبھرتی الوہی مسکراہٹ نے شیث کو دم بخود کر دیا تھا۔

”میں تو ہمیشہ سے تمہاری دسترس میں ہوں، آج تم اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔“ استحقاق سے بھرپور مگر التجاء سے لبریز یہ مخمور لہجہ سارہ کے چہرے کو سرخ کر گیا تھا۔ دل کی دھڑکنیں بے تحاشہ بڑھی تھیں اور اس کی ہر دھڑکن میں وہ بھی اپنا نام سن رہا تھا، جو بہت قریب موجود اس کی پلکوں پر چمکتے ستارے بے خودی کے عالم میں اپنے لبوں میں جذب کرتا جا رہا تھا۔ محبت کا یہ غلبہ پُرکیف تھا۔ عیاں ہوتے جذبے آسمانی تھے۔ پُرفسوں خاموشی میں اب کچھ بولنا دشوار تھا کہ لمس خود بول اُٹھے تھے۔ دل انوکھے راگ پر دھڑکتے جا رہے تھے۔ ہر انت ایک نئی شروعات تھی، بھرپور انگڑائی لے کر سرشار ہوتی محبت نے بھی ایک نئے سفر کے آغاز کے لیے آسمان کی اونچائیوں میں اُڑان بھر لی تھی۔ بے شمار ستاروں کے جھرمٹ میں پورے چاند کی روشنی خیرہ کن تھی۔ دور کہیں آسمان سے اُترتی دودھیا کرنیں اس طویل سڑک پر بہتے سکوت میں جذب ہوتی سانسیں لے رہی تھیں، جو سفرِ محبت کے ایک ایک قدم کی گواہ تھی۔

(تمت بالخیر)